جدید نظر ثانی شدہ ایڈیشن

اَلنَّحْوُ فِی الْکَلَامِ کَالْمِلْحِ فِی الطَّعَامِ

# رِوَایَۃُ النَّحْوِ

شرح اردو

# هِدَایَۃُ النَّحْوِ

## پہلی مرتبہ متن کے اُردو ترجمہ کے ساتھ

مُصنّف

**مولوی عبد الرب صاحب میرٹھی**

ترجمہ و تصحیح

**مولوی محمد عرفان**

اُستاذ مدرسہ باب الاسلام مسجد کراچی

زمزم پبلشرز

النحو فی الکلام کالملح فی الطعام

جدید نظرثانی شدہ ایڈیشن

# روایۃ النحو

شرح اردو

# ھدایۃ النحو

پہلی مرتبہ متن کے اردو ترجمہ کے ساتھ


مصنف

مولوی عبدالرب صاحب میرٹھی

ترجمہ و تصحیح

مولوی محمد عرفان

استاذ مدرسہ باب الاسلام مسجد کراچی


زمزم پبلشرز

کتاب کا نام ـــــ زوایۃ الناجح شرح اردو ھدایۃ النحو

تاریخ اشاعت ـــــ مئی ۲۰۱۲ء

باہتمام ـــــ احباب زمزم پبلشرز

ناشر ـــــ زمزم پبلشرز کراچی


شاہ زیب سینٹر نزد مقدس مسجد، اُردو بازار کراچی

فون: 021-32729089

فیکس: 021-32725673

ای میل: zamzam01@cyber.net.pk

ویب سائٹ: www.zamzampublishers.com


## ملنے کے دیگر پتے


- مکتبہ بیت العلم، اردو بازار کراچی۔ فون: 32726509
- مکتبہ دار الھدیٰ، اردو بازار کراچی۔ فون: 32711814
- دار الاشاعت، اُردو بازار کراچی
- قدیمی کتب خانہ بالمقابل آرام باغ کراچی
- مکتبہ رحمانیہ، اُردو بازار لاہور

- **Darul Uloom Zakaria**
  P.O. Box 10786, Lenasia
  1820 Gauteng
  South Africa
- **Azhar Academy Ltd.**
  54-68 Little Ilford Lane
  Manor Park London E12 5QA
  Phone: 020-8911-9797
- **ISLAMIC BOOK CENTRE**
  119-121 Halliwell Road, Bolton Bl1 3NE
  U.K
  Tel/Fax : 01204-389080

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# عرضِ ناشر

الحمد للہ وکفی وسلام علی عباد الذین اصطفٰی!

اما بعد: زیرِ نظر کتاب ''روایت النحو'' یہ نحو کی مشہور کتاب ''ہدایۃ النحو'' کی جامع شرح ہے ہدایۃ النحو کی اہمیت کسی سے مخفی نہیں کہ عرصہ دراز سے درسِ نظامی میں شاملِ درس ہے۔ اسی اہمیت کے پیشِ نظر بہت سے علماء نے اس کی مختلف شروحات لکھی ہیں۔ روایت النحو بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے جس میں بڑے عمدہ اور آسان انداز میں ہدایت النحو کی عبارت کو حل کیا گیا ہے۔

اب ''روایت النحو'' کا جدید ایڈیشن آپ کے سامنے ہے جسے زمزم پبلشرز کراچی نے اس کی از سرِنو کمپوزنگ کروا کر کچھ خصوصیات وخوبیوں کے اضافے کے ساتھ طلباء اور علماء کی خدمت میں پیش کیا ہے تاکہ اس سے استفادہ کرنا مزید آسان ہو جائے اور اس کا نفع عام ہو جائے۔

1. موجودہ زمانہ کے تقاضوں کے مطابق پوری کتاب کی کمپوزنگ کرائی گئی ہے۔
2. اس ایڈیشن میں متن کے بامحاورہ وسلیس اردو ترجمہ کا اہتمام کیا گیا ہے جبکہ گزشتہ نسخوں میں متن کا ترجمہ نہیں کیا گیا ہے۔
3. ہر متن کے ساتھ اس کا ترجمہ اور ساتھ ہی اس متن سے متعلق تشریح ذکر کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے۔
4. گزشتہ نسخوں میں جو املاء کی غلطی تھی حتی الوسع ان کو درست کیا گیا ہے۔

❺ اردو عبارت کو خطِ نستعلیق (اردو خط) میں اور عربی عبارت کو خطِ نسخ (عربی خط) میں لکھنے کا اہتمام کیا گیا ہے۔

❻ گزشتہ نسخوں میں عبارت نہایت پیچیدہ اور چھوٹے رسم الخط میں تھی اس ایڈیشن میں عبارت صاف، واضح اور عمدہ پیرائے میں لکھی گئی ہے اور ہر ہر تشریح کو نئے پیراگراف سے شروع کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے۔

خلاصہ یہ کہ ان اضافوں کے ساتھ اس کتاب سے استفادہ کو مزید آسان بنایا گیا ہے۔ اُمید ہے کہ زمزم پبلشرز کراچی کی اس خدمت کو علماء وطلباء حضرات پسندیدگی کی نظر سے دیکھیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہماری ان کوششوں کو قبول فرمائیں!

آمین

والسلام

محمد رفیق عفی عنہ

محرم الحرام ۱۴۲۷ھ

# صاحب ہدایۃ النحو

**تعارف:** عارف کبیر شیخ سراج الدین عثمان چشتی نظامی معروف باخی سراج اودھی، دین حق کے نیر تاباں حضرت سلطان المشائخ نظام الدین محمد بدایونی دہلوی کے نمائندے شیخ نصیر الدین چراغ دہلوی شیخ عبدالحق پنڈوی، شیخ وجیہہ الدین یوسف، شیخ یعقوب، شیخ مغیث، شیخ برہان الدین وغیرہ حضرات جو سرزمین ہند کے مختلف علاقوں میں بکھرے ہوئے تھے انہیں میں سے ایک آپ بھی ہیں۔

**ابتدائی حالات:** شیخ سراج الدین بالکل نوعمری میں حضرت نظام الدین محمد بدایونی کی خانقاہ میں آکر شریک ہو گئے تھے اور عنفوان شباب میں علوم ظاہری سے قطعاً نا آشنا تھے۔ البتہ علم کا شوق ضرور رکھتے تھے کیونکہ میر خورد نے لکھا ہے کہ جب یہ دہلی پہنچے تو کاغذ و کتاب خود کہ جز آں دیگر رختے نداشت۔ کتاب اور کاغذ کے سوا کوئی دوسرا سامان ان کے پاس نہ تھا۔ لیکن خانقاہ میں پہنچ کر واردین وصادرین کی خدمت میں کچھ اس طرح مشغول ہوئے کہ لکھنے پڑھنے کا موقعہ نہ مل سکا۔

**آغاز تعلیم:** میر خورد لکھتے ہیں کہ جس وقت ہندوستان کے مختلف اقطار و جہات میں حضرت سلطان المشائخ نے چاہا کہ اپنے نمائندوں کو روانہ کریں تو قدرتاً بنگال کے لئے انہی کی طرف خیال جا سکتا تھا کہ "مَا أَرْسَلْنَا مِن رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ" (نہیں بھیجا ہم نے کسی رسول کو لیکن اس کی قوم کی زبان کے ساتھ) لیکن جب یہ محسوس ہوا کہ انہوں نے علوم ظاہری کی تکمیل نہیں کی تو فرمایا۔ اوّل درجہ دریں کار علم است۔ نیز فرمایا کہ جاہل آدمی شیطان کا کھلونا ہوتا ہے کہ شیطان جس طرح چاہے اس سے کھیلتا رہتا ہے۔

حضرت مولانا فخر الدین زرادی بھی مجلس مین تشریف فرما تھے انہوں نے عرض کیا: درشش ماہ اور دانشمند میکنم۔ میں ان کو چھ ماہ میں مولوی بنا دوں گا۔

**تعلیم صرف:** چنانچہ حضرت مولانا فخر الدین زرادی نے غیاث پور میں شیخ سراج کی تعلیم شروع کی آپ کو جو کتابیں پڑھائی گئیں ان میں میر خورد بھی شریک تھے۔ انہوں نے ان کتابوں کی جو فہرست دی ہے وہ یہ ہے۔

الغرض خدمت مولانا سراج الدین در کبر سن تعلیم کرد و برابر کاتب حروف (میر خورد) در آغاز تعلیم میزان وتصریف وقواعد ومقدمات او تحقیق کرد۔

کافی عمر ہو جانے کے بعد مولانا سراج الدین کی تعلیم شروع کی۔ کاتب الحروف برابر آغاز تعلیم میزان اور گردان وغیرہ کے قواعد سے ساتھ تھا اور پڑھتا تھا۔

مولانا فخر الدین کا جو وعدہ شش ماہ کا تھا اس کے لئے خود ان کو بھی کام کرنا پڑا۔ میر خورد نے لکھا ہے کہ

مولانا فخر الدین بجہت او تصریفے مختصر و مفصل تصنیف کرد و اوراعثمانی نام نہاد۔

مولانا فخر الدین نے ان کے واسطے مختصر و مفصل گردان کی ایک کتاب تصنیف کی جس کا نام عثمانی رکھا۔ غالباً یہ وہی کتاب ہے جو عربی مدارس میں اس وقت تک ''زرادی'' کے نام سے مشہور ہے۔

**تعلیم نحو وفقہ:** صرف کی تعلیم کے بعد عثمان سراج نے شیخ رکن الدین اندرپتی سے فقہ ونحو کی تحصیل کی ان میں جو کتابیں آپ کو پڑھائی گئیں ان کے متعلق میر خورد رقمطراز ہیں کہ:

پیش مولانا رکن الدین اندرپتی کاتب حروفؒ کافیہ و مفصل وقدوری ومجمع البحرین تحقیق کرد و مرتبہ افادت رسید۔ (از مفتاح السعادۃ، ابن خلکان، کشف الظنون، شاندار ماضی، ابجد العلوم وغیرہ ۱۲)

کاتب حروف ہمیشہ مولانا رکن الدین اندرپتی سے کافیہ، مفصل، قدوری اور مجمع البحرین پڑھتا رہا اور افادہ کے لائق ہوا۔

صاحب خزینۃ الاصفیاء نے لکھا ہے کہ آپ چھ ماہ کی مدت میں اس رتبہ پر پہنچ گئے تھے کہ کسی دانشمند کو آپ کے ساتھ بحث ومباحثہ کی مجال نہ تھی۔

**عطاء خرقۂ خلافت:** جیسا کہ اوپر مذکور ہوا ابتداء میں آپ علم ظاہر سے بے بہرہ تھے اسی وجہ سے شیخ فرید شکر گنج نے عطاء خرقۂ خلافت حصولِ علم ظاہر پر موقوف فرمایا۔ آپ عرصہ چھ ماہ میں تحصیل وتحقیق علمِ ظاہر کر کے مرتبہ تکمیل کو پہنچے۔ ہنوز علمِ ظاہر سے فراغت نہ پائی تھی کہ شیخ فرید شکر گنج نے انتقال فرمایا اور وقت انتقال سلطان المشائخ سے ارشاد عطاء خرقۂ خلافت فرما گئے بعد اکتساب علم ظاہری بروایت اخبار الخیار تین برس کامل سلطان المشائخ سے تعلیم پائی وبحصول خرقۂ خلافت واجازت بمقام کور مشہور بہ لکھنوتی تشریف لائے اور شاہ علاء الحق پنڈوی وزیر بادشاہ بنگال کو اپنا مرید وخلیفہ اور جانشین مقرر فرمایا۔

**اخی سراج اور خدمتِ دین:** آج بنگال کے تین کروڑ سے زائد مسلمانوں کو ناز ہے کہ اتنی بڑی آبادی کسی خالص اسلامی واحد ملک کی بھی نہیں ہے لیکن غریب الدیار اسلام نے جب اس ملک میں قدم رکھا تو لوگوں کو کیا معلوم کہ اس کی پاکی کو کندھا دینے والے کون کون لوگ تھے۔ ایک لڑکا،

ہنوز موئے ریش آغاز نہ شدہ بود در حلقہ ارادت شیخ در آمدہ بود و در سلک خدمتگاراں پرورش یافتہ۔

ابھی سبزہ بھی نہ آیا تھا کہ شیخ کے ارادت مندوں میں داخل ہو چکے تھے اور خدمتگاروں سے منسلک ہو کر پرورش پانے لگے تھے۔

مسلک خدمتگاروں میں اسی پرورش پانے والے لڑکے کا نام بعد کو اخی سراج الدین عثمان ہوا۔ جس نے نظام الاولیاء کی خانقاہ سے نکل کر سارے بنگال میں آگ لگادی۔ ایمان وعرفان کا چراغ روشن کردیا۔ پنڈوہ کے علاء الحق والدین جن کا آج سارا بنگال معتقد ہے انہی اخی سراج الدین عثمان رحمۃ اللہ علیہ کے تراشیدہ ہیں۔

**وفات:** آپ نے ۷۵۸ھ میں وفات پائی۔ تاریخ وفات اس قطعہ سے ظاہر ہے ؎

چوں سراج الدین شداز دنیائے دوں — سال وصل آں شہ والا مکاں
۷۵۸ھ — ۷۵۸ھ
عارف امجد سراج الدین بگو — سالکِ محرم سراج الدین بخواں

**تصانیف:** آپ کی تصانیف میں میزان الصرف، پنج گنج اور ہدایۃ النحو بتائی جاتی ہیں مگر جیسا کہ ہم پہلے عرض کرچکے اس انتساب کا مدار صاحب تعداد العلوم پر ہے۔ موصوف کے حالات آئینہ، اودھ، نزہۃ الخواطر وغیرہ بہت سی کتابوں میں مذکور ہیں لیکن کسی نے ان کی کوئی تصنیف ذکر نہیں کی (از آئینہ اودھ، نزہۃ الخواطر، اخبار الاخیار خزینۃ الاصفیاء، نظام تعلیم وتربیت، انوار العارفین ۱۲) واللہ اعلم۔

**شروح وحواشی ہدایۃ النحو:** ① درایۃ النحو ② مصباح النحو۔ از مولانا افتخار علی صاحب ③ کفایت النحو (اردو) از مولانا محمد حیات صاحب سنبھلی ④ شرح ہدایۃ النحو۔ از سیّد علی جعفر الہ آبادی متوفی ۱۲۴۹ھ۔

# علم النحو

**لغوی معنی:** لفظ نحو لغت میں مختلف معانی کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ اوّل قصد وارادہ یقال نحوت هذا نحواً ای قصدت قصداً دوم جہت مثل "هن نحو البيت عامدات" سوم مثل يقال هذا نحواً ای مثله چہارم نوع يقال "هذا على اربعة انحاء" ای انواع پنجم راستہ مثل "هذا النحو السوى" ای الطريق المستوى ششم فصاحت يقال "ما احسن نحوك فى الكلام" ہفتم پھرانا يقال "نحوت بصرى اليه" ای صرفت وقال الامام الداؤدی. للنحو سبع معان قد اتت لغته، جمعتها ضمن بيت مفسر و كملا. قصد و مثل و مقدار وناحية، نوع و بعض و صرف فاحفظ المثلا.

**اصطلاحی تعریف:** علم نحو وہ علم ہے جس میں اواخر کلمات موضوعہ کے احوال اعراب وبناء ترکیب وافراد سے بحث کی جائے، کشاف اصطلاحات الفنون میں ہے کہ علم نحو جس کو علم الاعراب بھی کہتے ہیں وہ علم ہے جس کے ذریعے ترکیب عربی کی کیفیت از روئے صحت وسقم اور اس چیز کی کیفیت معلوم ہو جو ترکیب عربی میں الفاظ کے وقوع یا لاوقوع سے متعلق ہے۔

**موضوع:** علم نحو کا موضوع کلمہ اور کلام ہے۔ کیونکہ اس میں انہیں کے احوال سے بحث ہوتی ہے یہ بھی کہا گیا ہے کہ علم نحو کا موضوع لفظ موضوع ہے مفرد ہو یا مرکب، یعنی لفظ موضوع باعتبار ہیئت ترکیبیہ اور باعتبار ادائیگی معانی اصلیہ، "وقال فی مدينة العلوم وموضوع المركبات والمفردات من حيث وقوعها فى التراكيب والادوات لكونها روابط التراكيب."

**غرض وغایت:** گفتگو کے وقت معانی وضعیہ پر تراکیب کلام کو تطبیق دینے اور کلمات کو باہم ملا کر تلفظ کرنے میں غلطی واقع ہونے سے بچنا ہے۔

**شرف علم نحو:** صاحب مدینۃ العلوم وصاحب مفتاح السعادہ نے لکھا ہے کہ علم نحو کا حاصل کرنا فروض کفایہ میں سے ہے کیونکہ کتاب اللہ وسنت رسول سے استدلال کرنے میں اس کی احتیاج واقع ہوتی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول منقول ہے "تعلموا النحو كما تعلمون السنن و الفرائض" کہ علم نحو کو اسی طرح حاصل کرو جیسے تم فرائض وسنن کو سیکھتے ہو۔ ایوب سختیانی فرماتے تھے "تعلموا النحو فانه جمال

للوضيع و تركه هجنة للشريف" کہ علم نحو سیکھو کیونکہ یہ فرومایہ کے لئے بھی باعث جمال ہے اور شریف آدمی کا اس سے کورا رہنا باعث عیب ہے۔ ولله در الكسائى فى "نحو. انما النحو قياس يتبع، وبه فى كل علم ينتفع، واذا اتقن النحو الفتى. مرفى المنطق مرافاتسع، واتقاه كل من يعرفه، من جليس ناطق اومستمع، واذالم يعرف النحوالفتى، هاب ان ينهق جبنا فانقمع، فتراه ينصب الرفع وما، كان من نصب ومن خفض رفع، اهمافيه سواء عندكم، ليست السنة فينا كالبدع.

تدوین: ابوبکر محمد بن الحسن زیدی کہتے ہیں کہ دور جاہلیت اور آغاز اسلام تک اہل عرب اپنی جبلی وفطری عادت کے مطابق بلا تکلف فصیح و بلیغ زبان میں گفتگو کرتے تھے کما قال الشعر ؎

ولست بنحوى يلوك لسانه ولكن سليقى اقول فاعرب

لیکن جب دین اسلام کو تمام ادیان و مذاہب پر غلبہ حاصل ہوا اور مختلف اللغات و متفرق زبانیں بولنے والے لوگ جوق در جوق داخل اسلام ہوئے تو عرب و عجم کے اختلاط کی وجہ سے عربی زبان میں فساد نے راہ پائی اور لوگ غلط سلط بولنے لگے اس کو دیکھ کر سلیم الفطرہ، صحیح الذوق لوگوں کو اس کے انسداد کی فکر ہوئی۔

نزہۃ الاولیاء وغیرہ میں حضرت ابوالاسود ظالم بن عمر بن جندل بن سفیان الدؤلی سے مروی ہے کہ میں امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور دیکھا کہ آپ کے دست مبارک میں ایک رقعہ ہے۔ میں نے عرض کیا: امیر المؤمنین! یہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا، میں نے کلام عرب میں غور کیا اور دیکھا کہ وہ عجمیوں کے اختلاط کی وجہ سے بگڑ چلا ہے، اس لئے میں نے کچھ اصول منضبط کئے ہیں تاکہ ان کی طرف رجوع کرنے سے اس خرابی کا ازالہ ہو سکے۔ یہ فرما کہ آپ نے وہ رقعہ مجھے عنایت فرمایا اور حکم کیا کہ تم اس کی طرف توجہ کرو اور اس کے مطابق قواعد جمع کرو اور اگر کوئی مزید بات تمہارے ذہن میں آئے اس کو بھی شامل کرلو۔ میں نے اس رقعہ کو دیکھا تو اس میں یہ مضمون تھا الكلام كله اسم و فعل و حرف. فالاسم ما انباء عن المسمى والفعل ما انبئى به و الحرف ما افاد معنى. چنانچہ میں نے آپ کے ان اصول کی روشنی میں کچھ قواعد نحویہ جمع کئے عطف ونعت، تعجب واستفہام وغیرہ کے چند ابواب مرتب کئے اور جب باب انّ اور اس کے اخوات تک پہنچا تو میں نے آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ نے فرمایا کہ باب لکن کو بھی اس کے ساتھ منضم کرلو۔ میں آپ کی ہدایات کے مطابق ابواب نحو مرتب کرتا رہا یہاں تک کہ جب وہ اچھا خاصا مجموعہ ہوگیا تو آپ نے دیکھ کر فرمایا۔ ما احسن هذا النحو الذى قد نحوت، فلذلك سمى النحو.

روایات میں یہ بھی آتا ہے کہ عہد فاروقی میں ایک اعرابی نے لوگوں سے کہا، کوئی ہے جو مجھے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل شدہ کلام الٰہی کا کچھ حصہ پڑھائے؟ اس پر ایک شخص نے اس کو سورہ براۃ کی چند آیتیں پڑھائیں اور آیت "ان اللّٰہ بریٔ من المشرکین و رسولہ" میں لفظ "رسولہ" کو جر کے ساتھ تلقین کی۔ اعرابی نے کہا، کیا اللہ اپنے رسول سے بری ہے؟ اگر ایسا ہی ہے تو میں بھی اس سے بری ہوں۔ یہ قصہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو معلوم ہوا۔ آپ نے اس اعرابی کو بلا کر فرمایا کہ یہ اس طرح نہیں ہے بلکہ یوں ہے "ان اللّٰہ بریٔ من المشرکین ورسولُہ" اس کے بعد آپ نے حضرت ابوالاسود دوئلی کو وضع نحو کی طرف توجہ دلائی اور ابوالاسود دوئلی نے قواعد جمع کئے۔

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ علم نحو کا واضع اوّل عبدالرحمٰن بن ہرمز الاعرج ہے اور بعض نے نصر بن عاصم کو واضع اوّل مانا ہے۔ مگر صحیح یہ ہے کہ واضع اوّل حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ ہی ہیں آپ ہی کے بتائے ہوئے چند اصول کو سامنے رکھ کر ابوالاسود دوئلی نے قواعد نحویہ جمع کئے ہیں۔ چنانچہ روایات میں ہے کہ ابوالاسود دوئلی سے سوال ہوا من این لك ھذا النحو؟ قال لفقت حدودہ من علی بن ابی طالب۔

**نحاۃ قرن اوّل:** حضرت ابوالاسود دوئلی کے بعد آپ کے تلامذہ نے بتدریج اس علم کو ترقی دی اور کچھ زمانہ کے بعد ابو عمر بصری اور ان کے شاگرد خلیل بن احمد نے اس کو باضابطہ مرتب و مہذب کیا۔ خلیل کے مشہور شاگرد سیبویہ نے اس علم میں ایک جامع کتاب "الکتاب" لکھی جو تمام بعد والوں کا ماخذ ہے ہم یہاں قرن وار کچھ نحاۃ کا مختصر تعارف اور ان کے مولفات کا تذکرہ لکھتے ہیں۔

1. عنبر بن معدان معروف بعنبسۃ الفیل متوفی ۹۳ھ۔
2. میمون الاقرن متوفی ۱۰۲ھ یہ دونوں ابوالاسود دوئلی کے مشہور تلامذہ میں سے ہیں۔
3. ابو بحر عبداللہ بن ابی اسحٰق حضرمی متوفی ۱۱۷ھ عربیت اور قرأت کے امام تھے۔ امام یونس سے ان کے علم کی بابت پوچھا گیا تو انہوں نے جواب دیا کہ عبداللہ اور دریا دونوں برابر ہیں۔ یہ فرزدق کے اشعار پر نکتہ چینی کرتے تھے۔ ایک مرتبہ فرزدق نے ان کی ہجو میں یہ شعر کہا ؎

فلو کان عبداللّٰہ مولی ھجوتہ ولکن عبداللّٰہ مولی موالیا

آپ نے فرمایا تو نے اس میں بھی غلطی کی ہے کیونکہ مولیٰ موالیا کے بجائے مولی موال ہونا چاہئے۔

4. ابوسلیمان یحییٰ بن یعمر عدوانی متوفی ۱۲۹ھ تابعی ہیں اور ابوالاسود دوئلی کے شاگرد ہیں تفضیل اہل بیت کے قائل تھے۔
5. عطاء بن ابی الاسود متوفی ۱۳۰ھ علم نحو کے بہت بڑے عالم اور ماہر تھے۔ یہ سب حضرات ایک ہی طبقہ

سے متعلق ہیں۔

## نحاۃ قرن ثانی:

❻ ابوعمر عیسیٰ بن عمیر ثقفی متوفی ۱۴۹ھ عربیت ونحواور قرأت تینوں کے بہت بڑے عالم تھے۔علم نحو میں آپ نے دو کتابیں لکھی ہیں۔ایک الاکمال دوسری الجامع دونوں نہایت عمدہ کتابیں ہیں، جن کے متعلق خلیل بن احمد نحوی نے کہا ہے ؎

ذھب النحو جمیعا کله غیر مااحدث عیسی بن عمر
ذاك اکتال وھذا جامع للناس شمس و قمر

❼ ابوعمرو بن العلاء بن عمار بن عبداللہ بن الحصین التمیمی المازنی متوفی ۱۵۴ھ ان کے نام کی بابت اکیس اقوال ہیں اصح یہ ہے کہ ان کا نام زبان ہے بعض نے یہ بھی کہا ہے کہ ان کی کنیت ہی ان کا نام ہے، مشہور ماہر عربیت اور عالم نحو ہیں علم نحو میں نصر بن عاصم لیثی کے شاگرد ہیں اور ان سے یونس بن حبیب خلیل بن احمد اور ابومحمد علی بن مبارک وغیرہ نے نحو حاصل کیا ہے وفی حقه یقول الفرزدق ؎

ما زلت اغلق ابوابا وافتحھا حتی اتیت ابا عمرو بن عمار

کہتے ہیں ان کے علمی دفاتر ان کے گھر کی چھت تک اٹے ہوئے تھے آخر عمر میں جب زہد وورع اختیار کیا تو پورے ذخیرہ میں آگ لگادی۔

❽ ابوعبدالرحمٰن خلیل بن احمد بصری فراہیدی متوفی ۱۶۰ھ یہ اہل ادب اور فن عروض کے سب سے پہلے واضع ہیں ابوعمرو بن العلاء کے ارشد تلامذہ میں سے ہیں اور سیبویہ اور نضر بن شمیل وغیرہ ان کے شاگرد ہیں۔بیان کیا جاتا ہے کہ عروض کی تقطیع کر رہے تھے اسی حالت میں ان کا صاحبزادہ ان کے پاس آیا اور حالت دیکھ کر لوگوں سے کہنے لگا کہ میرے والد تو پاگل ہوگئے۔لوگوں نے آپ کو اطلاع کی تو آپ نے یہ شعر کہا ؎

لوکنت تعلم ما اقول عذرتنی اوکنت اعلم ما تقول عذلتکا
لکن جھلت مقالتی فعذ لتنی وعلمتُ انك جاھل فعذ رتکا

❾ ابوبشر عمرو بن عثمان بن قنبر معروف بسیبویہ متوفی ۱۶۱ھ متقدمین ومتاخرین میں سب سے زیادہ عالم نحو ہیں۔خلیل بن احمد، یونس بن حبیب اور عیسیٰ بن عمر وغیرہ سے علم حاصل کیا اور آپ سے ابوالحسن، اخفش اور قطرب وغیرہ نے تعلیم پائی۔آپ کی تصنیف ''کتاب سیبویہ'' علم نحو کی بے نظیر کتاب ہے جو تمام کتب نحویہ کے لئے امہات الکتب کا درجہ رکھتی ہے وللہ درالقائل ؎

الاصلي الملیك صلاة صدق    علی عمرو بن عثمان بن قنبر
فان کتابه لم یغن عنه    ذو وقلم ولا انبار منبر

علامہ انور شاہ صاحب کشمیری رحمہ اللہ تعالیٰ فیض الباری میں املا کراتے ہیں کہ فن نحو میں معتبر کتاب رضی ہے اور مسائل کو جمع کرنے کے لحاظ سے الاشمونی ہے اور صحیح معنی میں کتاب تو سیبویہ کی ''الکتاب'' ہے مگر وہ بہت دشوار ہے امام جاحظ کہتے ہیں کہ میں نے معتصم باللہ کے وزیر محمد بن عبد المالک کے پاس جانے کا ارادہ کیا تو میں نے سوچا کہ ان کے لئے کون سی مفید اور بیش قیمت چیز ہدیہ کے طور پر لے جاؤں بہت فکر و جستجو کے بعد میری نظر انتخاب سیبویہ کی کتاب پر پڑی جو میں نے فراء نحوی کی میراث سے خریدی تھی۔

⑩ ابوالحسن علی بن حمزہ کسائی متوفی ۱۸۹ھ نحو و لغت اور قراءت کے امام ہیں۔ انہوں نے ابو جعفر رواسی اور معاذ ہراء سے تعلیم پائی۔ ابو زکریا یحییٰ بن زیاد الفراء اور ابو عبیدہ القاسم وغیرہ ان کے شاگرد ہیں۔

⑪ ابو زکریا یحییٰ بن زیاد الفراء الکوفی متوفی ۲۰۷ھ کوفیین میں سب سے زیادہ لغت اور فنون ادب سے واقف تھے۔

## نحاۃ قرن ثالث:

⑫ ابوالحسن سعید بن سعدہ مجاشعی معروف باخفش متوفی ۲۱۵ھ (وقیل ۲۲۱ھ) بصرہ کے ممتاز نحاۃ میں سے ہیں اور سیبویہ کے شاگرد ہیں۔ صاحب کشف الظنون نے علم نحو میں ان کی ایک کتاب ''الاوسط'' ذکر کی ہے۔

⑬ ابو عمر صالح بن اسحاق جرمی متوفی ۲۲۵ھ یہ عالم نحو و لغت ہونے کے ساتھ ساتھ فقیہ بھی تھے۔ علم نحو اخفش وغیرہ سے اور علم لغت ابو عبیدہ، ابو زید انصاری اور اصمعی وغیرہ سے حاصل کیا اور علم نحو میں المختصر ایک عمدہ کتاب لکھی جو الفرح کے نام سے مشہور ہے۔

⑭ ابو عثمان بکر بن محمد بن عثمان المازنی البصری متوفی ۲۴۹ھ نحو و ادب میں اپنے زمانہ کے امام تھے علم نحو میں آپ کی کتاب ''علل النحو'' عمدہ کتاب ہے۔

⑮ ابو العباس محمد بن یزید معروف بالمبرد بصری متوفی ۲۸۵ھ شیخ عربیت و امام نحو، ابو عمر جرمی، ابو عثمان مازنی اور ابو حاتم سجستانی وغیرہ کے شاگرد ہیں۔ علم نحو میں ان کی کتاب ''المقدمہ'' کے نام سے مشہور ہے۔

⑯ ابو العباس احمد بن یحییٰ معروف بثعلب متوفی ۲۶۱ھ علم نحو میں ان کی کتاب ''الاوسط'' جید کتاب ہے۔

⑰ ابو اسحاق ابراہیم بن محمد بن السری بن سہل معروف بزجاج نحوی متوفی ۳۱۶ھ اکابر اہل عربیت سے ہیں مبرد اور ثعلب وغیرہ کے شاگرد ہیں۔

⑱ ابوبکر محمد بن السری بن سہل معروف بابن السراج متوفی ۳۱۶ھ نحو و ادب کے مشہور ائمہ میں سے ہیں۔

⑲ ابوالحسن محمد بن احمد معروف بابن کیسان بغدادی متوفی ۳۲۰ھ علم نحو میں ان کی دو کتابیں ہیں ایک ''مہذب'' دوسری ''علل النحو'' دونوں عمدہ ہیں۔

## نحاۃ قرن رابع:

⑳ ابوجعفر احمد بن محمد معروف بنحاس نحوی متوفی ۳۳۸ھ ان کی بھی دو کتابیں ہیں ایک ''تفاحہ'' دوسری ''الکافی''

㉑ ابوقاسم عبدالرحمٰن بن اسحاق زجاجی متوفی ۳۳۹ھ ان کی کتاب ''الجمل الکبیرۃ'' بڑی مبارک اور بہت نافع کتاب ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ آپ نے یہ کتاب مکہ مکرمہ میں اس طرح تالیف فرمائی کہ ہر باب لکھنے کے بعد بیت اللہ کا طواف کرتے اور اپنے لئے مغفرت کی اور خلق خدا کے لئے اس کتاب سے انتفاع کی دعا کرتے۔

㉒ محمد بن مرزبان متوفی ۳۴۵ھ مشہور نحوی ہیں مبرد اور زجاج کے شاگرد ہیں۔ طبیعت میں کچھ بخل تھا اس لئے کتاب سیبویہ پڑھانے پر ایک سو اشرفیاں لیتے تھے اس کے بغیر پڑھاتے نہ تھے انہوں نے کتاب سیبویہ کی ایک شرح لکھی ہے جو ناتمام ہے۔

㉓ ابومحمد عبداللہ بن جعفر معروف بابن درستویہ الفارسی متوفی ۳۴۷ھ مشہور ادباء ونحاۃ میں سے ہیں۔ ابوالعباس مبرد اور عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ کے شاگرد ہیں۔ نحو میں ان کی کتاب ''الارشاد'' بہت عمدہ کتاب ہے۔

㉔ ابوسعید حسن بن عبداللہ المرزبان معروف بسیرافی متوفی ۳۶۸ھ اکابر فضلاء وافاضل ادباء میں سے ہیں اور فن عربیت میں تو آپ کی نظیر نہیں ملتی۔ آپ کی تصانیف میں سب سے زیادہ عظیم الشان تصنیف شرح کتاب سیبویہ ہے جس کے متعلق کہا گیا ہے کہ اگر اس کے علاوہ آپ کی کوئی اور تصنیف نہ ہوتی تب بھی یہ کافی تھی۔

㉕ حسین بن احمد معروف بابن خالویہ ہمدانی متوفی ۳۷۰ھ مشہور نحوی ہیں، علم نحو میں ''جمل'' نامی کتاب انہیں کی ہے۔

㉖ ابوعلی حسن بن احمد بن عبدالغفار الفارسی متوفی ۳۷۵ھ اکابر ائمہ نحویین سے ہیں بلکہ بعض حضرات نے آپ کو ابوالعباس مبرد پر فضیلت دی ہے۔ ابوطالب عبدی کہتے ہیں کہ سیبویہ اور ابوعلی کے درمیان آپ سے افضل کوئی ہوا ہی نہیں۔ آپ ابوبکر بن السراج اور ابواسحاق کے تلامذہ میں ہیں۔ ابوالفتح عثمان بن جنی، علی بن عیسی ربعی، ابوطالب عبدی اور ابوالحسن زعفرانی وغیرہ نے آپ سے علم نحو حاصل کیا ہے۔ نحو میں آپ کی کتاب ''الایضاح'' (۱۹۶) ابواب پر مشتمل ہے جن میں سے ایک سو ابواب علم نحو میں ہیں اور باقی تصریف میں۔

دوسری کتاب ''التکملۃ'' ہے۔

۲۷ ابوالحسن علی بن عیسی الرمانی متوفی ۳۸۲ھ ابوبکر بن السراج اور ابوبکر بن درید وغیرہ کے شاگرد ہیں۔علم نحو، علم لغت، علم فقہ اور علم کلام وغیرہ میں ماہر و متبحر تھے۔

۲۸ ابوالفتح عثمان بن جنی الموصلی متوفی ۳۹۲ھ بڑے اونچے درجے کے ادیب اور عالم نحو و تصریف تھے علم تصریف میں آپ سے بڑھ کر کسی کی تصنیف نہیں۔آپ نے ابوعلی فارسی سے علم حاصل کیا اور چالیس سال ان کی خدمت میں رہے۔ابوالقاسم ثمیانینی، ابواحمد عبدالسلام بصری اور ابوالحسن علی بن عبداللہ سمسمی وغیرہ آپ کے شاگرد ہیں۔آپ کی کتاب ''الخصائص'' اور ''اللمع'' نحوی شاہکار ہیں۔

**اہل کوفہ واہل بصرہ کے نحوی جھگڑے:** یہ بات تو مسلم ہے کہ علماء کوفہ اور علماء بصرہ دونوں نے علم نحو پر خوب شرح و بسط کے ساتھ کام کیا ہے لیکن علم نحو کی ایجاد و تدوین میں فضیلت کا سہرا علماء بصرہ کے سر ہے۔ انہیں میں ابوالاسود دوئلی موجد علم نحو اور ابن اسحاق حضرمی متبین قوانین نحو اور ہارون بن موسی ضابط نحو ہیں، جب علم نحو بصرہ اور اس کے قرب وجوار کے علاقہ میں پھیل چکا تو اہل کوفہ نے اس میں حصہ لینا شروع کیا اور انہوں نے پہلے یہ علم بصریوں ہی سے سیکھا، پھر اس کے پڑھنے پڑھانے مدون کرنے اور شرح و تفصیل میں انہوں نے بصریوں سے برابری اور مقابلہ شروع کر دیا یہاں تک کے فریقین میں چپقلش اور کشمکش رہنے لگی اور فریقین میں سے ہر ایک کا جداگانہ مذہب ہو گیا جس کی ہر ایک فریق تائید و مدد کرتا تھا، مخالفت کی بنیاد یہ تھی کہ اہل بصرہ سماع کو ترجیح دیتے اور صرف بصورت مجبوری قیاس کی اجازت دیتے تھے، روایت کے سختی سے پابند اور صرف خالص فصیح عربوں کو قابل سند سمجھتے تھے اور اس قسم کے عربوں کی بصرہ اور اس کے مضافاتی علاقوں میں کثرت تھی، اہل کوفہ نبطیوں اور اہل سواد کے اختلاط کی وجہ سے بیشتر مسائل میں قیاس پر اعتماد کرتے اور ان عرب دیہاتیوں کو بھی قابل سند سمجھتے تھے جن کی فصاحت بصری تسلیم نہیں کرتے تھے، لیکن اہل کوفہ چونکہ عباسیوں کے زیر سایہ اور بنو ہاشم کے حمایتی تھے اور اس لئے بھی کہ کوفہ بغداد سے زیادہ قریب تھا۔ عباسیوں نے کوفیوں کو ترجیح دی اور اس کی وجہ سے کوفیوں کا مذہب دارالخلافہ میں پھیل گیا اور جب فریقین کے جھگڑے بڑھتے ہی چلے گئے اور انتہائی شباب پر پہنچ گئے یہاں تک کہ یہ دونوں شہر ویران ہو گئے تو یہاں کے علماء بغداد منتقل ہو گئے جہاں بغدادیوں کا مذہب پیدا ہوا جو ان دونوں مذہبوں کا آمیزہ تھا جس طرح علم نحو کے اندلس میں پہنچنے سے اندلسیوں کا ایک مذہب پیدا ہو گیا تھا، لیکن ابھی چوتھی صدی کا آغاز بھی نہ ہوا تھا کہ ہر دو مذہب کے شہسوار دنیا سے رخصت ہو گئے اور فریقین کے حمایتوں کی طاقت کمزور ہو گئی اور اس طرح یہ جھگڑا ختم ہو گیا بعد میں آنے والے مؤلفوں نے بصری مذہب کو اساسی حیثیت دی اور مذہب کوفی میں سے

انہوں نے صرف اس کے اختلافات بتانے پر اکتفاء کیا بعد ازاں اس علم نے وسعت اختیار کرلی، متاخرین نے اس کے طول کو مختصر کیا اور صرف اصول ومبادی پر اکتفاء کیا جیسے "تسہیل" میں ابن مالک نے اور "مفصل" میں زمخشری نے کیا ہے درس نظامی میں علم نحو کی حسب ذیل کتابیں داخل نصاب ہیں، مائۃ عامل، کافیہ، ہدایت النحو، نحو میر، شرح مأتہ عامل، شرح جامی، الفیہ، شرح ابن عقیل۔

**علم نحو کا موجد اوّل:** جب اللہ سبحانہ تعالیٰ نے اپنی کتاب قرآن مجید کو عربی زبان میں نازل فرمایا اور مسلمانوں کے لئے اس کو عملاً وتلاوۃً ضروری قرار دے دیا تو ہر ایک مسلمان کو اس کا پڑھنا اور اس پر عمل کرنا ضروری ہوا ادھر اسلام کی مقبولیت کا یہ عالم تھا کہ اسلام عرب سے نکل کر عجم کی سرزمین میں پھیلتا جارہا تھا اور عجمی کثرت سے مسلمان ہورہے تھے اور تلاوت قرآن اور مطالب قرآن سے اپنے دلوں کو منور کرنے لگے تو عربی قواعد نہ جاننے کی وجہ سے ان سے غلطی ہوئی اور یہ غلطی ہونا قدرتی بات بھی تھی اس لئے ضرورت محسوس کی گئی کہ کلام عرب کی مدد سے عربی زبان کے قواعد کو مرتب کیا جائے تو اس ضرورت کی طرف سب سے پہلے توجہ کرنے والے امیر المؤمنین سیّدنا علی کرم اللہ وجہہ ہیں اور ان سے سب سے پہلے حاصل کرنے والے ابوالاسود دوئلی ہیں۔ حضرت ابوالاسود دوئلی فرماتے ہیں کہ ایک روز میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے ان کے دست مبارک میں ایک رقعہ دیکھا میں نے عرض کیا یا امیر المؤمنین یہ کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ میں نے کلام عرب میں تامل کیا تو دیکھا کہ وہ سرخ قوم کی مخالطت سے بگڑ گیا ہے اس لئے اب میں نے یہ ارادہ کیا ہے کہ ایک ایسی شئی وضع کردوں کہ جس کی طرف لوگ بوقت ضرورت اگر رجوع کریں اور اعتماد کریں تو پھر غلطی سے بچ جائیں اور پھر وہ رقعہ آپ نے میری طرف بڑھا دیا میں نے دیکھا اس میں لکھا ہوا تھا "الكلام كله اسم و فعل و حرف فالاسم ماانبأ عن المسمى و الفعل ماينبئ و الحرف ما افاد المعنى" جس کا اردو ترجمہ یہ ہے (پورا کلام اسم فعل حرف ہے پس اسم وہ ہے جس نے کسی مسمّٰی کی خبر دی اور فعل وہ جس کے ساتھ خبر دی گئی اور حرف وہ ہے جو معنی کا فائدہ دے) پھر آپ نے فرمایا "هذا النحو واضف اليه ماوقع اليك واعلم يا ابا اسود ان الاسماء ثلاثة ظاهر مضمر ولاظاهر لامضمر" (یعنی آپ نے فرمایا اے ابوالاسود اس طریقہ پر چل اور جو تجھ کو معلوم ہے اس کو اس کے ساتھ ملا دے اور اے ابوالاسود اتنا اور جان لے کہ اسم تین قسم کے ہیں ظاہر مضمر اور ایک وہ جو نہ ظاہر ہے اور نہ مضمر مراد اس تیسرے سے ان کی اسم مبہم تھی۔ ابوالاسود فرماتے ہیں کہ میں نے سیّدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرمودہ میں اس طرح عمل کرنا شروع کیا کہ جب کوئی باب ابواب نحو میں وضع کرتا تو آپ کے سامنے پیش کردیتا تھا یہاں تک کہ میں اس مقدار کے جمع کرنے میں کامیاب ہوگیا جو کافی تھی۔ تو

پھر امیر المؤمنین سیّدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ما احسن هذا النحو الذی قد نحوت یعنی کس قدر اچھا طرز ہے جو تو نے اختیار کیا اسی سبب سے اس علم کا نام نحو رکھا گیا۔

**علم نحو کے موجد کے بارے میں عاصم رحمہ اللہ تعالیٰ اور دوسرے حضرات کی آراء:** حضرت عاصم رحمہ اللہ تعالیٰ سے مروی ہے کہ علم نحو کا موجد اوّل ابوالاسود ہیں اور وجہ یہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ابوالاسود کے صاحبزادے نے عرض کیا احسن السماء ابوالاسود نے یہ خیال فرمایا کہ صاحبزادہ نے آسمان کی سب سے خوبصورت شئی کے متعلق سوال کیا ہے اس لئے جواب میں فرمایا نجومها اس کے بعد صاحبزادے نے عرض کیا کہ ابا جان میرا مقصد خوبصورت ترین شئی کے متعلق معلوم کرنا نہ تھا بلکہ میں آسمان کی خوبی پر تعجب کا اظہار کر رہا تھا اس پر حضرت ابوالاسود نے جواب دیا کہ بیٹے اس طرح نہ کہئے بلکہ یوں کہئے مااحسن السما اس کے بعد ابوالاسود نے ضرورت کا خیال فرماتے ہوئے علم نحو کو وضع فرمایا اور سب سے پہلے جو باب قائم کیا وہ باب التعجب تھا۔

نیز موسی ابن اسماعیل اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ بصرہ میں سب سے پہلے علم نحو ایجاد کرنے والے ابوالاسود ہیں۔ بعض کا یہ بھی خیال ہے کہ پہلے موجد نصر ابن عاصم ہیں۔ اور بعض یہ بھی فرماتے ہیں کہ پہلے موجد عبدالرحمٰن بن ہرمز اعرج ہیں مگر یہ قول صحیح نہیں کیونکہ عبدالرحمٰن بن ہرمز اعرج نے یہ علم یا ابوالاسود سے حاصل کیا یا پھر میمون اقرن سے حاصل کیا ہے پس صحیح قول یہی ہے کہ اس علم کے پہلے موجد امیر المؤمنین سیّدنا علی کرم اللہ وجہہ ہیں۔ چنانچہ مروی ہے کہ کسی نے ابوالاسود سے دریافت کیا کہ تم کو یہ علم کہاں سے حاصل ہوا تو انہوں نے جواب میں فرمایا کہ میں نے اس کی حدود حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سیکھی ہیں۔ حضرت ابوعبیدہ نے بھی تصریح کی ہے کہ ابوالاسود حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مصاحب رہے ہیں اور علم نحو میں آپ کے شاگرد بھی ہوئے ہیں حضرت ابوالاسود کی وفات ۶۷ھ میں مرض طاعون میں ہوئی۔

انا للّٰہ وانا الیه راجعون

ماخوذ از ظفر المحصلین
باحوال المصنفین

# اشعار مفیدہ در

# علم نحو و صرف

صرفیاں رامغز باشد چوں سگاں ۔ نحویاں را مغز باشد چوں شہاں
ہرآں ماضی کہ گردد چار حرفی ۔ علامت غابرش ضم پیش صرفی
دہ حروف عطف مشہور اندیعنی واو وفا ۔ ثم حتی او واما ام وبل لکن ولا
حرف علت نام کردم واو الف ویائ را ۔ ہرکہ رادردے رسدنا چار گویدوای را
صحیح ست و مثال ست و مضاعف ۔ لفیف و ناقص و مہموز واجوف
قرب تاگردد تقاضا واورا تاکند ۔ زانکہ کسرہ ہست بالاآں بخواہد یاکند
چوتعارض شدمیان اوفتد ترجیح چیست ۔ قرب تاترجیح دارد زانکہ کسر عارضی ست
مصدر تفعیل آمد پنج تااندر خیال ۔ تَفْعِلَہ تَفْعَال و فعال و فعال آمد فعال
بشنوازمن آنچہ آید بروزنش یادگیر ۔ تذکرہ تکرار و کذاب و سلام آمد کتاب
ظرف یفعل مفعل ست الازناقص اے کمال ۔ غیر یفعل مفعل آید دائما الاّ مثال
مبالغ کالحذر رحمٰن بالمفضال موطیق ۔ رحیم مجزم ضحکۃ صبور ثم صدیق
عجاب و الکبار ایضا وکبار وعلام ۔ و قدوس و قیوم و کافیۃ و فاروق
وتاء زید فیہ لیس للتانیث خذ ھذا ۔ ولم یفرق بتاء فیہ تذکیر و تانیث
افعال عموم نزد ارباب عقول ۔ کون ست و وجودست و ثبوت و حصول
ہفت معنی نحودارد جملہ را ازمن بجو ۔ قد و مقدار و قبیلہ نوع و شرع و شبہ وسو
رفع و نصب و جر و جزم ایں ہر چہار ۔ ازبرائے معرب آمد اختیار
ضم و فتح و کسرو وقف اندر شمار ۔ ازبرائے مبنی آمد ہر چہار،
ضمہ و فتحہ و کسرہ ہم سکون ۔ ایں ہمہ را مشترک داں یاد دار
مبنی آں باشدکہ ماند برقرار ۔ معرب آں باشدکہ گردد بار بار
بود ترکیب نزد نحویاں شش ۔ بیادش گیر گرخائف زفوتی
چو اسنادی و تعدادی و مزجی ۔ اضافی داں و توصیفی و صوتی

ان را در چار جا مکسور خواں
ابتداء و بعد قول و بعد موصول قسم داں

چوں درآید درخبرش لام نیز
ان رامکسور خوانی اے عزیز

ان را در پنج جامفتوح خواں
بعد علم و بعد ظن و درمیاں

بعد لولا بعد لو تحقیق داں
ان رامفتوح خوانی اے جواں

اوزان عدل رابتامی شش شمر
مَفْعَل فعل مشالھما مثلث عمر

فعل ست ہمچوا مس فعال ست چوثلاث
دیگر فعال داں قطام و فعل سحر

گرہمی خواہی کہ دانی نام ہر پیغمبری
تاکدام ست اے برادر نزد نحوی منصرف

صالح و ہود و محمد باشعیب و نوح و لوط
منصرف دان و دگر باقی ہمہ لاینصرف

اسمیہ گرحال باشد باضمیر و واؤ خواں
یابواو ہم یا ضمیر لیک ایں باضعف داں

فعلیہ گرحال باشد داں بتفصیل تمام
گرمضارع مثبت ست بے واو باشد درکلام

ماسوائے ہر دورا گویم بشنوازمن اے فتا
گاہ بواو وگاہ ضمیر و گاہ بہر دو بے خطا

ممیّز از عدد برسہ جہت داں
زسہ تادہ ہمہ مجموع و مجرور

زدہ تاصد ہمہ منصوب و مفرد
زصد برتر ہمہ فردند و مجرور

# تقاریظ

## علامۃ العصر شیخ الحدیث والتفسیر عالی جناب مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحب

### صدر مدرس مدرسہ امینیہ دہلی

حامداً مصلیا ومسلماً۔ امابعد۔ روایت النحو شرح اردو ہدایت النحو مولفہ مولوی عبدالرب صاحب میرٹھی میں نے دیکھی۔ شرح اچھی ہے۔ توضیح مطالب کا لحاظ رکھا ہے۔ اردو خواں اصحاب اور طلباء کے لئے معین ہوگی۔ اللہ تعالیٰ مولف کی سعی مشکور فرمائے اور کتاب کو زیور قبول سے آراستہ کرے۔ آمین

(دستخط) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دہلی

## زبدۃ العلماء شیخ الادب والفقہ عالی جناب مولانا اعزاز علی صاحب دام اللہ فیوضہ

### مدرس مدرسہ عربیہ دارالعلوم دیوبند

حامداً مصلیا ومسلماً۔ امابعد۔ روایت النحو شرح ہدایت النحو کے چند اجزاء میرے سامنے ہیں۔ اس کے شارح جناب مولانا مولوی عبدالرب صاحب مالک مکتبۂ محمودیہ میرٹھ ہیں۔ آپ کا نام اس وجہ سے (کہ آپ نے بہت سی کتابوں کی مفید شرح کیں اور نہ صرف اردو زبان پر احسان کیا ہے۔ بلکہ ضعیف الاستعداد طلباء کو اچھا موقع دیا ہے۔ کہ اپنی علمی قوت میں کافی اضافہ کرلیں) محتاج تعارف نہیں ہے۔ میرے نزدیک کسی کتاب کی شرح میں سلاست۔ شستگی۔ تفہیم مطالب وغیرہ کی جو ضروریات ہونی ضروری ہیں۔ وہ سب اس میں علی وجہ الکمال موجود ہیں۔ میں دعا کرتا ہوں کہ موفق ان کے ذریعہ سے علوم دینیہ کی اشاعت میں برکت عطا فرما کر شارح ممدوح کی سعی کو مشکور فرمائے۔

(دستخط) محمد اعزاز علی غفرلہ دیوبند۔

۲۶ صفر ۱۳۶۰ھ

# جرّ بے بدل عالی جناب مولانا عبدالرحمٰن صاحب ہزاروی

## صدر مدرس مدرسہ امداد الاسلام صدر میرٹھ

**الحمد لِلّٰه وكفى و سلام على عباده الذين اصطفىٰ.** اما بعد۔ احقر نے مولوی عبدالرب صاحب کی کتاب روایت النحو شرح ہدایت النحو کا مختلف جگہوں سے بغور مطالعہ کیا۔ فاضل شارح نے کتاب کی نوعیت کو ملحوظ رکھتے ہوئے مسائل فن پر کافی سے زائد روشنی ڈالی ہے۔ اللہ تعالیٰ شارح کو جزاء خیر عطا فرمائے۔ میرے خیال میں یہ کتاب قارئین ہدایت النحو کے لئے استاد کامل کا درجہ رکھتی ہے۔ خصوصاً کم استعداد والے طلباء کے حق میں بہت مفید ثابت ہوگی۔

(دستخط) عبدالرحمٰن

۲۰ صفر المظفر ۱۳۶۰ھ

# ریختہ قلم عالی جناب مولانا طاہر حسین صاحب مدظلہ العالی

## مدرس مدرسہ امداد الاسلام صدر میرٹھ

حامداً و مصلیاً۔ امابعد۔ میں نے چند جگہ سے روایت النحو شرح ہدایت النحو کو دیکھا ماشاء اللہ طلباء کے لئے بہت مفید پایا۔ خاص کر ابتدائی طلباء کے لئے بے حد مفید ہے۔ شارح نے جو مضمون کے کھولنے اور طلباء کے ذہن تک پہنچانے کی کوشش کی ہے اس کے سعی تام اور کوشش مالا کلام پر دلالت کرتی ہے۔ باری تعالیٰ شارح کی کوشش کو قبول فرما کر اس شرح کو مقبول عام کا درجہ عطا فرمائے۔ آمین۔

طاہر حسین۔ ۲۸ مارچ ۱۹۴۱ء

# ریختۂ قلم اعجاز رقم عالی جناب مولانا اختر شاہ خاں صاحب ادام اللہ فیوضہم

## مدرس مدرسہ امداد الاسلام صدر میرٹھ

زلاف حمد ونعت اولی ست بر خاک ادب خفتن سجودے می تواں کردن در ودے می تواں گفتن

ارباب ہدایت واصحاب روایت پر پوشیدہ نہ رہے کہ مجمع فضائل ومنبع فواضل جامع علم وادب جناب مولوی عبدالرب صاحب میرٹھی متع اللہ المقتبسین بطول حیاتہ ودمر اللہ علی شانتہ نے فن صرف ونحو میں بتوفیقہ تعالیٰ وتقدس چند شروح طلباء علم دین کی سہولت کے لئے نہایت عرق ریزی سے تحریر فرمائیں۔ چنانچہ مبتدی طلباء کو ان سے بہت نفع ہوا۔ ان ایام میمنت فرجام میں مولوی صاحب موصوف نے ہدایت النحو کی شرح تحریر فرمائی ہے۔ جس کا نام روایت النحو رکھا ہے۔ یہ کتاب بھی آپ نے خوب لکھی ہے۔ امید ہے کہ طلباء کو اس سے بہت فائدہ ہوگا۔ اس کتاب میں یہ خوبی ہے کہ حامل المتن ہے۔ جس قیمت میں ہدایت النحو آتی ہے اس کے قریب قریب یہ شرح مل جائے گی۔ اور طالب علم کے پاس بروقت مطالعہ متن اور شرح دونوں موجود رہیں گی۔ حل مطالب میں نہایت سہولت رہے گی۔ طلباء کو چاہئے کہ بہت جلد اس کتاب کو خرید لیں۔ خداوند تعالیٰ شارح علام کو دونوں جہان میں سرفراز اور ممتاز فرمائے۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین. والصلوة والسلام علیٰ خیر خلقه محمد وآله و اصحابه اجمعین.

کتبہ احقر عباد اللہ اختر شاہ غفرلہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
الحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ وَالصَّلٰوةُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مُحَمَّدٍ وَاٰلِهٖ وَاَصْحٰبِهٖ اَجْمَعِيْنَ.

ترجمہ: ''اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔ تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جو سارے جہانوں کا پالنے والا ہے اور اچھا انجام متقیوں کے لئے ہے۔ اور رحمت نازل ہو اس کے رسول پر اور اس کی آل اور تمام اصحاب پر۔''

مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب کی ابتداء بسم اللہ اور الحمد للہ سے کی تا کہ کلام اللہ کا اقتداء اور حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع ہو جائے اس لئے کہ کلام اللہ کی ابتداء جو موجودہ نظم وترتیب کے ساتھ منظم ومرتب ہے بسم اللہ اور الحمد للہ سے ہے بایں طور کہ اس میں پہلے بسم اللہ ہے اور پھر الحمد للہ اور حدیث شریف میں ہے کہ كُلُّ اَمْرٍ ذِیْ بَالٍ لَمْ يُبْدَءْ فِيْهِ بِبِسْمِ اللّٰهِ فَهُوَ أَبْتَر. ترجمہ: (ہر مہتم بالشان کام جس کی ابتداء بسم اللہ سے نہ ہو وہ خیر وبرکت سے منقطع ہوتا ہے)، اور ایک روایت میں ہے کہ كُلُّ اَمْرٍ ذِیْ بَالٍ لَمْ يُبْدَءْ فِيْهِ بالحَمْدُ لِلّٰهِ فَهُوَ اَقْطَعْ. (ہر مہتم بالشان کام جس کی ابتداء اللہ کی حمد سے نہ ہو وہ خیر وبرکت سے مقطوع ہوتا ہے) اور نیز مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایسا اس لئے کیا تا کہ ان کی کتاب سلف رحمہم اللہ تعالیٰ کے طریقہ پر ہو جائے کیونکہ ان حضرات نے بھی اپنے تصانیف کی ابتداء بسم اللہ اور الحمد للہ سے کی ہے۔ اگر کوئی اعتراض کرے کہ ابتداء کی حدیث چونکہ بسم اللہ اور الحمد للہ ہر ایک کے بارے میں ہے۔ لہٰذا ان دونوں میں سے کسی ایک سے کتاب کی ابتداء کرنے سے دوسرے سے ابتداء نہیں ہوگی جواب یہ ہے کہ ابتداء کے دو معنی ہیں ایک تصدیری یعنی مقصود کو کسی چیز سے شروع کرنا زبان سے ہو یا تحریر سے یا دل سے۔ حدیث شریف میں ابتداء سے مراد یہ ہی معنی ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ دونوں یعنی بسم اللہ اور الحمد للہ مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ کے اصل مقصود سے جو مسائل ہیں۔ پہلے ہیں اور مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اصل مقصود کو ان دونوں چیزوں سے شروع کیا ہے پس ابتداء بدوشئی بایں معنی محال نہیں ہے جیسا کہ تم کو معلوم ہو چکا البتہ محال ابتداء کے دوسرے معنی لینے سے آتا ہے جو یہ ہیں کہ ہر ایک کا ابتداء تلفظ کرنا بغیر اس کے کہ اس پر دوسرا کلام مقدم ہو۔ ظاہر ہے کہ ابتداء بدوشئی بایں معنی محال ہے۔

قولہ بسم اللّٰہ الخ (ترکیب) باء حرف جار اسم مجرور مضاف اللہ مضاف الیہ موصوف الرحمن صفت اوّل الرحیم صفت ثانی اللہ موصوف انہی دونوں صفتوں سے مل کر مضاف الیہ ہوا اسم کا اسم مضاف اپنے مضاف الیہ...... اللہ سے مل کر مجرور ہوا۔ باء حرف جار کا باء حرف جار اپنے مجرور سے مل کر متعلق ہوا فعل محذوف اَشْرَعُ کے جار و مجرور کا متعلق جب لفظوں میں ہوتا ہے تو اس وقت اس کو ظرف لغو کہتے ہیں اور جب اس کا متعلق مقدر ہوتا ہے تو اس وقت اس کو ظرف

مستقر کہتے ہیں۔قاعدہ ہے کہ جار و مجرور کا متعلق جب مقدر ہو تو اس میں اصل یہ ہے کہ اس کا متعلق افعال عامہ میں سے مقدر مانا جائے اس لئے کہ وہ تمام افعال کو شامل ہوتے ہیں اور وہ افعال عامہ مثلاً یَکُوْنُ اور یَثْبُتُ وغیرہ ہیں لیکن جبکہ فعل خاص کے مقدر ماننے پر قرینہ موجود ہو تو اس وقت جیسا مقام مقتضی ہوگا ویسا فعل مقدر مانا جائے گا جیسا کہ بسم اللہ میں جار و مجرور کا متعلق اَشْرَعُ فعل خاص مقدر مانا گیا اس لئے کہ یہاں مقام اس امر کو مقتضی ہے کہ فعل اَشْرَعُ مقدر مانا جائے۔ کیونکہ مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ بسم اللہ کے بعد کتاب شروع کر رہے ہیں۔اور بسم اللہ کے جار و مجرور کا متعلق ہمیشہ فعل اَشْرَعُ مقدر نہیں ہوگا۔ بلکہ اس کا متعلق وہ فعل ہوگا جس کا متکلم بسم اللہ کے پڑھنے کے بعد کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔مثلاً کھانا کھانے سے پیشتر جب بسم اللہ پڑھیں گے تو اس وقت اس کا متعلق فعل آکل مقدر ہوگا اور قرآن شریف پڑھنے کے وقت اس کا متعلق فعل اَقْرَءُ مقدر ہوگا وعلیٰ ھذا القیاس۔بسم اللہ میں باء استعانت کی ہے تقدیر عبارت اس طرح ہے کہ بِاِسْتِعَانَتِ اسْمِ اللّٰہِ الرحمٰن الرحیم اَشْرَعُ (اللہ ہی کے نام کی مدد سے جو بہت احسان کرنے والا بہت نعمت دینے والا ہے میں شروع کرتا ہوں) بائے جارہ کے متعلق اَشْرَعُ کو آخر میں اس وجہ سے مقدر مانا تا کہ حصر واختصاص ہو جائے اور یہ حصر واختصاص اسی وقت حاصل ہو سکتا ہے جبکہ معمول کو اس کے عامل پر مقدم کیا جائے اس لئے کہ قاعدہ ہے کہ ہر وہ چیز جس کا حق کسی چیز سے مؤخر لانے کا ہے جب اس کو اس چیز پر مقدم کر دیا جائے تو اس کی یہ تقدیم مفید حصر واختصاص ہوتی ہے اور متعلق جار و مجرور میں عامل ہوتا ہے اور قاعدہ ہے کہ معمول اپنے عامل سے مؤخر ہوا کرتا ہے پس جب معمول کو اس کے عامل پر مقدم کر دیا گیا تو اس کی یہ تقدیم مفید حصر واختصاص ہوگی۔ یاد رکھنا چاہئے کہ بسم اللہ میں اسم کا ہمزہ کتابت اور تلفظ دونوں میں گر جاتا ہے اس لئے کہ بسم اللہ استعمال یعنی لکھنے اور پڑھنے میں کثرت سے آتی ہے اور اِقْرَءْ بِاِسْمِ رَبِّكَ میں اسم کا ہمزہ تلفظ میں گر جاتا ہے لیکن کتابت میں نہیں گرتا اس لئے کہ یہ استعمال میں کم آتی ہے۔اور لفظ اسم کو اس لئے زیادہ کیا تا کہ قسم کے ساتھ التباس نہ ہو کیونکہ قسم کے لئے باللہ بولا جاتا ہے اور استعانت وتبرک کے لئے باسم اللہ یا لفظ اسم اس امر پر تنبیہ کرنے کے لئے زیادہ کیا گیا کہ تبرک واستعانت ہر اسم سے ہو سکتی ہے۔

قولہ اللّٰہ لفظ اللہ میں بہت اقوال ہیں لیکن صحیح قول یہ ہے کہ یہ اس ذات کا نام ہے جو واجب الوجود اور مستجمع جمیع صفات کمالیہ ہے اور اپنی اصل پر ہے۔کسی سے مشتق نہیں ہے چنانچہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ باری تعالیٰ کے اس نام میں تغیرات اشتقاقیہ کو کوئی دخل نہیں اس وجہ سے کہ جس طرح باری تعالیٰ عز اسمہ میں کوئی تغیر نہیں اسی طرح اس کے اسم ذات میں بھی کوئی تغیر نہیں ہونا چاہئے۔اور بعضوں نے اس کو اِلٰھَۃٌ اور اُلُوْھَۃٌ اور اُلُوْھِیَّۃٌ بمعنی پرستش کرنا (باب فتح) سے مشتق مانا ہے اور اس کی اصل اِلٰہٌ مانی ہے بروزن فِعَالٌ بکسرفا بمعنی مالوہٌ بمعنی پرستیدہ جیسے اِمامٌ بمعنی ماموم ہمزہ کو خلاف قیاس تخفیفاً حذف کر دیا پھر اس کے عوض میں الف لام لے آئے۔ دو لام جمع ہوئے پہلے کو دوسرے میں دغام کر دیا اللہ ہوا اس میں اور بھی اقوال ہیں جیسا کہ تم کو مطولات سے معلوم ہو جائے گا اور لفظ اللہ کو الرحمٰن

الرحیم پر اس لئے مقدم کیا کہ اللہ ذات پاک پر دلالت کرتا ہے اور الرحمٰن الرحیم صفات پر دلالت کرتے ہیں اور ذات صفات پر مقدم ہوتی ہے لہٰذا وہ چیز جو ذات پر دلالت کرتی ہے اس چیز پر جو صفات پر دلالت کرتی ہے مقدم ہوگی۔

قوله الرحمٰن الرحیم یہ دونوں مبالغہ کے صیغے ہیں اور رَحْمَتٌ سے مشتق ہیں جیسے نَدِمَ سے نَدْمَانٌ اور نَدِیْمٌ رحمتٌ کے لغوی معنی نرم دل ہونا ہیں لیکن یہاں رحمت سے مراد احسان وانعام ہے جو نرم دل ہونے کا اثر ونتیجہ ہے اور رحمٰن میں رحیم سے زیادہ مبالغہ ہے اس لئے کہ فعلان فعیل سے ابلغ ہے اور فعیلٌ فاعِلٌ سے ابلغ ہے راحِمٌ اسی کو کہا جاتا ہے جو کبھی کبھی احسان کرتا ہو اور رَحِیْمٌ اس کو کہا جاتا ہے جو کثرت سے احسان کرتا ہو اور رحمٰن اس کو کہا جاتا جس کے احسان کی کوئی انتہا نہ ہو اسی واسطے کہا جاتا ہے یارَحْمٰن الدُنیا وَالْآخِرۃِ ویَا رَحِیْمَ الدُنْیا اور رحمٰن کو رحیم پر اس لئے مقدم کیا گیا کہ رحمٰن اختصاص میں اللہ اسم ذات کے ساتھ مشابہ ہے یعنی جیسے لفظ اللہ باری تعالیٰ عزاسمہ کے ساتھ خاص ہے۔ باری تعالیٰ کے سوا کسی اور پر نہیں بولا جاتا اسی طرح لفظ رحمٰن باری تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے کسی اور کو رحمٰن نہیں کہہ سکتے بخلاف رحیم کے کہ وہ باری تعالیٰ کے سوا اور پر بھی بولا جاسکتا ہے اور الرحمٰن الرحیم میں باعتبار اعراب تین وجہ ہیں۔ اوّل ان دونوں کا رفع مبتداء محذوف کی خبر ہونے کی بناء پر ای ہوالرحمٰن الرحیم دوم ان دونوں کا نصب فعل مقدر (اَعْنِیْ) کا مفعول ہونے کی بناء پر تقدیر عبارت اس طرح ہے اَعْنِیْ الرحمٰنَ الرحیمَ سوم ان دونوں کا جر اللہ کی صفت ہونے کی بناء پر۔

قوله الحمد لِلّٰه الخ (ترکیب) الحمد مبتداء لِلّٰه لام جار اللہ مجرور جار اپنے مجرور سے مل کر ثابت کے متعلق ہو کر خبر ہوئی مبتداء مذکور کی۔ اور الحمد لِلّٰه اصل میں جملہ فعلیہ تھا یعنی حمدتُ اللّٰهَ حمداً فعل کو مع فاعل کے حذف کر دیا اور حمد مصدر کو اس کے قائم مقام کر کے جملہ اسمیہ بنالیا بایں طور کہ حمد پر الف لام داخل کیا پھر اللہ پر لام جر داخل کیا اور اس کو جملہ فعلیہ سے (جو اصل ہے) جملہ اسمیہ کی طرف اس لئے پھیرا کہ جملہ اسمیہ دوام وثبوت پر (جو مقام حمد میں مقصود ہے) دلالت کرتا ہے بخلاف جملہ فعلیہ کے کہ وہ زمانہ معین کے ساتھ مقترن ہونے کی وجہ سے اپنے مضمون کے تجدد وحدت پر دلالت کرتا ہے (یعنی اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ مضمون جملہ کا حصول اس سے پہلے نہ تھا جو اس مقام میں مقصود نہیں ہے اور الحمد میں الف ولام بعض کے نزدیک جنس کا ہے۔ اور اس وقت ترجمہ یہ ہوگا کہ جنس اور ماہیت حمد اللہ کے لئے ہے جو جہانوں کا پالنے والا ہے اور بعض کے نزدیک استغراق کا اور اس وقت ترجمہ یہ ہوگا کہ تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو جہانوں کا پالنے والا ہے۔ اور حمد مصدر ہے باب سمع سے لغت میں اس ثناء (ثناء بمعنی تعریف کرنا) لسانی (لسان بمعنی زبان اور یاء اس میں نسبت کی ہے) کو کہتے ہیں جو تعظیم کے ارادہ سے ہو۔ خواہ وہ نعمت کے مقابلہ میں ہو یا نعمت کے مقابلہ میں نہ ہو۔ پس تعریف حمد سے معلوم ہوا کہ حمد باعتبار مورد ومحل کے خاص ہے یعنی حمد صرف زبان سے ہوسکتی ہے اور باعتبار متعلق کے عام ہے یعنی حمد اس وقت بھی کی جاسکتی ہے۔ جبکہ محمود نے حامد پر انعام کیا ہو اور وہ اس کے بدلہ میں اس کی حمد کرے جیسے حمدتُ زیداً علیٰ انعامه (میں نے زید کی اس کے انعام پر حمد کی) اور اس وقت بھی کی جاسکتی ہے۔ جبکہ محمود نے حامد پر انعام نہ

کیا ہو (جیسے حمدتُ زیداً علیٰ عِلمه) تعریف حمد میں تعظیم کے ارادہ کی قید اس واسطے ہے کہ اگر حمد تعظیم کے ارادہ سے نہ ہو بلکہ استہزاء کے ارادہ سے ہو جیسا کہ مشرکین کیا کرتے تھے تو وہ حمد نہ ہوگی اور شکر لغت میں وہ امر ہے جو تعظیم منعم پر دلالت کرے اور نعمت کے مقابلہ میں ہو خواہ وہ زبان سے ہو یا دل سے یا جوارح سے۔ تعریف شکر سے معلوم ہوا کہ شکر باعتبار مورد ومحل کے عام ہے۔ یعنی شکر زبان سے بھی ہو سکتا ہے اور دل سے بھی اور جوارح سے بھی لیکن باعتبار متعلق کے خاص ہے یعنی شکر صرف اس وقت ہوگا جبکہ منعم نے منعم علیہ پر انعام کیا ہو۔ حمد اور شکر کے معنی میں غور کرنے سے معلوم ہوا کہ ان دونوں کے مفہوم کے درمیان عموم وخصوص من وجہ ہے اس لئے کہ اس ثناء پر جو زبان سے ہو اور نعمت کے مقابلہ میں ہو دونوں صادق آتے ہیں اور اس ثناء پر جو زبان سے ہو لیکن نعمت کے مقابلہ میں ہو شکر صادق آتا ہے اور مدح اس ثناء کو کہتے ہیں جو جمیل اختیاری یا غیر اختیاری پر ہو بخلاف حمد کے کہ اس میں محمود علیہ کا اختیاری ہونا ضروری ہے۔ اگر چہ وہ حکماً ہی کیوں نہ ہو جیسے صفات باری تعالیٰ پس حمد اور مدح کے درمیان عموم وخصوص مطلق ہے۔ اس لئے کہ حمد جمیل اختیاری کے ساتھ خاص ہے اور مدح عام ہے جمیل اختیاری پر بھی ہو سکتی ہے اور جمیل غیر اختیاری پر بھی پس حمدتُ زیداً علی علمه کہہ سکتے ہیں۔ اس لئے کہ علم جمیل اختیاری ہے۔ لیکن حمدتُ زیداً علیٰ حُسنِه نہیں کہہ سکتے اس لئے کہ حسن جمیل غیر اختیاری ہے۔ لیکن ان دونوں صورتوں پر مدح ہو سکتی ہے پس کہہ سکتے ہیں کہ مدحتُ زیداً علیٰ علمه وحُسنه اور لفظ اللہ کا بیان بسم اللہ کی شرح میں گزر چکا۔

قوله رَبّ یہ اصل میں مصدر ہے بمعنی پرورش کرنا یعنی کسی چیز کو تدریجاً حدِ کمال کو پہنچانا اور اس صورت میں ذات باری تعالیٰ پر اس کا اطلاق تربیت میں مبالغہ کے ارادہ سے ہوگا۔ گویا کہ کثرت تربیت سے وہ عین تربیت ہو گئے ہیں۔ جیسے زیدٌ عدلٌ میں عدل مصدر کا حمل زید پر بطور مبالغہ ہے کہ زید کثرت سے عدل کرنے کی وجہ سے عین عدل ہو گیا ہے۔ کذا فی الکشاف اور بعضوں نے کہا ہے کہ وہ مصدر ہے بمعنی اسم فاعل اور بعض علماء اس طرف گئے ہیں کہ وہ رَابٌّ اسم فاعل کا مخفف ہے اور بعض علماء کا یہ مسلک ہے کہ وہ صفت مشبہ کا صیغہ ہے بمعنی مالک جیسے صعب اس مسلک پر اعتراض وارد ہوتا ہے کہ صفت مشبہ ہمیشہ فعل لازم سے آتا ہے۔ فعل متعدی سے نہیں آتا اور یہاں رَبٌّ صفت مشبہ فعل متعدی رَبَّهٗ یَرُبُّهٗ سے ہے جواب یہ ہے کہ صفت مشبہ اگر چہ فعل متعدی سے نہیں آتا لیکن قاعدہ ہے کہ جب فعل متعدی سے صفت مشبہ بناتے ہیں تو اس وقت اس کو باب لازم میں لے جا کر بناتے ہیں۔ پس رب العالمین کے معنی یہ ہوں گے مالك لِلْعٰلَمِيْنَ لَايَخْرُجُ منهم شیءٌ مِنْ مَلَكُوْتِه وَرَبُوْبِيَّتِه۔ جاننا چاہئے کہ رَبٌّ کا اطلاق بدون اضافت منکر ہو یا معرف باللام صرف ذات باری تعالیٰ پر آتا ہے اور حالت اضافت میں اس کا اطلاق خدا پر بھی آتا ہے جیسے رَبُّ العالمین اور رَبُّ الکعبةِ اور رَبُّ النَّاسِ اور غیر خدا پر بھی جیسے کہا جاتا ہے رَبُّ الدارِ اور رَبُّ المَالِ۔

قوله العالمین یہ جمع عَالَم بفتح لام کی ہے بمعنی مَايُعْلَمُ بِهِ الشَّیْءُ (وہ چیز جس سے دوسری چیز جانی جائے) اس

لئے کہ فاعل بفتح عین بمعنی مایفعل به الشیء ہوتا ہے جیسے خَاتم بمعنی مَایُخْتَمُ بِه الشیءُ۔لیکن بعد میں اس کا استعمال اس چیز میں جس سے صانع معلوم ہو غالب ہو گیا اور وہ ماسوا اللہ تعالیٰ ہے پس عالم عرف میں جمیع ماسوا اللہ کو کہتے ہیں اس توجیہ پر عالم مشتق علم (بمعنی جاننا) سے ہے لیکن بعض کے نزدیک عالم بمعنی علامت ہے اور علامت سے مشتق ہے۔ چونکہ ماسوا اللہ تعالیٰ وجود اللہ تعالیٰ پر علامت ہے۔لہٰذا ماسوا اللہ تعالیٰ کا نام عالم رکھا گیا۔اگر کوئی اعتراض کرے کہ جب عالم عرف میں جمیع ماسوی اللہ پر دلالت کرتا ہے تو اس کی جمع لانے سے کیا فائدہ جواب یہ ہے کہ اگرچہ عالم بانفرادہ معنی مقصود کا فائدہ دیتا ہے۔لیکن اس کی جمع لانا عالم کی کثرت انواع واجناس کے لحاظ سے ہے۔اور اگر کوئی اعتراض کرے کہ جب لفظ عالم "جمیع ماسوی اللہ" کا نام ہے جو عقلاء اور غیر عقلاء سب کو شامل ہے تو اس کی جمع واو اور نون یا یاء اور نون کے ساتھ جو ذوی العقول کے ساتھ خاص ہے کیوں لائے۔جواب یہ ہے کہ اس کی یہ جمع غلبۂ ذوی العقول کے اعتبار سے ہے۔اس لئے کہ ذوی العقول اپنے غیر سے اشرف ہے یا یہ کہ یہ جمع جموع شاذہ سے ہے جیسے سنین وارضین وغیرہ۔

قوله رَبِّ الْعَالَمِیْنَ اس میں باعتبار اعراب تین وجہ جائز ہیں۔اوّل باء کا جر اس بناء پر کہ وہ اللہ کی صفت ہے اور اللہ جو موصوف ہے مجرور ہے۔اگر کوئی اعتراض کرے کہ رب العالمین میں اضافت لفظی ہے اس لئے کہ رَبٌّ صیغہ صفت ہے جو اپنے معمول العالمین کی طرف مضاف ہے اور اضافت لفظی تعریف کا فائدہ نہیں دیتی صرف تخفیف کا فائدہ دیتی ہے۔لہٰذا چاہئے کہ یہ اللہ کی صفت جو معرفہ ہے نہ واقع ہو کیونکہ موصوف اگر معرفہ ہو تو صفت کو بھی معرفہ ہونا ضروری ہے۔اور اگر موصوف نکرہ ہے تو صفت کو بھی نکرہ ہونا ضروری ہے اور یہاں رب العالمین جو صفت ہے اضافت لفظیہ کی وجہ سے نکرہ ہے اور اللہ جو موصوف ہے معرفہ ہے۔جواب یہ ہے کہ اضافت لفظی میں یہ شرط ہے کہ صفت میں زمانہ حال یا استقبال پایا جائے اور اس جگہ رب میں زمانہ استمرار ہے اور شرط کے فوت ہو جانے سے مشروط فوت ہو جاتا ہے لہٰذا یہ اضافت معنوی میں جو تعریف کا فائدہ دیتی ہے داخل رہے گا۔علاوہ ازیں اضافت لفظی کی مطلقاً ہیئت ترکیبی اگرچہ تعریف کا فائدہ نہیں دیتی۔لیکن اس جگہ یہ ترکیب خاص باعتبار معنی تعریف کا فائدہ دیتی ہے۔اس وجہ سے کہ رب العالمین کا مصداق خدائے تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں اور چونکہ احتمال ہے کہ رب العالمین اللہ سے بدل ہو یا حال یا منادی یا منصوب علی المدح لہٰذا اعتراض مذکور جو اس کو صرف صفت قرار دینے کی صورت میں تھا لازم نہیں آتا۔دوم باء کا رفع۔اس بناء پر کہ رب العالمین مبتداء محذوف ھو کی خبر ہو۔سوم باء کا نصب اس بناء پر کہ رب العالمین فعل مقدر اَعْنِیْ کا مفعول ہو۔

قوله والعاقبةُ للمتقین الخ ای خَیرُ الْعَاقِبَةِ ثابتٌ للمتقین (لاالعاصین و الکافرین) یعنی انجام خیر پرہیزگاروں کے لئے ہے (نافرمانوں اور کافروں کے لئے نہیں ہے) اور العاقبت میں لام مضاف کے عوض میں ہے ای خیر العاقبت جیسا کہ قول باری تعالیٰ وَاسْئَلِ الْقَرْیَةِ میں ای اَهلَ الْقَرْیَةِ ورنہ اگر العاقبت پر لام مضاف کے عوض میں نہ مانا جائے تو اس وقت عاقبت خیر اور شر دونوں کو شامل ہوگا اور انجام شر یعنی انجام بد پرہیزگاروں کے لئے ہوگا جو صحیح نہیں ہے اور

اس میں واو اعتراضیہ ہے (عاطفہ نہیں ہے) اور والعاقبت للمتقین جملہ اعتراضیہ ہے یا تو اس وہم اور شبہ کو دور کرنے کے لئے ہے جو کلام سابق الحمد اللہ رب العالمین سے پیدا ہوتا ہے اور وہ شبہ یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ تمام عالم کا پالنے اور پرورش کرنے والا ہے تو آخرت میں بھی وہ تمام عالم پرہیز گاروں اور مشرکوں سب کا پالنے والا ہوگا اور انجام خیر پرہیز گاروں اور مشرکوں سب کے لئے ہوگا مصنف نے اس شبہ کو والعاقبت للمتقین سے دور کر دیا کہ اللہ تعالیٰ اگرچہ دنیا میں تمام عالم کا پالنے والا ہے لیکن انجام خیر صرف پرہیز گاروں کے لئے ہے۔ نافرمانوں اور مشرکوں کے لئے نہیں ہے یا یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں تخصیص بعد تعیم کے لئے ہے اس لئے کہ آپ تمام پرہیز گاروں سے زیادہ پرہیز گار تھے۔ پس پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر متقین میں کیا اس کے بعد آپ کو تمام انبیاء میں سے صلوٰت کے ساتھ خاص کیا تا کہ کمال مدح ہو جائے۔ یا یہ اس امر کی طرف اشارہ کرنے کے لئے ہے کہ اعمال میں سے تقویٰ عمدہ ہے۔

قولہ المتقین یہ جمع مُتَّقِی کی ہے اور متق باب افتعال سے اسم فاعل کا صیغہ ہے اور لفیف مفروق ہے۔ اس کا فاءکلمہ واو اور عین کلمہ قاف اور لام کلمہ یاء ہے جب اس کو باب افتعال میں لے گئے تو واو تاء سے بدل گئی۔ اور دوسری تاء میں مدغم ہوگئی اِتِّقَایٌ ہوا پھر یاء آخر میں الف زائدہ کے بعد واقع ہونے کی وجہ سے ہمزہ سے بدل گئی اِتِّقَاءٌ ہوا۔ اس سے ماضی اتقی ہے اور متقی لغت میں بمعنی پرہیز گار اور اصطلاح شرع میں وہ شخص ہے جو اپنے نفس کو ان امور سے بچائے رکھے جن کی وجہ سے وہ مستحق عقاب ہوتا ہے۔ (ترکیب) واو اعتراضیہ ہے اور العاقبت مبتداء اور للمتقین جار و مجرور ثابت کے متعلق ہو کر خبر یہ جملہ اسمیہ اعتراضیہ ہوا۔

قولہ والصلوة علی رسوله الخ (ترکیب) الصلوة مبتداء علٰی رسوله متعلق نازلة کے ہو کر خبر ای الصلوةُ نازلةٌ علیٰ رسوله۔

قولہ محمدٍ مجرور ہونے کی صورت پر یہ رسولہ سے بدل ہے یا رسولہ کا عطف بیان لیکن جبکہ محمد کو مرفوع پڑھا جائے تو اس وقت یہ مبتداء محذوف هُوَ کی خبر ہوگا ای ہو محمد اور اگر اس کو منصوب پڑھا جائے تو یہ اَعْنِیْ فعل مقدر کا مفعول ہوگا ای اَعْنِیْ محمداً۔

قولہ وآله اس کا عطف رسولہ پر ہے۔

قولہ واصحابه اس کا عطف والہ پر ہے اجمعین یہ آلہ اور اصحابہ کی تاکید لفظی ہے (ترجمہ اور رحمت ہو اس کے رسول پر جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور ان کی تمام آل اور تمام اصحاب پر)۔

قولہ الصلوٰة مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ تحمید کے بعد صلوة کو لائے تا کہ قرآن مجید کے ساتھ موافقت ہو جائے چنانچہ قرآن شریف میں ہے کہ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ علیٰ عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اور نیز تحمید کے بعد صلوة اس وجہ سے لائے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو چند ایسی کرامات عطا فرمائی ہیں جو میرے سوا کسی نبی کو نہیں

دیں۔ان میں سے ایک یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جائے تو میرا بھی ذکر کیا جائے۔بعض مفسرین نے قول باری تعالیٰ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ کی یہی تفسیر فرمائی ہے اور صلوۃ اصل میں صَلَوَۃٌ بفتحات ثلثہ تھا واو کو الف سے بدل لیا اور تَصْلِيَةٌ کا اسم مصدر ہے۔اسی وجہ سے وہ صَلّیٰ کا مفعول مطلق واقع ہوتا ہے۔بعض کے نزدیک یہ مشترک لفظی ہے۔یعنی جب اس کی نسبت خدائے تعالیٰ کی طرف ہو۔خواہ کلام الٰہی میں ہو یا کلام بندہ میں تو اس وقت اس سے مراد رحمت ہے اور اگر اس کی نسبت ملائکہ کی طرف ہو تو اس وقت اس سے مراد استغفار ہے۔اور اگر اس کی نسبت مؤمنین کی طرف ہو تو اس وقت اس سے مراد دعاء ہے اور اگر اس کی نسبت وحوش وطیور کی طرف ہو تو اس وقت اس سے مراد تسبیح ہے۔اور بعض محققین کے نزدیک یہ مشترک معنوی ہے۔یعنی اس کی وضع افادہ خیر کے لئے ہے جو معانی مذکورہ (رحمت اور استغفار اور دعاء اور تسبیح) میں مشترک ہے اور اس کی کتابت میں قیاس یہ تھا کہ وہ الف کے ساتھ لکھا جاتا جیسے عصا لیکن تفخیم کی وجہ سے الف کو واو کے ساتھ لکھا جاتا ہے۔شرح اصول اکبریہ میں ہے۔كُتِبَ الفُ الصّلوٰةِ والزكوٰةِ وكذا الحيٰوةِ والمشكوٰةِ والرّبوا بالواوِ لانه يفخم بها اى اذا قُرِئَ الف هذه الكلماتِ بالتفخيم يمالُ الى الواوِ واذا ثُنِّيَتْ او اضيفت الى مضمر كتبتْ بالالفِ نحو صلاتانِ وصلاتِى لیکن بعض مصاحف میں جو لفظ صلوۃ قول باری تعالیٰ هُمْ عَلىٰ صَلاَتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ میں الف کے ساتھ لکھا ہوا ہے وہ مصاحف سلف کے اتباع کی وجہ سے ہے۔

قوله رسوله: رسولٌ بروزن فعولٌ لغت میں بمعنی مُرْسَلٌ ہے (بھیجا ہوا) اور فعولٌ بمعنی مفعول آتا ہے۔ اصطلاح شرع میں هُوَ اِنْسَانٌ بَعَثَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى اِلَى الْخَلْقِ لِتَبْلِيْغِ الْاَحْكَامِ وَمَعَهُ كِتَابٌ منزل عليه ہے۔ (یعنی رسول وہ انسان ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی طرف تبلیغ احکام کے لئے بھیجا ہو اور ان کے ساتھ کتاب ہو جو ان پر نازل کی گئی ہو) وَالنَّبِيُّ مَنْ اُوْحِيَ اِلَيْهِ سَوَاءٌ نَزَلَ عَلَيْهِ الْكِتَابُ اَوْلَمْ يَنْزِلْ (اور نبی وہ ہے جن کی طرف وحی کی جاتی ہو خواہ ان پر کتاب نازل ہوئی ہو یا نہ نازل ہوئی ہو) پس نبی عام ہے اور رسول خاص۔رسول اور نبی کی تعریف میں علماء کے اور بھی مذاہب ہیں جن کی تفصیل تم کو مطولات سے معلوم ہو جائے گی۔

قوله محمّد یہ باب تفعیل سے اسم مفعول ہے۔بمعنی بہت حمد کیا ہوا مصدر تحمید ہے بمعنی بسیار حمد گفتن۔یہ ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک ہے۔سلسلہ نسب اس طرح ہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن الہاشم بن عبدالمناف القریشی۔

قوله وآله لفظ آل اسم جمع ہے سیبویہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ اصل میں أَأْلٌ بہمزتین تھا اور پھر یہ اصل میں اَهْلٌ تھا اس لئے کہ اس کی تصغیر اُهَيْل آتی ہے۔ھا کو ہمزہ سے بدلا پھر دوسرا ہمزہ توالی ہمزتین کی وجہ سے الف سے بدل گیا۔نحاۃ بصرہ کا یہی مسلک ہے اور کسائی کے نزدیک یہ اصل میں أَوَلٌ بفتحتین تھا اس لئے کہ اس کی تصغیر اُوَيْلٌ آتی ہے واو کو الف سے بدل لیا اور یہ نحات اہل کوفہ کا مسلک ہے کسائی فرماتے ہیں کہ میں نے ایک فصیح اعرابی سے سنا کہ وہ آلٌ واُوَيْلٌ اور

اَھْلٌ واُھیلٌ کہتے تھے اور یہ قول قیاسا بہتر معلوم ہوتا ہے اس لئے کہ اس میں خلاف قیاس کوئی امر لازم نہیں آتا۔ اور ممکن ہے کہ اُھَیْلٌ تصغیر اَھْلٌ کی ہو جیسا کہ اعرابی مذکور کے قول سے معلوم ہوتا ہے۔ جاننا چاہئے کہ آل اور اَھْلٌ میں کئی طرح سے فرق ہے۔ اوّل یہ کہ آل صرف ذوی العقول کی طرف مضاف ہوتا ہے پس وہ اللہ اور حق اور زمان اور مکان اور معانی اور حرفت کی طرف مضاف نہیں ہوتا لہٰذا آل اللہ اور آل الحق اور آل المصر اور آل الزمان اور آل العلم اور آل الاسلام اور آل التجارت نہیں کہا جاتا بخلاف اہل کے کہ وہ عام ہے ھکذا فی حاشیۃ الفاضل الچلپی وغیرہا لیکن صاحب قاموس آلُ اللّٰہِ ورَسُوْلِہٖ اَوْلِیَاؤُہٗ لائے ہیں۔ دوم یہ کہ اس کی اضافت ذوی العقول میں سے صرف مذکر کی طرف ہوتی ہے لہٰذا آل فاطمہ نہیں کہا جاتا بخلاف اہل کے کہ وہ عام ہے ھکذا فی منہیۃ حاشیۃ الفاضل الچلپی سوم یہ کہ اس کی اضافت مذکر میں سے اشراف اور ارباب عظمت کے ساتھ خاص ہے پس آل حائک اور آل حجام نہیں کہا جاتا بخلاف اہل کے کہ وہ عام ہے۔ چہارم یہ کہ اس کی اضافت ضمیر کی طرف غیر مستحسن اور نادر ہے لہٰذا کلام مجید میں نہیں آیا اور احادیث میں بطور ندرت آیا ہے۔ لیکن تحقیقی بات یہ ہے کہ اس کی اضافت ضمیر کی طرف کلام عرب میں آئی ہے اس لئے کہ افصح العرب والعجم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ آلِیْ کُلُّ مُؤمِنٍ تقِیٍ اِلٰی یوم القیامۃِ یہ جو کچھ بیان کیا گیا اس کے لفظ کے اعتبار سے تھا۔ لیکن باعتبار معنی آل میں پانچ مذہب ہیں اوّل بمعنی اتباع یہ جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عبداللہ اور سفیان ثوری رحمہ اللہ تعالیٰ کا مذہب ہے اور بعض اصحاب شافعی نے اسی کو اختیار فرمایا ہے۔ دوم بنی ہاشم اور بنی مطلب یہ امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا مذہب ہے۔ سوم صرف بنی ہاشم اور یہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مذہب ہے اور بعض مالکیہ نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے چہارم ازواج اور بنات اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد اور ان کی اولاد اور بعض کے نزدیک خدم بھی اس میں شامل ہیں۔ پنجم اہل بیت جاننا چاہئے کہ آل دو دو قسم پر ہے ایک حسبی دوسرے نسبی۔ معنی اوّل آل حسبی کا مصداق ہیں باقی معنی آل نسبی کا۔ حاشیہ جمال الدین میں ہے کہ آل باعتبار لفظ مفرد ہے۔ اور باعتبار معنی جمع اور بمعنی نفس بھی آتا ہے۔ جیسے آل موسیٰ وآل ہارون وآل نوح ای نفسہم۔

قولہ اصحابہ حاشیہ محرم آفندی میں ہے کہ اصحاب جمع صحب کی ہے اور صحب جمع صاحب کی اور حاشیہ جمال الدین میں ہے کہ اصحاب جمع صاحب کی ہے جیسے اشہاد جمع شاہد کی یا وہ جمع صحب بسکون حاء کی ہے جیسے انہار جمع نہر کی یا وہ جمع صَحِبٌ بکسر حاء کی ہے۔ جیسے انمار جمع نمر کی۔ اور صحابی اس شخص کو کہتے ہیں جس نے ایمان کی حالت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہو اور ایمان پر وفات پائی ہو۔ آل اور اصحاب کے درمیان عموم وخصوص من وجہ ہے۔

قولہ اجمعین یہ آل اور اصحاب کی تاکید لفظی ہے اور اس سے روافض پر رد ہے اس لئے کہ وہ بعض صحابہ مثلاً علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ وحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو صلوۃ کے ساتھ مخصوص کرتے ہیں اور نیز خوارج پر رد ہے۔ اس واسطے کہ وہ اہل بیت کے ساتھ دشمنی رکھتے ہیں اور ان پر صلوٰت نہیں بھیجتے۔

اَمَّا بَعْدُ فَھٰذَا مختصرٌ مضبوطٌ فی النحوِ جَمَعْتُ فیه مُھِمَّاتِ النحوِ علی ترتیبِ الکافیَةِ مُبَوَّبًا ومفصّلاً بِعبَارَةٍ واضِحَةٍ مع ایرادِ الا مثلةِ فی جمیعِ مسائلِھَا مِنْ غیر تَعَرُّضٍ لِلْاَدِلَّةِ والعِلَلِ لِئَلاَّ یُشَوِّشَ ذھنَ الْمُبْتَدِیْ عَنْ فَھْمِ المسائلِ وسَمَّیْتُه بھدایة النَّحو رَجَاءَ اَنْ یَّھدیَ اللّٰهُ تعالٰی به الطالبین ورَتَّبْتُه علی مقدمةٍ وثلٰثةِ اَقْسَامٍ بِتَوْفِیْقِ الْمَلِكِ العزیز العَلَّامِ.

**ترجمہ:** ’’بہر حال حمد وصلاۃ کے بعد پس یہ کتاب مختصر ہے، علم نحو کے مسائل پر مشتمل ہے۔ میں نے اس میں نحو کے اہم مسائل کو کافیہ کی ترتیب پر باب در باب اور فصل در فصل واضح عبارت کے ساتھ جمع کیا ہے تمام مسائل میں مثالیں بیان کرنے کے ساتھ، دلیلوں اور علتوں کے ذکر کئے بغیر تا کہ مبتدی کا ذہن مسائل کے سمجھنے میں تشویش و پریشانی میں مبتلا نہ ہو۔ اور میں نے اس کتاب کا نام ہدایۃ النحو رکھا ہے اس امید پر کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ طلباء کو ہدایت دیں اور اس کو میں نے ایک مقدمہ، تین اقسام اور ایک خاتمہ پر مرتب کیا ہے۔ اس بادشاہ کی توفیق سے جو غالب اور بہت زیادہ علم والا ہے۔‘‘

قوله امّا بعد الخ کلمۂ اَمَّا بفتح ہمزہ وتشدید میم شرط کے لئے ہے۔ یہ یا تو اس چیز کی تفصیل کے لئے آتا ہے۔ جس کو متکلم نے مجملاً بیان کیا ہے جیسے جَآئَنِیْ القَوْمُ اَمَّا زَیْدٌ فَأَکْرَمْتُهُ وَاَمَّا بَکْرٌ فاھَنْتُهٗ یا استینافیہ آتا ہے (یعنی اس سے بیشتر کوئی اجمال نہیں ہوتا) جیسا کہ کتابوں کے شروع میں آتا ہے جیسے امابعد فھذہ اور اس جگہ بھی اما استینافیہ ہے اس لئے کہ اس سے پیشتر کوئی اجمال نہیں ہے اور دونوں صورتوں پر اما کے جواب پر فاء کا آنا ضروری ہے اور بَعْدُ ظرف زمان ہے مبنی برضم اس صورت میں اس کا مضاف الیہ لفظوں سے تو ہمیشہ محذوف ہوتا ہے لیکن نیت اور ذہن میں موجود و مقصود ہوتا ہے۔ تقدیر اس طرح ہے اَمَّا بَعْدَ البسْملة والحمدلة والصلوة اس کے مضاف الیہ البسملة اور الحمدلة اور الصلوة کو حذف کر دیا اور اس نقصان کو جو مضاف الیہ کا حذف ہے پورا کرنے کے لئے اس پر ضمہ لے آئے۔ اور کلمہ اما میں چند مذاہب ہیں خلیل کے نزدیک اس کی اصل مہما ہے ھاء کو ہمزہ سے بدل لیا اس لئے کہ وہ اس کے قریب المخرج ہے مَأْ ما ہوا پھر ہمزہ کو اس وجہ سے کہ وہ صدارت کو چاہتا ہے دونوں میموں پر مقدم کر دیا اور اس کو حرکت دے دی گئی اَمْ مَا ہوا۔ پھر میم کا میم میں ادغام کر دیا گیا أَمَّا ہوا۔ اور سیبویہ کے نزدیک مستقل کلمہ ہے اس لئے کہ یہ حرف ہے اور حرف میں اصل یہ ہے کہ اس میں کسی قسم کا تغیر نہ ہو۔ یہ مذہب اولی ہے اور بعض کے نزدیک اس کی اصل اِنْ ہے۔ آخر میں مازائدہ لے آئے جیسا کہ وہ تمام ادوات شرط کے آخر میں آتا ہے۔ پھر نون کا میم میں ادغام کر دیا اس لئے کہ نون میم سے مخرج میں قریب ہے أَمَّا ہوا پھر ہمزہ کے کسرہ کو فتحہ سے بدل لیا تا کہ وہ کلمۂ أِمَّا سے جو عطف کے لئے آتا ہے۔ ملتبس نہ ہو أَمَّا ہوا۔ أَمَّا میں اور بھی مذاہب ہیں جو تم کو مطولات سے معلوم ہو جائیں گے۔ اور اما بعد فھذا مختصر الخ اصل ہیں مَھْمَا یَکُنْ مِنْ

شَیْءٍ بَعْدَ الْبِسْملةِ والحمدلةِ والصلوۃ فھذا مختصرٌ الخ تھا مَھْمَا کے قائم مقام أَمَّا کو کیا پھر فعل شرط یَکُنْ مِنْ شَیْءٍ کو حذف کر دیا اس لئے کہ أَمَّا حرف شرط اس پر دلالت کرتا ہے۔ اَمَّا بعد البسلمةِ والحمدلة والصلوۃ فھذا مختصرٌ ہوا پھر مضاف الیہ البسلمة والحمدلة والصلوۃ کو حذف کر دیا اور اس کے عوض میں بعد پر ضمہ لے آئے اما بعد فھذا مختصرٌ الخ ہوا اور بعد اسم ظرف میں عامل فعل شرط ہے جو محذوف ہے اور فھذا مختصرٌ الخ یہ اَمَّا کا (جو شرط کے لئے ہے) جواب ہے اور اس پر فاء (جو اَمَّا کے جواب پر آتی ہے) آئی ہے۔

قوله فھذا مختصرٌ الخ ای فَھٰذَا الْکِتَابُ الذی صَنَّفَہٗ کِتَابٌ مختصرٌ یہ تقدیر اس صورت پر ہے۔ جبکہ مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے دیباچہ کتاب تصنیف کرنے کے بعد لکھا ہو اور اس وقت اشارہ امر ذہنی کی طرف ہوگا۔ اس لئے کہ مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ذہن میں یہ تصور کر لیا ہوگا کہ میں ایک کتاب تصنیف کروں گا جو ایسی اور ایسی ہوگی۔ اور اس اشارہ کی وضع اگرچہ امر محسوس کے لئے ہے۔ لیکن یہ کبھی امر ذہنی اور امر معقول کے لئے بھی آجاتا ہے اور فہذ المختصر الخ اَمَّا کی جزاء ہے۔

قوله مختصر یہ باب افتعال سے اسم مفعول ہے۔ اصطلاح میں وہ ہے جس کی عبارت قلیل ہو اور معانی کثیر ہوں۔ والرسالةُ انما تطلقُ علی الموجزاتِ مِنَ المتونِ (ترکیب) ھذا مبتداء مختصر خبر۔

قوله مضبوط یہ مختصر کی صفت ہے۔ بمعنی محفوظ یعنی یہ کتاب مختصر ہے جو حشو اور تطویل سے محفوظ ہے۔ مختصر المعانی میں ہے کہ حشو وہ لفظ ہے جو زائد بلا فائدہ ہو اور اس کی زیادتی متعین ہو اور تطویل وہ ہے جو اصل مراد پر زائد بلا فائدہ ہو اور اس کی زیادتی متعین نہ ہو۔

قوله فی النحو ای فی علم النحو یہ کائنٌ کے متعلق ہو کر مُختصرٌ کی دوسری صفت ہے۔ اس سے مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس طرف اشارہ کیا ہے کہ میری یہ کتاب علم نحو میں ہے۔

قوله جمعتُ فیه ای فی المختصر یہ مختصرٌ کی تیسری صفت ہے۔

قوله مھماتِ النحو مرکب اضافی ہے اور جمعتُ کا مفعول بہ ہے اس میں نصب تابع جر ہے اور مُھِمَّات بمعنی مقاصد یہ مُھِمَّةٌ کی جمع ہے ہمت بمعنی قصہ سے مشتق ہے۔ اور ھَمٌّ بمعنی رنج سے بھی ہوسکتا ہے۔ یعنی میں نے اس مختصر میں مقاصد نحو کو جمع کیا ہے زوائد کو جمع نہیں کیا۔ اور مقاصد نحو سے مراد نحو کے وہ مسائل ہیں جن کا جاننا ضروری ہے۔ مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے مھماتہ نہیں کہا حالانکہ یہ اخصر ہے اس لئے کہ مضمر کی جگہ مظہر رکھنے سے مقصود ذہن میں زیادہ متمکن ہو جاتا ہے۔

قوله علی ترتیبِ الکافیه یہ جَمَعْتُ کے متعلق ہے۔ معنی یہ ہوں گے کہ میں نے اس مختصر میں مقاصد نحو کو ترتیب کافیہ پر جمع کیا۔ اور کافیہ علم نحو میں ایک کتاب ہے جو شیخ محمد عثمان بن حاجب رحمہ اللہ تعالیٰ کی ہے۔ اور یہ بھی ممکن ہے

کہ یہ کائنٌ کے متعلق ہوکر مختصرٌ کی چوتھی صفت ہو۔ رہا موصوف اور صفت کے درمیان جو فصل ہے اگر اجنبی نہ ہو جائز ہے۔ معنی یہ ہوں گے کہ میں نے اس مختصر میں جو ترتیب کافیہ پر ہے مقاصد نحو کو جمع کیا۔ اور اس میں یہ بھی ممکن ہے کہ یہ مُشْتَمِلَةً کے متعلق ہوکر مہمات النحو سے حال ہو ای حال کون تلك المهمات مشتملة على ترتيب الكافية یعنی میں نے اس مختصر میں مقاصد نحو کو جمع کیا درآنحالیکہ وہ ترتیب کافیہ پر مشتمل ہیں۔ مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول علی ترتیب الکافیۃ کا یہ مطلب ہے کہ جیسے کافیہ میں پہلے بحث اسم کی ہے اور پھر بحث فعل کی اور پھر بحث حرف کی اسی طرح اس مختصر میں بھی ہے اور جیسے کافیہ میں مباحث اسم میں سے پہلے بحث مرفوعات کی ہے۔ پھر منصوبات کی اور پھر مجرورات کی اسی طرح اس مختصر میں بھی ہے۔ اگر کوئی اعتراض کرے کہ اس مختصر کی ترتیب کافیہ کی ترتیب پر نہیں ہے۔ اس لئے کہ اس مختصر میں مسئلہ تحذیر اور مسئلہ مااضمر عاملہ سے مسئلہ منادیٰ مؤخر ہے اور کافیہ میں مسئلہ منادی ان دونوں سے مقدم ہے۔ جواب یہ ہے کہ ترتیب مذکور سے مراد ترتیب ابحاث کلیہ ہے نہ ترتیب مسائل جزئیہ اگر کوئی اعتراض کرے کہ کچھ مسائل ایسے ہیں جو کافیہ میں مذکور ہیں۔ لیکن وہ اس مختصر میں مذکور نہیں ہیں۔ مثلاً تضمن المبتداء معنى الشرط اور مسئله تضمن الجزا المفرد ماله صدر الكلام اور مسئلہ اضافت اسم العدد المركب الى المركب وغیرہ لہٰذا اس مختصر کی ترتیب کافیہ کی ترتیب پر نہیں ہوئی۔ جواب یہ ہے کہ ترتیب بعض مسائل کے اعتبار سے مراد ہے جمیع مسائل کے اعتبار سے مراد نہیں اور ترتیب ہر چیز کو اس کے مرتبہ میں رکھنا ہے جو اس کے لائق ہے۔

قوله مُبَوَّبًا ومُفَصَّلاً اگر ان دونوں کو بکسر واو وصاد بصیغۂ اسم فاعل لیا جائے تو اس وقت یہ جمعتُ کی تُ ضمیر فاعل سے حال ہوں گے۔ معنی یہ ہوں گے کہ میں نے اس مختصر میں مقاصد نحو کو ترتیب کافیہ پر جمع کیا درآنحالیکہ میں ان مقاصد کو باب باب کرنے والا اور فصل فصل کرنے والا ہوں اور اگر ان کو بفتح واو وصاد بصیغۂ اسم مفعول لیا جائے تو اس وقت یہ یا تو مهمات النحو سے یا فيه کی ضمیر مجرور سے حال ہوں گے۔ معنی یہ ہوں گے کہ میں نے اس مختصر میں مقاصد نحو کو ترتیب کافیہ پر جمع کیا درآنحالیکہ وہ مقاصد نحو باب باب اور فصل فصل کئے ہوئے ہیں۔ یا درآنحالیکہ وہ مختصر باب باب اور فصل فصل کیا ہوا ہے۔

قوله بِعِبَارةٍ واضِحةٍ یہ جمعتُ کے متعلق ہے اور واضحۃ صفت عبارت کی ہے اور عبارت لغت میں بمعنی خواب کے معنی بتانا اور اصطلاح میں وہ الفاظ ہیں جو معانی پر دلالت کرتے ہیں اور ان الفاظ کا نام عبارت اس لئے رکھا گیا کہ جیسے معبر اس چیز کی جو خواب میں انجام خیر یا شر سے پوشیدہ ہوتا ہے تفسیر کرتا ہے اسی طرح الفاظ بھی اس چیز کی جو دل میں پوشیدہ ہوتا ہے تفسیر کرتے ہیں پس عبارت مصدر ہے بمعنی اسم فاعل۔

قوله واضحة بمعنی ظاہر ہونے والی عبارت واضحہ وہ عبارت ہے جو اپنے معنی پر دلالت کرنے میں ظاہر ہو یعنی اس کے معنی جلد بسہولت بغیر دشواری کے سمجھ آجاتے ہوں۔ یہ ایک شبہ کا جواب ہے وہ یہ کہ جب مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا

کہ میں نے اس مختصر میں مقاصد نحو کو ترتیب کافیہ پر جمع کیا ہے تو شبہ ہوتا ہے کہ اس مختصر کی عبارت بھی ایسی ہی مغلق ہوگی جیسے کافیہ کی ہے۔ مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے جواب دیا کہ میں نے اس مختصر میں مقاصد نحو کو عبارت واضحہ کے ساتھ بیان کیا ہے نہ عبارت مغلقہ کے ساتھ جیسی کافیہ کی ہے۔

قولہ مع ایراد الامثلۃ مع ظرف اپنے مضاف الیہ ایراد سے مل کر واضحۃ کے متعلق ہے یا کائنۃٍ مقدر کے متعلق ہو کر عبارت کی صفت ہے تقدیر اس طرح ہے بعبارۃ واضِحَۃٍ کائنۃٍ مع ایراد الامثلۃِ اور ایراد باب افعال کا مصدر ہے جو اپنے مفعول الامثلۃ کی طرف مضاف ہے اور امثلۃ جمع مثال کی ہے جیسے أَئِمَّۃ جمع امام کی مثال اصطلاح میں وہ ہے جو قاعدہ کی وضاحت کے لئے لائی جائے۔

قولہ فی جمیع مسائلھا یہ ایراد کے متعلق ہے اور مسائل جمع مَسْئَلَۃٌ (بسکون سین وفتح ہمزہ) کی ہے اور مسئلہ باب سأل یسأل سے صیغہ ظرف ہے۔ لغت میں بمعنی سوال کی جگہ یا سوال کا وقت اور مسائل سے یہاں مراد قواعد ہیں اور مسائلھا کی ھا ضمیر مجرور مؤنث مختصر کی طرف بتاویل رسالہ لوٹ رہی ہے۔ مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے تمام مسائل کی مثالیں لانے کا جو دعوی کیا ہے وہ اغلب کے اعتبار سے ہے اس لئے کہ مصنف بعض مسائل کی مثالیں نہیں لائے۔

قولہ من غیر تعرض للادلۃ والعلل الخ جارو مجرور جمعتُ کے متعلق ہیں۔ تعرض باب تفعل کا مصدر ہے بمعنی پیش آنا ادلۃ جمع دلیل کی ہے۔ ودلیلُ الشیءِ مَایُعْرَفُ بِہٖ ذلک الشیءُ یعنی کسی چیز کی دلیل وہ ہے جس سے وہ چیز پہچانی جائے۔ قیاس اس امر کو مقتضی تھا کہ لفظ دلائل لاتے اس لئے کہ یہ جمع کثرت ہے اور مقام جمع کثرت کو مقتضی ہے۔ حالانکہ لفظ ادلہ جو جمع قلت ہے لائے ہیں۔ جواب یہ ہے کہ اس سے مراد جمع کثرت ہے۔ اس لئے کہ ایک لفظ دوسرے لفظ کی جگہ مستعمل ہو جاتا ہے۔ عِلَلٌ جمع عِلَّۃٌ کی ہے یہاں پر دلیل اور علت دونوں کے معنی ایک ہیں خطبہ میں الفاظ مترادفہ کا لانا متعارف ہے۔ مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا کہ میں نے اس مختصر میں مسائل کے دلائل بیان نہیں کئے اغلب کے اعتبار سے ہے اس لئے کہ انہوں نے بعض مسائل کے دلائل بیان کئے ہیں۔

قولہ لئلا یُشَوِّش ذھنَ المبتدی عَنْ فھم المسائِلِ الخ یہ من غیر تعرض کی علت ہے یعنی میں مسائل نحو کے دلائل وعلل کے بیان کے درپے نہ ہوا۔ تاکہ یہ تعرض مبتدی کے ذہن کو مسائل کے سمجھنے میں پریشان نہ کردے۔ لِئَلَّا اصل میں لِاَنْ لا تھا نون ساکن لام کی جنس سے ہو کر لام میں مدغم ہو گیا اور ہمزہ مفتوحہ ہمزہ مخففہ سے بدل گیا لِئَلَّا ہوا۔ یشوش باب تفعیل سے مضارع معروف یا مضارع مجہول کا صیغہ ہے مصدر تشویش ہے بمعنی پریشان کرنا۔ معروف کی صورت میں اس کا فاعل ضمیر ھُوَ ہوگی جو یا تو تعرض کی طرف لوٹ رہی ہے۔ یا مختصر کی طرف یا ادلہ و عِلل کی طرف بطریق انفراد لوٹ رہی ہے اور ذھنَ المبتدِیْ منصوب ہے اور یُشوش کا مفعول بہ ہوگا۔ مجہول کی صورت میں ذہن المبتدی مرفوع اور یشوش کا نائب فاعل ہوگا۔ اَلذِّھْنُ قوۃٌ موجودۃٌ فِیْ جنانِ الْاِنْسان تَنَقَّشُ فِیْھَا

اَلْمَعْنیٰ یعنی ذہن وہ قوت ہے جو انسان کے دل میں ہوتی ہے جس میں معنی منقش ہوتے ہیں۔ مُبْتَدیٰ لغت میں بمعنی شروع کرنے والا اصطلاح میں ھُوَ الذِیْ شَرَعَ فی الجزء الاول للشیء مع قصدِ تحصیل باقی الاجزاء وہ ہے جس نے کسی چیز کے پہلے جز کو شروع کیا ہو اور باقی اجزاء کے حاصل کرنے کا ارادہ رکھتا ہو۔ مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس مختصر کے پڑھنے والے کو مبتدی کہا اس لئے کہ اس مختصر کو وہ ہی پڑھتا ہے جس نے علم نحو کو شروع کیا ہے۔

قولہ عن فھم المسائل یہ یشوش کے متعلق ہے اور المسائل پر الف لام مضاف الیہ کے عوض میں ہے ای عن فھم مسائل المختصر مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے مسائل کے دلائل کو بیان نہیں کیا تا کہ مبتدی کا ذہن مسئلہ کے سمجھنے میں پریشان نہ ہو جائے اس لئے کہ جب وہ مسائل کو سمجھتا اور پھر ان کے دلائل کو تو اس کا ذہن نفس مسئلہ کے سمجھنے میں پریشان ہو جاتا اس واسطے کہ مبتدی کے ذہن میں اتنی قوت نہیں ہوتی جو ان دونوں باتوں کو سمجھ لے۔

قولہ وسمیتہ بھدایت النحو الخ اور میں نے اس مختصر کا نام ہدایت النحو رکھا اور بھدایت النحو پر باء زائدہ ہے اس لئے کہ سَمّٰی یُسَمِّیْ خود بخود دو مفعولوں کی طرف متعدی ہوتا ہے یہاں ان دو مفعولوں میں سے ایک مفعول ضمیر متصل ہ ہے اور دوسرا مفعول ھدایت النحو ہے یہاں باء کی زیادتی غیر قیاسی ہے۔ اس لئے کہ باء قیاساً استفہام بھل اور نفی بلیس اور نفی با کی خبر میں زائد ہوتی ہے اور یہاں ان تینوں صورتوں میں سے کوئی صورت نہیں ہے۔

قولہ بھدایت النحو ہدایت مصدر ہے جو النحو مفعول فیہ کی طرف باضافت معنویہ مضاف ہے اور فاعل مفعول بہ دونوں محذوف ہیں تقدیر عبارت اس طرح ہے کہ بھدایتہ المبتدی فی النحو جیسا کہ اس معنی پر قول مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ رجاء ان یھدی اللّٰہ تعالیٰ بہ الطالبین دلالت کرتا ہے۔

قولہ رَجَاءَ اَن یھدیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ بہ الطالبین الخ رَجَاءَ بفتح راء مہملہ بمعنی امید رکھنا یہ سمیتہ کا مفعول لہ ہے جو اَن یھدیَ مصدر تاویلی مفعول بہ کی طرف مضاف ہے اور فاعل محذوف ہے۔ تقدیر عبارت اس طرح ہے کہ ای لرجائی ھدایۃ اللّٰہ تعالیٰ الخ یعنی میں نے اس مختصر کا نام ہدایت النحو رکھا اس امید سے کہ اللہ تعالیٰ اس سے علم نحو کے خواہشمندوں کی رہنمائی فرمائے۔ ہدایت لغت میں بمعنی راستہ دکھانا اور اصطلاح میں وہ دلالت ہے جو مقصود تک پہنچائے۔

قولہ ورتبتُہ علیٰ مقدمۃٍ وثلثۃِ اقسامٍ الخ یعنی اور میں نے اس مختصر کو ایک مقدمہ اور تین قسموں پر مرتب کیا۔ مصنف نے اس عبارت سے اپنی کتاب کے اجزاء کی طرف اشارہ کیا ہے۔ والترتیب فی اللغت جَعْلُ کل شیءٍ فی مرتبتہ وفی الصناعتِ جَعْلُ الْاَشْیَاءِ المتعددۃِ بحیثُ یُطْلَقُ عَلَیْھَا اسمُ الواحدِ یعنی ترتیب لغت میں "ہر شئی کو اس کے مرتبہ میں رکھنا" اور اصطلاح صناعت میں یہ ہے کہ "چند اشیاء کو اس طرح سے رکھنا کہ ان پر ایک نام بولا جائے۔"

**قوله ثلثة اقسام** قسم اوّل بحث اسم میں ہے قسم ثانی بحث فعل میں اور قسم ثالث بحث حرف میں۔

**قوله بتوفيق الملك العزيز العلاّم** جار و مجرور یا تو جَمَعْتُ کے متعلق ہیں یا رَتَّبْتُهُ کے یعنی میں نے اس مختصر کو ایک مقدمہ اور تین قسموں پر مرتب کیا اس بادشاہ کی توفیق کے ساتھ جو غالب اور بہت جاننے والا ہے۔

**قوله توفيق** لغت میں بمعنی دست دادن کسے را بکارے اصطلاح میں یہ ہے کہ خداوند عزوجل کا نیک مقصود کے لئے اس کے موافق اسباب کا پیدا کرنا۔

**قوله المَلِكُ** بمعنی بادشاہ۔

**قوله العزيز** بمعنی غالب۔

**قوله العلاّم** بمعنی بہت جاننے والا۔ متقدمین کا دستور تھا کہ وہ اپنی کتابوں کے مقدمہ میں رؤس ثمانیہ جن کی تفصیل تم کو علم منطق کی کتابوں سے معلوم ہو جائے گی بیان کیا کرتے تھے لیکن متاخرین ان میں سے صرف تین چیزوں کو اپنی کتابوں کے مقدمہ میں ذکر کرتے ہیں ایک اس علم کی تعریف جس میں وہ کتاب لکھی گئی ہے تا کہ طالب علم کو من وجہ بصیرت ہو جائے اور اس تعریف سے اس کو اس علم کے مسائل کی دوسرے علم کے مسائل سے امتیاز ہو جائے۔ ورنہ اگر اس کو اس علم کی تعریف معلوم نہ ہوگی تو وہ ایک شئی مجہول کا حاصل کرنے والا ہوگا جو ناجائز ہے۔ دوسرے اس علم کی غرض اس لئے کہ جب طالبعلم کو اس علم کی غرض و غایت معلوم ہوگی تو وہ اس کو شوق و رغبت سے حاصل کرے گا اور اس کی تحصیل میں جو مشقت ہوگی اس کو برداشت کرے گا اور اگر اس کو اس علم کی غرض معلوم نہ ہوگی تو اس کا حاصل کرنا عبث اور بیکار ہوگا۔ اور ایک عبث چیز کا حاصل کرنا ناجائز ہے۔ تیسرے اس علم کا موضوع اس لئے کہ اگر طالب علم کو اس علم کا موضوع معلوم نہیں ہوگا تو اس کو اس علم کی دوسرے علوم سے امتیاز نہ ہوگی کیونکہ ایک علم کی دوسرے علم سے امتیاز ان کے موضوعات سے ہوتی ہے۔ لہٰذا مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ بھی آگے مقدمہ میں ان تینوں چیزوں کو بیان فرما رہے ہیں اور ان کے علاوہ اس میں اور بھی بعض ضروری چیزیں بتلائیں گے۔

---

أَمَّا المقدّمةُ ففى المبادى التى يَجبُ تَقديمُها لِتَوَقُّفِ المسائلِ عليها وفيها فصولٌ ثلثة فصل النحوُ علمٌ بأُصُوْلٍ يُعْرَفُ بِهَا احْوالُ اواخرِ الكَلِمِ الثَلْثِ مِنْ حيثُ الاعرابِ والبناءِ وَكيفيةُ تركيبِ بَعْضِهَا مَع بعضٍ والغرضُ منه صيانةُ الذهنِ عنِ الخطاءِ اللفظيِّ فى كلام العربِ وموضوعُه الكلمةُ والكلامُ.

**ترجمہ:** ”بہر حال مقدمہ پس وہ ان ابتدائی مسائل پر مشتمل ہے جن کو مقدم کرنا ضروری ہوتا ہے ان پر بہت سے مسائل کے موقوف ہونے کی وجہ سے۔ اور اس میں تین فصلیں ہیں۔ فصل اوّل۔ نحو چند ایسے قواعد کے

جاننے کا نام ہے جن کے ذریعہ تینوں کلموں کے آخر کے حالات کو معرب اور مبنی ہونے کے اعتبار سے پہچانا جاتا ہے اور ان کلمات کی ایک دوسرے کے ساتھ ترکیب کی کیفیت کو پہچانا جاتا ہے۔ اور اس سے (علم نحو سے) غرض ذہن کو عربی کلام میں لفظی غلطی سے بچانا ہے اور اس کا موضوع کلمہ اور کلام ہے۔''

---

قولہ اما المقدمة ففی المبادی التی الخ یعنی مقدمہ مبادی میں ہے جن کی تقدیم (مقصود پر جو مسائل فن ہیں) ضروری ہے اس لئے کہ ان مبادی پر مسائل کا شروع (بر سبیل بصیرت) موقوف ہے۔ جاننا چاہئے کہ قَدَّمَ کبھی لازم مستعمل ہوتا ہے اور کبھی متعدی اور مقدمہ قَدَّمَ لازم سے اسم فاعل ہے بمعنی ذات متقدمہ (وہ ذات جو آگے ہونے والی ہو) پھر لفظ مقدمہ وصفیت سے اسم کی طرف منقول ہو کر ہر متقدم یعنی ہر آگے ہونے والی چیز کا نام ہو گیا اور پھر اس کا تعین اضافت سے ہو جاتا ہے۔ کہا جاتا ہے۔ کہ مقدمة العلم ومقدمة الکتاب ومقدمة الدلیل ومقدمة القیاس اور یہ اس کی وضع ثالث ہے۔ مُقَدِّمَةُ الْعِلْمِ وہ معانی مخصوصہ ہیں جن پر مسائل علم کا شروع بناء بر بصیرت موقوف ہو اور وہ مبادی عشرہ ہیں جیسے تعریف اور غرض علم اور موضوع علم وغیرہ جن کی تفصیل تم کو علم منطق کی کتابوں سے معلوم ہو جائے گی۔ اور مقدمة الکتاب کلام کا وہ حصہ ہے جو کتاب میں مسائل سے پہلے لایا جائے خواہ مسائل کا شروع کرنا اس پر موقوف ہو یا نہ ہو اور یہ اس لئے لایا جاتا ہے کہ مسائل اس حصۂ کلام سے مرتبط ہوتے ہیں اور وہ حصہ کلام مسائل میں نفع بخش ہوتا ہے۔

قولہ مبادی یہ جمع ہے لغت میں بمعنی ابتداء کی باتیں جو شروع میں بتائی جائیں اصطلاح میں وہ ہیں جن پر مسائل علم کا شروع موقوف ہو اور مقدمہ سے یہاں تعریف نحو اور اس کی غرض اور موضوع مراد ہے۔ مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول امّا المقدمة ففی المبادی الخ پر ایک اعتراض وارد ہوتا ہے کہ جب مقدمہ اور مبادی جیسا کہ تعریف سے معلوم ہوتا ہے ایک ہوئے تو ظرفیت الشیء لنفسہ لازم آئی جو محال ہے جواب یہ ہے کہ مقدمہ سے مراد یا تو معانی مخصوصہ ہیں اور مبادی سے مراد الفاظ مخصوصہ اور اس وقت تقدیر یہ ہوگی کہ امّا المعانی المخصوصہ ففی الالفاظ المخصوصة التی الخ یا مقدمہ سے مراد الفاظ مخصوصہ ہیں اور مبادی سے مراد معانی مخصوصہ اور کلمہ فی بمعنی لام ہے اور اس وقت تقدیر اس طرح ہوگی کہ اَمَّا الْاَلْفَاظ المخصوصة فللمعانی المخصوصة التی الخ اور ان دونوں تقدیروں پر ظرفیت الشیء لنفسہ نہیں لازم آتی۔

قولہ وفیها فصول ثلثة الخ فصولٌ جمع فصلٌ کی ہے اور ثلثۃ صفت فصول کی ہے یعنی اور اس مقدمہ میں تین فصلیں ہیں جن میں سے پہلی فصل نحو کی تعریف اور اس کی غرض اور اس کے موضوع میں ہے۔ دوسری اور تیسری فصل نحو کے موضوع کلمہ اور کلام کی تعریف وغیرہ میں ہے۔ اگر کوئی اعتراض کرے کہ فصول موصوف ہے اور ثلثۃ صفت اور موصوف و صفت کے درمیان مطابقت ضروری ہے اور یہاں مطابقت نہیں ہے اس لئے کہ فصول جمع ہے اور ثلثۃ مفرد جواب یہ ہے کہ

لمثۃ معنی جمع ہے۔

قولہ فصلٌ لغت میں بمعنی کاٹنا اور جدا کرنا کہا جاتا ہے۔ فَصَلْتُ الثیابَ (میں کپڑوں کو کاٹا) اصطلاح میں وہ ہے جو دو مختلف حکموں کے درمیان حائل ہو اور لفظ فصل یا تو مبنی ہے یا معرب مبنی اس وقت ہوگا جب کہ اس کو تنہا غیر مرکب مانیں اور اس صورت میں وہ یا تو مبنی بسکون لام ہوگا اس لئے کہ اصل بنا میں سکون ہے۔ یا مبنی بکسر لام ہوگا اس لئے کہ تحریک میں اصل کسرہ ہے۔ یا مبنی برفتح اس لئے کہ فتح تمام حرکتوں میں ہلکی حرکت ہے۔ اور معرب اس وقت ہوگا نہ اس کو مرکب مانیں یعنی اس کو مبتداء محذوف ہذا کی خبر مانیں اور اس وقت وہ بنا برخبریت مرفوع ہوگا ای ھذا فصلٌ۔

قولہ النحو علم باصول الخ النحو مبتداء ہے۔ اور علم باصول الخ خبر اور نحو ان قواعد وضوابط کا جاننا ہے جن سے تینوں کلمات (اسم فعل وحرف کے آخر کا حال از روئے اعراب و بناء اور ایک کلمہ کو دوسرے کلمہ کے ساتھ ترکیب دینے کی کیفیت معلوم ہو)۔

قولہ النحو نحو لغت میں بمعنی ارادہ کرنا کہا جاتا ہے۔ نَحَوْتُهُ (میں نے اس کا ارادہ کیا) اصطلاح میں وہ ہے جس کو مصنف نے بیان فرمایا۔ معنی لغوی کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ اس علم کی تدوین میں کلام عرب کی طرف قصد وارادہ ہے تا کہ وہ حضرات جو اہل لغت میں سے نہیں ہیں فصاحت میں اہل لغت کے ساتھ شامل ہو جائیں۔ بعض شارحین نے اس علم کا نحو نام رکھنے کی یہ وجہ بیان کی ہے کہ ابو اسود دئلی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایک روز ایک مرد سے سنا کہ وہ آیت اِنَّ اللّٰهَ برئٌ من المشرکین ورسولُہ میں رسولہ کے لام کو جر کے ساتھ پڑھتا ہے وہ یہ سن کر غصہ ہوئے اور فرمایا کہ اس طرح پڑھنا کفر ہے اس لئے کہ اس سے لازم آتا ہے کہ اللہ مشرکین اور اپنے رسول سے بیزار ہے۔ اس کے بعد وہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ قصہ بیان کیا اور کہا کہ نَحَوْتُ اَنْ اَضَعَ مِیْزَانًا لِلْعَرَبِ لِیَقُوْموا اَلْسِنَتَهُمْ یعنی میں ارادہ رکھتا ہوں کہ اہل عرب کے لئے ایک میزان اور قانون بناؤں جس کے ذریعے وہ اپنی زبان کو ٹھیک رکھیں۔ حضرت علی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اُقْصُدْ نَحْوَهٗ (اس کی طرف تم ارادکرو) پس ان قواعد وضابط کا نام نحو تبرکاً رکھ دیا۔

قولہ عِلْمٌ لغت میں بمعنی جاننا۔

قولہ باصول یہ متلبسٌ کے متعلق ہو کر علم کی صفت ہے ای علمٌ متلبسٌ باصول الخ اور یہ اس وقت ہے کہ جب علم سے اس کے معنی اصطلاحی قواعد واصول مراد ہوں اور قول مصنف باصولِ اس کی صفت کاشفہ ہوگی اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ وہ علم کے متعلق ہو کر بنا بر مفعول بہ محلا منصوب ہو اور اس وقت علم سے مراد اس کے معنی لغوی ہوں گے جیسے قول باری تعالیٰ اَلَمْ یَعْلَمْ بِاَنَّ اللّٰهَ یَرٰی میں بِاَنَّ اللّٰهَ بنا بر مفعولیت محلا منصوب ہے۔ اور اصول جمع اصل کی ہے۔ اصطلاح میں وہ قاعدہ کلیہ ہے جو اپنی جزئیات پر منطبق ہو۔ اور قاعدہ اور ضابطہ اور قانون اور اصل سب ہم معنی ہیں۔

قولہ یعرف بھا الخ یہ جملہ فعلیہ صفت اصول کی ہے اور باحوال مرفوع ہے اور یُعْرَفُ کا نائب فاعل ہے۔ اور پھر

احوال مضاف اواخر کی طرف ہے اور اواخر مضاف الکلم کی طرف ہے اور الکلم مضاف الیہ موصوف ہے اور الثلث اس کی صفت ہے اور اَوَاخِرُ جمع آخر کی ہے اور کَلِم بفتح کاف وکسر لام جمع کلمہ کی ہے۔ جاننا چاہئے کہ علم کا استعمال کلیات میں ہوتا ہے اور معرفت کا جزئیات میں لہٰذا اصول کے ساتھ لفظ علم لائے۔ اس لئے کہ اصول امور کلیہ ہیں اور احوال کے ساتھ لفظ معرفت لائے اس واسطے کہ احوال سے مراد مواد جزئیہ ہیں جن میں یہ اصول استعمال کئے جاتے ہیں۔

قوله من حيث الاعراب والبناء جار ومجرور متعلق یعرف کے ہے اور یہ احوال کا بیان ہے۔

قوله وكيفيتُ مرفوع ہے۔ اور احوال كلم الثلثِ پر معطوف ہے۔ پھر یہ ترکیب کی طرف مضاف ہے اور ترکیب بعض کی طرف مضاف ہے اور بعض ضمیر مجرور ھا کی طرف مضاف ہے۔

قوله يعرف بها احوالُ فصل ہے اس سے وہ علم خارج ہوگیا جس سے کلمہ کی ذات پہچانی جاتی ہے جیسے علم صرف اور نیز وہ علم خارج ہوگیا جس سے کلمہ کے معانی پہچانے جاتے ہیں۔ جیسے علم منطق اور علم معانی اور علم بیان۔

قوله من حيث الاعراب والبناء یہ تیسری فصل ہے اس سے وہ علم خارج ہوگیا جس سے کلمات کے احوال از روئے موافقت قافیہ وغیرہ معلوم ہوتے ہیں جیسے علم عروض وقوافی۔

قوله وكيفيت تركيب بعضها مع بعض یہ چوتھی فصل ہے اس سے وہ علم خارج ہوگیا جس سے مفردات کی کیفیت معلوم ہو جیسے علم ہیئت وعلم اشتقاق وعلم ہندسہ۔

قوله والغرض منه الخ علم نحو کی تعریف سے فارغ ہونے کے بعد اب مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ علم نحو کا فائدہ اور اس کی غرض بیان فرماتے ہیں کہ علم نحو سے غرض ذہن کو خطاء لفظی سے جو کلام عرب میں ہو بچانا ہے۔ غرض وہ ہے جس کی وجہ سے فاعل سے فعل صادر ہو۔

قوله الغرض منه مبتداء ہے اور قوله صيانت الذهن الخ خبر ہے اور صیانت مصدر ہے جو اپنے مفعول الذہن کی طرف مضاف ہے۔ اور عن الخطاء اللفظى متعلق صیانت کے ہے۔

قوله فى كلام العرب یہ الواقع کے متعلق ہو کر الخطاء کی دوسری صفت ہے اور اس کی پہلی صفت اللفظی ہے۔ مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے خطاء کو لفظی کے ساتھ مقید کیا تا کہ خطاء صرفی اور معنوی اور فکری سے احتراز ہو جائے۔ کیونکہ خطاء صرفی سے بچانا علم صرف کی غرض ہے اور خطاء معنوی سے بچانا علم معانی اور علم بیان کی غرض ہے اور خطاء فکری سے بچانا علم منطق کی غرض ہے۔

قوله وموضوعه الخ علم نحو کی تعریف اور اس کی غرض بیان کرنے کے بعد اب مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ اس کا موضوع بتلاتے ہیں کہ علم نحو کا موضوع کلمہ اور کلام ہے اور موضوع علم اصطلاح میں وہ ہے جس کے عوارض ذاتیہ سے اس علم میں بحث کی جائے جیسے علم طب کا موضوع بدن انسان ہے پس علم نحو میں کلمہ اور کلام کے عوارض ذاتیہ مثلاً منصرف وغیر منصرف

اور معرب و مبنی اور تثنیہ وجمع اور تذکیر و تانیث وغیرہ سے بحث کی جائے گی۔

فصلٌ الکلمةُ لفظٌ وُضِعَ لِمَعْنًی مفردٌ وهی منحصرةٌ فی ثلثةِ اقسامٍ اسمٍ وفِعْلٍ و حرفٍ لانِها امَّا ان لا تَدُلَّ علی معنًی فی نفسها وهوا لحرفُ او تَدُلَّ علی معنًی فی نفسها ویقترن معناها بأَحَدالازمنةِ الثلثةِ وهو الفعل اوتَدُلَّ علی معنًی فی نفسها ولم یفترن معناها به وهو الاسم.

ترجمہ: ''دوسری فصل۔کلمہ وہ لفظ ہے جو معنی مفرد کے لئے وضع کیا گیا ہو اور وہ تین قسموں پر منحصر ہے۔ اسم فعل اور حرف اس لئے کہ وہ کلمہ یا تو اپنی ذات میں کسی معنی پر دلالت نہیں کرے گا۔ اور وہ حرف ہے۔ یا اپنی ذات میں کسی معنی پر دلالت کرے گا اور اس کے معنی تینوں زمانوں میں سے کسی ایک کے ساتھ ملے ہوئے ہوں گے۔ اور وہ فعل ہے۔ یا اپنی ذات میں کسی معنی پر دلالت کرے گا اور اس کے معنی کسی زمانہ کے ساتھ ملے ہوئے نہ ہوں گے۔ اور وہ اسم ہے۔''

قوله الکلمةُ لفْظ الخ مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے بحثِ کلمہ کو بحثِ کلام پر مقدم کیا۔ اس لئے کہ کلمہ کلام کا جزء ہے۔ کیونکہ کلام کلموں سے مرکب ہوتا ہے اور جزء کل پر طبعاً مقدم ہوا کرتا ہے لہٰذا مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے بحث کلمہ کو مقدم کیا۔ اور کہا کہ الکلمة لفظ الخ کلمة لغت میں بمعنی یک سخن و یک قصیدہ تمام و کمتر ازاں هٰکذافی منتهی الارب اور اصطلاح نحات میں وہ لفظ ہے جو معنی مفرد کے لئے وضع کیا گیا ہو۔ الکلمة پر الف لام جنس کا ہے نہ استغراق کا اس لئے کہ تعریف حقیقت کی ہوتی ہے نہ افراد کی اور تاء وحدت نوعیہ کی ہے اس لئے کہ کلم بدون تاء وحدت اسم جنس ہے جس کا اطلاق باعتبار وضع کلمہ شہادت پر اور کلمہ منطقی پر (جو صرف فعل ہے) اور کلمہ لغویہ پر (وهی ماینطق به الانسانُ مفرداً اومرکباً) وہ ہے جس کو انسان بولے مفرد ہو یا مرکب۔ اور کلمہ نحویہ پر (وهی کل لفظٍ وضع لمعنی مفرد) صحیح ہے پس جب اس پر تاء داخل ہوئی تو اس نے وحدت نوع غیر معین کا فائدہ دیا اور پھر بحسب مقام تعریف نوع معین ہو جاتی ہے اور وہ نوع معین یہاں کلمہ نحویہ ہے پھر جب اس پر لام جنس داخل ہوا تو اس نے نفس ماہیت کلمہ نحویہ کی طرف اشارہ کیا پس معنی یہ ہوں گے کہ جنس کلمہ نحویہ اور اس کی ماہیت لفظٌ وضع بمعنی مفرد ہے۔ جاننا چاہئے کہ کلمہ اور کلام بعض کے نزدیک کِلْم بسکون لام بمعنی زخمی کرنا سے مشتق ہیں۔ وجہ مناسبت یہ ہے کہ بعض کلمات کے معانی بھی زخم کی طرح نفس میں اثر کرتے ہیں جیسے زخم سے تکلیف ہوتی ہے اسی طرح بعض کلمات کے معانی سے بھی تکلیف ہوتی ہے۔ کسی شاعر نے ان کی بعض تاثیرات کو اپنے شعر میں زخم سے تعبیر کیا ہے

(چھری کا تیر کا تلوار کا تو گھاؤ بھرا
لگا جو زخم زبان کا رہا ہمیشہ ہرا)

اور بعض کے نزدیک یہ دونوں نہ تو کلم سے مشتق ہیں اور نہ مشتق منہ ہیں بلکہ خود مستقل کلمے ہیں۔ اور کَلِم بکسر لام بغیر تاء جمہور کے نزدیک اسم جنس ہے جیسے تمر اسم جنس تمرةٌ کا ہے اور بعض کے نزدیک جمع ہے۔

قوله لفظ مصدر ہے بمعنی رَمْیٌ پھینکنا اور ڈالنا خواہ پھینکنا اور ڈالنا ذوی العقول سے ہو جیسے اَكَلْتُ التمرةَ ولَفَظْتُ النواةَ (میں نے چھوارے کو کھایا اور گٹھلی کو پھینک دیا) یا غیر ذوی العقول سے جیسے لَفَظَتِ الرحیٰ الدقیقَ (چکی نے آٹے کو پھینک دیا) پھر یہ بمعنی ملفوظ مستعمل ہونے لگا اور اس جگہ یہی مراد ہے جیسے قولٌ بمعنی مقولٌ اور جیسے کہا جاتا ہے الدینارُ ضربُ الامیر ای مضروبه اور اصطلاح نحات میں مَایَتَلَفَّظ بِه الانسانُ حقیقةً کَانَ او حکماً مهملاً کان او موضوعاً مفرداً کانَ اومرکباً کو کہتے ہیں یعنی وہ چیز جس کا انسان تلفظ کرے خواہ وہ تلفظ حقیقتاً ہو جیسے زید وعمر یا حکماً ہو جیسے اِضْرِبْ میں اَنْتَ ضمیر مستتر اور زیدٌ ضَرَبَ میں ہو ضمیر مستتر اور خواہ وہ چیز مہمل ہو جیسے طبق کہ اس کے کوئی معنی نہیں ہیں یا موضوع جیسے ضَرَبَ اور خواہ وہ مفرد ہو جیسے ہمزہ استفہام یا مرکب جیسے زیدٌ قَائِمٌ اگر کوئی اعتراض کرے کہ تعریف لفظ میں انسان کی قید ہے۔ لہٰذا تعریف لفظ سے اللہ تعالیٰ اور ملائکہ اور جنات کے کلمات خارج ہو جائیں گے۔ حالانکہ وہ بھی لفظ ہیں جواب یہ ہے کہ تعریف لفظ میں جو مَایَتَلَفَّظُ به الانسانُ ہے اس سے مراد مَایُمْكِنُ اَنْ يَتَلَفَّظ به الانسانُ ہے یعنی وہ چیز جس کا تلفظ کرنا انسان کے لئے ممکن ہو پس اس وقت یہ تعریف اللہ تعالیٰ اور ملائکہ اور جنات کے کلمات کو بھی شامل ہو جائے گی اس لئے کہ ان کے کلمات کا تلفظ کرنا انسان کے لئے ممکن ہے اور وہ ان کلمات کا تلفظ کر سکتا ہے اگر کوئی اعتراض کرے الکلمةُ مبتداء ہے اور لفظٌ اپنی صفت وضع الخ سے مل کر خبر ہے مبتداء اور خبر کے درمیان تذکیر وتانیث میں مطابقت ضروری ہے اور یہاں الکلمةُ مؤنث ہے اور لفظ مذکر جواب یہ ہے کہ مطابقت اس وقت ضروری ہے جب کہ خبر مشتق ہو اور جب وہ مشتق نہ ہو تو ضروری نہیں اور یہاں لفظ مصدر ہے نہ کہ مشتق۔

قوله وضع یہ ماضی مجہول کا صیغہ ہے اور لفظ کی صفت ہے مصدر وَضْعٌ ہے لغت میں بمعنی رکھنا اصطلاح میں یہ ہے کہ ایک شئ کو کسی دوسری شئے کے لئے اس طرح سے خاص کرنا کہ جب پہلی شئ (یعنی مخصَّص) کا اطلاق یا احساس کیا جائے تو دوسری شئ (یعنی مخصَّص له) سمجھی جائے۔ جیسے زیدٌ بمقابلہ ذات خاص جس کا یہ نام ہے پس جس چیز پر یہ تعریف صادق آئے گی وہ موضوع ہوگی ورنہ مہمل ہوگی۔ تعریف وضع میں اطلاق اور احساس دونوں لائے گئے کسی ایک پر اکتفاء نہیں کیا تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ موضوع دو قسم پر ہے ایک لفظ بمقابلہ معنی کے جس کی طرف اطلاق کیا جائے سے اشارہ کیا ہے دوسرے غیر لفظ جس کی طرف احساس کیا جائے سے اشارہ کیا ہے جیسے دوال اربع۔

قوله لمعنیً یہ وضع کے متعلق ہے اور معنی بواسطہ حرف جر لام مفعول بہ ہے معنی لغت میں بمعنی مراد و مقصود ہے اور یہ عنایت سے مشتق ہے بمعنی (قصد کرنا) اصطلاح میں مَایُقْصَدُ مِنَ اللَّفْظِ ہے یعنی وہ چیز جس کا لفظ سے ارادہ اور قصد کیا جائے۔ اور معنی باعتبار لغت یا تو اسم مکان ہے بروزن مفعلٌ بمعنی مقصد یا مصدر میمی ہے بمعنی مفعول یا اسم مفعول کا صیغہ ہے کہ اس کی اصل معنوی ہے واو اور یاء ایک کلمہ میں جمع ہوئے ان میں سے پہلا ساکن تھا واو کو یاء کیا پھر یاء کو یاء میں ادغام کر دیا اس کے بعد ضمہ نون کو یاء کی مناسبت کی وجہ سے کسرہ سے بدل لیا معنیٌ ہوا (بکسر نون وتشدید یا) بعد میں خلاف قیاس تخفیف کر لی گئی۔ بایں طور کہ پہلے ایک یاء کو حذف کر دیا پھر کسرہ نون کو فتحہ سے بدل لیا پھر دوسری یاء کو الف سے بدلا پھر الف التقاء ساکنین کی وجہ سے گر گیا۔ معنیً ہوا۔

قوله مفرد اس میں رفع اور نصب اور جر تینوں اعراب جاری ہو سکتے ہیں۔ جر کی صورت میں یہ معنی کی صفت ہوگی اور اس وقت مفرد کے معنی یہ ہوں گے کہ معنی مفرد وہ ہے جس کے لفظ کا جزء معنی کے جزء پر نہ دلالت کرے پس ایسے معنی کو معنی مفرد کہیں گے جیسے زیدٌ کہ اس لفظ کے تین جزء ہیں زاء اور یاء اور دال اور اس کے معنی حیوان ناطق مع تشخص ہیں اس کے بھی تین جزء ہیں حیوان اور ناطق اور تشخص ظاہر ہے کہ زاء حیوان پر اور یاء ناطق پر اور دال تشخص پر دلالت نہیں کرتے۔ بلکہ مجموعہ لفظ زید مجموعہ حیوان ناطق مع تشخص پر دلالت کرتا ہے پس ایسے معنی کو معنی مفرد کہتے ہیں۔ رفع کی صورت میں لفظ کی دوسری صفت ہوگی اور اس وقت مفرد کے معنی یہ ہوں گے کہ لفظ مفرد وہ ہے جس کا جزء معنی کے جزء پر نہ دلالت کرے۔ نصب کی صورت کو اگرچہ متاخرین کا رسم خط مساعدت نہیں کرتا (اس لئے کہ متاخرین نصب کی صورت میں اس لفظ کی تنوین کو جس پر تنوین کا آنا ممنوع نہیں ہے الف کی صورت میں لکھتے ہیں اور یہاں یہ لفظ مفرد ایسا ہی ہے لیکن اس کی تنوین بصورت الف نہیں لکھی گئی) لیکن اس صورت میں وہ یا تو وضع کی ضمیر سے حال ہوگا یا معنیً سے جو بواسطہ حرف جر لام مفعول بہ ہے۔

قوله لفظ جنس ہے الفاظ مہملہ اور الفاظ موضوعہ مفردہ اور الفاظ موضوعہ مرکبہ خواہ کلامیہ ہوں۔ جیسے زیدٌ قائمٌ یا غیر کلامیہ جیسے غُلَامُ زَيْدٍ سب کو شامل ہے۔

قوله وضع یہ فصل ہے اس سے الفاظ مہملہ اور وہ الفاظ جو بالطبع کسی چیز پر دلالت کرتے ہیں خارج ہو گئے۔ جیسے اُح اُح کہ یہ بالطبع کھانسی پر دلالت کرتے ہیں نہ بالوضع۔

قوله بمعنی اس سے حروف تہجی الف با تا وغیرہ خارج ہو گئے اس لئے کہ یہ ترکیب کے لئے وضع کئے گئے ہیں نہ معنی کے لئے۔

قوله مفرد اس سے مرکبات کلامیہ جیسے زَيْدٌ قَائِمٌ اور مرکبات غیر کلامیہ جیسے غُلَامُ زَيْدٍ اور قَائِمَةٌ خارج ہو گئے۔ اس لئے کہ ان کا جزء لفظ جزء معنی پر دلالت کرتا ہے۔ جیسے قَائِمَةٌ میں قائمٌ من له القيام پر دلالت کرتا ہے (وہ ذات جس کے لئے قیام ہے) اور تاء تانیث پر جاننا چاہئے کہ لفظ اور وضع میں عموم وخصوص من وجہ کی نسبت ہے۔ زید پر

دونوں صادق آتے ہیں اور دیز پر صرف لفظ صادق آتا ہے نہ وضع، اس لئے کہ وہ لفظ تو ہے لیکن کسی معنی کے لئے موضوع نہیں ہے بلکہ مہمل لفظ ہے۔ اور دوال اربع پر صرف وضع صادق آتی ہے نہ لفظ اس لئے کہ یہ الفاظ نہیں ہیں۔

قولہ وھی منحصرۃٌ الخ اور کلمہ تین قسموں میں منحصر ہے۔ اسم، فعل اور حرف۔

قولہ اسمٌ وفعلٌ و حرفٌ ان میں تینوں اعراب رفع نصب اور جر جاری ہو سکتے ہیں۔ رفع تو مبتداء محذوف کی خبر ہونے کی بنا پر ای احدُھا اسمٌ و ثانیھا فعلٌ وثالثھا حرفٌ۔ نصب فعل اَعْنِیْ کا مفعول ہونے کی بنا پر اَعْنِیْ واحد متکلم کا صیغہ ہے ای اَعْنِیْ اِسماً و فِعْلاً و حَرْفاً اور جر اقسامٍ سے بدل ہونے کی بنا پر صورت جر اَوْلیٰ ہے۔ اس لئے کہ اس میں محذوف نہیں ماننا پڑتا۔

قولہ لا نھا اما ان تدل الخ یہ کلمہ کے تینوں قسموں میں منحصر ہونے کی دلیل ہے۔ اور لانّھا کا لام منحصرۃٌ کے متعلق ہے۔ یعنی کلمہ تین قسموں اسم فعل اور حرف میں منحصر ہے۔ اس لئے کہ کلمہ کی حالت یہ ہوگی کہ وہ یا تو اپنے معنی پر بذات خود دلالت نہ کرے گا یعنی وہ اپنے معنی پر دلالت کرنے میں دوسرے کلمہ کا محتاج ہوگا۔ وہ حرف ہے۔ یا وہ اپنے معنی پر بذات خود دلالت کرے گا۔ (یعنی وہ اپنے معنی پر دلالت کرنے میں کسی دوسرے کلمہ کا محتاج نہ ہوگا بلکہ اس سے اس کے معنی خود بخود بغیر کسی دوسرے کلمہ کے ملائے سمجھ میں آجاتے ہوں)۔ درانحالیکہ وہ معنی تین زمانوں (ماضی، حال اور استقبال) میں سے کسی ایک کے ساتھ مقترن ہوں وہ فعل ہے یا وہ اپنے معنی پر بذات خود دلالت کرے گا۔ درانحالیکہ وہ معنی تین زمانوں میں سے کسی ایک زمانہ کے ساتھ مقترن نہ ہوں وہ اسم ہے اگر کوئی اعتراض کرے کہ اَنَّ حرف مشبہ بفعل ہے۔ جو مبتداء اور خبر پر (جس میں سے پہلے کو اس کا اسم اور دوسرے کو اس کی خبر کہتے ہیں) داخل ہوا کرتا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ خبر مبتداء پر محمول ہوا کرتی ہے۔ لہٰذا اَنَّ کی خبر ہی اس کے اسم پر محمول ہوگی لیکن یہاں ایسا نہیں ہے اس لئے کہ لانّھا کی ضمیر جو الکلمۃ کی طرف لوٹ رہی ہے اَنَّ کا اسم ہے اور اَنْ لا تدلَّ بتاویل مصدر اَنَّ کی خبر ہے پس کلام کے معنی یہ ہوں گے کہ لِاَنّھا امَّا عَدَمُ دلالتھا علیٰ معنی فی نفسھا اور صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ اس وقت مصدر کا حمل ذات پر ہوگا جو ناجائز ہے۔ جیسے زیْدٌ عِلْمٌ کہنا ناجائز ہے۔ پس عدم دلالتھا کا حمل ہا ضمیر پر جس سے مراد الکلمۃ ہے صحیح نہیں ہے جواب یہ ہے کہ اَنَّ کے اسم سے مضاف محذوف ہے ای لِاَنَّ حَالَھَا اَمَّا عدمُ دلالتھا علیٰ معنیً فی نفسھا تینوں جگہ پر معنی موصوف ہے اور فی نفسھا متعلق حاصل کے ہو کر صفت ہے۔ تقدیر اس طرح ہوگی کہ علی معنیً حاصلٍ فی نفسھا اور معنی کا نفس کلمہ میں ہونے کے یہ معنی ہیں کہ وہ کلمہ بذات خود دوسرے کلمہ سے ملے بغیر اپنے معنی پر دلالت کرے اور وہ معنی اس کلمہ سے خود بخود دوسرے کلمہ کے ملائے بغیر سمجھ میں آجائیں اور یہ بھی ممکن ہے کہ فی نفسھا تدلُّ کے متعلق ہو اور فی بمعنی باء ہو ای تدلُّ علیٰ معنی بنفسھا لابضمّ ضمیمۃ بخلاف الحرف فانہ یدلُّ بضمِ ضمیمۃ۔

قولہ ویقترن معناھا الخ یہ جملہ فعلیہ ہو کر معنیً سے حال ہے۔
قولہ ولم یقترن معناہ بہ الخ یہ بھی جملہ فعلیہ ہو کر معنی سے حال ہے۔

فحد الاسم کلمة تدل علی معنی نفسها غیر مقترن باحدا لازمنةِ الثلٰثةِ اعنی الماضیَ و الحالَ والا ستقبالَ کرجلٍ عِلْمٍ وعلامَتُہٗ صحّةُ الِاخْبَارِ عنه نحو زیدٌ قائمٌ و الاضافةُ نحو غلامُ زَیْد ودخولُ لامِ التعریفِ کالرجلِ والجرِّ والتنوینِ نحو بزیدٍو التثنیةُ والجمعُ والنعتُ والتصغیرُ والنداءُ فاِنَّ کلَّ ھذہ خواصُ الا سمِ ومعنی الاخبارِ عنه اَنْ یکونَ محکومًا علیه لکونهِ فاعلاً اَومفعولاً اومبتداً ویسمیٌّ اسْمًا لِسِمْوِہ علی قَسِیْمَیْهِ لالکونه وسْمًا علی المعْنی.

ترجمہ: ''پس اسم کی تعریف اسم وہ کلمہ ہے جو ایسے معنی پر دلالت کرے جو اس کی ذات میں پائے جاتے ہوں اور تینوں زمانوں میں سے کسی ایک کے ساتھ ملا ہوا نہ ہو یعنی ماضی حال اور استقبال جیسے رجل اور عالم۔ اور اس کی علامت اس کے بارے میں خبر دینے کا صحیح ہونا ہے جیسے زیدٌ قائمٌ اور اضافۃ جیسے غلامُ زید اور لامِ تعریف کا داخل ہونا جیسے الرجل اور جر اور تنوین کا داخل ہونا جیسے بزیدٍ اور تثنیہ و جمع ہونا اور صفت اور تصغیر اور ندا ہونا۔ پس۔ بے شک ان میں سے ہر ایک اسم کے خواص ہیں۔ اور اخبار عنه کا معنی یہ ہے کہ وہ محکوم علیہ ہو کیونکہ وہ فاعل یا مفعول یا مبتدا ہوگا۔ اور اس کا نام اسم رکھا گیا اس کے اپنے دونوں قسیموں پر بلند ہونے کی وجہ سے نہ اس کے معنی پر علامت ہونے کی وجہ سے۔''

قولہ فَحَدُّ الاسم کلمةٌ الخ اس پر فاء محذوف کے جواب میں ہے۔ ای اذا بیّنّا دلیلَ الحصرِ فحدُّ الاسمِ یعنی جبکہ ہم نے دلیل حصر کو بیان کر دیا تو اسم کی تعریف کلمةٌ تدلُّ الخ ہے۔ حَدّ لغت میں بمعنی روکنا لیکن عرف نحات میں حد سے مراد تعریف ہے جو جامع اور مانع ہو۔ جامع بمعنی جمع کرنے والا مانع بمعنی روکنے والا یعنی وہ اس شے کے تمام افراد کو جس کی وہ تعریف ہو جمع کرنے والی اور اپنے اندر لینے والی ہو اور غیر افراد کو داخل ہونے سے روکنے والی ہو۔

قولہ فحدّ الاسم مبتداء ہے اور کلمة تدلّ الخ خبر ہے اور مصدر جب مبتداء ہوتا ہے تو اس کی خبر مذکر اور مؤنث دونوں ہو سکتی ہیں۔

اور قولہ کلمة موصوف ہے اور تدل علی معنی فی نفسها صفت ہے۔

قولہ فی نفسها یہ کائن کے متعلق ہو کر معنی کی پہلی صفت ہے۔ اس میں یہ بھی ممکن ہے کہ یہ تدلُ کے متعلق ہو

اور فی بمعنی باء ہو ای تدلُّ علیٰ معنیً بنفسها لا بضم ضمیمة۔

اور قوله غیرِ مقترن الخ یہ معنی کی دوسری صفت ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اسم وہ کلمہ ہے جو اس معنی پر جو اس کے نفس میں ہیں دلالت کرے (یعنی وہ اپنے معنی پر بذات خود دلالت کرے اور اپنے معنی بتلانے میں کسی دوسرے کلمہ کا محتاج نہ ہو اور اس کے معنی بغیر کسی دوسرے کلمہ کے ملائے سمجھ میں آجاتے ہوں اور وہ معنی باعتبار وضع) تین زمانوں، ماضی، حال اور استقبال میں سے کسی ایک زمانہ کے ساتھ (بھی) مقترن نہ ہوں۔

قوله کلمة جنس ہے جو اسم اور فعل اور حرف کو شامل ہے اور قول معنی فی نفسها سے حرف خارج ہوگیا۔ اور قول غیر مقترن باحدا لازمنة الثلاثة سے فعل خارج ہوگیا۔

قوله غیر مقترن الخ اس سے مراد یہ ہے کہ اسم باعتبار وضع میں زمانوں میں سے کسی ایک زمانہ کے ساتھ بھی وابستہ نہ ہو پس تعریف اسم میں وہ اسماء جن میں استعمالاً زمانہ پایا جاتا ہے۔ نہ وضعاً داخل رہیں گے جیسے اسم فاعل اور اسم مفعول جیسے زَیْدٌ ضارِبٌ عمرواً غداً (زید عمر کو کل مارنے والا ہے) اور زَیْدٌ مضروبٌ غلامُه غداً (زید کا غلام کل مارا جائے گا) اور جیسے اسماء افعال اور وہ افعال جن میں وضع کے وقت زمانہ تھا لیکن اب استعمال میں ان سے زمانہ جاتا رہا تعریف اسم سے خارج رہیں گے۔ جیسے نِعْمَ اور بِئْسَ وغیرہ۔

قوله اعنی الماضی والحال الخ یہ الازمنة الثلاثة کا بیان ہے اور اَعْنِیْ مضارع سے واحد متکلم کا صیغہ ہے بمعنی میں مراد لیتا ہوں۔

قوله کرجل وعلمٍ مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ اسم کی دو مثالیں لائے پہلی مثال اسم جامد کی ہے اور دوسری مثال مصدر کی رجلٌ یعنی مرد اور عِلْمٌ بمعنی جاننا۔

قوله وعلامتُه صحةُ الاخبار عنه الخ علامته مبتداء ہے اور صحة الاخبار عنه خبر ہے۔ مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ لفظ علامت جو واحد ہے لائے حالانکہ اسم کی علامات بہت ہیں۔ اس لئے کہ علامت اسم جنس ہے جو اپنے تمام افراد کو شامل ہے لہٰذا جمع لانے کی ضرورت نہیں۔ اور اسم کی علامت اور نشانی یہ ہے کہ اس سے خبر دینا صحیح اور درست ہو یعنی اس میں یہ لیاقت ہو کہ وہ محکوم علیہ ہو سکے۔ نہ یہ کے وہ فی الحال محکوم علیہ ہو۔ پس زیدٌ اور بکرٌ وغیرہ جو فی الحال ترکیب اسنادی میں واقع نہیں ہو رہے ہیں اسم ہوں گے اس لئے کہ یہ گو فی الحال ترکیب اسنادی میں واقع ہو کر محکوم علیہ نہیں ہو رہے ہیں لیکن ان میں یہ لیاقت اور قابلیت ہے کہ وہ محکوم علیہ ہو سکتے ہیں۔ اسی واسطے مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ لفظ صحت لائے ہیں۔

قوله زیدٌ قائِمٌ (زید کھڑا ہے) اس میں زیدٌ مخبر عنہ یعنی محکوم علیہ ہے اور قائِمٌ مخبر بہ یعنی محکوم بہ ہے اسم کی علامت مخبر عنه ہونا اس لئے ہے کہ فعل ہمیشہ صرف مخبر بہ ہونے کے لئے وضع کیا گیا ہے پس اگر فعل مخبر عنہ کیا جائے تو خلاف وضع لازم آئے گا رہا حرف وہ وضعاً نہ مخبر عنہ ہوتا ہے اور نہ مخبر بہ یہ اسم کی علامت معنوی ہے۔

قولہ والاضافۃُ اس کا عطف صحت پر ہے اضافت سے اس جگہ مراد کونُ الشیءِ مضافاً بتقدیر حرف الجر ہے اور اسم کی علامت اضافت ہے۔ یعنی اس کا بتقدیر حرف جر مضاف ہونا جیسے غلامُ زیدٍ (زید کا غلام) اصل میں غلامٌ لزیدٍ تھا...... اس میں غلام مضاف ہے اور زید مضاف الیہ اور اضافت اسم کی علامت اس لئے ہے کہ اضافت یا تو تعریف کے لئے ہوتی ہے یا تخصیص کے لئے جب کہ اضافت معنویہ ہے۔ یا تخفیف کے لئے جب کہ اضافت لفظیہ ہے اور یہ تینوں چیزیں اسم کے ساتھ خاص ہیں لہٰذا اضافت بھی اسم کے ساتھ خاص ہوگی۔ یہ بھی اسم کی علامت معنوی ہے۔ اور بتقدیر حرف جر کی قید اس لئے لگائی ہے کہ بحرف جر لفظی فعل بھی مضاف ہوتا ہے جیسے مررتُ بزیدٍ میں مررتُ فعل بواسطہ حرف جر باء جو لفظاً ہے زید کی طرف مضاف ہے۔ مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے اضافت کے ساتھ تقدیر حرف جر کی قید بیان نہیں کی۔ حالانکہ اس کے ساتھ یہ قید ضروری تھی۔ اس لئے کہ اضافت جب مطلق (یعنی بغیر قید) بولی جاتی ہے تو اس سے مراد اضافت بتقدیر حرف جر ہوتی ہے لہٰذا اس کے ساتھ اس قید کی ضرورت نہیں رہی۔ جاننا چاہئے کہ بعض نحات اس طرف گئے ہیں کہ مضاف ہونا اسم کی علامت اور اس کا خاصہ ہے نہ کہ مضاف الیہ ہونا بھی اس لئے کہ مضاف الیہ جیسا کہ اسم ہوتا ہے اسی طرح فعل یا جملہ فعلیہ بھی ہوتا ہے۔ جیسے قول باری تعالیٰ یَوْمَ یَنْفَعُ الصَّادِقِیْنَ صِدْقُھُمْ میں یَوْمَ مضاف اسم ہے اور مضاف الیہ یا تو فعل یَنْفَعُ ہے یا پورا جملہ فعلیہ ہے اور بعض اس طرف گئے ہیں کہ مضاف اور مضاف الیہ دونوں ہونا...... اسم کی علامت ہے اور وہ اس جیسی آیتوں کو مصدر کی تاویل میں کرتے ہیں۔ یعنی یَوْمَ نفع الصَّادِقِیْنَ صدقھم۔

قولہ ودخول لام التعریف اور اسم کی علامت لام تعریف کا داخل ہونا ہے۔ یعنی ہر وہ کلمہ جس پر لام تعریف ہو اسم ہے یہ اسم کی علامت لفظی ہے۔ اس لئے کہ لفظ میں لام کی زیادتی پائی گئی۔ اور لام تعریف اسم کی علامت اور اس کا خاصہ اس لئے ہے کہ وہ تعریف کا فائدہ دیتا ہے اور تعریف اسم کے ساتھ خاص ہے فعل اور حرف میں متصور نہیں ہوتی۔ مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے لام تعریف کہا تاکہ لام امر اور لام ابتداء اور لام تاکید اور لام جواب سے احتراز ہو جائے۔ جاننا چاہئے کہ حرف تعریف میں نحات کا اختلاف ہے۔ سیبویہ اس طرف گئے ہیں کہ حرف تعریف صرف لام ہے۔ اور ہمزہ شروع میں ابتداء بسکون کے متعذر ہونے کی وجہ سے زیادہ کیا جاتا ہے۔ اور خلیل کے نزدیک حرف تعریف مجموعہ الف ولام یعنی آلْ ہے اور مبرد کے نزدیک حرف تعریف صرف ہمزہ ہے اور لام کو اس کے بعد ہمزہ تعریف اور ہمزہ استفہام کے درمیان فرق کرنے کے لئے زیادہ کیا جاتا ہے۔ چونکہ مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مذہب سیبویہ پسندیدہ ہے۔ لہٰذا انہوں نے اس کو اختیار فرمایا اور لام التعریف کہا۔

قولہ والجر اس کا عطف لام التعریف پر ہے ای دخولُ الجر والتنوین اور دخول سے یہاں مراد مجازاً (بعلاقہ عروض) لحوق ہے۔ اس لئے کہ جر اور تنوین آخر میں لاحق ہوتے ہیں۔ اور دخول شروع میں ہوتا ہے اور لحوق آخر

میں۔اور جر اسم کی علامت اس لئے ہے کہ وہ حرف جر کا اثر ہے اور حرف جر صرف اسم پر داخل ہوتا ہے۔لہٰذا اس کا اثر بھی اسم کے ساتھ خاص ہوگا۔جیسے لِزَیْدٍ اس کے آخر میں دال پر جر ہے جو لام حرف کی وجہ سے آیا ہے۔اور اسم کی علامت تنوین کا لاحق ہونا ہے۔جیسے زید کہ اس کے آخر میں تنوین ہے اور تنوین کی علامت دوز بر دوز یر اور دو پیش ہے اُجر اور تنوین دونوں اسم کی علامت لفظی ہیں۔اور تنوین پانچ قسم کی ہوتی ہے۔تنوین ترنم تنوین تمکن۔تنوین تنکیر، تنوین عوض، تنوین مقابلہ، تنوین ترنم فعل پر بھی آتی ہے جیسا کہ بحث حروف میں آئے گا۔رہیں باقی چار تنوین یہ اسم کے ساتھ خاص ہیں اور تنوین سے یہاں مراد یہ ہی چار تنوینیں ہیں اور یہ چاروں تنوینیں اسم کی علامت اس لئے ہیں کہ یہ چاروں تنوینیں جن چیزوں کے لئے آتی ہیں۔ (جیسا کہ بحث حروف میں آئے گا) وہ صرف اسم میں پائی جاتی ہیں۔لہٰذا یہ تنوینیں بھی اسم کے ساتھ خاص ہوں گی۔

قوله بزیدٍ یہ جر اور تنوین دونوں کی مثال ہے۔اور زید پر جر باء حرف جر کی وجہ سے آیا ہے۔

قوله والتثنیة والجمع الخ یہ دخول پر معطوف ہیں اور اسم کی علامت تثنیہ اور جمع ہے اس لئے کہ تثنیہ اور جمع تعدد پر دلالت کرتے ہیں۔اور تعدد اسم میں ہوتا ہے۔فعل میں نہیں ہوتا جیسے رَجُلَانِ (دو مرد) رجلٌ کا تثنیہ ہے۔اور جیسے رِجَالٌ (بہت سے مرد) رجلٌ کی جمع ہے۔اگر کوئی اعتراض کرے کہ تثنیہ اور جمع جو اسم کی علامات میں سے ہیں فعل میں بھی پائے جاتے ہیں جیسے ضَرَبَا اور ضَرَبُوا اس کا جواب یہ ہے کہ فعل ہمیشہ مفرد ہوتا ہے۔تثنیہ اور جمع نہیں ہوتا۔اور ظاہر میں جو تثنیہ اور جمع معلوم ہوتا ہے۔وہ درحقیقت فعل کے فاعل کا تثنیہ اور جمع ہے اور وہ اسم ہے۔پس ضَرَبَا میں الف تثنیہ کی ضمیر بارز ہے جو اس کا فاعل ہے اور اسم ہے۔اور ضَرَبُوا میں واو جمع کی ضمیر بارز ہے جو اس کا فاعل ہے اور اسم ہے۔اسی طرح یَضْرِبَانِ اور یَضْرِبُوْنَ میں۔خلاصہ یہ کہ ضَرَبَا اور ضَرَبُوْا اسم اور فعل سے مرکب ہیں۔

قوله والنعتُ اور اسم کی علامت نعت ہے۔جیسے جَائَنِی رجلٌ عَالِمٌ میں عالم نعت اور صفت رجل کی ہے۔ جاننا چاہئے کہ نحات نے موصوف ہونا اسم کی علامت اور اس کا خاصہ قرار دیا ہے۔اور صفت ہونا اسم کی علامت قرار نہیں دی۔ اس لئے کہ صفت فعل بھی ہوتی ہے۔لیکن مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ اس طرف گئے ہیں کہ صفت ہونا اسم کی علامت ہے رہا یہ اعتراض کہ صفت فعل بھی ہوتی ہے۔جیسے جَاءَنِیْ رجلٌ یضربُ میں یضرب جملہ فعلیہ ہے۔اور رجُلٌ کی صفت ہے۔اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بتاویل مفرد ہے۔ای جَاءَنی رجلٌ ضاربٌ۔

قوله والتصغیرُ اور اسم کی علامت تصغیر ہے۔اس لئے کہ تصغیر قلت اور حقارت پر دلالت کرتی ہے۔اور معنی فعل اور حرف قلت اور حقارت کے قابل نہیں ہیں۔یہ اسم کی علامت لفظی ہے۔اور تصغیر لغت میں بمعنی (چھوٹا کرنا) اصطلاح میں کسی لفظ کا متغیر کرنا تا کہ وہ اپنی مدلول کی قلت یا حقارت پر دلالت کرے۔جیسے رَجُلٌ (مرد) کی تصغیر رُجَیْلٌ ہے بمعنی چھوٹا مرد۔

قوله والنداء اور اسم کی علامت نداء ہے۔اس لئے کہ نداء حرف نداء کا اثر ہے اور حرف نداء اسم ہی پر داخل ہوتا ہے۔ لہٰذا نداء بھی اسم کے ساتھ خاص ہوگی۔اور نداء لغت میں بمعنی (آواز دینا) اصطلاح میں یہ ہے کہ کسی کی توجہ کو اس حرف سے

طلب کرنا جو اَدْعُوْ کے قائم مقام ہو جیسے یازَیْدُ (اے زید) میں یا حرف نداء ہے جو فعل اَدْعُوْ کے قائم مقام ہے اور اَدْعُوْ فعل مضارع ہے بمعنی (میں بلاتا ہوں)۔

قوله فَاِنَّ کُلَّ هذه الخ فا شرط محذوف کے جواب میں ہے۔ ای اِذَاعَلِمْتَ اَنَّ الْمَذْکُوْرات عَلَامَاتُ الاِسْمِ اور خواصُّ جمع خاصَّةٌ کی ہے۔ یعنی جبکہ تم نے جان لیا کہ یہ چیزیں جو مذکور ہوئیں اسم کی علامات ہیں۔ پس جانو کہ یہ سب کے سب اسم کے خواص ہیں۔ مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول فَاِنَّ کَلَّ هذه الخ ایک اعتراض کا جواب ہے۔ اعتراض یہ ہے کہ علامت کسی شے کی وہ ہے جو اس شئے سے کبھی جدا نہ ہو۔ اور ہم دیکھتے ہیں کہ بہت سے اسماء ایسے ہیں جن پر تنوین اور لام تعریف داخل نہیں ہوتے جیسے ضمائر اور اسماء اشارۃ لہٰذا معلوم ہوا کہ یہ اسم کی علامت نہیں ہیں۔ مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے جواب دیا کہ علامت سے میری مراد خاصہ ہے اور خاصہ کسی چیز کا وہ ہے جو اس چیز کے سوا دوسری چیز میں نہ پایا جائے۔ اور اسم کے یہ خواص جو مذکور ہوئے۔ اگرچہ اسم کے بعض افراد میں نہیں پائے جاتے لیکن اسم کے سوا کسی اور چیز میں بھی نہیں پائے جاتے۔

قوله ومعنی الاخبار عنه الخ چونکہ مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول الاخبار عنه اور الاخبار به سے جو خاصیت فعل میں ہے یہ وہم پیدا ہوتا ہے کہ اخبار عنہ سے مراد اسم کا مبتداء ہونا ہے۔ اس کے علاوہ فاعل اور نائب فاعل مراد نہیں ہیں اس لئے کہ مبتداء کے سوا اور کوئی چیز مخبر عنہ نہیں ہوتی۔ لہٰذا مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے ومعنی الاخبار عنه الخ سے اس وہم کو دور کر دیا کہ اسم کے اخبار عنہ ہونے سے مراد اس کا محکوم علیہ ہونا ہے۔ پس جب اسم کے اخبار عنہ ہونے سے مراد اس کا محکوم علیہ ہونا ہوا تو یہ فاعل اور مفعول مالم یسم فاعلہ کو بھی جو اسم ہوتے ہیں شامل ہوگا۔ اس لئے کہ یہ محکوم علیہ ہوتے ہیں۔

قوله لکونه فاعلاً الخ یہ اخبار عنہ کو محکوم علیہ کے معنی میں لینے کی علت ہے۔ یعنی اخبار عنہ کو محکوم علیہ کے معنی میں لینے کی ضرورت اس وجہ سے ہوئی کہ اسم فاعل ہوتا ہے اور مفعول مالم یسمّ فاعلہ اور مبتداء اور مبتداء کے علاوہ باقی دونوں مخبر عنہ نہیں ہوتے لہٰذا تاویل مذکور کی ضرورت ہوئی۔ اگر مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ اس طرح فرماتے کہ وعلامته صحتُ کونه محکوما علیه او صحت الاسناد الیه تو اخبار عنہ کو محکوم علیہ کے معنی میں لینے کی ضرورت نہ ہوتی۔ اور مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول او مفعولاً سے مراد مفعول مالم یسم فاعله ہے۔ اس لئے کہ پانچوں مفعولوں میں سے کوئی بھی محکوم علیہ نہیں ہوتا۔

قوله ویُسمّٰی اسماً الخ اور اسم کا نام اسم اس وجہ سے رکھا گیا کہ وہ اپنی دونوں قسموں (فعل اور حرف) پر بلند ہے نہ اس وجہ سے کہ وہ اپنے معنی اور مسمّٰی پر علامت ہے۔ تفصیل اس طرح ہے کہ نحات بصرہ کے نزدیک اسم اصل میں سِمْوٌ تھا۔ بکسر سین وسکون میم بمعنی بلند ہونا اور اس کی اس اصل پر اس کی جمع جو اسماء اور اسامی ہیں اور اس کی تصغیر جو سُمِیٌّ

ہے دلالت کرتے ہیں۔ واو کو حذف کر کے شروع میں اس کے عوض میں ہمزہ وصل مکسور لے آئے اور پھر سین کو تخفیفاً ساکن کر دیا اِسْمٌ ہوا اور اس کا نام اسم اس وجہ سے رکھا گیا کہ یہ اپنی دونوں قسموں فعل اور حرف سے بلند ہے اس لئے کہ کلام تنہا اسم سے مرکب ہو جاتا ہے جیسے زیدٌ قائمٌ بخلاف فعل اور حرف کے کہ کلام تنہا فعل سے یا تنہا حرف سے مرکب نہیں ہوتا۔ بلکہ یہ دونوں کلام کی ترکیب میں اسم کے محتاج ہیں۔ لِسموِہٖ علیٰ قسیمَیْہِ سے اس کی وجہ تسمیہ کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اور نحات کوفہ کے نزدیک اسم اصل میں وِسْمٌ تھا بکسر واو وسکون سین بمعنی علامت۔ واو مکسور کو ہمزہ سے بدل لیا۔ جیسے اِشاحٌ کہ اصل میں وِشاحٌ تھا چونکہ اسم اپنی مدلول اور مسمّٰی پر علامت ہوتا ہے۔ لہٰذا اس کا نام اسم رکھا گیا۔ نحات کوفہ پر اعتراض کیا گیا ہے کہ فعل بھی اپنے مدلول و مسمّٰی پر علامت اور دلالت کرنے والا ہوتا ہے۔ لہٰذا فعل کو بھی اسم کہنا چاہئے جیسا کہ اسم کو اسم کہا جاتا ہے۔ حالانکہ اس کا کوئی قائل نہیں ہے۔ چونکہ مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ کو نحات کوفہ کا مذہب ناپسند تھا لہٰذا ان پر لالکونہ وسماً علی المعنی سے رد کیا اور مذہب نحات بصرہ کو اختیار فرمایا۔

---

وحَدُّ الفعلِ كلمةٌ تدلُّ على معنًى فى نفسها دلالةً مقترنةً بزمانِ ذلك المعنى كضَرَبَ يَضْرِبُ اِضْرِبْ وعلامتُه ان يصح الاخبارُ به لاعنه ود خولُ قدْ والسّينِ وسوف والجزمِ والتصريفُ الى الماضى والمضارعِ وكونه امراً ونهيًا واتصالُ الضّمائرِ البارزةِ المرفوعةِ نحو ضربتُ وتاءِ التّانيثِ الساكنةِ نحو ضَرَبَتْ ونونَيِ التاكيد فانَّ كلَّ هذه خواصُّ الفعل و معنى الا خبار به ان يكونَ محكوما به ويُسَمّٰى فعلاً باسم اصله وهو المصدرُ لَانَّ المصدرَ هو فِعْلُ الفاعل حقيقةً.

ترجمہ: ”اور فعل کی تعریف فعل وہ کلمہ ہے جو فی نفسہٖ معنی پر ایسی دلالت کرے جو تینوں زمانوں میں سے کسی ایک کے ساتھ ملی ہوئی ہو۔ جیسے ضَرَبَ، یَضْرِبُ اور اِضْرِب۔ اور فعل کی علامت یہ ہے کہ اس کے ساتھ خبر دینا صحیح ہو نہ کہ اس کے بارے میں اور قد سین، سوف اور جزم کا داخل ہونا اور ماضی و مضارع کی طرف اس کی گردان کا ہونا اور اس کا امر و نہی ہونا اور ضمیر بارز مرفوع کا اس کے ساتھ متصل ہونا جیسے ضربتُ اور تائے تانیث ساکنہ کا اس پر داخل ہونا جیسے ضَربتْ اور تاکید کے دونوں نون (ثقیلہ و خفیفہ) کا داخل ہونا جیسے اضربنّ، اضربنْ اور اخبار بہ کا معنی یہ ہے کہ وہ محکوم بہ ہو اور اس کا نام فعل رکھا گیا ہے اس کے اصل کے نام کے ساتھ اور وہ مصدر ہے۔ اس لئے کہ مصدر حقیقت میں فاعل کا فعل ہوتا ہے۔“

---

قوله وحدّ الفعل كلمةٌ الخ تعریف اسم اور اس کی علامت بیان کرنے کے بعد اب مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ فعل کی تعریف اور اس کی علامت بیان فرماتے ہیں کہ فعل کی تعریف کلمةٌ تدلُّ الخ ہے یعنی فعل وہ کلمہ ہے جو اس معنی پر

جوکلمہ کی ذات میں ہیں دلالت کرے اور یہ معنی کسی ایک زمانہ کے ساتھ وابستہ ہوں جیسے قولہ ضرب فعل ماضی کی مثال ہے اور جیسے قولہ یضرب مضارع کی مثال ہے اور جیسے قولہ اِضْرِبْ امر حاضر کی مثال ہے۔

قولہ کلمۃ جنس ہے جو مقصود اور غیر مقصود دونوں کو شامل ہے۔

قولہ تدل علی معنی فی نفسھا فصل ہے اس سے حرف خارج ہو گیا۔ اور اقتران زمانہ سے مراد یہ ہے کہ وہ معنی باعتبار وضع کسی ایک زمانہ کے ساتھ وابستہ ہوں۔ لہٰذا افعال مقاربہ جن میں زمانہ بحسب وضع ہے لیکن استعمال میں ان سے زمانہ جاتا رہا داخل رہیں گے اور اسماء افعال خارج رہیں گے اس لئے کہ ان میں زمانہ بحسب وضع نہیں ہے۔ گو استعمال میں ان میں زمانہ پایا جاتا ہے۔

قولہ علامتہ ان یصح الاخبار بہ الخ اور فعل کی علامت یہ ہے کہ اس کا مخبر بہ یعنی مسند اور محکوم بہ ہونا صحیح اور درست ہو اور اس کا مخبر عنہ یعنی مسند الیہ اور محکوم علیہ ہونا صحیح اور درست نہ ہو۔ اور مسند ہونا فعل کی علامت اس لئے ہے کہ فعل حدث اور عرض ہے اور احداث و اعراض مسند ہوتے ہیں۔ جاننا چاہئے کہ صحت الاخبار بہ دو قسم پر ہے۔ اوّل یہ کہ وہ مخبر بہ ہونے کی صلاحیت رکھتے ہوئے مخبر عنہ ہونے کی بھی صلاحیت رکھتا ہو۔ یعنی وہ مسند اور مسند الیہ دونوں ہونے کی صلاحیت رکھتا ہو۔ دوم یہ کہ وہ مخبر بہ ہونے کی صلاحیت رکھتا ہو مخبر عنہ کی صلاحیت نہ رکھتا ہو۔ یعنی وہ صرف مسند ہونے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ مسند الیہ ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ پہلی قسم اسم کے خواص سے ہے دوسری قسم فعل کے خواص سے ہے۔

قولہ ودخول قدو السین الخ اس کا عطف ان یصح پر ہے یعنی اور فعل کی علامات میں سے لفظ قد اور سین اور سوف اور جزم کا داخل ہونا ہے۔ پس جس پر ان چیزوں میں سے کوئی چیز ہوگی وہ فعل ہوگا۔ اس لئے کہ لفظ قد ماضی کو حال کی طرف قریب کر دینے کے لئے آتا ہے۔ جیسے قد ضرب (اس مرد نے عنقریب مارا ہے) یا مضارع کی تقلیل کے لئے آتا ہے۔ جیسے انَّ الکذوبَ قد یصدُقُ (تحقیق بہت جھوٹ بولنے والا کبھی کبھی سچ بولتا ہے) یا تحقیق کے لئے آتا ہے اور ان معانی میں سے کوئی معنی فعل کے سوا کسی میں نہیں پائے جاتے اور سین استقبال قریب کے لئے آتا ہے۔ اور سوف استقبال بعید کے لئے اور استقبال صرف فعل میں ہوتا ہے اور جزم چونکہ جوازم کا اثر ہے اور جوازم جیسے لَمْ اور لَمَّا اور لام امر وغیرہ صرف فعل پر داخل ہوتے ہیں۔ لہٰذا ان کا اثر جو جزم ہے وہ بھی فعل کے ساتھ خاص ہوگا۔

قولہ والتصریف الی الماضی والمضارع الخ اس کا عطف ان یصح پر ہے اور التصریف پر لام مضاف الیہ کے عوض میں ہے ای تصریف الفعل یعنی اور فعل کی علامتوں میں سے اس کا صیغہائے ماضی اور مضارع کی طرف متصرف ہونا ہے۔ یعنی اس کا ماضی یا مضارع ہونا مطلب یہ ہے کہ فعل کی علامتوں میں سے اس کا ماضی یا مضارع ہونا ہے۔ جیسے ضَرَبَ (اس ایک مرد نے مارا) اور جیسے یَضرِبُ (وہ مارتا ہے یا مارے گا)۔

قولہ وکونہ امراً اونھیًا الخ اس کا عطف التصریف پر ہے اور فعل کی علامتوں میں سے اس کا امر یا نہی ہونا ہے۔ پس جو چیز امر یا نہی ہوگی وہ فعل ہوگا جیسے اِضرِبْ (مارتو) اور جیسے لاتَضرِبْ (مت مارتو) امر اور نہی فعل کی علامت اس لئے ہیں کہ یہ دونوں طلب کے لئے ہوتے ہیں اور طلب صرف فعل میں ہوتی ہے۔ جاننا چاہئے کہ مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے وکونہ امراً اونھیًا کہا اور الی الامر والنھی نہیں کہا۔ تاکہ مذاہب کی رعایت ہو جائے اس لئے کہ ان دونوں کے بارے میں اختلاف ہے۔ بعض کا مسلک ہے کہ امر اور نہی فعل کی قسمیں ہیں۔ جیسے ماضی اور مضارع فعل کی قسمیں ہیں اور بعض کا مسلک ہے کہ یہ دونوں فعل کی قسمیں نہیں ہیں بلکہ یہ دونوں مضارع سے مشتق ہیں۔ اور فعل کی قسمیں صرف ماضی اور مضارع ہیں۔ امر اور نہی فعل کی قسمیں نہیں ہیں۔ اور بعض کا مسلک ہے کہ فعل کی قسمیں صرف تین ہیں۔ ماضی مضارع اور امر اسی اختلاف کی وجہ سے مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے وکونہ امراً اونھیًا کہا تاکہ یہ سب مذہبوں پر منطبق ہو جائے۔

قولہ اتصال الضمائرِ البارزۃِ المرفوعۃِ الخ اور فعل کی علامتوں میں سے ضمائر بارزہ مرفوعہ کا متصل ہونا ہے۔ پس جس کے ساتھ ضمیر بارز مرفوع متصل ہوگی۔ وہ فعل ہوگا جیسے ضربت واحد متکلم میں تُ ضمیر بارز مرفوع متصل ہے۔ اور ضَرَبْتَ واحد مذکر مخاطب میں تَ ضمیر بارز مرفوع متصل ہے۔ اور ضَرَبْتِ واحد مؤنث مخاطبہ میں تِ ضمیر بارز مرفوع متصل ہے۔ اور ضَرَبْنَا تثنیہ وجمع متکلم میں نا ضمیر بارز مرفوع متصل ہے۔ اور ضمائر بارزہ مرفوعہ فعل کے ساتھ اس لئے خاص ہیں کہ یہ ضمیریں حقیقت میں فاعل ہوتی ہیں۔ لہٰذا یہ اسی کے ساتھ لاحق ہوں گی۔ جس کے لئے فاعل ہوتا ہے اور فاعل فعل اور اس کی فروع اسم فاعل اور اسم مفعول وغیرہ کے لئے ہوتا ہے۔ اور ضمیر مرفوع دو قسم کی ہیں۔ مستتر اور بارز ضمیر مستتر چونکہ اخف (ہلکی اور اخصر ہوتی ہے) لہٰذا اس کو عام کر دیا یعنی فعل اور اس کی فروع کے لئے اور ضمیر بارز کو فعل کے ساتھ خاص کر دیا۔ تاکہ فرع کی اصل کے ساتھ مساوات نہ لازم لائے۔

قولہ وتاء التانیثِ الساکنۃ اس کا عطف الضمائر پر ہے اور فعل کی علامتوں میں سے تاء تانیث ساکنہ کا متصل یعنی لاحق ہونا ہے۔ پس جس کے ساتھ تاء تانیث ساکنہ لاحق ہوگی وہ فعل ہوگا۔ اس لئے کہ تاء تانیث ساکنہ فاعل کی تانیث پر دلالت کرتی ہے اور فاعل صرف فعل اور صفات یعنی اسم فاعل وغیرہ کے لئے ہوتا ہے۔ لیکن صفات اس وجہ سے کہ ان میں تاء تانیث متحرکہ لاحق ہوتی ہے تاء تانیث ساکنہ سے مستغنی ہو گئے۔ لہٰذا وہ فعل کے ساتھ خاص ہو گئی۔ جیسے ضَرَبَتْ واحد مؤنث غائب میں تاء تانیث ساکنہ ہے۔ جو فاعل کی تانیث پر دلالت کرتی ہے اور اس میں ہی ضمیر مستتر ہے۔ جو فاعل فعل ہے۔

قولہ ونونی التاکید اس کا عطف تاء التانیث الساکنۃ پر ہے ای واتصال نونی التاکید اور فعل کی علامتوں میں سے تاکید کے دونوں نون ثقیلہ اور نون خفیفہ کا متصل یعنی لاحق ہونا ہے۔ پس جس کے ساتھ یہ دونوں نون لاحق ہوں گے۔ وہ فعل ہوگا۔ جیسے یَضْرِبَنَّ اور اِضْرِبَنْ اور یہ دونوں نون فعل کے ساتھ اس لئے خاص ہیں کہ یہ دونوں تاکید طلب کے

لئے آتے ہیں۔اور طلب صرف فعل میں ہوتی ہے۔

قولہ فانَ کُلَّ ھذا خواصُّ الفعل الخ تحقیق یہ تمام علامات مذکورہ فعل کے خواص ہیں۔مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ کی اس عبارت سے مقصد یہ ہے کہ علامت سے ہماری مراد خاصہ ہے۔اس لئے کہ علامت کسی شئے کی وہ ہے جو اس شئے سے کسی وقت میں بھی جدا نہ ہو۔اور ہم دیکھتے ہیں کہ مثلاً نون تاکید فعل ماضی اور فعل حال کے ساتھ لاحق نہیں ہوتا۔اسی طرح تاء تانیث ساکنہ مضارع کے ساتھ لاحق نہیں ہوتی لہٰذا یہ فعل کی علامت نہ ہونی چاہئیں۔لیکن جب علامت سے مراد خاصہ ہوا تو یہ اعتراض وارد نہ ہوگا۔اس لئے کہ خاصہ کسی شئے کا وہ ہے جو اس شئے کے سوا کسی دوسری شئے میں نہ پایا جائے اور فعل کے خواص مذکورہ اگرچہ فعل کے بعض افراد میں نہیں پائے جاتے۔لیکن فعل کے سوا کسی اور چیز میں بھی نہیں پائے جاتے ہیں۔

قولہ ومعنی الاخبار بہ الخ چونکہ بعض افعال امر اور نہی کا مخبر بہ ہونا صحیح نہیں ہے۔اس لئے کہ یہ انشاء ہیں لہٰذا اخبار کے معنی بیان کرنے کی ضرورت ہوئی تاکہ وہ خبر اور انشاء دونوں کو شامل ہو جائے۔یعنی فعل کے مخبر بہ ہونے سے ہماری مراد اس کا محکوم بہ ہونا ہے اگر مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ اس طرح فرماتے کہ وعلامتہ ان یصح کونہ محکوما بہ لامحکوما علیہ تو اولیٰ ہوتا اور اخبار بہ کو معنی مذکور پر حمل کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔

قولہ ویسمّٰی فعلاً باسم اصلہ الخ یہاں سے مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ فعل کی وجہ تسمیہ یعنی فعل کا نام فعل رکھنے کی وجہ بتلا رہے ہیں۔یعنی اور فعل اصطلاحی کا نام فعل اس کے اصل کے نام کے ساتھ رکھا گیا اور اس کی اصل مصدر ہے اور مصدر کا نام فعل ہے پس جو اصل کا نام تھا وہ اس کی فرع کا رکھ دیا۔مطلب یہ ہے کہ فعل اصطلاحی کی اصل مصدر ہے۔جس سے وہ مشتق ہوتا ہے پس فعل جو مصدر کا نام تھا وہ فعل اصطلاحی کا رکھ دیا۔اور مصدر کا نام فعل اس لئے ہے کہ حقیقت میں مصدر ہی فاعل کا فعل ہوتا ہے۔مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول فعل الفاعل میں فعل سے مراد فعل لغوی ہے۔مثلاً ضَرَبَ زیْدٌ (زید نے مارا) میں زید فاعل کا فعل حقیقت میں ضَرْبٌ مصدر ہے نہ ضَرَبَ فعل اصطلاحی۔پس فعل اصطلاحی مثلاً ضرب اور یضرب اور اضرب کا نام فعل مجازاً ہے اور اس کا یہ نام قبیل تَسْمِیَۃُ الدالِّ بِاِسْمِ جزء مَدْلُوْلہ سے ہے (نام رکھنا دال کا اس کے مدلول کے جزء کے نام سے) دالٌّ بمعنی دلالت کرنے والا اور یہاں دال سے مراد فعل اصطلاحی ہے۔اور فعل اصطلاحی تین اجزاء پر مشتمل ہے۔ایک معنی مصدری دوسرے زمانہ تیسرے نسبت الی فاعل ما (یعنی کسی فاعل کی طرف نسبت) جیسا کہ تم کو نحو کی بڑی کتابوں سے معلوم ہو جائے گا۔پس فعل اصطلاحی کا مدلول تین اجزاء ہوئے۔جن میں سے ایک جزء (جو مصدر ہے) کے نام سے فعل اصطلاحی کا نام فعل رکھ دیا۔

قولہ ویسمی فعلاً باسم اصلہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مصنف کے نزدیک مختار مذہب نحات بصرہ کا ہے۔اس لئے کہ نحات بصرہ کے نزدیک اشتقاق میں مصدر فعل کی اصل ہے۔یعنی فعل اصطلاحی مصدر سے مشتق ہے۔

وحَدُّ الحرفِ كلمةٌ لاتدلُّ على معنىً فى نفسِها بل تدلُّ على معنىً فى غيرِها نحو مِنْ فَاِنَّ مَعْنَاهَا الابتِدَاءُ وهى لا تَدُلُّ عليه الَّا بَعْدَ ذِكْرِمَا منْهُ الابتداءُ كالبصرة والكوفة مثلاً تقولُ سِرْتُ من البَصْرَة الى الكوفةِ وعلامتُه اَنْ لّا يصحَّ الاخبارُ عنه ولا به واَنْ لّا يقبَلَ علاماتِ الاسماءِ ولا علاماتِ الافعالِ وللحرف فى كلام العرب فوائدُ كالرّبط بَيْنَ الاسمَيْنِ نحو زيدٌ فى الدارا والفعلَيْنِ نحو اُرِيْدُ اَنْ تَضْربَ اواسمٍ وفَعلٍ كضربتُ بالخشبة والجملتَيْنِ نحو اِنْ جاء نى زيدٌ اكرمته وغير ذلك من الفوائد التى تعرفها فى القسم الثالث اِنْ شاء اللّٰهُ تعالىٰ ويسمّٰى حرفًا لوقوعه فى الكلام حرفًا اى طرفًا اذليسَ مقصودًا بالذّاتِ مِثْلُ المسنِد و المسندِ اليه.

ترجمہ: ''حرف کی تعریف۔ حرف وہ کلمہ ہے جو فی نفسہٖ معنی پر دلالت نہ کرتا ہو۔ بلکہ ایسے معنی پر دلالت کرتا ہو جو اس کے غیر میں پائے جاتے ہوں جیسے مِنْ اس لئے کہ اس کے معنی ابتداء کے ہیں۔ اور من ابتداء کے معنی پر دلالت نہیں کرتا لیکن اس چیز کے ذکر کرنے کے بعد جس سے ابتداء ہوتی ہے۔ جیسے مثال کے طور پر بصرہ اور کوفہ تو کہے سرت من البصرة الى الكوفة (میں نے بصرہ سے کوفہ تک کا سفر کیا) اور اس کی علامت یہ ہے کہ نہ اس کے بارے میں خبر دینا صحیح ہو اور نہ اس کے ساتھ خبر دینا صحیح ہو اور یہ کہ وہ (حرف) اسم کی علامتوں اور فعل کی علامتوں کو قبول نہیں کرتا۔ اور کلام عرب میں حرف کے بہت سے فائدے ہیں۔ مثلاً دو اسموں کے درمیان ربط پیدا کرنا جیسے زيد فى الدار یا دو فعلوں کے درمیان جیسے اريد ان تضرب (میں چاہتا ہوں کہ تو مارے) یا اسم و فعل کے درمیان جیسے ضربت بالخشبة (میں نے ڈنڈے سے مارا) یا دو جملوں کے درمیان جیسے ان جاء نى زيد اكرمته (اگر زید میرے پاس آیا تو میں اس کا اکرام کروں گا) اور اس کے علاوہ بھی دوسرے فائدے ہیں جن کو تم انشاء اللہ تیسری قسم میں پہچان لوگے اور اس کا نام حرف اس کے کلام میں طرف یعنی کنارے پر واقع ہونے کی وجہ سے رکھا گیا ہے کیونکہ حرف منداور مندالیہ کی طرح بالذات مقصود نہیں ہوتا۔''

---

قوله وحدُّ الحرف كلمةٌ الخ فعل کی تعریف اور اس کی علامات بیان کرنے کے بعد اب مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ حرف کی تعریف اور اس کی علامات بتلاتے ہیں کہ حرف وہ کلمہ ہے جو اپنے معنی خاص پر بذات خود دلالت نہ کرے بلکہ وہ اپنے معنی خاص پر غیر کے ساتھ مل کر دلالت کرے جیسے هَلْ ضَرَبَ زَيْدٌ میں هَلْ حرف استفہام ہے (کیا زید نے مارا) اس میں اگر هَلْ کے علاوہ اور کلمات ضَرَبَ اور زَيْدٌ نہ ملائے جاتے تو خاص معنی استفہام جو زید کے ضارب ہونے کے

ساتھ متعلق ہیں نہ سمجھے جاتے ورنہ عام معنی استفہام (یعنی استفہام مطلق) جو کسی کے ساتھ متعلق ہو کر نہ پائے جائیں۔ دوسرے کلمہ کے ملائے بغیر سمجھے جاتے ہیں اور مستقل بالمفہومیت ہیں اور اس پر لفظ استفہام بذات خود دلالت کرتا ہے اور وہ استفہام مطلق لفظ استفہام کے (جو اسم ہے) معنی ہیں۔ اور وہ ھَلْ کے معنی نہیں ہیں۔ بلکہ ھَلْ کے معنی استفہام خاص (یعنی استفہام جزئی ہیں جو کسی کے ساتھ متعلق ہو کر پائے جائیں اور یہ خاص معنی استفہام مستقل بالمفہومیت نہیں ہیں۔ اور دوسرے کلمہ کے ملائے بغیر نہیں سمجھے جاتے اسی واسطے ہم نے تعریف حرف میں خاص کی قید بڑھائی ہے۔ اسی طرح لفظ مِنْ حرف ہے جس کے معنی ابتداء خاص ہیں جو کسی کے ساتھ متعلق ہو کر پائے جائیں۔ اور یہ معنی جو ابتداء خاص ہیں مستقل بالمفہومیت نہیں ہیں اور بغیر دوسرے کلمہ کے ملائے نہیں سمجھے جاتے پس جب تک وہ چیز جس سے ابتداء ہے نہ ذکر کی جائے تو لفظ مِنْ کے معنی خاص نہیں سمجھے جاسکتے۔ مثلاً جب تک بصرہ یا کوفہ جس سے ابتداء ہو ذکر نہ کیا جائے تو لفظ مِنْ کے معنی ابتداء خاص جو بصرہ یا کوفہ وغیرہ سے ہے سمجھ میں نہیں آسکتے اور نہ حرف مِنْ اس کے بغیر اپنے معنی ابتداء خاص پر دلالت کرتا ہے۔ ورنہ معنی ابتداء عام جو کسی سے متعلق ہو کر نہ پائے جائیں مستقل بالمفہومیت ہیں اور اس پر لفظ ابتداء بذات خود دلالت کرتا ہے۔ اور بغیر دوسرے کلمہ کے ملائے سمجھے جاتے ہیں۔ اور وہ لفظ مِنْ کے معنی نہیں ہیں بلکہ ابتداء عام لفظ ابتداء کے (جو اسم ہے) معنی ہیں۔ مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول فَاِنَّ معناه الابتداء سے مراد یہی ابتداء خاص ہے۔ اسی واسطے مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ ابتداء کو معرف بلام لائے ہیں۔ تاکہ الف ولام سے اس ابتداء خاص کی طرف اشارہ ہو جائے۔

قولہ علٰی مَعنیً فی نفسها اس میں فی بمعنی باء ہے ای علی معنی بنفسها اسی طرح علی معنی فی غیرها میں فی بمعنی باء ہے ای علی معنی بغیرها۔

قولہ نحو مِنْ فانَّ معناه الخ جیسے لفظ مِنْ کہ اس کے معنی ابتداء خاص ہیں۔ اور مِنْ اس ابتداء پر نہیں دلالت کرتا ہے۔ مگر بعد ذکر کرنے اس چیز کے کہ جس سے ابتداء ہے جیسے بصرہ اور کوفہ مثلاً کہو کہ سِرْتُ مِنَ البصرةِ الی الکوفةِ (میں بصرہ سے کوفہ تک چلا)۔

قولہ وعلامته اَنْ لَّا یَصِحَّ الخ اور حرف کی علامت یہ ہے کہ اس کا مخبر عنہ اور مخبر بہ دونوں ہونا صحیح اور درست نہ ہو۔

قولہ واَنْ لا یقبل الخ اس کا عطف ان لا یصح پر ہے اور تخصیص کے بعد تعمیم ہے یعنی اور حرف کی علامت یہ ہے کہ وہ اسماء اور افعال کی کسی علامت کو نہ قبول کرے۔

قولہ وللحرف فی کلام العرب الخ یہ ایک شبہ کا جواب ہے جو کلام سابق سے پیدا ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ جب حرف نہ مسند الیہ ہوتا ہے اور نہ مسند اور نیز وہ اسم اور فعل کی کسی علامت کو قبول نہیں کرتا تو اس سے بحث کرنا بے فائدہ نہیں ہے۔ مثلاً دو اسموں کے درمیان ربط دینا جیسا زیدٌ فی الدار میں (زید گھر میں ہے) اس مثال میں فِیْ حرف ہے جو

ظرفیت کے لئے آتا ہے۔ جس نے زیداور دار کے درمیان ربط دے دیا ورنہ اگر فی نہ لایا جاتا اور زیدٌ الدار کہا جاتا تو زید کا دار میں ہونا نہ سمجھا جاتا۔ یا دو فعلوں کے درمیان ربط دینا جیسے اُرِیْدُ اَنْ تَضْرِبَ میں (میں تیرے مارنے کا ارادہ رکھتا ہوں) اس مثال میں اَنْ حرف مصدر ہے جس نے اُرِیْدُ اور تضرب کے درمیان ربط دے دیا۔ اس لئے کہ اس جگہ مقصود تضربُ کو ماقبل کا مفعول بنانا ہے اور وہ بغیر اَنْ مصدر کے نہیں ہوسکتا۔ تقدیر عبارت اس طرح ہے کہ اُرِیْدُ ضَرْبَكَ یا اسم اور فعل کے درمیان ربط دینا جیسے ضَرَبْتُ بالخشبةِ میں (میں نے لکڑی سے مارا) اس مثال میں باء حرف جر ہے جس نے ضربتُ اور الخشبة کے درمیان ربط دے دیا اس لئے کہ اس جگہ مقصود خشبة کو ضرب کے لئے واسطہ بنانا ہے اور یہ بغیر باء کے حاصل نہیں ہوسکتا۔ پس اگر باء کو گرا دیا جائے اور ضربتُ الخشبةَ کہا جائے تو الخشبة مفعول ہو جائے گا۔ یا دو جملوں کے درمیان ربط دینا جیسے اِنْ جاءَنِیْ زَیْدٌ اکرمتُه میں (اگر میرے پاس زید آیا تو میں اس کا اکرام کروں گا) اس جملہ میں اِنْ حرف شرط ہے جس کی وجہ سے اکرام کی تعلیق جو مجیئت پر ہے حاصل ہے۔ پس اگر ان حرف شرط نہ ہوتا تو یہ تعلیق حاصل نہ ہوتی۔

قوله وغیرُ ذالِكَ الخ اس کا عطف الربط پر اور کاف کے نیچے ہے۔ یعنی اس ربط مذکور کے علاوہ حرف کے اور بہت سے فائدے ہیں جن کو تم انشاء اللہ تعالیٰ قسم ثالث یعنی بحث حرف میں جان لوگے۔

**قوله ویسمّٰی حرفاً لوقوعه فی الکلامِ حرفاً ای طرفاً ای جانباً للاسم والفعل** یہاں سے مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ حرف کی وجہ تسمیہ بتلاتے ہیں کہ حرف کا نام حرف اس وجہ سے رکھا گیا کہ حرف کلام میں اسم اور فعل کی جانب میں ہوکر واقع ہوتا ہے۔

قوله حرفاً ای طرفاً یہ وقوعہ کی ضمیر سے حال ہے۔ مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے حرف کی تفسیر طرف سے کی اس لئے کہ حرف لغت میں بمعنی طرف و جانب ہے۔ کہا جاتا ہے جَلَسْتُ حرفَ الوادِیْ (میں وادی کے کنارہ بیٹھا) اور حرف بھی کلام میں مسند اور مسند الیہ سے یکسو اور ان کے کنارہ پر واقع ہوتا ہے۔

قوله اِذلیسَ مقصوداً بالذات الخ یہ حرف کے جانب میں واقع ہونے کی دلیل ہے۔ یعنی حرف جانب میں واقع ہوتا ہے۔ اس لئے کہ وہ مقصود بالذات نہیں ہوتا جیسا کہ مسند اور مسند الیہ یعنی اسم اور فعل مقصود بالذات ہوتے ہیں۔ اور مسند اور مسند الیہ مقصود بالذات اس لئے ہیں کہ کلام ان کے بغیر تام نہیں ہوتا اس وجہ سے کلام مسند اور مسند الیہ سے مرکب ہوتا ہے بخلاف حرف کہ وہ نہ مسند ہوتا ہے اور نہ مسند الیہ بلکہ ان کے درمیان واسطہ ہوتا ہے۔

---

**فصل الکلام لفظ تضمَّن کلمتین بالا سناد والا سنادُ نسبةُ اِحْدَیٰ الکلمتین الی الاخری بحیث تفید المخاطبَ فائدةً تامةً یصح السکوتُ علیها نحو زَیْدٌ قائمٌ وقام زَیْدٌ**

ویُسمّٰی جملةً فَعُلِمَ اَنَّ الکلام لا یحصُل الّاَ من اسْمَیْن نحو زیدٌ قائمٌ ویُسمّٰی جملة اسمیّة ومنْ فعل واسمٍ نحو قام زَیْدٌ ویسمی جملةً فعلیةً اذلا یوجد المسندُ والمسندُ الیه معًا فی غیرهما ولا بُدَّ للکلام منهما فَاِنْ قِیْلَ قد نُوقِضَ بالنداء نحو یازیدُ قُلْنَا حرف النداء قائمٌ مقامَ اَدْعُوْ واَطْلُبُ وهو الفعلُ فلا نَقْضَ علیه.

ترجمہ: ''تیسری فصل۔ کلام وہ لفظ ہے جو دوکلموں سے مرکب ہو اسناد کے ساتھ، اور اسناد دوکلموں میں سے ایک کی دوسرے کی طرف اس طور پر نسبت کرنا ہے کہ وہ مخاطب کو پورا پورا فائدہ دے کہ اس پر سکوت صحیح ہو۔ جیسے زید قائم اور قام زید اور اس کا نام جملہ رکھا جاتا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ کلام حاصل نہیں ہوتا مگر دو اسموں سے جیسے زید قائم اور اس کا نام جملہ اسمیہ رکھا جاتا ہے یا ایک فعل اور ایک اسم سے جیسے قام زید اور اس کا نام جملہ فعلیہ رکھا جاتا ہے اس لئے کہ مسند اور مسند الیہ دونوں ایک ساتھ ان دونوں کے علاوہ میں نہیں پائے جاتے اور کلام کے لئے ان دونوں کا پایا جانا ضروری ہے۔ پھر اگر اعتراض کیا جائے کہ نقض وارد کیا گیا ہے نداء سے جیسے یا زید تو ہم جواب دیں گے کہ حرف نداء ادعو اور اطلب کے قائم مقام ہے اور وہ فعل ہے پس اس پر کوئی نقض وارد نہیں ہوتا۔''

---

قوله الکلام لفظ تضمَّن الخ نحو کے دو موضوع ہیں۔ کلمہ اور کلام۔ کلمہ کی تعریف اور اس کے اقسام اسم فعل اور حرف کے بیان کرنے کے بعد اب مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ کلام کا بیان کرتے ہیں۔ الکلام میں لام جنس کا ہے۔ لغت میں مَایتکلم به سواء کان فیه ترکیبٌ اولا ہے یعنی کلام وہ ہے جس کو بولا جائے خواہ اس میں ترکیب ہو جیسے زیدٌ قائمٌ یا نہ ہو جیسی زیدٌ اور اِنَّ وغیرہ لیکن اصطلاح نحات میں کلام وہ لفظ ہے جو دوکلموں کو اسناد کے ساتھ متضمن ہو۔

قوله لفظ جنس ہے جو مہملات اور مفردات اور مرکبات کلامیہ اور مرکبات غیر کلامیہ سب کو شامل ہے۔ تضمن کلمتین فصل ہے جس سے مہملات اور مفردات خارج ہو گئے۔

قوله بالا سناد یہ دوسری فصل ہے جس سے مرکبات غیر کلامیہ جیسے غلامُ زیدٍ اور رجلٌ فاضلٌ خارج ہو گئے۔ اس لئے کہ یہ اگرچہ دوکلموں سے مرکب ہیں۔ لیکن ان کے درمیان اسناد نہیں ہے۔ پس تعریف میں مرکبات کلامیہ داخل رہیں گے۔ خواہ وہ خبر یہ ہوں جیسے ضَرَبَ زَیْدٌ وضَرَبَتْ هِنْدٌ وزَیْدٌ قَائِمٌ خواہ انشائیہ جیسے اِضْرِبْ ولا تَضْرِبْ ان میں سے ہر ایک دوکلموں سے مرکب ہے، اور ان کے درمیان اسناد ہے جو مخاطب کو پورا فائدہ دیتی ہے۔ پہلی تینوں مثالوں میں دونوں کلمے حقیقی ہیں اور آخر کی دونوں مثالوں میں ایک کلمہ حقیقی ہے اور دوسرا حکمی اور وہ ضمیر اَنْتَ ہے جو ان میں مستتر ہے اور ان کا فاعل ہے۔ مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ تعریف کلام میں لفظ اسناد لائے اور لفظ اخبار نہیں لائے اس لئے کہ

اسناد اخبار سے عام ہے انشاء اور اخبار دونوں کو شامل ہے۔

قوله بالا سناد میں باء سببیت کی ہے تَضَمَّنَ کے متعلق ہے ای تَضَمَّنَ کلمتَیْن تضمناً حاصلاً بسبب الاسناد اور باء الصاق کے لئے بھی ہوسکتی ہے ای تضمناً ملصقاً بالاسناد مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ تعریف میں لفظ تَضَمَّنَ لائے اور لفظ تَرَکَّبَ جو تعریف کلام میں مشہور و مصطلح ہے نہیں لائے اس لئے کہ لفظ تَضَمَّنَ تَرَکَّبَ سے اخصر ہے کیونکہ تَضَمَّنَ کو صلہ مِنْ کی ضرورت نہیں بخلاف تَرَکَّبَ کے کہ وہ صلہ مِنْ کی طرف محتاج ہے پس اگر تَرَکَّبَ کہتے تو مِنْ کلمتین کہتے۔ اور اختصار اطناب سے اولی ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں تَضَمَّنَ کو تَرَکَّبَ پر اختیار کرنے میں اور بھی وجوہ ہیں جو تم کو مطولات سے معلوم ہوجائیں گی۔ اگر کوئی اعتراض کرے کہ تعریف کلام سے زَیْدٌ ابوہُ قائِمٌ جیسی ترکیبیں جو دو سے زائد کلموں سے مرکب ہیں خارج ہیں۔ حالانکہ یہ بھی کلام ہیں جواب یہ ہے کہ ایسی تراکیب تعریف کلام سے خارج نہیں ہیں۔ اس لئے کہ جب ان پر اِنَّه تَضَمَّنَ اَکثر من کلمتین صادق آتا ہے تو ان پر انه تَضَمَّنَ کلمتین بھی صادق آتا ہے۔ کیونکہ دو کلمے اکثر میں پائے جاتے ہیں۔ البتہ اس پر تضمن کلمتین فقط صادق نہیں آتا۔ یا اس کے جواب میں یوں کہا جائے کہ کلمتین تثنیہ سے مراد مافوق الواحد ہے جیسا کہ بعض جگہوں میں جمع سے مراد مافوق الواحد لیا جاتا ہے۔ جاننا چاہئے کہ علماء نحات کا اس امر میں کہ کلام جملہ کے مرادف ہے یا نہیں اختلاف ہے۔ صاحب مفصل اور صاحب لباب اس طرف گئے ہیں کہ کلام اور جملہ دونوں مترادف ہیں۔ مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ اور علامۃ ابن حاجب کا بھی یہی مسلک معلوم ہوتا ہے اس لئے کہ ان حضرات نے تعریف کلام میں اسناد کو مطلق ذکر کیا ہے اور اس کو مقصوداً لذاتہ سے مقید کر کے بیان نہیں کیا۔ لیکن بعض حضرات مثلاً صاحب التسہیل وغیرہ اس طرف گئے ہیں کہ کلام جملہ سے اخص ہے اور ان حضرات نے تعریف کلام میں اسناد کو مقصوداً لذاتہ سے مقید کیا ہے۔ چنانچہ صاحب تسہیل کی عبارت اس طرح ہے کہا الکلامُ ماتضَمَّنَ مِنَ الکلِمِ اسناداً مفیداً مقصوداً لذاته ۔ پس ان حضرات کے مسلک پر جملہ اس جملہ خبریہ پر جو خبر یا صفت یا صلہ یا شرط یا جزاء یا حال واقع ہو رہا ہے صادق آئے گا۔ اور کلام صادق نہیں آئے گا جیسے زیدٌ ابوہُ قائمٌ میں ابوہ قائم جملہ خبریہ ہے اس کو جملہ کہیں گے کلام نہیں کہیں گے۔ اس لئے کہ اس میں اسناد مقصود لذاتہ نہیں ہے۔ بلکہ یہ اسناد اس اسناد کے لئے جو مقصود لذاتہ ہے وسیلہ ہے۔ اسی طرح جاءَ نِی رَجُلٌ قائمٌ ابوہُ میں قائم ابوہ جملہ خبریہ صفت واقع ہو رہا ہے اور جاءَ نِی الذی قائم ابوہ میں قائم ابوہ جملہ خبریہ صلہ واقع ہو رہا ہے پس ان کو جملہ کہیں گے۔ نہ کلام۔

قوله والاسنادُ نسبت احدی الکلمتین الخ اسناد باب افعال سے مصدر ہے لغت میں (ایک شئے کو دوسری شئے سے ربط دینا) اور اصطلاح میں یہ ہے کہ دو کلموں میں سے ایک کی دوسرے کی طرف نسبت کرنا اس طرح سے کہ وہ (نسبت) مخاطب کو پورا فائدہ دے جس پر متکلم کا سکوت صحیح ہوجائے۔ یعنی وہ نسبت مخاطب کو پورا فائدہ دے کہ اگر متکلم

خاموش ہو جائے تو مخاطب نفس مقصود اصلی کے سمجھنے میں کسی اور چیز کا منتظر نہ رہے۔ مثلاً ضَرَبَ زَیْدٌ عمروا ًمیں ضَرَبَ زیدٌ کلام ہے اور عمروا ًفضلہ ہے یعنی کلام مذکور کا اس کی طرف محتاج ہونا تبعی ہے۔ یعنی بہ تبعیت تعدیہ فعل ہے۔ مثال مذکور سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سے متکلم کا مقصود زید کے مارنے کی خبر دینا ہے اور یہ نفس ضَرَبَ زیدٌ سے سمجھا جاتا ہے۔ باقی رہا یہ امر کہ زید نے کس کو مارا اور کس جگہ مارا اور کس وقت مارا اور کس حالت میں مارا ایک امر عارضی ہے جس پر مقصود اصلی کا سمجھنا موقوف نہیں ہے اور مخاطب ان چیزوں کا ایسا منتظر نہیں رہتا جیسا کہ وہ صرف مسندالیہ یا صرف مسند کے ذکر کے وقت مسند یا مسندالیہ کا منتظر رہتا ہے۔ اور مثلاً اِذْھَبْ (جا تو) کلام ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ متکلم کا اس سے مقصود چلنے کو طلب کرنا ہے اور یہ نفس اِذْھَبْ سے سمجھا جاتا ہے باقی رہی یہ بات کہ چلنا کس جگہ میں ہے اور کس وقت میں ہے یہ ایک امر عارضی ہے جس پر مقصود اصلی یعنی طلب چلنا کا سمجھنا موقوف نہیں ہے البتہ حصول مقصود اس پر موقوف ہے اسی واسطے کہا جاتا ہے کہ فعل اور فاعل اور مبتداء اور خبر کے علاوہ فضلہ ہیں یعنی نفس مقصود اصلی کا سمجھنا ان پر موقوف نہیں ہے۔

قولہ نسبت احدی الکلمتین الی الاخریٰ جنس ہے اور قولہ بحیث تفید المخاطب الخ فصل ہے جس سے وہ چیز جو مخاطب کو فائدہ نہ دے۔ خارج ہوگئی۔ جیسے نسبت اضافت جیسے غلامُ زیدٍ میں پس یہ نسبت مخاطب کو فائدہ نہیں دیتی ہے اس لئے کہ نسبت مفیدہ میں چار چیزوں کا ہونا ضروری ہے۔ محکوم علیہ محکوم بہ نسبت حکمیہ اور حکم جیسے زیدٌ قائمٌ اس میں زید محکوم علیہ ہے اور قائمٌ محکوم بہ اور قیام کی نسبت زید کی طرف نسبت حکمیہ ہے اور حکم ربط ہے اور فارسی زبان میں ربط کی علامت ''ہست'' ہے اور اردو میں ''ہے'' ہے۔ یہ چاروں چیزیں جملہ اسمیہ یا جملہ فعلیہ میں پائی جاتی ہیں اور ترکیب اضافیہ اور ترکیب توصیفیہ وغیرہ میں نہیں پائی جاتیں اس لئے کہ مثلاً غلامُ زید کے معنی غلام کا زید کی طرف منسوب ہونا ہے اور بس اور اتنی چیز مخاطب کو فائدہ تامہ نہیں دیتی۔ اس لئے کہ یہ کلام کے دو جزوں میں سے ایک جز ہے اور مخاطب دوسرے لفظ مسندالیہ یا مسند کا منتظر رہے گا۔ لیکن جب متکلم نے مثلاً ھو یا قائم کہہ کر ھو غلامُ زید یا غلامُ زیدٍ قائمٌ کہا تو اس وقت یہ مخاطب کو پورا فائدہ دے گا۔

قولہ یصح السکوت علیھا یہ تعریف اسناد سے نہیں ہے۔ بلکہ فائدہ تامہ کی تفسیر ہے۔ گویا کہ سوال مقدر کا جواب ہے سوال یہ ہے کہ فائدہ تامہ کیا چیز ہے جواب یہ ہے کہ فائدہ تامہ وہ ہے جس پر متکلم کا سکوت صحیح ہو جائے۔ یعنی اگر متکلم اس کو بول کر خاموش ہو جائے تو مخاطب نفس مقصود اصلی کے سمجھنے میں کسی اور چیز کا منتظر نہ رہے۔

قولہ نحو زیدٌ قائِمٌ جملہ اسمیہ کی مثال ہے۔ جس میں دونوں جزء یعنی مسندالیہ اور مسند اسم ہیں۔

قولہ قامَ زیدٌ جملہ فعلیہ کی مثال ہے۔ جس میں پہلا جزء یعنی مسند فعل ہے اور دوسرا جزء یعنی مسندالیہ اسم ہے۔

قولہ فَعُلِمَ اَنَّ الکلامَ الخ فاء اس میں شرط محذوف کے جواب میں ہے ای اذا کان الاسناد ماخوذا فی تعریف الکلام فعلم انَّ الکلام الخ یعنی جبکہ تعریف کلام میں اسناد ماخوذ او معتبر ہوئی اور اسناد مسندالیہ اور مسند کے

بغیر نہیں پائی جاتی تو معلوم ہوا کہ کلام ہمیشہ یا تو دو اسموں سے مرکب ہوگا جیسے زیدٌ قائمٌ اور اس کو جملہ اسمیہ کہتے ہیں اس لئے کہ اس کا پہلا جزء اسم ہے یا فعل اور اسم سے جیسے قام زیدٌ اور اس کو جملہ فعلیہ کہتے ہیں اس لئے کہ اس کا پہلا جزء فعل ہے۔

قوله اذلا یوجد المسند الخ یہ لاتحصل کی علت ہے یعنی کلام صرف دو اسموں یا فعل اور اسم سے مرکب ہوتا ہے اس لئے کہ مسند اور مسند الیہ اکٹھے ان دونوں ترکیبوں کے سوا کسی اور ترکیب میں نہیں پائے جاتے (کیونکہ حرف نہ مسند ہوتا ہے اور نہ مسند الیہ) اور کلام کے لئے مسند اور مسند الیہ کا ہونا ضروری ہے۔ لہٰذا ان دونوں ترکیبوں کے علاوہ کسی اور ترکیب سے کلام کی ترکیب نہیں ہوگی۔ جاننا چاہئے کہ باعتبار عقل کلام کی ترکیب چھ طریقہ سے ہے۔ اسم اور اسم سے فعل اور فعل سے حرف اور حرف سے فعل اور اسم سے اسم اور حرف سے فعل اور حرف سے چونکہ کلام میں مسند الیہ اور مسند کا ہونا ضروری ہے لہٰذا کلام کی ترکیب پہلی اور چوتھی صورت سے ہوگی۔ اور باقی چار صورتوں میں سے کسی ایک سے بھی کلام کی ترکیب نہیں ہوگی اس لئے کہ حرف نہ مسند ہوتا ہے اور نہ مسند الیہ اور فعل صرف مسند ہوتا ہے نہ مسند الیہ اور کلام کے لئے مسند الیہ اور مسند کا ہونا ضروری ہے۔

قوله معاً بمعنی ساتھ واکٹھا یہ بنابر ظرفیت منصوب ہے اور کائناً کے متعلق ہے جو لا یوجد کے نائب فاعل سے حال ہے۔ تقدیر عبارت اس طرح ہے کہ اذا لایوجد المسندُ والمسند الیه کائناً کلُّ واحدٍ منهما مع صاحبه فی غیر هما۔

قوله ولاَ بُدَّ الخ بُدَّ بمعنی چارہ اس پر لا نافیہ ہے پس لابُدَّ کے معنی ہیں "نہیں ہے کوئی چارہ" اردو محاورے میں معنی "ضروری" ہیں۔

قوله فان قیل قد نوقض الخ مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی اعتراض کرے کہ تمہارا دعویٰ حصر کہ کلام صرف دو چیزوں (یعنی دو اسموں یا فعل اور اسم) سے مرکب ہوتا ہے غلط ہے اس لئے کہ یہ نداء یعنی ترکیب ندائیہ مثلاً یا زید سے ٹوٹ جاتا ہے کیونکہ زید بالاتفاق کلام ہے۔ حالانکہ وہ حرف اور اسم یعنی یا اور زید سے مرکب ہے۔ اسی طرح یہ دعویٰ حصر هیا شریفُ (اے شریف) اور واندبہ جیسے وازیداہ اور واعمراہ سے ٹوٹ جاتا ہے کیونکہ یہ کلام ہیں حالانکہ اسم اور حرف سے مرکب ہیں۔ مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ قلنا حرف النداءِ سے جواب دیتے ہیں کہ یازیدُ میں یا حرف نداء قائم مقام اَدْعُوْیا اَطْلُبُ کے ہے۔ اس لئے کہ یازیدُ کی تقدیر اَدْعُو زیداً یا اَطْلُبُ زیداً ہے اور یہ دونوں فعل ہیں پس کلام حقیقت میں فعل اور اَنَا اسم ضمیر سے جو فعل اَدْعُوْ میں منوی اور مستتر ہے اور اس کا فاعل ہے مرکب ہے۔ لہٰذا اعتراض مذکور جو حصر مذکور پر تھا وارد نہیں ہوگا۔ اگر کوئی اعتراض کرے کہ اس جواب پر لازم آتا ہے۔ کہ کلام صرف یا حرف نداء سے بغیر زید کے پورا ہو جائے اس لئے کہ یا قائم مقام اَدْعُوْ جملہ کے ہے جواب یہ ہے کہ کلام بغیر زید کے پورا ہو جاتا ہے اور زید کا ذکر مفاعیل کی

طرح ہے جیسے ضَرَبْتُ زیداً اور رُوَیْدَ زیداً میں ہے۔

---

واذا فَرَغْنَا من المقدمة فَلْنَشْرَعْ فی الاقسام الثلثةِ واللّٰهُ المُوَفِّقُ والمُعِیْنُ القسمُ الاوَّلُ فی الاسم وقد مَرَّ تعریفُه وهو ینقسم الی المعربِ والمبنیِّ فَلْنَذْكُر احكامَه فی بَابَیْنِ وخاتمةٍ البابُ الاَوَّلُ فی الاسمِ المُعْرَبِ وفیه مقدمةٌ وثلثةُ مقاصِدَ وخاتمةٌ اَمَّا المقدّمةُ ففیها فصولٌ.

**ترجمہ:** ''اور جب ہم مقدمہ کے بیان سے فارغ ہوئے تو تینوں اقسام کوشروع کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ بہترین توفیق دینے والا اور مدد کرنے والا ہے۔ القسم الاوّل پہلی قسم اسم کے بیان میں اور تحقیق کہ اس کی تعریف گزر چکی ہے اور وہ معرب ومبنی کی طرف منقسم ہوتا ہے پس ہم اس کے احکام کو دو بابوں اور ایک خاتمہ میں بیان کریں گے۔ باب اوّل اسم معرب کے بیان میں ہے اور اس میں ایک مقدمہ اور تین مقاصد اور ایک خاتمہ ہے بہرحال مقدمہ تو اس میں چند فصلیں ہیں۔''

---

قولہ واذا فرغنا الخ یعنی اور جبکہ ہم مقدمہ سے فارغ ہو گئے تو اب اقسام ثلثہ یعنی اسم فعل اور حرف کا بیان (علیحدہ علیحدہ) شروع کرتے ہیں۔

قولہ واللّٰه الموفق لاتمام امور خلقه والمعینُ علی اصلاح شیونهم یعنی اور اللہ ہی اپنی مخلوق کے کاموں کے پورا کرنے کی توفیق دینے والا اور ان کے کاموں کی اصلاح میں مدد کرنے والا ہے۔ پس وہ ہی ہم کو اس کام کے پورا کرنے کی توفیق اور اس کے اصلاح میں مدد دے گا اور لفظ مُوَفِّقٌ باب تفعیل سے اسم فاعل کا صیغہ ہے۔ توفیق لغت میں بمعنی مدد دینا اصطلاح میں خدائے تعالیٰ کا بندے کے نیک مقصود کے لئے اس کے موافق اسباب پیدا کرنا تاکہ اس کا مقصود پورا ہو جائے۔ اور مُعِیْنٌ باب افعال سے اسم فاعل ہے اَعَانَ یُعِیْنُ اِعَانَةً سے مصنف الموفق اور المعین کو جو اللہ کی خبر ہیں حصر کی وجہ سے معرف باللام لائے۔

قولہ القسم الاول فی الاسم الخ اقسام ثلثہ میں سے قسم اوّل اسم کے بیان میں ہے۔ مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے مباحث اسم کو مباحث فعل وحرف پر مقدم کیا اس لئے کہ اسم ان دونوں سے عمدہ ہے۔ کیونکہ کلام تنہا اسم سے مرکب ہو جاتا ہے بخلاف فعل اور حرف کے کہ کلام ان سے مرکب نہیں ہوتا۔

قولہ وقد مَرَّ تعریفه اور اسم کی تعریف گذر چکی۔ مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ کا یہ جملہ سوال مقدر کا جواب ہے سوال یہ ہے کہ تقسیم تعریف سے پہلے صحیح نہیں مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے جواب دیا کہ اس کی تعریف گذر چکی اور اب اس کے اعادہ سے کوئی فائدہ نہیں۔

قولہ وھو ینقسم الخ اور اسم کی باعتبار اعراب وبنا دو قسمیں ہیں معرب اور مبنی اس لئے کہ اسم دو حال سے خالی نہیں یا تو مفرد ہوگا جیسے زید اور عمر اور ھٰؤلاء اور این یا کسی کے ساتھ مرکب ہوگا جیسے جائنی ھٰؤلا میں ھٰؤلاء اور جائنی زیدٌ میں زید پہلا مبنی ہے پھر دوسرا یعنی مرکب یا تو مبنی اصل کے ساتھ مشابہ ہوگا یا نہ ہوگا۔ اس میں بھی پہلا مبنی ہے جیسے جاء نی ھٰؤلاء میں ھٰؤلاء مبنی ہے۔ اور دوسرا یعنی مرکب جو مبنی اصل کے ساتھ مشابہ نہیں ہے معرب ہے۔ جیسے جَاءَ نِیْ زیدٌ میں زید معرب ہے۔

قولہ فلنذکر احکامہ فی بابین وخاتمةٍ الخ پس ہم اسم کے احکام کو دو بابوں اور ایک خاتمہ میں ذکر کریں گے پہلا باب احکام اسم معرب کے بیان میں ہے اور دوسرا باب احکام اسم مبنی کے بیان میں اور خاتمہ اسم کے ان بقایا احکام کے بیان میں ہے جو اعراب وبناء کے علاوہ ہیں۔ اور خاتمہ اصطلاح میں مَایُخْتَمُ به الشیءُ ہے ای البحثُ الذی یُخْتَمُ بِهِ الشیءُ یعنی وہ بحث جس پر کوئی شے ختم کی جائے۔

قولہ الباب الاول فی الاسم المعرب الخ یعنی ان دو بابوں میں سے پہلا باب احکام اسم معرب کے بیان میں ہے۔ مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے بحث اسم معرب کو بحث اسم مبنی پر مقدم کیا یا تو اس لئے کہ اسم معرب منصرف ہے اور اسماء میں اصل انصراف ہے نہ بناء یا اس لئے کہ اسم معرب اعراب لفظی اور تقدیری دونوں کا محل ہے اور مبنی صرف اعراب محلی کا محل ہے اور لفظی محلی سے اصل ہے۔ اور اس باب میں ایک مقدمہ ہے اور تین مقاصد اور ایک اسم معرب کا خاتمہ پھر مقدمہ میں چار فصلیں ہیں پہلی فصل اسم معرب کی تعریف میں ہے۔ دوسری فصل حکم اسم معرب کے بیان میں تیسری فصل اقسام اعراب کے بیان میں۔ چوتھی فصل اسم معرب کی منصرف اور غیر منصرف کی طرف تقسیم میں۔ اور تین مقاصد میں سے پہلا مقصد مرفوعات کے بیان میں ہے۔ اور دوسرا مقصد منصوبات کے بیان میں اور تیسرا مقصد مجرورات کے بیان میں اور خاتمہ توابع کے بیان میں۔

قولہ اَمَّا المقدمة ففیھا فصول الخ لیکن مقدمہ میں چار فصلیں ہیں اور مقدمہ سے یہاں مراد مقدمہ کتاب ہے اور شروع کتاب میں جو مقدمہ تھا اس سے مراد مقدمہ علم ہے۔

---

فصل فی تعریفِ الاسمِ المعرب وھو کلُّ اسمٍ رُکِّبَ مع غیرہ ولا یشبِہُ مَبْنَیَّ الاصلِ اعنی الحرفَ والا مرَ الحاضَرِو المَاضیَ نحوزیدٌ فی قَامَ زیدٌ لا زیدٌ وحدہ لعدم الترکیب ولا ھٰؤُلاء فی قَام ھٰؤُلاء لوجود الشبہ ویسمّٰی مُتمکناً.

ترجمہ: "پہلی فصل۔ اسم معرب کی تعریف میں اور اسم معرب ہر وہ اسم ہے جو اپنے غیر کے ساتھ مرکب کیا گیا ہو۔ اور مبنی اصل کے مشابہ نہ ہو یعنی حرف، امر حاضر اور فعل ماضی جیسے زید، قام زید میں نہ کہ صرف

زید۔ کیونکہ ترکیب نہیں پائی جاتی اور نہ ھٰؤلاء، قام ھٰؤلاء میں مشابہت پائے جانے کی وجہ سے اور اس کا نام متمکن رکھا جاتا ہے۔"

قولہ فصل فی تعریف الخ یعنی مقدمہ کی چار فصلوں میں سے پہلی فصل اسم معرب کی تعریف میں ہے۔ جاننا چاہئے کہ مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول فی تعریف الاسم المعرب میں اسم کا ذکر اتفاقی ہے۔ اس لئے کہ وہ اس فصل میں اسماء معربہ کا بیان کریں گے نہ افعال معربہ کا اور معرب جیسا کہ اسم ہوتا ہے۔ اسی طرح فعل بھی ہوتا ہے پس معرب اسم اور فعل میں منحصر ہے۔

قولہ وھو کل اسم الخ مصنف یہاں سے اسم معرب کی تعریف فرما رہے ہیں کہ اسم معرب ہر وہ اسم ہے جو اپنے غیر کے ساتھ مرکب ہو اور مبنی اصل کے ساتھ مشابہ اور مناسب نہ ہو۔ اور مبنی اصل تین چیزیں ہیں حرف اور امر حاضر اور ماضی یہ جمہور نحات کے نزدیک ہے۔ لیکن بعض کے نزدیک جملہ بھی مبنی اصل ہے اور مبنی اصل وہ ہے جو اصل وضع میں مبنی ہو۔ کسی کی مناسبت کی وجہ سے مبنی نہ ہوا ہو۔

قولہ رُکِّبَ مع غیرہ اسم معرب کے اپنے غیر کے ساتھ مرکب ہونے کے یہ معنی ہیں کہ وہ ایسی ترکیب میں ہو جس میں اس کا عامل موجود ہو۔ جیسے جاءَ نِی زیدٌ (میرے پاس زید آیا) میں زید اسم معرب ہے اس لئے کہ وہ ترکیب میں اپنے عامل جاء کے ساتھ ہے اور مبنی اصل کے ساتھ مشابہ نہیں ہے اور غلامُ زیدٍ میں غلام بسکون میم اگرچہ اپنے غیر زید کے ساتھ مرکب ہے لیکن مبنی ہے اس لئے کہ وہ اپنے عامل کے ساتھ نہیں ہے۔ کیونکہ اگر وہ اپنے عامل کے ساتھ مرکب ہوتا تو ساکن المیم نہ ہوتا بلکہ مرفوع ہوتا جیسے جاءَنی غلامُ زیدٍ میں یا منصوب جیسے رَأیْتُ غُلَامَ زَیدٍ میں یا مجرور جیسے مررتُ بغلامِ زیدٍ میں۔

قولہ رکب مع غیرہ فصل ہے اس سے احتراز ہے جو اپنے غیر کے ساتھ مرکب نہ ہو جیسے اصوات اور اسماء معدودہ الف و با و تا و ثا و زید و عمرو بکر۔

قولہ ولا یشبہ مبنی الاصل یہ بھی فصل ہے اس سے احتراز ہے جو اپنے غیر کے ساتھ مرکب ہو اور مبنی اصل کے ساتھ مشابہ ہو جیسے قام ھٰؤلاء میں ھٰؤلا یہ سب صورتیں مبنی کی ہیں۔

قولہ مبنی الاصل مبنی کی الاصل کی طرف اضافت بیانیہ ہے ای لایشبہ مبنیًا ھو اصل المبنیات اور قولہ اعنی الحرف الخ یہ مبنی اصل کا بیان ہے۔

قولہ الامر الحاضر مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے امر کو حاضر کے ساتھ مقید کیا۔ اس لئے کہ امر غائب معرب ہے۔ اور نیز امر حاضر سے مراد امر حاضر معروف ہے اس لئے کہ امر حاضر مجہول معرب ہے۔ جاننا چاہئے کہ مُعْربٌ یا تو اعرابٌ

بمعنی ظاہر کرنا سے ہے کہا جاتا ہے اَعْرَبَ الرجلُ حُجَّتَهُ (مرد نے اپنے دلیل کو ظاہر کر دیا) اور اس صورت پر اس میں ہمزہ تعدیہ کا ہے اور معربٌ اسم ظرف ہے بمعنی (معانی ظاہر کرنے کا محل اور اسم معرب بھی ان معانی کے اظہار کا جو اعراب کو مقتضی ہیں محل ہے اور وہ معانی جو اعراب کو مقتضی ہوتے ہیں فاعلیت مفعولیت اور اضافت ہیں۔ یا وہ اعراب بمعنی فساد دور کرنا سے ہے اور اس وقت یہ عَرِبَتْ مِعْدَتُهُ بمعنی اس کا معدہ خراب ہوگیا سے ماخوذ ہے اور اس صورت پر اس میں ہمزہ سلب کا ہوگا اور اس صورت پر بھی معرب اسم ظرف ہے بمعنی فساد دور کرنے کا محل اور اسم معرب بھی بعض معانی کے بعض سے اقتباس دور کرنے کا محل ہے۔ اور بعضوں نے دوسری صورت پر معرب کو اسم مفعول لیا ہے بمعنی مُزَالُ فسادہ والتباسہ باظہار المعانی المعتورة علیه لانَّ فی خفائها فساداً و التباساً۔ اور مَبْنِیٌّ بروزن مَرْمِیٌّ اسم مفعول کا صیغہ ہے۔ بناء بمعنی قرار اور عدم تغیر ہے۔ اور مبنی کا آخر بھی مختلف عوامل کے آنے سے متغیر نہیں ہوتا اور ایک ہی حالت پر برقرار رہتا ہے۔ اور مبنی اصل میں مَبْنُوْیٌ تھا۔ بَنَیٰ یَبْنِیْ سے واو اور یاء ایک کلمہ میں جمع ہوئے۔ پہلا ساکن تھا واو کو یاء سے بدل لیا اور یاء کا یاء میں ادغام کر دیا۔ پھر ضمہ نون کو یاء کی مناسبت کی وجہ سے کسرہ سے بدل لیا۔

قوله نحو زیدٌ فی قامَ زیدٌ الخ قوله نحو زید مبتداء محذوف کی خبر ہے اور وہ ھو ہے جو اسم معرب کی طرف لوٹ رہا ہے اور قوله فی قامَ زیدٌ جار و مجرور صفت زید کی ہے۔ تقدیر عبارت اس طرح ہے کہ ھو نحو زید الکائِن فی قامَ زیدٌ اور قوله وحده یہ بتاویل نکرہ ہو کر حال ہے ای متوحداً۔ مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے تعریف میں معرب کے لئے دو شرطیں بیان کی ہیں ایک یہ کہ وہ ترکیب میں واقع ہو۔ دوسرے یہ کہ وہ مبنی اصل کے ساتھ مشابہ نہ ہو۔ پس جس اسم میں ان دونوں میں سے کوئی ایک چیز نہیں پائی جائے گی وہ مبنی ہوگا۔ مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نحو زیدٌ سے اسی پر تفریع فرما رہے ہیں کہ قامَ زیدٌ میں زیدٌ معرب ہے اس لئے کہ وہ ترکیب میں اپنے عامل قام کے ساتھ واقع ہے اور مبنی اصل کے ساتھ مشابہ نہیں ہے۔ لیکن زید تنہا یعنی جبکہ وہ ترکیب میں واقع نہ ہو مبنی بر سکون ہے۔ کیونکہ کسی اسم کے معرب ہونے کے لئے مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ شرط ہے کہ وہ ترکیب میں فی الحال واقع ہو رہا ہو۔ لہٰذا زید تنہا ترکیب میں نہ پائے جانے کی وجہ سے مبنی ہے۔ اور ترکیب میں واقع ہونے کے بعد معرب۔

قوله لا زیدٌ وحده لعدم الترکیب ای لا یعرب زیدٌ حال کونه وحده یہ معرب کی پہلی شرط پر متفرع ہے اور تنہا زید معرب نہیں ہے یعنی مبنی ہے۔ اس لئے کہ وہ اگرچہ مبنی اصل کے ساتھ مشابہ نہیں ہے لیکن چونکہ اس وقت وہ ترکیب میں واقع نہیں ہے۔ لہٰذا مبنی ہے۔ یہ مسلک مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ اور ابن حاجب وغیرہ کا ہے لیکن علامہ زمخشری کے نزدیک معرب کے لئے ترکیب میں واقع ہونا شرط نہیں ہے۔ بلکہ ان کے نزدیک معرب وہ ہے جس میں صلاحیت اعراب ہو یعنی اس میں یہ صلاحیت ہو کہ اگر وہ ترکیب میں واقع ہو تو اس پر اعراب آسکیں پس ان کے نزدیک زید ترکیب سے پیشتر معرب ہے۔ اس لئے کہ اس پر اگرچہ فی الحال اعراب نہیں ہے۔ لیکن اس میں صلاحیت ہے کہ اگر ترکیب میں واقع ہو تو اس پر

اعراب آسکتے ہیں پس علامہ کے نزدیک زید وعمرو خالد وغیرہ ترکیب سے پیشتر بھی معرب ہیں جیسا کہ وہ ترکیب میں واقع ہونے کے بعد معرب ہیں۔ اسی واسطے علامہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے تعریف معرب میں ترکیب کی قید نہیں لگائی اور اس طرح تعریف کی کہ المعربُ مالم یشبه مبنی الاصل۔

قوله لاهٰؤلاء الخ ای ولا یعرب هٰؤلاء الکائن فی قام هٰؤلاء یہ معرب کی دوسری شرط پر متفرع ہے۔ یعنی اور قام هٰؤلاء میں هٰؤلاء مبنی ہے۔ اس لئے کہ یہ اگرچہ ترکیب میں واقع ہو رہا ہے۔ لیکن چونکہ یہ مبنی اصل یعنی حرف کے ساتھ مشابہ ہے لہٰذا مبنی ہے۔ اور مشابہت یہ ہے کہ جیسا حرف اپنے معنی پر دلالت کرنے میں دوسرے لفظ کا محتاج ہے۔ اسی طرح لفظ هٰؤلاء تعیین میں اشارہ حسیہ کا محتاج ہے۔

قوله ویسمیٰ متمکناً الخ :۔ اسم معرب کو اسم متمکن بھی کہتے ہیں اور مُتَمَکِّنٌ باب تفعل سے اسم فاعل کا صیغہ ہے بمعنی جگہ پکڑنے والا یعنی قوی چونکہ یہ اسم اعراب ثلثہ اور تنوین کو قبول کرتا ہے اگر وہ منصرف ہے یا صرف رفع اور نصب کو اگر وہ غیر منصرف ہے لہٰذا قوی ہے اور بعض حضرات نے متمکن کے معنی ''جگہ دینے والا'' کئے ہیں اور اس کو تمکن بمعنی جائے دادن سے لیا ہے۔ حالانکہ لغت معتبرہ منتہی الارب وغیرہ میں جائے دادن معنی تمکین کے لکھے ہیں جو متعدی ہے نہ تمکن کے جو لازم ہے اور مبنی کو اسم غیر متمکن کہتے ہیں۔

---

فصل حکمه ان یختلفَ اٰخره باختلاف العوامِل اختلافًا لفظیًا نحوجاء نی زیدٌ ورایتُ زیدًا ومررتُ بزید اَوْتقدیریًّا نحوجاءنی موسٰی ورأیتُ موسٰی ومررتُ بموسی الاعرابُ مابه یختلف اٰخرُ المعربِ کالضمةِ والفتحةِ والکسرة والواو والالفِ والیاءِ واعرابُ الاسم علی ثَلٰثة انواعِ رفعٍ ونصبٍ وجرٍّوالعاملُ مابه رفعٌ اونصبٌ اوجرٌّ ومحلُّ الاعرابِ من الاسم هو الحرفُ الا خیرُ مثالُ الکل نحو قامَ زیدٌ فَقَام عاملٌ وزیدٌ معربٌ والضمةُ اعرابٌ والدالُ محلُّ الاعرابِ واعْلمْ انّه لا یُعْرَبُ فی کلام العرب الا الاسم المتمکن والفعل المضارِع وسیجیٔ حکمُه فی القسم الثانی انشاء اللّٰه تعالٰی.

ترجمہ: ''دوسری فصل۔ اور معرب کا حکم یہ ہے کہ اس کا آخر عوامل کے بدلنے سے بدل جائے وہ اختلاف لفظی ہو جیسے جاء نی زیدا اور رأیت زیدا اور مررت بزید یا اختلاف تقدیری ہو جیسے جاء نی موسی ورایت موسی و مررت بموسی۔ اعراب وہ چیز ہے جس کے ساتھ معرب کا آخری حرف بدل جائے جیسے ضمہ، فتحہ وکسرہ اور واو، الف اور یاء اور اسم۔ کے اعراب تین قسم پر ہیں رفع، نصب، جر اور عامل وہ ہے جس کی وجہ سے رفع یا نصب یا جر آئے اور اسم میں اعراب کا محل آخری حرف ہے ان سب کی مثال قام زید ہے

پسے قام عامل ہے اور زید معرب ہے اور ضمہ اعراب ہے اور دال محلِ اعراب ہے اور تو جان لے کہ کلام عرب میں اسم متمکن اور فعل مضارع کے علاوہ کوئی معرب نہیں ہوتا اور فعل مضارع کا حکم انشاء اللہ دوسری قسم میں آجائے گا۔"

---

قوله حكمه ان يختلف الخ اصطلاح اصول میں حکم بمعنی اثر آتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ معرب کا حکم یعنی اسم معرب پر بحیثیت معرب جو اثر مترتب ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ اس کا آخر (ذاتاً یا صفتاً) مختلف عوامل کے سبب سے بدلتا رہے خواہ وہ تبدیلی لفظی ہو جیسے جائنی زیدٌ (میرے پاس زید آیا) اور رأیتُ زیداً (میں نے زید کو دیکھا) اور مررت بزیدٍ (میں زید کے پاس سے گذرا) میں زید کے آخر کی صفت یعنی حرکت لفظاً بدلتی رہی۔ خواہ تقدیری جیسے جاء نی موسیٰ اور رأیتُ موسیٰ اور مررتُ بموسیٰ میں موسیٰ کے آخر کی صفت یعنی حرکت تقدیراً بدلتی رہی۔ گو لفظ میں ایک حال پر ہے۔ اس لئے کہ اس کے آخر میں الف مقصورہ ہے جو حرکت قبول نہیں کرتا۔ ہم نے ذاتاً یا صفتاً کی قید اس واسطے بڑھائی ہے کہ بعض دفعہ معرب کا آخر حرف دوسرے حرف سے بدل جاتا ہے جبکہ اعراب بحرف ہو جیسے جَائِنِی ابوكَ ورَأَيْتُ اَبَاكَ وَمَرَرْتُ بِاَبِيكَ یہ تبدیلی ذاتی ہوئی کہ آخر حرف دوسرے حرف سے بدل گیا اور کبھی اس کا آخر حرف نہیں بدلتا۔ بلکہ اس کی صفت یعنی حرکت بدل جاتی ہے جبکہ اس کا اعراب بحرکت ہو۔ جیسے جَاءَ نِی زیدٌ ورأیتُ زیداً ومَرَرْتُ بزیدٍ

قوله ان يختلف آخره ان اختلاف سے احتراز ہے جو اسم معرب کے آخر میں نہ ہو پس ایسا اختلاف معرب کا حکم نہ ہوگا۔ جیسے اِمْرُؤٌ میں راء اور اِبْنُمٌ میں نون کا اختلاف جیسے جَائَنِی اِمْرُءٌ و اِبْنُمٌ (بضم راء ونون) اور رَأَیْتُ اِمْرأً و نَماً بفتح راء ونون اور مررتُ بِامْرِءٍ و اِبْنِمٍ (بکسر راء ونون) ان میں راء اور نون کا اختلاف عوامل کے اختلاف کی وجہ سے نہیں ہے۔ بلکہ حرکت آخر کے اتباع کی وجہ سے ہے پس حرکت راء حرکت ہمزہ کے اور حرکت نون حرکت میم کے تابع ہے۔

قوله باختلاف العوامل اس میں باء سببیہ ہے اور یختلف کے متعلق ہے اور عوامل جمع عامل کی ہے۔ اگر کوئی عتراض کرے کہ عوامل جمع ہے اور اس کا ادنیٰ درجہ تین ہے لہٰذا معرب کا آخر ایک عامل سے مختلف نہ ہونا چاہئے بلکہ کم از کم تین عاملوں سے مختلف ہونا چاہئے۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے اس لئے کہ اس کا آخر ایک عامل سے مختلف ہو جاتا ہے۔ جواب یہ ہے کہ العوامل پر الف لام جنس کا ہے جس سے اس کی جمعیت جاتی رہی۔ پس اس سے مراد ایک عامل ہے۔ اگر کوئی اعتراض کرے کہ اِنَّ زیداً مضروبٌ اور رَأَیْتُ زَیْداً اور انی ضاربٌ زیداً میں زیدا معرب ہے۔ حالانکہ اختلاف عوامل سے اس کا آخر مختلف نہیں۔ جواب یہ ہے کہ عوامل جن کے اختلاف سے معرب کا آخر مختلف ہوتا ہے۔ اپنے عمل میں مختلف ہونے چاہئیں اور ان مثالوں میں اِنَّ حرف مشبہ بفعل اور رأیتُ فعل اور ضاربٌ اسم ایک اعراب یعنی نصب کے خواہاں

ہیں۔

قولہ اختلافاً یہ بنابر مفعول مطلق منصوب ہے۔

قولہ لفظیاً یہ اختلافاً کی صفت ہے۔

قولہ تقدیریا اس کا عطف لفظیاً پر ہے اور اختلافاً کی صفت ہے۔ ای اختلافاً تقدیریاً۔ یاد رکھنا چاہئے کہ جمہور نحات کے نزدیک معرب کی تعریف مااختلف آخرہ باختلاف العوامل ہے اور شیخ ابن حاجب نے کافیہ میں معرب کی یہ تعریف کی ہے کہ المعربُ المرکب الذی لم یشبه مبنی الاصل اور مااختلف آخرہ باختلاف العوامل کو معرب کا حکم اور اثر قرار دیا ہے۔ جمہور نحات کے نزدیک معرب کی جو تعریف تھی اس کو شیخ نے معرب کا حکم قرار دیا ہے۔ مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی شیخ کا اتباع کیا ہے۔ رہا یہ امر کہ شیخ نے جمہور کا خلاف کس وجہ سے کیا۔ تم کو نحو کی بڑی کتابوں سے معلوم ہو جائے گا۔

قولہ الاعراب مابہ یختلف الخ مَا سے مراد حرف اور حرکت ہے اور بہ میں باء سببیہ ہے۔ اور بہ کی ضمیر مجرور الاعراب کی طرف لوٹ رہی ہے۔ یعنی اعراب وہ حرف یا حرکت ہے جس کی وجہ سے معرب کا آخر بدلتا ہے۔ نہ اوّل اور اوسط۔

قولہ کالضمة والفتحة والکسرة یہ اعراب بالحرکت کی مثالیں ہیں۔ جاننا چاہئے کہ یہ جب تاء کے ساتھ ہوتے ہیں تو حرکات اعرابیہ اور بنائیہ دونوں پر بولے جاتے ہیں اور جب بغیر تاء ہوتے ہیں تو صرف حرکات بنائیہ پر بولے جاتے ہیں۔ جیسے کہ رفع اور نصب اور جر حرکات اعرابیہ پر بولے جاتے ہیں۔

قولہ والواو والالف والیاء یہ اعراب بالحرف کی مثالیں ہیں۔ جیسے جائنی ابوك ورایت اباك و مررتُ بابیك۔ اعراب لغت میں بمعنی ظاہر کرنا چونکہ ضمہ فتحہ اور کسرہ وغیرہ کے آنے سے ظاہر ہو جاتا ہے کہ یہ فاعل ہے یا مفعول یا مضاف الیہ لہٰذا ان کو اعراب کہتے ہیں۔

قولہ واعراب الاسم الخ الاسم سے مراد اسم معرب ہے اس لئے کہ بحث اسم معرب میں ہے۔ اسم معرب کے اعراب تین قسم پر ہیں رفع نصب اور جر۔ اس لئے کہ معانی (یعنی فاعلیت مفعولیت اور اضافت) جن کے لئے یہ اعراب وضع کئے گئے ہیں تین ہیں۔ لہٰذا اعراب بھی جو ان پر دلالت کرے تین ہونے چاہئیں۔ پس رفع جو عمدہ ہے عمدہ کو یعنی فاعل کو دے دیا اور نصب جو فضلہ ہے فضلہ کو یعنی مفعول کو دے دیا۔ باقی جو رہ گیا وہ مضاف الیہ کو دے دیا اور برعکس نہیں کیا اس لئے کہ جر ثقیل ہے اور مفعول کثرت سے مستعمل ہوتا ہے۔ لہٰذا مفعول کے مناسب خفیف چیز یعنی نصب تھا۔ یاد رکھنا چاہئے کہ معرب کے اعراب کو انواع اور مبنی کی حرکات کو القاب کہتے ہیں۔ اس لئے کہ رفع نصب و جر میں سے ہر ایک انواع معانی میں سے ایک نوع پر دلالت کرتے ہیں۔ اور جب مدلولات انواع ہوئے تو وہ چیزیں جو ان پر دلالت کریں گی لامحالہ انواع

ہوں گی۔ بخلاف مبنی کی حرکات (ضم اور فتح اور کسر) کے کہ یہ چونکہ انواع معانی پر دلالت نہیں کرتے۔ بلکہ ایک امر یعنی بناء پر دلالت کرتے ہیں۔ لہٰذا ان کو القاب کہتے ہیں۔

قوله العامل مابه الخ عامل بمعنی عمل کرنے والا اصطلاح میں وہ ہے جس کی وجہ سے رفع یا نصب یا جر آئے جیسے جَاءَ نِی زید (میرے پاس زید آیا) میں جاء فعل عامل ہے جس کی وجہ سے زید کو رفع آیا اور رأیتُ زیداً میں رأیتُ فعل عامل ہے جس کی وجہ سے زیداً کو نصب آیا اور مررتُ بزید میں ب حرف جو عامل ہے۔ جس کی وجہ سے زید کو جر آیا۔ اگر کوئی اعتراض کرے کہ عامل کی یہ تعریف اپنے تمام افراد کو شامل نہیں ہے۔ اس لئے کہ اس سے عوامل فعل لم اور لَمَّا وغیرہ خارج ہیں۔ کیونکہ ان کی وجہ سے آخر کلمہ پر جزم آتا ہے نہ کہ رفع اور نصب اور جر جواب یہ ہے کہ یہاں عامل سے مراد عامل اسم ہے (نہ مطلق عامل اسم ہو یا فعل) اس لئے کہ بحث اسم کی ہے۔

قوله ومحلّ الاعراب الخ من الاسم صفت محل کی ہے ای المحل الکائنُ من الاسم المعرب اور الحرف الاخیر خبر محل کی ہے اور ہو ضمیر فصل ہے۔ اور اسم کا محل اعراب آخر ہی کا حرف ہوتا ہے نہ پہلا اور درمیانہ مصنف کا آخر حرف کو اسم کا محل اعراب بتلانا ایک امر اتفاقی ہے اس لئے کہ بحث اسم کی ہے ورنہ فعل مضارع کا بھی محل اعراب آخر کا حرف ہوتا ہے۔

قوله هو الحرف الاخیر مصنف ہو ضمیر فصل حصر کے لئے لائے (یعنی محل اعراب آخر ہی کا حرف ہوتا ہے نہ کوئی اور) تاکہ یہ وہم نہ پیدا ہو کہ تثنیہ اور جمع مذکر سالم کا محل اعراب نون سے پیشتر کا حرف ہے جو آخر کا حرف نہیں ہے اس لئے کہ ان کا نون مفرد کی حرکت اور تنوین کے عوض میں ہے۔ لہٰذا یہ نون حرف آخیر نہیں ہوگا بلکہ حرف آخر نون سے پیشتر کا حرف ہوگا اور لفظ اخیر بروزن فعیل چونکہ مذکر و مؤنث دونوں کی صفت آتا ہے لہٰذا مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے الاخیرہ نہیں کہا حالانکہ اس کا موصوف الحرف مؤنث ہے۔

قوله مثال الکل الخ یعنی چاروں چیزوں عامل اور معرب اور اعراب اور محل اعراب کی مثال قام زیدٌ ہے اس میں قام فعل عامل ہے اور زید معرب اور ضمہ اعراب اور زید کی دال محل اعراب۔

قوله واعلم انه لایعرب الخ یہاں سے مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ مطلق معرب کی قسمیں بیان کر رہے ہیں کہ کلام عرب میں صرف دو چیزیں معرب ہیں اسماء میں سے اسم متمکن اور افعال میں فعل مضارع اور فعل مضارع کا حکم قسم ثانی یعنی بحث فعل میں آئے گا۔ مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے اسم متمکن کہا اس لئے کہ اسم غیر متمکن مبنی ہوتا ہے اور فعل مضارع کہا اس لئے کہ افعال میں سے فعل ماضی اور امر حاضر معروف مبنی ہوتے ہیں اور نیز فعل مضارع اس وقت معرب ہوتا ہے جبکہ وہ نون تاکید اور نون جمع مؤنث سے خالی ہو۔ حکمہ کی ضمیر الفعل المضارع کی طرف لوٹ رہی ہے۔

قوله واعلم جاننا چاہئے کہ ابتداء کلام میں کلمہ اعلم سامع کو کلام کی طرف شوق دلانے یا اس کی طرف مائل کرنے کے

لئے ذکر کیا جاتا ہے۔ چونکہ لفظ علم کا استعمال امور کلیہ میں ہوتا ہے اور لفظ معرفت کا استعمال امور جزئیہ میں لہٰذا مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ لفظ اعلم لائے اور یہاں انه لا یعرب الخ امر کلی ہے نہ جزئی لہٰذا مصنف نے لفظ اعلم اختیار فرمایا۔ اور نیز مصنف نے لفظ افہم اختیار نہیں کیا اس لئے کہ فہم کا تعلق کلام سابق سے ہوتا ہے نہ کلام مؤخر سے لہٰذا یہاں افہم سے امر کرنا مقام کے مناسب نہیں ہے اور نیز لفظ اقرأ نہیں لائے اس لئے کہ یہاں مقصود درایت ہے نہ کہ قراءت اور لفظ اقراء میں معنی درایت نہیں پائے جاتے۔

---

فصل فی اصناف اعراب الاسم وهی تسعة اصنافٍ الاول ان یکون الرفعُ بالضمة والنصبُ بالفتحة والجرُّ بالکسرة ویختصُّ بالمفرد المنصرف الصحیح وهو عند النحاة مالایکونُ فی اٰخره حرفُ علةٍ کزید وبالجاری مجری الصحیح وهو مایکون فی اٰخره واوٌاویاءٌ ماقبلهما ساکنٌ کدلوٍ وظبیٍ وبالجمع المکسّر المنصرف کرجالٍ تقول جاءنی زیدٌ ودلوٌ وظبیٌ ورجالٌ ورایتُ زیدًا ودلوًا وظبیا ورجالاً ومررتُ بزیدٍو دلوٍ وظبیٍ ورجالٍ.

**ترجمہ:** ”تیسری فصل۔ اسم کے اعراب کی قسموں کے بیان میں۔ اور وہ نو قسمیں ہیں۔ قسم اوّل یہ ہے کہ رفع ضمہ کے ساتھ اور نصب فتحہ کے ساتھ اور جر کسرہ کے ساتھ ہو اور یہ قسم خاص ہے مفرد منصرف صحیح کے ساتھ اور وہ نحویوں کے نزدیک وہ اسم ہے جس کے آخر میں حرف علت نہ ہو جیسے زید اور خاص ہے قائم مقام صحیح کے ساتھ اور وہ ایسا اسم ہے کہ جس کے آخر میں واو یا یاء ماقبل ساکن ہو جیسے دلوٌ اور ظبیٌ اور خاص ہے جمع مکسر منصرف کے ساتھ جیسے رجال تو کہے جاء نی زیدٌ و دلو وظبیٌ و رجالٌ اور رأیت زیداً ودلواً و ظبیاً و رجالاً اور مررت بزیدٍ ودلوٍ وظبیٍ ورجالٍ۔“

---

قوله فی اصناف اعراب الاسم الخ اصناف جمع صنف کی ہے۔ بمعنی قسم یعنی تیسری فصل اقسام اعراب اسم کے بیان میں ہے۔ جاننا چاہئے کہ صنف اور نوع اور قسم باعتبار ذات کے مختلف ہیں۔ لیکن استعمال میں متحد ہیں۔ صنف امر خارج کے اعتبار سے ہوتی ہے جیسے ہندی اور رومی اور حبشی اور یہ نوع سے خاص ہوتی ہے اور نوع باعتبار ذات کے ہوتی ہے جیسے انسان اور بقر اور غنم اور قسم دونوں سے عام ہے جیسے حیوان۔

قوله هی تسعة اصناف ضمیر ہی اصناف اعراب الاسم کی طرف لوٹ رہی ہے۔ یعنی اور اقسام اعراب اسم نو قسم پر ہیں اور اسماء متمکن جن پر یہ نو قسم کے اعراب آتے ہیں سولہ قسم کے ہیں جن کو مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ تفصیلاً اعراب کی ان نو قسموں کے ہر ایک قسم کے تحت میں بیان فرمائیں گے۔ جاننا چاہئے کہ اعراب کبھی لفظی ہوتا ہے اور کبھی تقدیری چونکہ ان دونوں میں اصل اعراب لفظی ہے۔ لہٰذا مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ پہلے اس کے محل کا بیان فرماتے ہیں اور اعراب لفظی کبھی بحرکت

ہوتا ہے یعنی پیش اور زبر اور زیر سے اور کبھی بحرف یعنی واو، الف اور ی سے اور پھر ان دونوں میں اصل اعراب بحرکت ہے لہٰذا مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ پہلے اعراب لفظی بحرکت کا محل بتلاتے ہیں۔ کہ الاول ای الصنف الاول من الاصناف التسعة (ترکیب) الاول مبتداء ہے اور ان یکون الرفع الخ خبر ہے یعنی ان نوقسموں میں سے پہلی قسم یہ ہے کہ حالت رفع ضمہ کے ساتھ ہو اور حالت نصب فتحہ کے ساتھ اور حالت جر کسرہ کے ساتھ مطلب یہ ہے کہ جب رفع دینے والا عامل اپنے معمول کو رفع دے تو اس حالت میں یہ رفع ضمہ کے ساتھ ہوگا اور جب جر دینے والا عامل اپنے معمول کو جر دے تو اس حالت میں یہ جر کسرہ کے ساتھ ہوگا۔ مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے اقسام اعراب میں سے اس قسم کو دو وجہ سے مقدم کیا۔ اوّل یہ کہ اس کا اعراب حرکات کے ساتھ ہے اور اعراب میں اصل اعراب بحرکت ہے اور اعراب بحرف خلاف اصل ہے۔ دوم یہ کہ اس کا اعراب بحرکات ثلثہ ہے اور اعراب میں اصل یہ ہے کہ اعراب بحرکات ثلثہ ہو اور اعراب بحرکتین خلاف اصل ہے۔

قوله یختَصُّ بالمفرد المنصرف الصحیح الخ اور اعراب کی یہ قسم مفرد منصرف صحیح اور جاری مجری صحیح اور جمع مکسر منصرف کے ساتھ خاص ہے۔ یعنی ان تینوں کا اعراب حالت رفع میں ضمة کے ساتھ ہوگا (نہ واو اور الف کے ساتھ) اور حالت نصب میں فتحہ کے ساتھ (نہ الف اور یاء کے ساتھ) اور حالت جر میں کسرہ کے ساتھ (نہ یاء کے ساتھ)۔

قوله بالمفرد المنصرف الصحیح جاننا چاہئے کہ مفرد کبھی مقابلہ میں جملہ کے آتا ہے جیسا کہ بحث تمیز میں آئے گا اور کبھی مفرد مقابلہ میں مضاف کے آتا ہے جیسا کہ باب منادی میں آئے گا اور کبھی مفرد مقابلہ میں مثنی اور مجموع کے آتا ہے یہاں مفرد سے مراد یہی آخری صورت ہے مفرد کی قید سے تثنیہ اور جمع خارج ہو گئے اور منصرف کی قید سے مفرد غیر منصرف خارج ہو گیا اس لئے کہ اس کا اعراب اور ہے اور صحیح کی قید سے مفرد منصرف غیر صحیح خارج ہو گیا جیسے ابوک اور اخوک اور ہنوک اور حموک اور ذو مال کہ یہ سب ناقص واوی ہیں لیکن ذو مالٍ مقرون ہے کہ یہ اصل میں ذُوْوٌ تھا ان سب کا اعراب اور ہے جیسا کہ آگے آرہا ہے۔

قوله وهو عند النحاة الخ نحات جمع ناحٍ کی ہے جیسے قضاة جمع قاضٍ کی ہے۔ اور صحیح نحویوں کے نزدیک وہ ہے جس کے آخر میں حرف علت نہ ہو خواہ وہ اوّل اور وسط کلمہ میں ہو یا نہ ہو جیسے زیدٌ اور وحیدٌ نحویوں نے صحیح کی یہ تعریف اس وجہ سے کی کہ وہ آخر کلمہ سے بحث کرتے ہیں بخلاف صرفیوں کے کہ ان کے نزدیک صحیح وہ ہے جس کے فاء اور عین اور لام کلمہ کے مقابلہ میں حرف علت اور تضعیف اور ہمزہ نہ ہو پس صحیح نحوی اور صحیح صرفی کے درمیان عموم وخصوص مطلق ہے صحیح نحوی عام ہے اور صحیح صرفی خاص۔

قوله وبالجاری مجریٰ الصحیح اس کا عطف بالمفرد پر ہے اور جاری مجری الصحیح بمعنی قائم مقام صحیح کے اور اعراب کی یہ پہلی قسم اس اسم کے ساتھ جو صحیح کے قائم مقام ہے خاص ہے۔

قوله وهو مایکون اور جاری مجری صحیح وہ ہے جس کے آخر میں واو یا یاء ہو اور اس کا ماقبل ساکن ہو۔ جیسے دَلْوٌ بمعنی

(ڈول) اور ظبیٌ بمعنی (ہرن) پہلی مثال واو کی ہے اور دوسری یاء کی۔ ایسے اسم کو جاری مجری صحیح اس وجہ سے کہتے ہیں کہ اعراب لفظی اس حرف علت پر جس کا ماقبل ساکن ہو ثقیل نہیں ہوتا اس لئے کہ سکون کی خفت حرکت کی ثقالت کے معارض ہوتی ہے۔ لہٰذا اس کو قائم مقام صحیح کہتے ہیں لیکن چونکہ قدرے ثقل باقی رہتا ہے لہٰذا صحیح نہیں ہوا۔

قوله بالجمع المکسر المنصرف الخ اس کا بھی عطف بالمفرد پر ہے یعنی اور اعراب کی یہ پہلی قسم جمع مکسر منصرف کے ساتھ خاص ہے جیسے رجالٌ جمع رجُلٌ کی ہے۔ مکسر کی قید سے جمع سالم مذکر و مؤنث دونوں خارج ہو گئے جیسے ضاربون اور ضاربات اس لئے کہ ان کا اعراب اور ہے اور منصرف کی قید سے جمع مکسر غیر منصرف خارج ہو گئی جیسے ضَوارِبُ اور نواصرُ اس لئے کہ اس کا اعراب اور ہے۔

قوله تقول جَائنی زیدٌ الخ یہاں سے مصنف ہر ایک کی مثال بیان فرمارہے ہیں جاءنی سے حالت رفع کی مثالیں ہیں اور رأیتُ سے حالت نصب کی اور مررتُ سے حالت جر کی۔ جاننا چاہئے کہ صحیح اور جاری مجری صحیح بہ نسبت غیر صحیح کے اصل ہے۔ اسی طرح جمع مکسر منصرف بہ نسبت جمع مکسر غیر منصرف کے اصل ہے اور اعراب حرکتی اعراب حرفی سے اصل ہے۔ لہٰذا اصل کو اصل چیز دے دی۔

---

الثانی اَنْ یکونَ الرفعُ بالضَّمةِ والنصبُ والجرُّ بالکسرة ویختصُّ بجمع المؤنث السالِم تقول هُنَّ مسلماتٌ ورایتُ مسلماتٍ ومررتُ بمسلماتٍ الثالث ان یکونَ الرفعُ بالضّمة والنصبُ والجرُّ بالفتحة ویختصُّ بغیر المنصرف کَعُمَرَ تقول جاءنی عُمَرُ ورایتُ عُمَر وَمَرَرْتُ بِعُمَر الرابع ان یکونَ الرفعُ بالواو والنصبُ بالالف والجرُّ بالیاء ویختصُّ بالاسماء السِّتَّةِ مکبرةً موحدةً مضافةً الی غیرِیاءِ المتکلمِ وهی اَخُوْكَ واَبُوْكَ وهَنُوْكَ وحَمُوكِ وفُوْكَ وذُوْمالٍ تقول جاءنی اخوكَ ورایتُ اخاكَ ومررتُ باخیكَ وکذا البواقی.

ترجمہ: ''اور دوسری قسم اعراب کی یہ ہے کہ رفع ضمہ کے ساتھ ہو اور نصب و جر کسرہ کے ساتھ ہو اور یہ قسم جمع مؤنث سالم کے ساتھ خاص ہے تو کہے هنَّ مسلماتٌ و رأیت مسلماتٍ ومررت بمسلماتٍ اور تیسری قسم یہ ہے کہ رفع ضمہ کے ساتھ اور نصب و جر فتحہ کے ساتھ ہو اور یہ قسم خاص ہے غیر منصرف کے ساتھ جیسے عمر تو کہے جاء نی عمر و رأیت عمر و مررت بعمر اور چوتھی قسم یہ ہے کہ رفع واو کے ساتھ ہو اور نصب الف کے ساتھ اور جر یاء کے ساتھ ہو اور یہ قسم خاص ہے اسماء ستہ مکبرہ کے ساتھ اس حال میں کہ واحد ہوں اور مضاف ہوں یاء متکلم کے علاوہ کی طرف اور وہ اخوك، ابوك، هنوك، حموك، فوك اور ذومال ہیں۔ تو کہے جاء نی اخوك ورایت اخاك و مررت باخیك اس مثال پر باقی پانچ کو قیاس

کر لیجئے۔"

قولہ الثانی ان یکون الرفع الخ اوراعراب کی نوقسموں میں سے دوسری قسم یہ ہے کہ حالت رفع ضمہ کے ساتھ ہو اور حالت نصب وجر کسرہ کے ساتھ یہاں نصب جر کے تابع ہے۔

قولہ ویختص بجمع المونث السالم الخ اور اعراب کی یہ دوسری قسم جمع مؤنث سالم کے ساتھ خاص ہے۔یعنی اس کا اعراب حالت رفع میں ضمہ کے ساتھ ہوگا اور حالت نصب و جر میں کسرہ کے ساتھ جیسے ھُنَّ مسلماتٌ (وہ مسلمان عورتیں ہیں) حالت رفع کی مثال ہے ھُنَّ مبتداء ہے اور مسلماتٌ خبر اس میں نصب تابع جر کے ہے۔اس لئے کہ جمع مؤنث سالم فرع جمع مذکر سالم کی ہے اور جمع مذکر سالم میں نصب تابع جر کے ہے لہٰذا اس کی فرع میں بھی ایسا کیا گیا تا کہ فرع کی زیادتی اصل پر لازم نہ آئے۔

قولہ السالم (جر کے ساتھ) سیبویہ کے نزدیک یہ جمع کی صفت ہے نہ المؤنث کی اس لئے کہ ان کے نزدیک مضاف کی تعریف مضاف الیہ کی تعریف سے کم نہیں ہوتی بلکہ نکرہ جب معارف میں سے کسی کی طرف مضاف ہوتا ہے تو وہ تعریف میں مضاف الیہ کے مرتبہ میں ہوتا ہے لہٰذا ان کے نزدیک السالم صفت جمع کی ہوگی اور مبرد کے نزدیک السالم بدل جمع سے ہے۔اس لئے کہ ان کے نزدیک مضاف کی تعریف مضاف الیہ کی تعریف سے کم ہوتی ہے۔کیونکہ مضاف مضاف الیہ سے تعریف حاصل کرتا ہے لہٰذا السالم صفت نہیں ہوسکتا ورنہ صفت کا موصوف سے اعرف ہونا لازم آئے گا۔جاننا چاہئے کہ جمع مؤنث سالم سے مراد وہ جمع ہے جس کے آخر میں الف اور تاء ہو خواہ اس کا مفرد مذکر ہو یا مؤنث۔پس یہ کوکبات اور خالیات اور صافنات کو کہ جن کے مفردات کوکب، اور خالی اور صافن مذکر ہیں شامل ہوگا۔اور قید السالم سے جمع مؤنث مکسر سے احتراز ہے۔جیسے حمرٌ جمع حمراء کی ہے اس لئے کہ اس کا اعراب بحرکات ثلثہ ہے۔

قولہ الثالث ان یکون الرفع الخ اوراعراب کی نوقسموں میں سے تیسری قسم یہ ہے کہ حالت رفع ضمہ کے ساتھ ہو اور حالت نصب وجر فتحہ کے ساتھ اس میں جمع مؤنث سالم کے برعکس جر تابع نصب کے ہے۔

قولہ ویختص بغیر المنصرف اوراعراب کی یہ قسم غیر منصرف کے ساتھ خاص ہے۔یعنی اس کا اعراب حالت رفع میں ضمہ کے ساتھ ہوگا اور حالت نصب و جر میں کسرہ کے ساتھ اور یہاں غیر منصرف سے مراد وہ اسم ہے جس پر منصرف ہونے کا حکم نہ پایا گیا ہو اس لئے کہ غیر منصرف کبھی مجرور بھی ہوتا ہے حالانکہ مذہب مصنف پر وہ غیر منصرف ہے جیسے عمر کہ یہ غیر منصرف ہے۔

قولہ الرابع ان یکون الرفع الخ اعراب حرکتی لفظی سے فارغ ہونے کے بعد اب مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ اعراب حرفی لفظی کو بیان فرما رہے ہیں اعراب کی چوتھی قسم یہ ہے کہ حالت رفع واو کے ساتھ ہو اور حالت نصب الف کے ساتھ اور

حالت جر یاء کے ساتھ۔ اور اعراب کی یہ قسم چھ اسماء کے ساتھ خاص ہے۔ درانحالیکہ وہ مکبّرہ ہوں (یعنی ان کی تصغیر نہ ہوتی ہو) اور موحدہ ہوں اور یاء متکلم کے علاوہ کسی اور کی طرف مضاف ہوں خواہ اسم ظاہر کی طرف مضاف ہوں جیسے ابوبکر اور ابوعمر خواہ اسم ضمیر کی طرف عام ایں کہ وہ ضمیر غائب کی ہو یا حاضر کی یا تثنیہ وجمع متکلم کی جیسے ابوہ واخوہ و ابوك و اخوك و ابونا واخونا۔

قوله مکبرةً یہ اسماء سے حال اوّل ہے اس قید سے اسماء ستہ جب کہ وہ مصغرہ ہوں خارج ہوگئے اس لئے کہ اس وقت ان کا اعراب بحرکت ہوگا جیسے جَاءَ اُبَیٌّ اور رَأَیْتُ اُبَیًا ومررتُ بأُبیٍ اور اُبَیٌّ تصغیر اَبٌ کی ہے۔ اصل میں اُبَیْوٌ تھا بروزن فُعَیْلٌ واو کو یاء کر کے یاء کو یاء میں ادغام کر دیا۔

قوله موحدةً یہ اسماء سے حال ثانی ہے اس قید سے اسماء ستہ جبکہ مثنٰی اور مجموع ہوں خارج ہوگئے اس لئے کہ اس وقت ان کا اعراب تثنیہ اور جمع کا سا ہوگا جیسے جَاءَ نِی ابو اِن و رأیْتُ اَبَوَینِ ومَرَرْتُ بِاَبَوَینِ وجاء نِی آباءٌ ورأیتُ آباءً وَمَرَرْتُ بِآبَاءٍ۔

قوله مضافةً یہ اسماء سے حال ثالث ہے اس قید سے اسماء ستہ جب کہ کسی کی طرف مضاف نہ ہوں خارج ہوگئے۔ کیونکہ اس وقت ان کا اعراب بحرکت ہوگا جیسے جَاءَ اَبٌ ورَأَیْتُ اباً ومَرَرْتُ بِاَبٍ۔

قوله الیٰ غیر یاء المتکلم یہ مضافۃ کے متعلق ہے اس قید سے اسماء ستہ جبکہ یاء متکلم کی طرف مضاف ہوں خارج ہوگئے۔ کیونکہ اس وقت ان کا اعراب حرکتی تقدیری ہوگا جیسے جَاءَ ابِیْ ورأَیْتُ اَبِی وَمَرَرْتُ بِأَبِی۔

قوله وهی اخوك الخ اور وہ چھ اسماء اَخوكَ اور اَبُوكَ اور هنوكَ اور حموكِ (بکسر کاف اس لئے کہ مخاطب مؤنث ہے کیونکہ حم کے معنی سسر و دیور وغیرہ ہیں لہٰذا حم کا مضاف الیہ مؤنث ہوگا) اور فوكَ اور ذومالٍ ہیں ان میں سے اَخٌ (بھائی) اور اَبٌ (باپ) اور هَنٌ (عورت یا مرد کی شرمگاہ) اور حَمٌ (عورت کے رشتہ دار خاوند کے خاندان سے دیور و سسر وغیرہ) ناقص واوی ہیں۔ اس لئے کہ ان کا تثنیہ اخوانِ اور ابوانِ اور هنوانِ اور حموانِ ہے لہٰذا ان کی اصل واو کے ساتھ اَخَوٌ اور اَبَوٌ اور هَنَوٌ اور حَمَوٌ ہوگی۔ واو کو خلاف قیاس حذف کر دیا۔ اور فُوٌ اصل میں فَوْهٌ تھا بروزن فَعْلٌ بفتح فاء و سکون عین ۃ کو خلاف قیاس حذف کر دیا اس کی واو غیر حالت اضافت میں میم سے بدل جاتی ہے جیسے فَمٌ اس لئے کہ اگر واو میم سے نہ بدلی جائے تو اعراب عین کلمہ یعنی واو پر آئے گا (جیسے یَدٌ اور دَمٌ میں آتا ہے) اور پھر واو بوجہ متحرک اور ماقبل مفتوح ہونے کے الف سے بدل جائے گی اور الف التقاء ساکنین کی وجہ سے گر جائے گا اور کلمہ ایک حرف پر رہ جائے گا لیکن اضافت کے وقت واو کے الف سے بدل جانے کی علت باقی نہیں رہتی لہٰذا اس صورت میں وہ اپنی اصل کی طرف لوٹ آئے گا اور فوك اور فوھا کہیں گے اور ذُو لفیف مقرون ہے اصل میں ذُوُوٌ تھا (دو واو کے ساتھ) آخری واو کو حذف کر دیا یہ ہمیشہ اسم جنس کی طرف مضاف ہو کر مستعمل ہوتا ہے اسی واسطے مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ اس کو اسم جنس کی طرف مضاف کر کے

لائے ہیں۔لیکن کبھی بطریق شذوذ ضمیر کی طرف بھی مضاف ہو جاتا ہے لیکن بغیر اضافت کبھی مستعمل نہیں ہوتا۔

قوله وكذا البواقى یعنی اَخٌ کی مثال کی طرح باقی اسماء کی بھی مثالیں اسی طرح ہیں جیسے جاءِ نی ذُومالٍ ورأَیْتُ ذَامَالٍ ومَرَرْتُ بِذِیْ مالٍ وجَائَنی حَمُوكِ و رَأَیْتُ حَمَاكِ ومَرَرْتُ بِحَمِیْكِ۔

---

الخامس ان یکونَ الرَفعُ بالالف والنصبُ والجرُّ بالیاءِ المفتوح ماقبلَها ویختصُّ بالمثنیٰ وکلا مضافًا الی مضمرو اثنان واثنتان تقول جاءنی الرجلانِ کلاھما واثنان و اثنتانِ ورایتُ الرَجلَیْنِ کلَیْھما واثنیْن واثنتین ومررتُ بالرجلیْن کلیھما واثنَیْنِ واثنَتَیْنِ.

**ترجمہ:** ''اوراعراب کی پانچویں قسم یہ ہے کہ رفع الف کے ساتھ اور نصب و جر یاء ماقبل مفتوح کے ساتھ ہو اور یہ قسم خاص ہے مثنی کے ساتھ اور کلا کے ساتھ جب کہ وہ ضمیر کی طرف مضاف ہو اور اثنان و اثنتان کے ساتھ جیسے تو کہے جاء نی الرجلان کلاھما واثنان واثنتان اور رایت الرجلین کلیھما واثنین واثنتین اور مررت بالرجلین کلیھما واثنین واثنتین۔''

---

قوله الخامِسُ ان یکون الخ یعنی اوراعراب کی پانچویں قسم یہ ہے کہ حالت رفع الف کے ساتھ ہو نصب و جر یاء کے ساتھ کہ جس کا پیشتر حرف مفتوح ہو۔

قوله المفتوح ماقبلها یہ الیاء کی صفت ہے یعنی وہ یاء کہ جس کے پیشتر حرف مفتوح ہو اور المفتوح میں الف ولام بمعنی التی ہے اور ماقبلها مفتوح کا نائب فاعل ہے اور قبلها صلہ ما کا ہے۔ بتقدیر ثبتَ تقدیر عبارت اس طرح ہے۔ بِالیاءِ التی یفتَحُ الحرفَ التی ثبَتَ قبلها۔

قوله ویختص بالمثنیٰ الخ اوراعراب کی یہ قسم مثنیٰ کے ساتھ خاص ہے اور کلا کے ساتھ درانحالیکہ وہ ضمیر کی طرف مضاف ہو(اسی طرح یہ اس کی مؤنث کلتا کے ساتھ بھی خاص ہے اور اسی طرح اعراب کی یہ قسم اثنان اور اس کی مؤنث اثنتان کے ساتھ خاص ہے)۔

قوله وکلا مضافاً الیٰ مضمرٍ اس میں مضافاً حال ہے اور کلا بتاویل لفظ ذوالحال اور کلا کو بتاویل لفظ اس لئے لیا کہ یہ مثنی ہے اور حال اور ذوالحال کے درمیان افراد و تثنیہ و جمع میں مطابقت ضروری ہے اور یہاں مضافاً جو حال ہے مفرد ہے۔ جاننا چاہئے کہ مثنی تین قسم پر ہے ایک حقیقی یعنی وہ جو لفظ اور معنی دونوں اعتبار سے مثنی ہو۔ جیسے رجلان دوسرے صوری یعنی وہ جو مثنی کی صورت پر ہو اور اس کا مفرد اس کے لفظ سے نہ ہو جیسے اثنان اور اثنتان پس یہ الفاظ مفردہ ہیں اس واسطے کہ مثنی وہ ہے جس کے مفرد کے آخر میں الف ونون لاحق ہو اور ان کا مفرد اثن اور اثنة اور ثنت نہیں آتا لیکن چونکہ ان کی صورت تثنیہ کی سی ہے جیسے ابنان اور ابنتان و بنتانِ اور ابنین اور ابنتین اور بنتین کی اور نیز ان کے معنی تثنیہ جیسے ہیں۔ لہٰذا ان کو مثنی

صوری کہتے ہیں۔ پس یہ الفاظ اگرچہ مفرد ہیں لیکن چونکہ ان کی صورت تثنیہ کی سے ہے اور ان کے معنی تثنیہ کے سے ہیں۔ لہٰذا مثنی حقیقی کے ساتھ ملحق کر دیئے گئے۔ تیسرے معنوی یعنی جو باعتبار معنی مثنی ہو۔ جیسے کلا اور کلتا اس لئے کہ یہ باعتبار لفظ مفرد ہیں کیونکہ لفظ کُلٌّ کا ان کے واسطے مفرد ہونا ثابت نہیں ہے لیکن باعتبار معنی مثنی ہیں لہٰذا ان کو مثنی معنوی کہتے ہیں۔ اور اسی وجہ سے کہ یہ باعتبار معنی مثنی ہیں۔ مثنی حقیقی کے ساتھ ملحق کر دیئے گئے۔ اور کلا اصل میں کِلَوٌ تھا واو کو الف سے بدل لیا اس کی مؤنث کلتا ہے اور یہ اصل میں کلوا تھا واو کو تاء سے بدل لیا اور الف اس میں تانیث کا ہے اس لئے کہ علامت تانیث آخر میں ہوا کرتی ہے چونکہ کلتا کلا کی فرع ہے لہٰذا مصنف نے کلتا کو ذکر نہیں کیا اور صرف ذکر اصل پر اکتفا کیا پس کلتا کا اعراب بھی کلا کی طرح ہے جیسے جائنی کلتا ھما ورأیت کلتَیْھما ومررتُ بکلتَیْھما۔ ان کے اعراب بحرف ہونے کے لئے ضمیر کی طرف مضاف ہونے کی قید اس واسطے لگائی کہ یہ دونوں جب اسم مظہر کی طرف مضاف ہوں گے تو اس وقت ان کا اعراب بحرکت تقدیری ہوگا۔ اس لئے کہ کلا اور کلتا کے دو اعتبار ہیں۔ لفظی اور معنوی باعتبار لفظ مفرد ہیں کیونکہ ان کے آخر میں علامت تثنیہ الف یا یاء نہیں ہے اور باعتبار معنی مثنی ہیں اس لئے کہ ان کے معنی دو ہیں لہٰذا ان میں لفظ اور معنی دونوں کا اعتبار کیا گیا بایں طور کہ یہ جب اسم مظہر کی طرف جو بنسبت ضمیر کے اصل ہے مضاف ہوں تو اس وقت جانب لفظ کی جو اصل ہے رعایت ہوگی اور اعراب بحرکت جو اصل ہے ہوگا۔ لیکن اعراب بحرکت تقدیری ہوگا جیسے جاء نی کلا الرجلین ورأیتُ کلا الرجلین ومررتُ بکلا الرجلین اور جب ضمیر کی طرف مضاف ہوں جو اسم مظہر کی فرع ہے تو اس وقت ان میں جانب معنی کی جو لفظ کی فرع ہے رعایت ہوگی اور اعراب بالفرع یعنی بحرف ہوگا۔

قولہ واثنان واثنتان الخ ان کا عطف کلا پر ہے۔ اور کلا کا عطف المثنی پر یہ تینوں مجرور المحل ہیں اور ان کا اعراب رفعی بر سبیل حکایت ہے۔ اثنان مذکر کے لئے ہے۔ اثنتان مؤنث کے لئے۔ مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہاں ذکر اصل (یعنی اثنان) پر اکتفا نہیں کیا۔ بلکہ اصل اور فرع دونوں کو ذکر کیا اس لئے کہ یہ اسماء عدد میں سے ہیں اور اسماء عدد میں تذکیر و تانیث کا حکم تمام اسماء کے خلاف ہے۔ لہٰذا مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ بات بتلانے کے لئے کہ ان دونوں میں تذکیر و تانیث تمام اسماء کے موافق ہے جیسا کہ واحد اور واحدۃ میں ہے۔ مذکر و مؤنث دونوں کی تصریح کر دی۔

---

السادس ان یکون الرفعُ بالوا والمضمومِ ماقبلَھا والنصبُ والجرُّ بالیاء المکسو رما قبلَھَا ویَخْتَصُّ بجمع المذکرِ السالمِ نحو مُسْلِمُوْنَ واُلُوْ وعِشْرُوْن مَعَ اَخَواتِھَا تقول جاءنی مسلمون وعشرونَ والومال ورایتُ مُسْلِمِیْن وعشرین واُوْلِیْ مالٍ ومررتُ بمسلمین وعشرین واُلِیْ مالٍ وَ اِعْلَمُ اَنَّ نونَ التثنیة مکسورۃٌ ابداً ونونَ جمعِ السَّلامۃِ مفتوحۃٌ ابداً وکلاھما تَسْقُطانِ عند الاضافۃِ تقول جاءنی غُلاَمَا زَیْدٍ ومُسْلِمُوْ مصرٍ۔

ترجمہ: ''اور چھٹی قسم یہ ہے کہ رفع واؤ ماقبل مضموم کے ساتھ ہو اور نصب و جر یاء ماقبل مکسور کے ساتھ ہو اور یہ قسم جمع مذکر سالم کے ساتھ خاص ہے۔ جیسے مسلمون اور اولو اور عشرون اپنے اخوات ثلثون، اربعون، خمسون وغیرہ کے ساتھ جیسے جآء نی مسلمون واولو مال و عشرون اور رأیت مسلمین و اولی مال و عشرین و مررت بمسلمین واولی مال وعشرین۔ اور تو جان لے کہ تثنیہ کا نون ہمیشہ مکسور ہوتا ہے اور جمع سالم کا نون ہمیشہ مفتوح ہوتا ہے اور یہ دونوں اضافۃ کے وقت ساقط ہو جاتے ہیں جیسے تو کہے جآء نی غلاما زید ومسلمو مصر۔''

قولہ السادس ان یکون الرفع الخ اور اعراب کی چھٹی قسم یہ ہے کہ حالت رفع واو کے ساتھ ہو جس کا پیشتر حرف مضموم ہو اور حالت نصب و جر یاء کے ساتھ جس کا پیشتر حرف مکسور ہو۔

قولہ یتخص بجمع المذکر السالم الخ اور اعراب کی یہ قسم جمع مذکر سالم کے ساتھ جیسے مُسْلِمُوْنَ جمع مُسْلِمٌ کی ہے اور اس کے ملحقات جیسے اولو (یہ ذو کی جمع من غیر لفظہ ہے بمعنی صاحب) اور عشرون اور اس کے نظائر ثلثون اور اربعون وغیرہ کے ساتھ خاص ہے۔

قولہ بجمع المذکر السالم اس میں المذکر کی قید سے جمع مؤنث سالم خارج ہوگئی۔ جیسے مسلمات اور السالم کی قید سے جمع مکسر خارج ہو گئی جیسے رِجَالٌ اور جمع مذکر سالم سے مراد وہ جمع ہے جو اس کے وزن پر ہو خواہ اس کا مفرد مذکر ہو جیسے مسلمون جمع مسلم کی ہے خواہ مؤنث جیسے سنون اور ارضون اور ثبون اور قلون جمع سَنَةٌ اور اَرْضَةٌ اور ثِبَةٌ اور قُلَةٌ کی ہیں جو مؤنث ہیں۔

قولہ اُوْلُوْ وعِشْرُوْنَ یہ مجرور المحل ہیں اور ان کا عطف جمع المذکر السالم پر ہے اور ان کا اعراب رفعی بر سبیل حکایت ہے۔ مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان کو علیحدہ ذکر کیا اس لئے کہ یہ جمع مذکر سالم میں داخل نہیں ہیں بلکہ اس کے ملحقات سے ہیں اس لئے کہ جمع مذکر سالم سے مراد وہ اسم مفرد ہے جس کے آخر میں واو یا یاء اور نون مفتوحہ لاحق ہو اور ظاہر ہے کہ اولو اور عشرون اس طرح پر نہیں ہے یاد رکھنا چاہئے کہ جمع تین قسم پر ہے ایک حقیقی وہ جمع ہے جس کے مفرد میں کچھ تصرف کر کے اس کو بنالیا گیا ہو۔ جیسے رِجَالٌ ومُسْلِمُوْن۔ دوسرے معنوی جیسے اُوْلُوْ کہ یہ ذُوْ کی جمع من غیر لفظہ ہے یہ لفظ درحقیقت کے اعتبار سے جمع نہیں ہے۔ تیسرے صوری جیسے عشرون تاتسعون کہ یہ سب کے سب صورتاً جمع ہیں نہ معناً جمع ہیں اور نہ حقیقتاً معنیٰ جمع اس لئے نہیں ہیں کہ جمع معنوی کے لے ضروری ہے کہ وہ افراد غیر متعینہ پر دلالت کرے اور عشرون سے لے کر تسعون تک افراد معین پر دلالت کرتے ہیں۔ مثلاً عشرون صرف بیس پر دلالت کرتا ہے اور ثلاثون بلا زیادت ونقصان تیس پر وعلیٰ ھذا القیاس باقی بھی افراد معین پر دلالت کرتے ہیں لہٰذا معلوم ہوا کہ عشرون وغیرہ معنیٰ

جمع نہیں ہیں۔ اور جمع حقیقی اس لئے نہیں ہیں کہ جمع حقیقی وہ ہے جس کو اس کے مفرد میں کچھ تصرف کر کے بنایا گیا ہو۔ اور یہاں عشرون وغیرہ کا مفرد ہی نہیں جس کے آخر میں واو اور نون لاحق کر کے ان کو بنایا گیا ہو۔ یاد رکھنا چاہئے کہ عشرون کا مفرد عشر اور ثلاثون کا مفرد ثلاثہ نہیں ہے اور علی هذا القیاس باقی اسماء کا بھی مفرد اس طرح پر نہیں ہے جیسا کہ تم کو مطولات سے معلوم ہو جائے گا۔

قوله واعلم اَنَّ نون التثنيه الخ یعنی نون تثنیہ ہمیشہ یعنی تینوں حالتوں رفع نصب و جر میں مکسور ہوتا ہے اور نون جمع سالم ہمیشہ یعنی تینوں حالتوں رفع نصب و جر میں مفتوح ہوتا ہے۔

قوله ابداً دونوں جگہ بنا بر ظرف منصوب ہے۔ ای فی الاحوال الثلث من الرفع والنصب والجر۔

قوله نون جمع السلامة اس سے نون جمع تکسیر سے احتراز ہے اس لئے کہ وہ مرفوع اور منصوب بھی ہوتا ہے۔ اور اضافت کے وقت ساقط نہیں ہوتا۔ جیسے شیاطین۔ یاد رکھنا چاہئے کہ نون تثنیہ کے لئے کسرہ اختیار کرنے کی چند وجوہ ہیں۔ اوّل یہ کہ تثنیہ بلحاظ مفرد و جمع اوسط حال میں ہے اور کسرہ بھی بلحاظ رفع ونصب اوسط حال میں ہے۔ لہٰذا اوسط کے لئے اوسط اختیار کیا دوم یہ کہ بعض حضرات کے مذہب پر یہ نون تنوین کے عوض میں ہے اور سوین حرف ساکن ہے اور ساکن کو جب حرکت دی جاتی ہے تو حرکت کسرہ دی جاتی ہے لہٰذا نون تثنیہ کو کسرہ دیا گیا۔ سوم یہ کہ اگر نون تثنیہ مکسور نہ ہو تو مفتوح یا مضموم ہوگا اور یہ دونوں صورتیں ناممکن ہیں اس لئے کہ اگر اس کو فتحہ دیا جائے تو توالی فتحات لازم آئے گا جو ناجائز ہے۔ مثلاً رجلان میں لام پر فتحہ ہے اس کے بعد الف ہے جو دو فتحوں سے بنتا ہے یہ تین فتحہ ہوئے اس کے بعد اگر نون پر بھی فتحہ ہو تو چار فتحوں کا پے در پے آنا لازم آئے گا جو مکروہ ہے۔ اور اگر اس کو ضمہ دیا جائے تو اس چیز کا جو کلام عرب میں متروک ہے پایا جانا لازم آتا ہے اس لئے کہ نون ایک حرفی کلمہ ہے جیسا کہ ہمزہ استفہام اور واو عطف ہیں اور ایک حرفی کلمہ کلام عرب میں مضموم نہیں پایا جاتا اور جب تثنیہ کو جس کا مرتبہ جمع سے پہلے ہے کسرہ دے دیا تو اب نون تثنیہ اور نون جمع میں فرق کرنے کے لئے نون جمع کو فتحہ دے دیا نہ ضمہ اس لئے کہ ضمہ ثقیل ہے اور فتحہ خفیف۔ جاننا چاہئے کہ نون تثنیہ اور نون جمع میں چار مذہب ہیں۔ اوّل مذہب کیسان یہ ہے کہ وہ صرف تنوین مفرد کے عوض میں ہے نہ حرکت کے عوض میں اور نہ حرکت و تنوین دونوں کے عوض میں ہے۔ دوم مذہب زجاج یہ ہے کہ وہ حرکت مفرد کے عوض میں ہے اور تنوین کے عوض میں نہیں ہے۔ سوم مذہب ابن علی ان کے نزدیک نون مذکور حرکت اور تنوین دونوں کے عوض میں ہے۔ چہارم ابن مالک ان کے نزدیک نون مذکور کسی کے عوض میں نہیں ہے نہ حرکت کے عوض میں نہ تنوین کے عوض میں اور نہ ان دونوں کے عوض میں بلکہ یہ اس لئے لایا جاتا ہے تاکہ مفرد کے ساتھ التباس نہ ہو جیسے جوزان اس میں نون اس لئے لایا گیا ہے تاکہ مفرد کے ساتھ التباس نہ ہو۔ کیونکہ جوزان تثنیہ جوزیٰ کا ہے جب اس کا تثنیہ بنانا چاہا تو اس کے آخر میں الف تثنیہ بڑھایا جوزا ہوا اور جب جوزا الف زیادہ کرنے کے بعد عصا کی طرح ہوا جو مفرد ہے تو نون تثنیہ زیادہ کر دیا تاکہ وہ مفرد کے ساتھ ملتبس نہ ہو باقی وہ کلمات جن میں التباس نہیں ہوتا

ان میں نون طرداًللباب زیادہ کیا جاتا ہے۔

قوله كلا هما تسقطانِ الخ یعنی اور نون تثنیہ اور نون جمع دونوں حالت اضافت میں گر جاتے ہیں۔لیکن جب ان پر الف ولام داخل ہو تو یہ دونوں نون نہیں گرتے اس لئے کہ بعض کے نزدیک یہ دونوں تنوین کے عوض میں ہیں اور تنوین حالت اضافت میں گر جاتی ہے لہٰذا عوض بھی حالت اضافت میں گر جائے گا واَمّا على مذهب مَنْ قال بالحركت اولدفع الالتباس اومنهما فحذفه لقصر الكلام۔

قوله جائنى غلامَا زيدٍ (میرے پاس زید کے دو غلام آئے) غلاما اصل میں غلامان تھا۔حالت اضافت میں نون تثنیہ کے گرنے کی مثال ہے اور جیسے قوله جائنى مسلمو مصرٍ (میرے پاس شہر کے مسلمان آئے) مسلمو اصل میں مُسْلِمُوْنَ تھا حالت اضافت میں نون جمع کے گرنے کی مثال ہے۔مصر اگر خاص شہر کا نام ہو تو علمیت اور تانیث کی وجہ سے غیر منصرف ہوگا اور اگر اس کے معنی شہر ہوں تو منصرف ہوگا۔

---

السابع ان يكون الرّفعُ بتقدير الضَمّةِ والنصبُ بتقدير الفتحةِ والجَرُّ بتقدير الكسرةِ ويَخْتَصُّ بالمقصورِ وهوما فى اٰخره الفٌ مقصورةٌ كعصا وبالمضاف الى ياءِ المتكلِم غير جَمعِ المذكرِ السّالِم كغلاَمِىْ تقول هذا عصًا وغلامِىْ ورايتُ عصًا و غلامِىْ ومررتُ بعصًا وغلامى.

ترجمہ: ''اعراب کی ساتویں قسم یہ ہے کہ رفع ضمۂ تقدیری کے ساتھ اور نصب فتحۂ تقدیری کے ساتھ اور جر کسرۂ تقدیری کے ساتھ ہوگا اور یہ قسم اسم مقصور کے ساتھ خاص ہے اور اسم مقصور وہ اسم ہے جس کے آخر میں الف مقصورہ ہو جیسے عصی اور یہ قسم خاص ہے اُس اسم کے ساتھ جو یائے متکلم کی طرف مضاف ہو اور وہ جمع مذکر سالم نہ ہو جیسے غلامی تو کہے جاء نی عصا و غلامی ورايت عصا و غلامی و مررت بعصا وغلامی۔''

---

قوله السابع ان يكون الرفع الخ اعراب لفظی بیان کرنے کے بعد اب مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ یہاں سے اعراب تقدیری بیان فرما رہے ہیں۔اس کتاب میں تقدیر اعراب کے جو مواضع بیان کے گئے ہیں وہ چار ہیں ان میں سے دو موضع ایسے ہیں جن میں اعراب کا لفظ میں ظاہر ہونا متعذر ہے ایک اسم مقصور دوسرے وہ اسم جو یاء متکلم کی طرف مضاف ہو اور دو موضع ایسے ہیں جن میں اعراب کا لفظ میں ظاہر ہونا ثقیل ہے ایک اسم منقوص دوسرے جمع مذکر سالم جو یاء متکلم کی طرف مضاف ہو۔اور اعراب کی ساتویں قسم یہ ہے کہ حالت رفع بتقدیر ضمۃ ہو اور حالت نصب بتقدیر فتحہ اور حالت جر بتقدیر کسرہ۔

قوله ويختص بالمقصور اور اعراب کی یہ قسم اسم مقصور کے ساتھ خاص ہے اور اسم مقصور وہ ہے جس کے آخر میں

الف مقصورۃ ہوخواہ وہ لفظ میں موجود ہو جیسے العصا (لام تعریف کے ساتھ) خواہ محذوف جیسے عصاً (تنوین کے ساتھ بمعنی لاٹھی) اس میں الف اجتماع ساکنین کی وجہ سے محذوف ہو گیا ہے اور اس میں الف جو نظر آ رہا ہے وہ رسم خط کی وجہ سے ہے اور الف مقصورۃ مقدر ہے اور اسی لئے کہ یہ الف اس صورت میں یعنی صورت تنکیر میں رسم خط کی وجہ سے ہے پڑھا نہیں جاتا اور تعریف بلام اور اضافت کی صورت میں رسم خطا کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ الف مقصورہ ہے جو پڑھا جاتا ہے۔ جیسے العصا وھذا عصای اسم مقصور پر اعراب کا لفظ میں متعذر ہونا اس لئے کہ اس کے آخر میں الف ہے اور الف پر حرکت نہیں آتی ورنہ اس پر اگر حرکت آئے تو ہمزہ ہو جائے گا اور اس الف کو مقصورہ اس لئے کہتے ہیں کہ مقصورہ لغت میں بمعنی (روکا گیا) ہے اور الف مقصورہ بھی حرکات ثلثہ سے روکا گیا ہے۔

قولہ اوبالمضاف الخ اس کا عطف بالمقصور پر ہے یعنی اور اعراب کی یہ قسم اس اسم کے ساتھ خاص ہے جو یاء متکلم کی طرف مضاف ہو لیکن شرط یہ ہے کہ یہ اسم مضاف جمع مذکر سالم کے علاوہ ہو عام ازیں کہ وہ مفرد ہو یا جمع مکسر یا جمع مؤنث سالم۔ کیونکہ جمع مذکر سالم جو یاء متکلم کی طرف مضاف ہو اس کا اعراب اور ہے جو آگے آ رہا ہے۔

قولہ غیر جمع المذکر السالم یہ المضاف سے حال ہے اور اسم مضاف بسوی یاء متکلم پر اعراب اس لئے متعذر ہے کہ اعراب آنے سے پیشتر یاء کا ماقبل موافقت یاء کی وجہ سے کسرہ کا مستحق ہے اور جب اس پر عامل آیا تو اعراب لامحالہ تقدیری ہوگا کیونکہ اس وقت اگر اس پر اعراب لفظی آئے گا تو ایک حرف پر حالت رفع و نصب میں دو مختلف حرکتیں اور حالت جر میں دو ہم جنس حرکتیں آئیں گی اور یہ محال ہے۔ لہٰذا اس کو تینوں حالتوں میں اعراب تقدیری دے دیا گیا۔

---

الثامنُ ان یکونَ الرّفعُ بتقدیر الضمةِ والجرُّ بتقدیر الکسرةِ والنصبُ بالفتحةِ لفظًا ویَخْتَصُّ بالمنقوصِ وھو مافی اٰخرہ یاءٌ ماقَبْلَھَا مَکسورٌ کالقاضِیْ تقول جاءنی الْقَاضِیْ ورایتُ القَاضِیَ ومررتُ بالقَاضِیْ التاسعُ اَنْ یکُونَ الرّفعُ بتقدیر الواوِ والنصبُ والجرُّ بالیاءِ لفظًا ویَخْتَصُّ بجمع المذکَّر السالمِ مضافًا الی یاءِ المتکلمِ تقول جاءنی مُسْلِمِیَّ تقدیرہُ مُسْلِمُوْیَ اِجْتَمِعَتِ الواوُ وَالیاءُ وَالْاُوْلٰی منھما ساکنةٌ فقُلِبَتِ الواوُیاءً واُدْغِمَتِ الیاءُ فی الیاءِ واُبْدِلتِ الضّمةُ بالکسرةِ لمناسبَةِ الیاءِ فصار مُسْلِمِیَّ ورایتُ مُسْلِمِیَّ ومررتُ بمُسْلِمِیَّ۔

**ترجمہ:** "اعراب کی آٹھویں قسم یہ ہے کہ رفع بتقدیر ضمہ ہو اور جر بتقدیر کسرہ ہو اور نصب فتحہ لفظی کے ساتھ ہو اور یہ قسم خاص ہے اسم منقوص کے ساتھ اور اسم منقوص وہ اسم ہے جس کے آخر میں یاء ماقبل مکسور ہو جیسے القاضی۔ تو کہے جاء نی القاضی و رأیت القاضی و مررت بالقاضی اور نویں قسم یہ ہے کہ رفع

تقدیر واؤ کے ساتھ اور نصب و جر یائے لفظی کے ساتھ ہو اور یہ قسم اس جمع مذکر سالم کے ساتھ خاص ہے جو یائے متکلم کی طرف مضاف ہو۔ جیسے تو کہے جاء نی مسلمی کہ اصل میں مسلموی تھا واؤ اور یا ایک جگہ جمع ہو گئے اور ان دونوں میں سے پہلا ساکن ہے پس واؤ کو یا سے بدل دیا گیا اور یاء کو یاء میں ادغام کر دیا گیا اور یاء کی مناسبت کی وجہ سے میم کا ضمہ کسرہ سے بدل دیا گیا پس مسلمی ہو گیا اور رأیتُ مسلميّ اور مررتُ بمسلِميّ۔"

قولہ الثامن ان یکون الرفع الخ اور اعراب کی آٹھویں قسم یہ ہے کہ حالت رفع بتقدیر ضمۃ ہو اور حالت جر بتقدیر کسرہ اور حالت نصب بفتحہ لفظی۔

قولہ لفظاً یہ بتاویل اسم مفعول یعنی ملفوظاً ہو کر الفتحۃ سے حال ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ بنا بر ظرفیت منصوب ہو۔ ای فی اللفظ۔

قولہ ویختص بالمنقوص الخ اور اعراب کی یہ قسم اسم منقوص کے ساتھ خاص ہے اور اسم منقوص وہ ہے جس کے آخر میں یاء ہو اور اس کا پیشتر مکسور خواہ وہ یاء اصلی ہو جیسے رامی یا کسی سے بدلی ہوئی ہو جیسے داعی کہ اس کی یاء اصل میں واو تھی اور خواہ وہ یاء التقاء ساکنین کی وجہ سے محذوف ہو گئی ہو یا محذوف نہ ہوئی ہو۔

قولہ ماقبلها یہ یاء کی صفت ہے ای یاء مکسور ماثبت قبلها اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ یاء سے حال ہو۔ اسم منقوص میں اعراب حرکئی اس لئے ہے کہ یہ مفرد ہے اور مفرد میں اصل اعراب حرکتی ہے اور دو حالتوں میں اعراب تقدیری اس لئے ہے کہ ضمۃ اور کسرہ یاء پر ثقیل ہیں اور حالت نصب میں اعراب لفظی اس لئے ہے کہ فتحہ تمام حرکتوں میں ہلکا ہے اور یاء پر ثقیل نہیں ہے۔

قولہ جاء نی القاضی الخ یہ تینوں مثالیں الف ولام کی ہیں اور بغیر الف ولام کی مثالیں جیسے جاء نِی قاضٍ ورأیتُ قاضِیًا ومررتُ بقاضٍ ان میں یاء التقاء ساکنین کی وجہ سے گر گئی۔ تعلیل اس طرح ہے کہ ضمہ اور کسرہ یاء پر ثقیل تھا گر گیا یاء اور تنوین میں التقاء ساکنین ہوا یاء گر گئی قاض ہوا بخلاف اس صورت کے کہ جب اس پر الف ولام ہو وہاں یاء نہیں گرے گی اس لئے کہ تنوین الف ولام کی وجہ سے پہلے ہی گر گئی۔ صرف ضمہ اور کسرہ تھا وہ ثقیل ہونے کی وجہ سے گر گیا۔

قولہ التاسع ان یکون الرفع الخ اعراب حرکتی تقدیری کا محل بیان کرنے کے بعد اب مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ اعراب حرفی تقدیری کا محل بتاتے ہیں۔ کہ اعراب کی نویں قسم یہ ہے کہ حالت رفع بتقدیر واو ہو اور حالت نصب و جر بیاء ملفوظ اس میں نصب تابع جر کے ہے۔

قولہ ویختص بجمع المذکر السالم الخ اور اعراب کی یہ قسم اس جمع مذکر سالم کے ساتھ جو یاء متکلم کی طرف

مضاف ہو خاص ہے جیسے جاءَ نی مُسْلِمِیَّ یہ اصل میں مُسْلِمُوْنَ یَ تھا نون اضافت کی وجہ سے گر گیا مُسْلِمُوْیَ ہوا بعد میں بقاعدہ مَرْمِیٌّ تعلیل کر لی گئی جیسا کہ متن میں مذکور ہے۔ چونکہ جمع مذکر سالم کا اعراب حالت رفع میں واو سے ہے اور وہ کلمہ کے یاء متکلم کی طرف مضاف ہونے سے یاء سے بدل گیا۔ لہٰذا علامت اعراب جو واو تھی یاء سے بدل جانے کی وجہ سے مقدر ہوگئی اور اعراب حالت رفع میں بتقدیر واو ہوگیا۔ جاننا چاہئے کہ مسلمی جیسے کلمات میں ظہور اعراب (جو واو ہے) ممکن ہے لیکن ثقیل ہے اس لئے کہ وہ کلمہ جس میں واو اور یاء ایک جگہ جمع ہوں اور ان میں پہلا ساکن ہو تو اس میں واو کو یاء سے بدل لیتے ہیں اور پھر یاء کو یاء میں مدغم کر دیتے ہیں اور اگر اس سے پیشتر ضمۃ ہے تو اس کو یاء کی مناسبت کی وجہ سے کسرہ سے بدل لیتے ہیں۔ پس ایسی صورت میں واو کو یاء سے بدلنا ثقالت کی وجہ سے ہے اور عصا جیسے کلمات میں چونکہ الف ہے اور الف پر حرکت نہیں آتی ہے لہٰذا اس پر تینوں اعراب کا آنا متعذر یعنی ممتنع ہے پس پہلی صورت میں تقدیر اعراب بوجہ ثقل ہے اور دوسری صورت میں تقدیر اعراب بوجہ تعذر و امتناع ہے۔

قولہ ورَأَیْتُ مُسْلِمِیَّ الخ رَأَیْتُ مُسْلِمِیَّ اور مَرَرْتُ بِمُسْلِمِیَّ میں یاء جو حالت نصب و جر کی علامت ہے باقی ہے اس لئے کہ ادغام سے حرف اپنی حقیقت سے نہیں نکلتا کیونکہ مدغم اور مدغم فیہ تلفظ میں دو حرف ہوتے ہیں اور کتابت میں ایک حرف لہٰذا حالت نصبی و جری میں اعراب لفظی ہوگا یہ دونوں اصل میں مُسْلِمِیْنَ یَ تھا نون اضافت کی وجہ سے گر گیا مُسْلِمِیْیَ ہوا۔ پھر یاء کو یاء میں ادغام کر دیا مُسْلِمِیَّ ہوا بخلاف اوّل کے کہ اس میں واو نہ تو تلفظ میں باقی ہے اور نہ کتابت میں۔

---

فصل الاسمُ المعربُ علی نوعیْنِ منصرفٌ وھو مالیس فیه سببان اوواحدٌ یقوم مقامهما من الاسباب التسعة کزیدٍ ویُسَمّٰی الاسمَ المُتَمکِّنَ وحکمُه اَنْ یَّدْ خُلَهُ الحَرَکاتُ الثلثُ مع التنوینِ تقول جاءنی زیدٌ و رایتُ زیدًا ومررتُ بزیدٍ وغیرُ منصرفٍ وھو مافیه سببانِ اوواحدٌ منها یقوم مقامَهما.

تَرجَمَہ: ”فصل۔ اسم معرب دو قسم پر ہے پہلی قسم منصرف اور منصرف وہ اسم ہے جس میں نو اسباب میں سے دو سبب یا ایک سبب جو دو سببوں کے قائم مقام ہو نہ ہو جیسے زیدٌ اور اس کا نام اسم متمکن رکھا جاتا ہے اور اس کا حکم یہ ہے کہ اس میں تینوں حرکات مع تنوین داخل ہوتی ہیں جیسے تو کہے جآء نی زیدٌ و رأیتُ زیداً و مررتُ بزیدٍ۔ اور دوسری قسم غیر منصرف اور غیر منصرف وہ اسم ہے جس میں ان نو اسباب میں سے دو سبب ہوں یا ایک ایسا سبب ہو جو دو سببوں کے قائم مقام ہو۔“

---

قولہ منصرفٌ یہ یا تو نوعین سے بدل بعض ہونے کی بنا پر مجرور ہے اور یہ اولی ہے اس لئے کہ اس صورت میں

محذوف نہیں ماننا پڑتا۔ یا مبتداء محذوف احدُ هما کی خبر ہونے کی بنا پر مرفوع ہے یا بتقدیر اَعْنِیْ منصوب ہے۔ منصرف اسم فاعل کا صیغہ ہے مصدر انصراف ہے بمعنی پھرنا۔ صَرْفٌ سے مشتق ہے چونکہ عوامل کے آنے کی وجہ سے اس کا آخر پھرتا رہتا ہے لیکن اس کا پھرنا بروجہ کمال (جو تینوں حالتوں رفع ونصب و جر مع تنوین کی طرف ہے) نہیں ہے لہٰذا اس کا نام غیر منصرف رکھا گیا۔

قوله وهوما ليس فيه الخ سَبَبَانِ تثنیہ سببٌ کا ہے اور سبب سے یہاں مراد وہ چیز ہے کہ جب وہ کلام میں پائی جائے تو متکلم پر واجب ہے کہ اس کے مناسب جو حکم ہو اختیار کرے۔

قوله سببان یہ لَیْسَ کا اسم ہے اور فیہ خبر مقدم ہے اور یہ جملہ خبریہ ہو کر مَا کی صفت ہے اگر مَا کو موصوفہ لیا جائے یا صلہ ہے اگر ما کو موصولہ لیا جائے پھر موصوف اپنی صفت یا موصولہ اپنے صلہ سے مل کر ھو مبتداء کی خبر ہے۔

قوله وواحدٌ اس کا عطف سببان پر ہے۔ اور یقوم مقامهما جملہ خبریہ واحدٌ کی صفت ہے اور من الاسباب التسعة میں مِنْ بیانیہ ہے یہ یا تو مایقوم مقامهما یعنی واحدٌ کا بیان ہے یا سببان کا یا دونوں کا اور منصرف وہ اسم معرب ہے جس میں (منع صرف کے) نو سببوں میں سے نہ تو دو سبب پائے جائیں اور نہ ایک سبب جو دو سببوں کے قائم مقام ہو پایا جائے جیسے زیدٌ کہ اس میں نہ تو دو سبب پائے جاتے ہیں اور نہ ایک سبب جو دو سبب کے قائم مقام ہو پایا جاتا ہے لہٰذا یہ منصرف ہے۔

قوله ويسمى الاسم المتمكن اور اسم منصرف کو اسم متمکن بھی کہتے ہیں متمکن باب تَفَعل سے اسم فاعل ہے مصدر تمکن ہے بمعنی جگہ پکڑنے والا یعنی قوی چونکہ یہ اسم تینوں اعراب رفع نصب و جر اور تنوین کو قبول کرتا ہے لہٰذا قوی ہے۔ بعضوں نے متمکن کے معنی جگہ دینے والا کئے ہیں اور اس کو تمکن بمعنی جائے دادن سے لیا ہے حالانکہ لغت معتبرہ تاج المصادر منتہی الارب وغیرہ میں جائے دادن معنی تمکین کے لکھے ہیں جو متعدی ہے نہ کہ تمکن کے جو لازم ہے۔ جاننا چاہئے کہ منصرف کی تعریف عدمی ہے اور غیر منصرف کی وجودی اور وجودی چیز عدمی پر مقدم ہوا کرتی ہے۔ لہٰذا مناسب یہ تھا کہ غیر منصرف کی تعریف مقدم ہوتی۔ لیکن یہاں مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس لئے کہ اس میں اصل انصراف ہے منصرف کی تعریف کو جو عدمی ہے مقدم کیا۔

قوله وحكمه ان يد خله الخ اصطلاح اصول میں حکم بمعنی اثر ہوتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اسم معرب منصرف کا حکم یعنی وہ اثر جو اسم منصرف پر مترتب ہوتا ہے یہ ہے کہ اس پر تینوں حرکتیں مع تنوین داخل ہوں جیسے متن کی مثال میں زید پر رفع اور نصب اور جر مع تنوین آیا ہے۔

قوله وغير منصرف الخ اس کا عطف منصرف پر ہے یعنی اسم معرب کی دو قسمیں ہیں۔ ایک منصرف دوسرے غیر منصرف۔

قوله وھوما فیه سببان الخ اور غیر منصرف وہ اسم معرب ہے جس میں (منع صرف کے) نوسببوں میں سے دو سبب پائے جائیں۔ یا ان میں سے ایک سبب جو (تاثیر میں اور اسم کو غیر منصرف بنانے میں) دوسببوں کے قائم مقام ہو پایا جائے اور ایک سبب جو دوسببوں کے قائم مقام ہوتا ہے صیغہ منتہی الجموع ہے اور تانیث کے دونوں الف (یعنی الف ممدودہ اور الف مقصورہ جیسا کہ عنقریب آئے گا (ترکیب) ھو مبتدا مَا موصولہ فیه خبر مقدم سببان مبتداء مؤخر مبتداء موخر اپنی خبر مقدم سے مل کر جملہ خبریہ ہوکر صلہ موصول کا موصول اپنے صلہ سے مل کر خبر ہوئی ھو مبتداء کی۔

قوله او واحد اس کا عطف سببان پر ہے اور منھا کائن کے متعلق ہوکر واحدٌ کی صفت اولی ہے اور یقوم مقامھما جملہ خبریہ ہوکر واحد کی صفت ثانیہ ہے۔

---

والاسبابُ التسعةُ ھی العدلُ والوصفُ والتانیثُ والمعرفةُ والعُجْمَةُ والجمعُ والترکیبُ والالفُ والنونُ الزائدتانِ ووزنُ الفعلِ وحکمهُ اَنْ لا ید خلَهُ الکسرةُ والتنوینُ ویکونُ فی موضعِ الْجَرِّ مفتوحًا اَبدًا تَقُوْلُ جَاءَنِیْ اَحْمَدُ ورَاَیْتُ اَحْمَدَ وَمَرَرْتُ بِاَحْمَدَ.

ترجمہ: ''اور اسبابِ تسعہ عدل، وصف، تانیث، معرفہ، عجمہ، جمع ترکیب الف نون زائدتان اور وزن فعل ہیں۔ اور اس کا حکم یہ ہے کہ اس میں کسرہ اور تنوین داخل نہیں ہوتے اور جر کی جگہ وہ ہمیشہ مفتوح ہوتا ہے جیسے تو کہے جاءَ نی احمدُ ورأیت احمدَ ومررتُ باحمدَ۔''

---

قوله والاسباب التسعة الخ لام اس میں عہد کا ہے ای الاسبابُ التسعة التی سبق ذکرُھا ھی العذل الخ یعنی وہ نو اسباب جن کا پہلے ذکر ہو چکا ہے وہ عدل اور صف اور تانیث وغیرہ ہیں اگر کوئی اعتراض کرے کہ جب ھی ضمیر مبتداء ہے جو اسباب تسعہ کی طرف لوٹ رہی ہے اور العدل اس کی خبر ہے۔ اور الوصف اس کی خبر ہے اسی طرح باقی بھی اس کی خبر ہیں تو واحد کا حمل متعدد پر لازم آتا ہے اور عدل کا اسباب تسعہ ہونا اور وصف کا اسباب تسعہ ہونا لازم آئے گا جو ناجائز ہے اور اس وقت ترجمہ اس طرح ہوگا کہ اسباب تسعہ عدل ہے اور اسباب تسعہ وصف ہے۔ حالانکہ یہ غلط ہے کہ عدل اور وصف ہر ایک علیحدہ علیحدہ اسباب تسعہ ہوں۔ بلکہ یہ سب مل کر اسباب تسعہ ہیں۔ جواب یہ ہے کہ یہاں پر عطف ربط پر مقدم ہے۔ یعنی یہ سب معطوفات مل کر ھی کی خبر ہیں نہ ہر ایک علیحدہ علیحدہ ھی کی خبر ہے اور واحد کا حمل متعدد پر اس وقت ناجائز ہوتا ہے کہ جب ربط عطف پر مقدم ہو۔

قوله وحکمه ان لاید خله الخ اور غیر منصرف کا حکم یعنی وہ اثر جو غیر منصرف پر اس میں دوسبب یا ایک سبب کے پائے جانے کی وجہ سے مترتب ہوتا ہے یہ ہے کہ اس پر کسرہ اور تنوین نہیں آئیں گے رہا یہ امر کہ اس کو فعل کے ساتھ کس امر میں مشابہت ہے وہ تم کو مطولات سے معلوم ہو جائے گا اس مختصر میں صرف اتنا یاد کرلو کہ غیر منصرف پر کسرہ اور تنوین اس

وجہ سے نہیں آتے کہ یہ فعل کے ساتھ مشابہ ہے اور چونکہ فعل پر کسرہ اور تنوین نہیں آتے لہٰذا اس چیز پر بھی جو فعل کے ساتھ مشابہت رکھتا ہو کسرہ اور تنوین نہیں آئیں گے رہا یہ امر کہ اس کو فعل کے ساتھ کس امر میں مشابہت ہے وہ تم کو مطولات سے معلوم ہو جائے گا اس مختصر میں صرف اتنا یاد کرلو کہ غیر منصرف پر کسرہ اور تنوین اس وجہ سے نہیں آتے کہ یہ فعل کے ساتھ مشابہ ہے اور منصرف پر کسرہ اور تنوین اس لئے آتے ہیں کہ وہ فعل کے ساتھ مشابہ نہیں ہے۔ مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان لا یدخله الکسرة کہا اور ان لا ید خله الجر نہیں کہا اس لئے کہ غیر منصرف مجرور ہوتا ہے اگرچہ اس کا جر بفتحہ ہوتا ہے۔

(ترکیب) حکمه مبتداء ہے اور اَنْ لَا میں اَنْ مثقلہ سے مخففہ ہے اور ضمیر شان جو مقدر ہے انَّ کا اسم ہے ای اَنَّهُ اور لانا فيه ہے اور لا یدخله الکسرة والتنوین جملہ فعلیہ ہو کر اَنَّ کی خبر ہے اور یہ اَنْ مصدریہ نہیں ہے اس لئے کہ اگر اَنْ مصدریہ ہوگا تو اس کا مابعد مصدر ہوگا اور مصدر خبر نہیں ہوسکتا اور ضمیر شان بنا بر تفسیر مقدر ہوتی ہے اور یہاں لا ید خله کی ضمیر مفعول اس کی تفسیر کر رہی ہے۔

---

اَمَّا العدلُ فهو تغیر اللفظ مِنْ صیغتِه الاصلیَّةِ الی صیغة اُخْرٰی تحقیقًا اوتقدیْراً ولا یجتمع مع وزن الفعل اصلا ویجتمع مع العَلَمِیَّةِ کعُمَرَ وزُفَرَ ومع الوصف کَثُلَاثَ ومَثْلَثَ واُخَر وجُمَعَ.

**ترجمہ:** ''بہرحال عدل پس وہ لفظ کا اپنے اصلی وزن سے دوسرے وزن کی طرف بدلنا ہے تحقیقاً یا تقدیراً اور وہ وزنِ فعل کے ساتھ بالکل جمع نہیں ہوتا اور علمیہ کے ساتھ جمع ہو جاتا ہے۔ جیسے عمر اور زفر اسی طرح وصف کے ساتھ جمع ہو جاتا ہے جیسے ثلث، مثلث اخر اور جمع۔''

---

قوله امّا العدلُ الخ اسباب تسعہ کو مجملاً بیان کرنے کے بعد اب یہاں سے مصنف ہر ایک کو مفصلاً مع تعریف اور شرائط تاثیر بیان کرتے ہیں کلمہ اما بفتح ہمزہ تفصیل اجمال کے لئے ہے۔ مصنف نے عدل کو تمام اسباب منع صرف پر مقدم کیا اس لئے کہ یہ بغیر کسی شرط کے منع صرف میں موثر ہے اور پھر اسباب تسعہ میں سے صرف عدل کی تعریف بیان کی اس لئے کہ اس کی تعریف غیر معروف ہے اور اوروں کی متعلمین کے درمیان مشہور و معروف ہے یا اس کی تعریف اس کتاب میں مذکور نہیں ہے اور اوروں کی تعریف اس کتاب میں اپنے اپنے موضع میں مذکور ہے یا صرف عدل کی تعریف مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس لئے بیان کی کہ انہوں نے اس کی تعریف متقدمین کی تعریف کے خلاف بیان کی اور باقی اسباب کی تعریف میں متقدمین کا خلاف نہیں کیا۔ اور عدل کے لغت میں کئی معنی ہیں بمعنی مائل ہونا جب کہ اس کا صلہ الیٰ ہو جیسے فلانٌ عدل الیه ای مال الیه (فلاں اس کی طرف مائل ہوا) اور بمعنی اعراض کرنا جب کہ اس کا صلہ عن ہو جیسے فلان عدل عنه ای اَعْرض عنه (فلاں نے اس سے اعراض کیا) اور بمعنی صرف جب کہ اس کا صلہ فی ہو جیسے فلانٌ عدل فیه ای

صرف فيه اور بمعنی بعد جبکہ اس کا صلہ مِنْ ہو جیسے عدل الجمال من البعير ای، بعد الجمال من البعير اور بمعنی برابری کرنا جب کہ اس کا صلہ بَیْن ہو جیسے عدل الامير بين كذا وكذا (امیر نے اس کے اور اس کے درمیان برابری کی) اصطلاح میں عدل لفظ (یعنی اسم) کا اپنے اصلی صیغہ سے دوسرے صیغہ کی طرف (جو غیر اصلی ہو) تحقیقاً یا تقدیراً متغیر ہونا اور نکلنا ہے (بشرطیکہ مادہ (یعنی حروف اصلیہ جو فاء اور عین اور لام کے مقابلہ میں ہوتے ہیں) اور معنی اصلی باقی رہیں) اگر کوئی اعتراض کرے کہ عدل کی یہ تعریف یَدٌ اور دَمٌ جیسے کلمات پر صادق آتی ہے اس لئے کہ یہ اصل میں یَدَوٌ اور دَمَوٌ تھے پس ان پر تغير اللفظ من صيغة الخ صادق آتا ہے۔ حالانکہ یہ معدول نہیں ہیں۔ جواب یہ ہے کہ تعریف میں صیغہ اصلیہ سے مراد ہیئت اصلیہ ہے جو کلمہ کو عارضی ہوتی ہے نہ مادہ یعنی تغیر مذکور ہیئت عارضہ میں ہوگا نہ مادہ میں اور یدٌ اور دمٌ میں تغیر مادہ میں ہے نہ کہ ہیئت میں لہٰذا اعتراض مذکور وارد نہیں ہوگا۔ اگر کوئی اعتراض کرے کہ عدل کی یہ تعریف مشتقات ضَرَبَ اور يَضْرِبُ ضاربٌ وغیرہ پر صادق آتی ہے اس لئے کہ ان میں تغیر صرف ہیئت میں ہے اور مادہ بعینہ باقی ہے حالانکہ یہ معدول نہیں کہلائے جاتے جواب یہ ہے کہ تعریف میں صیغہ کی اضافت سے جو ضمیر کی طرف ہے متبادر یہ سمجھ میں آتا ہے کہ تغیر مذکور صرف ہیئت وصورت میں ہوگا نہ صورت اور معنی دونوں میں اور مشتقات میں تغیر صورت اور معنی دونوں میں ہے لہٰذا یہ تعریف سے خارج رہیں گے اسی طرح تثنیہ اور جمع اور تصغیر بھی تعریف سے خارج رہیں گے اس لئے کہ ان میں تغیر صورت اور معنی دونوں میں ہے نہ صرف صورت میں۔ اگر کوئی اعتراض کرے کہ تعریف مذکور مغیرات قیاسیہ جیسے قال اور باع اور مقولٌ اور مرمیٌّ پر صادق آتی ہے اس لئے کہ مثلاً قالَ اصل میں قَوَلَ ہے اسی طرح باع اور مَقُوْلٌ اور مرمیّ میں کہ اصل میں بَيَعَ اور مَقْوُوْلٌ اور مَرْمُوْیٌ تھے۔ جواب یہ ہے کہ تعریف میں تغیر سے مراد تغیر غیر قیاسی ہے اور امثال مذکور میں تغیر قیاسی ہے قاعدہ صرفیہ کے موافق ہے۔

قولہ تحقيقاً اوتقديراً یہ دونوں یا تو فعل محذوف کے مفعول مطلق ہیں ای حقق تحقيقاً اوقُدّر تقديراً یا مضاف الیہ ہیں اور مضاف محذوف ہے ای تغير تحقيق او تقدير مضاف کو حذف کر کے مضاف الیہ کو اس کے قائم مقام کر دیا اور مضاف کا اعراب مضاف الیہ کو دے دیا یا مصدر محذوف کی صفت ہیں ای تغيراً محققاً اور مقدراً اور اس صورت میں مصدر بمعنی مفعول ہوگا اس لئے کہ مصدر بغیر تاویل صفت نہیں ہوسکتا۔ اس تعمیم میں عدل کی دو قسموں عدل تحقیقی اور عدل تقدیری کی طرف اشارہ ہے۔ عدل تحقیقی وہ ہے کہ جس پر غیر منصرف ہونے کے علاوہ دوسری اور دلیل بھی اس کے اصلی صیغہ سے نکلنے کی موجود ہو۔ یعنی اگر اس کو غیر منصرف نہ بھی کہا جائے تو بھی اس کے معدول ہونے کی دلیل موجود ہو جیسے ثلاث اور مثلث ہر ایک کے معنی تین تین ہیں قیاس یہ تھا کہ ان کے معنی صرف تین ہوتے اس لئے کہ لفظ مکرر نہیں ہے۔ لیکن چونکہ قاعدہ ہے کہ معنی کا تکرار لفظ کے تکرار پر دلالت کرتا ہے۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ یہ اصل میں ثلثةٌ ثلثةٌ تھے اور اس سے ثلث اور مثلث بنائے گئے ہیں خواہ ہم ان کو منصرف پڑھیں یا غیر منصرف اور عدل تقدیری وہ ہے کہ جس پر سوائے اس کے

غیر منصرف مستعمل ہونے کے کوئی اور دلیل اس کے اصلی صیغہ سے نکلنے کی موجود نہ ہو جیسے عمر اور زفر کہ یہ عرب میں غیر منصرف مستعمل ہوتے تھے اور ان میں سوائے علمیت کے دوسرا سبب منع صرف کا نہ تھا اور قاعدہ ہے کہ اسم ایک سبب کی وجہ سے غیر منصرف نہیں ہوتا۔ یا جب تک کہ اس میں دو سبب نہ پائے جائیں۔ لہٰذا انہوں نے ان کو صرف اسوجہ سے کہ یہ غیر منصرف پڑھے جاتے ہیں۔ دوسرا سبب ان میں پیدا کرنے کے لئے فرضاً پہلے کو عامر سے اور دوسرے کو زافر سے معدول مان لیا۔

قوله ولا يجتمع مع وزن الفعل الخ اور عدل منع صرف کا سبب ہو کر وزن فعل کے ساتھ کبھی جمع نہیں ہوتا۔ یعنی ایسا نہیں ہے کہ کسی اسم میں منع صرف کا ایک سبب عدل ہو اور دوسرا سبب وزن فعل اس کے ساتھ پایا جائے اس لئے کہ اوزان عدل صرف چھ ہیں اور ان وزنوں میں سے کوئی بھی وزن فعل پر نہیں ہے۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ عدل وزن فعل کے ساتھ نہیں پایا جاتا۔ اور اوزان عدل یہ ہیں فَعَالُ جیسے ثلث مَفْعَلُ جیسے مثلث فُعَلُ جیسے عمر اور اخر فَعْل جیسے امس فَعَلُ جیسے سَحَرَ فعالُ جیسے قطام کسی شاعر نے ان کو اس طرح نظم کیا ہے

اوزان عدل رابتامی تو شمش شمر — مفعل فعل مثالہما مثلث و عمر
فعال ست چوں ثلث و فعل ست ہمچوں امس — دیگر فعال چوں قطام و فعل ست سحر

قوله اصلا ای تحقیقاً كان العدلُ اوتقديراً اور یہ بناء بر تمیز یا بنا بر مصدریت منصوب ہے۔

قوله كعمر و زفر عدل تقدیری کی مثالیں ہیں ان میں دوسرا سبب علمیت ہے یہ دونوں نام ہیں۔

قوله ويجتمع مع العلميةِ الخ اور عدل منع صرف کا سبب ہونے کے وقت علمیت کے ساتھ جمع ہو جاتا ہے جیسے عمر اور زفر میں (یہ دونوں نام ہیں) یہ دونوں علمیت اور عدل تقدیری کی وجہ سے غیر منصرف ہیں۔

قوله ومع الوصف اس کا عطف مع العلمیۃ پر ہے اور عدل منع صرف کا سبب ہونے کے وقت وصف کے ساتھ جمع ہو جاتا ہے۔ جیسے قول مصنف ثلاث بمعنی (تین تین) اور مثلث بمعنی (تین تین) یہ عدل تحقیقی اور نیز عدل کے وصف کے ساتھ پائے جانے کی مثالیں ہیں جیسا کہ ہم بیان کر آئے ہیں ان میں دوسرا سبب وصف ہے یہ عدل تحقیقی اور وصف کی وجہ سے غیر منصرف ہیں۔ اسی طرح احاد اور موحد (بمعنی ایک ایک) واحد واحد سے معدول ہیں اور ثناء و مثنیٰ (بمعنی دو دو) اثنین اثنین سے معدول ہیں اور رُباع و مربع (بمعنی چار چار) اربعة اربعة سے معدول ہیں۔

قوله أُخر یہ عدل تحقیقی اور نیز عدل کے وصف کے ساتھ پائے جانے کی تیسری مثال ہے۔ أُخَرُ بروزن فُعَلُ بضم فاو فتح عین جمع اخریٰ کی ہے اور اُخْرَیٰ مؤنث آخَرُ کی ہے اور آخر بروزن اَفْعَلُ اسم تفضیل ہے اس لئے کہ اس کے معنی اصل میں (زیادہ پیچھے ہونے والا ہیں) لیکن اب بمعنی غیر مستعمل ہونے لگا ہے۔ اور قیاس یہ تھا کہ یہ اسم تفضیل کی طرح تین امور میں سے کسی ایک کے ساتھ مستعمل ہوتا یا تو مضاف ہو کر جیسے زَیْدٌ افضل القوم یا معرف باللام ہو کر

جیسے زید الافضل یامِنْ کے ساتھ زیدٌ افضلُ مِنْ عمرٍو لیکن لفظ آخر کا استعمال ان تینوں چیزوں میں سے کسی ایک کے ساتھ نہیں ہوتا لہٰذا معلوم ہوا کہ یہ ان تینوں میں سے کسی ایک سے معدول ہے۔ بعض اس طرف گئے ہیں کہ یہ الآخر سے معدول ہے اور بعض اس طرف گئے ہیں یہ اخر مِنْ سے معدول ہے لیکن صورت اضافت سے معدول ہونے کی طرف کوئی نہیں گیا اس لئے کہ مضاف الیہ وہاں حذف کیا جاتا ہے جہاں اس کا اظہار ممکن ہو اور یہاں مضاف الیہ کا اظہار ممتنع ہے۔

قولہ وجُمَعُ بضم فاء وفتحہ عین یہ عدل تحقیقی اور عدل کے وصف کے ساتھ جمع ہونے کی چوتھی مثال ہے یہ جمعاء کی جمع ہے اور جمعاء مؤنث اجمع کا ہے اور قاعدہ ہے کہ اگر فَعْلَاءُ اَفْعَلُ صفت کی مؤنث ہو تو اس کی جمع فُعْلٌ (بسکون عین) کے وزن پر آتی ہے جیسے اَحْمَرُ کی مؤنث حمراء اور حمراء کی جمع حُمْرٌ (بسکون عین) اور اگر فَعْلَاءُ اسم ذات ہو تو اس کی جمع فعالی یافعلاوات کے وزن پر آتی ہے۔ جیسے صحراء کی جمع صحاری یاصحراوات پس قاعدہ مذکورہ کے موافق جُمْعَاءُ کی جمع یاتو جَمْعٌ آنی چاہئے یا جماعی یا جمعاوات حالانکہ اس کی جمع ان اوزان میں سے کسی وزن پر نہیں ہے لہٰذا معلوم ہوا کہ جُمَعُ اگر اسم صفت ہے تو جُمْعٌ بسکون عین سے معدول ہے اور اگر اسم ذات ہے تو جماعی یاجمعاوات سے معدول ہے۔

---

اَمَّا الوصفُ فلا یجتمع مع العَلَمِیَّةِ اصلا وشرطُه اَنْ یکونَ وصفًا فی اصل الوضع فاسْوَدُ وَاَرْقَمُ غیرُ منصرفٍ وانْ صارا اِسْمَیْنِ للحَیَّةِ لاصالتهما فی الوصفیَّةِ واربَعُ فی مررتُ بنسوة اربع منصرفٌ مع اَنَّه صفةٌ ووزن الفعل لعدم الاصالة فی الوصفیة.

**ترجمہ:** ''بہرحال وصف پس وہ علمیت کے ساتھ بالکل جمع نہیں ہوتا اور اس کی شرط یہ ہے کہ اصل وضع میں وہ وصف ہو پس لفظِ اسود اور ارقم غیر منصرف ہیں اگرچہ وہ دونوں سانپ کے نام بن گئے ہیں کیونکہ ان دونوں کی اصل وصفیت کے لئے تھی اور لفظ اربع مررتُ بنسوة اربع میں منصرف ہے باوجودیکہ وہ اس مثال میں صفت واقع ہے اور وزنِ فعل بھی ہے اس لئے کہ وصفیت میں اصل نہیں ہے۔''

---

قولہ اَمَّا الوصف الخ وصف لغت میں بمعنی تعریف کرنا اصطلاح میں دو معنی کے لئے آتا ہے۔ اوّل یہ کہ وہ ایک تابع ہے جو اپنے متبوع کے معنی پر دلالت کرے جیسے جَائَنِیْ رجُلٌ عالمٌ میں عالم تابع وصف ہے۔ دوم یہ کہ اسم کا ایسی ذات مبہمہ پر دلالت کرنے والا ہونا جس میں کسی صفت کا لحاظ ہو جیسے احمر (سرخ رنگ کا مرد) پہلی قسم معرفہ اور نکرہ دونوں ہوتی ہے اور دوسری قسم صرف نکرہ ہوتی ہے اور یہاں وصف سے مراد معنی ثانی ہیں اور اسی وجہ سے وہ علمیت کے ساتھ جمع نہیں ہوتا۔ جیسا کہ خود مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ بیان کر رہے ہیں کہ فلا یجتمع مع العلمیة اصلا یعنی وصف علمیت کے

ساتھ کبھی جمع نہیں ہوتا خواہ وصف وضعی ہو یا عارضی اس لئے کہ علم میں تعین ہوتا ہے اور وصف میں ابہام اور تعین اور ابہام میں منافات ہے پس وہ علم کے ساتھ کیونکر جمع ہوسکتا ہے۔

قوله وشرطه ان یکونَ وصفاً الخ یعنی منع صرف کے سبب ہونے میں وصف کی شرط یہ ہے کہ وہ وصف اصل وضع میں یقیناً متحقق ہو۔ خواہ وہ وصف اب بھی باقی ہو یا نہ ہو۔ اور وصف کے اصل وضع میں ہونے کے یہ معنی ہیں کہ واضع نے اس کو معنی وصفی کے لئے وضع کیا ہو نہ یہ کہ اس کو وصفیت وضع کے بعد استعمال میں عارض ہوگئی ہو۔ پس وصف اصلی کا اعتبار ہے نہ وصف عارضی کا۔

قوله فاسود وارقم غیر منصرف الخ یہ شرط وجودی پر تفریع ہے یعنی جب کہ یہ بات معلوم ہوچکی کہ وصف منع صرف کا سبب جب ہوگا جب کہ وہ اصل وضع میں ہوتو اسود (بمعنی سیاہ سانپ) اور ارقم (بمعنی چت کبرا سانپ) غیر منصرف ہیں اس لئے کہ یہ دونوں اصل وضع میں معنی وصفی پر دلالت کرتے ہیں گو اب استعمال میں ان سے معنی اسمی مراد ہوتے ہیں۔

قوله لاصالتهما فی الوصفیة یہ دونوں کے غیر منصرف ہونے کی دلیل ہے یعنی یہ غیر منصرف ہیں۔ اس لئے کہ یہ دونوں اصل میں معنی وصفی کے لئے وضع کیے گئے ہیں۔ گو وضع کے بعد اب استعمال میں سانپ کے نام ہوگئے ہیں۔ پس یہ دونوں وزن فعل اور وصف اصلی کے پائے جانے کی وجہ سے غیر منصرف ہیں۔ اور اصل وضع میں اسود کے معنی سیاہ چیز ہیں اور ارقم کے معنی چتکبری چیز یعنی وہ چیز جس میں سیاہی اور سفیدی ہو۔

قوله واربع فی مررتُ بنسوة اربع الخ اس کا عطف اسود پر ہے یہ شرط عدمی پر تفریع ہے یعنی جب کہ وصف میں منع صرف کا سبب بننے کے لئے وصفیت اصلیہ معتبر ہے نہ کہ وصفیت عارضیہ اربع ترکیب مررتُ بنسوةٍ اربع میں منصرف ہے باوجودیکہ اس میں منع صرف کے دو سبب وصف اور وزن فعل پائے جاتے ہیں۔ وصف تو اس میں اس لئے ہے کہ وہ ترکیب مذکور میں نسوة کی صفت واقع ہورہا ہے اور وزن فعل اس میں اس لئے ہے کہ وہ اکرم کے وزن پر ہے جو اوزان فعل سے ہے لہٰذا چاہئے تھا کہ دو سبب پائے جانے کی وجہ سے غیر منصرف ہوتا لیکن چونکہ اس میں وصف اصلی نہیں ہے بلکہ عارضی ہے لہٰذا منصرف ہے۔

قوله لعدم الاصالة فی الوصفیة یہ اربع کے منصرف ہونے کی دلیل ہے یعنی اربع ترکیب مذکور میں منصرف ہے اس لئے کہ اس میں وصف اصلی نہیں ہے کیونکہ اربع اسماء عدد میں سے ہے اور مراتب عدد میں سے ایک مرتبہ معینہ کے لئے وضع کیا گیا ہے۔ لیکن استعمال میں اس کو وصفیت عارض ہوگئی اس لئے کہ اربع میں وصف ترکیب مذکور میں واقع ہونے کی وجہ سے آگیا ہے۔ ورنہ اگر وہ ترکیب مذکور سے علیحدہ کردیا جائے تو اس میں معنی وصفی نہیں رہیں گے۔

امَّا التانیثُ بالتاء فشرطه اَنْ یکونَ عَلَمًا کطَلْحةَ وکذلك المعنویُّ ثم المعنویُّ انکان ثلاثیًا ساکنَ الاوسطِ غَیْرَ عَجْمِیٍّ یجوز صرفهُ وترکُه لِاَجْلِ الخِفَّةِ ووجودِ السَّبَبَیْنِ کهِنْدٍ و اِلَّا یجبُ منعُه کَزَیْنَبَ وَسَقَر ومَاهَ وجُوْرَ والتانیثُ بالالف المقصورة کحُبْلٰی والممدودةِ کَحَمْراء ممتنعٌ صرفهما البتة لان الالف قائمٌ مقامَ السَّبَبَیْنِ التانیثُ ولزومُها.

**ترجمہ:** ''اور بہرحال تانیث اوراس کی شرط یہ ہے کہ وہ علم ہو جیسے طلحۃ اوراسی طرح تانیثِ معنوی بھی۔ پھر معنوی اگر ثلاثی اور ساکن الاوسط ہواور عجمی نہ ہوتو اس کا منصرف ہونا اور غیر منصرف ہونا دونوں جائز ہے۔ خفیف ہونے کی وجہ سے اوردو سبب کے پائے جانے کی وجہ سے جیسے ھِنْدٌ ورنہ اس کا غیر منصرف ہونا واجب ہے جیسے زینب، سقر ماہ اور جور۔ اور تانیث الف مقصورہ کے ساتھ جیسے حبلی اور الفِ ممدودۃ کے ساتھ جیسے حمرآء ان دونوں کا منصرف ہونا ممتنع ہے کیونکہ الف دو سبب کے قائم مقام ہے اوّل تانیث اور دوم لزومِ تانیث۔''

قولہ اما التانیث بالتاء الخ تانیث دوقسم پر ہے ایک تانیث بتاء متحرکہ۔ دوسرے تانیث بالف مقصورہ و بالف ممدودہ اور پھر تانیث بتاء متحرکہ دوقسم پر ہے لفظی ومعنوی اور پھر ان دونوں میں سے تانیث بتاء لفظی دوقسم پر ہے متحرکہ اور ساکنہ تانیث بتاء لفظی ساکنہ فعل کے خواص سے ہے۔ مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ باقی کو ہر ایک کو مع شرائط بیان فرمارہے ہیں اور تاء تانیث سے مراد وہ تاء ہے جو اسم کے آخر میں زائدہ ہو اور اس کا ماقبل مفتوح ہو اور حالت وقف میں ھاء ہو جاتی ہو۔ پس اخت اور بنت جیسے کلمات میں تاء تانیث کی نہیں ہے بلکہ ان میں تالام کلمہ سے بدلی ہوئی ہے۔

قولہ فشرطہ ان یکون علماً الخ یعنی تانیث لفظی جو تاء کے ساتھ ہو اس کے منع صرف کے سبب ہونے کے لئے یہ شرط ہے کہ وہ اسم مؤنث کسی کا علم ہو خواہ وہ کسی مرد کا نام ہو جیسے طلحہ۔ خواہ کسی عورت کا جیسے فاطمہ۔ اور تانیث میں علمیت اس وجہ سے شرط ہے کہ تانیث محل زوال میں ہوتی ہے اور کلمہ سے زائل ہو جاتی ہے کیونکہ وہ مذکر و مؤنث میں فرق کے لئے لائی جاتی ہے اور علمیت بقدر امکان کلمہ کو تغیر سے محفوظ رکھتا ہے لہٰذا اس کے لئے علمیت کو شرط کیا تاکہ تانیث کلمہ کو لازم ہو جائے اور جب علمیت کی وجہ سے تانیث کلمہ کو لازم ہو جائے گی تو اس میں کلمہ کو انصراف سے روکنے کے لئے قوت پیدا ہو جائے گی اور تاء تانیث بغیر علمیت معرض زوال میں ہوتی ہے اور جو چیز خود معرض زوال میں ہو وہ کسی کلمہ کو انصراف سے کیا روک سکتی ہے۔

قولہ بالتاء اس سے تانیث کے دو الف الف مقصورہ اور الف ممدودہ سے احتراز ہے اس لئے کہ ان میں علمیت شرط نہیں ہے کیونکہ وہ کلمہ کو لازم ہوتے ہیں۔

قولہ وكذلك المعنوی الخ یعنی تانیث معنوی اشتراط علمیت میں تانیث لفظی کی مثل ہے یعنی جیسے تانیث لفظی میں علمیت شرط ہے اسی طرح معنوی میں بھی علمیت شرط ہے لیکن ان دونوں تانیثوں میں فرق ہے۔ وہ یہ کہ تانیث لفظی میں علمیت کی شرط منع صرف کے وجوب کے لئے ہے یعنی جب اس کے ساتھ علمیت پائی جائے گی تو اس وقت کلمہ کا غیر منصرف پڑھنا واجب ہے جیسے طلحة کہ اس کا غیر منصرف پڑھنا واجب ہے۔ بخلاف تانیث معنوی کے کہ اس میں علمیت کی شرط منع صرف کے جواز کے لئے ہے یعنی جب اس کے ساتھ علمیت پائی جائے گی۔ تو اس وقت کلمہ کا غیر منصرف پڑھنا جائز ہے لیکن تانیث معنوی منع صرف کا سبب موثر اس وقت بنے گی جب کہ اس میں علمیت کے علاوہ اور دوسری شرط بھی پائی جائے یعنی اس کلمہ کو جس میں تانیث معنوی مع علمیت پائی جائے غیر منصرف پڑھنا اس وقت واجب ہے۔ جب کہ اس میں اور دوسری شرط بھی پائی جائے جس کو مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ ثم المعنویٰ ان كان الخ سے بیان فرما رہے ہیں۔ مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول ثم المعنوی سے لے کر والا یجب منعه تک کا خلاصہ یہ ہے کہ تانیث معنوی کے لئے منع صرف کا سبب موثر بننے میں علمیت کے علاوہ تین شرطوں میں سے کسی ایک شرط کا پایا جانا ضروری ہے وہ یہ کہ وہ اسم مؤنث جو عَلَم ہے یا تو تین حرف سے زائد ہو جیسے زینبُ (عورت کا نام ہے) یا اس کا درمیانی حرف متحرک ہو اگر وہ سہ حرفی ہے جیسے سَقَر (دوزخ کے ایک طبقہ کا نام ہے) یا وہ عجمی ہو جیسے ماہ اور جور (دو شہروں کے نام ہیں) پس ان چاروں کلمات کا غیر منصرف پڑھنا واجب ہے اس لئے کہ اس میں علمیت اور تانیث معنوی مع اپنی وجوب تاثیر کی شرط کے پائی جا رہی ہے لیکن اگر کوئی اسم ایسا ہے جس میں علمیت اور تانیث معنوی پائے جائیں مگر تانیث معنوی کی وجوب تاثیر کی تین شرطوں میں سے کوئی شرط اس میں نہ پائی جائے تو اس کا غیر منصرف پڑھنا جائز ہے نہ واجب جیسے هندٌ (عورت کا نام ہے) اس میں علمیت اور تانیث معنوی پائی جا رہی ہے مگر اس میں تانیث معنوی کی وجوب تاثیر کی کوئی شرط نہیں پائی جاتی اس لئے کہ وہ نہ تو تین حرفوں سے زائد ہے اور نہ وہ سہ حرفی متحرک الاوسط ہے اور نہ عجمی۔

قولہ ثم المعنوی ان كان الخ ساکن الاوسط صفت ثلاثیا کی ہے غیر عجمی یہ بھی ثلاثیا کی صفت ہے۔ یعنی پھر مؤنث معنوی اگر سہ حرفی ہو جس کا درمیانی حرف ساکن ہو اور عجمی نہ ہو تو اس کا منصرف ہونا اور غیر منصرف ہونا دونوں جائز ہیں۔ جیسے هندٌ کہ یہ علم ہونے کے باوجود مؤنث معنوی ہے لیکن سہ حرفی جس کا درمیانی حرف ساکن ہے اور عربی لفظ ہے نہ عجمی لہٰذا اس کا منصرف ہونا اور غیر منصرف ہونا دونوں جائز ہے۔

قولہ لاجل الخفة یہ بجوز صرفہ کی دلیل ہے یعنی اسم ثلاثی ساکن الاوسط غیر عجمی کا منصرف ہونا اس لئے جائز ہے کہ وہ اس صورت میں انتہائی خفت میں ہوتا ہے اور یہ خفت ان دو سببوں میں سے (جو اپنی ثقالت کی وجہ سے اس امر کو مقتضی ہوتے ہیں کہ اسم سے تنوین اور کسرہ حذف کر کے اس کو ہلکا کر دیا جائے) کسی ایک کے ثقل کے ساتھ معارض ہو جاتی ہے اور وہ اس کی تاثیر کے ساتھ (جو یہ ہے کہ اس پر تنوین اور کسرہ نہ آئے) مزاحم ہو جاتی ہے۔ لہٰذا ان تینوں امور مذکورہ میں سے کسی

ایک کے پائے جانے کی شرط لگائی تا کہ مؤنث ثقیل رہے اور پھراس پر سے تنوین اور کسرہ حذف کر کے اس کو ہلکا کر دیا جائے۔ تین حرف سے زائد کلمہ کا ثقیل ہونا تو ظاہر ہے اس لئے کہ تین حرف سے زائد کلمہ بنسبت سہ حرفی کلمہ کے ثقیل ہوتا ہے اور کلمہ سہ حرفی متحرک الاوسط بنسبت اس کلمہ کے جو سہ حرفی ساکن الاوسط ہو ثقیل ہوتا ہے اس لئے کہ حرکت بنسبت سکون کے ثقیل ہوتی ہے۔ رہا عجمہ کا ثقیل ہونا اس لئے ہے کہ عجم کی زبان عرب پر ثقیل ہوتی ہے۔

قوله ووجود السببين اس کا عطف الخفۃ پر ہے۔ یہ یجوز ترکه کی دلیل ہے یعنی اسم ثلاثی ساکن الاوسط غیر عجمی کا غیر منصرف ہونا اس لئے جائز ہے کہ اس میں دوسبب علیت اور تانیث معنوی پائے جاتے ہیں۔ لیکن اس کا غیر منصرف ہونا واجب نہیں ہے کیونکہ اس میں تانیث معنوی کے وجوب تاثیر کی شرط نہیں پائی جاتی جیسے ھند کہ اس کا منصرف اور غیر منصرف ہونا دونوں جائز ہیں۔

قوله والایجب منعه الخ اور اگر ایسا نہ ہو یعنی اگر مؤنث معنوی ثلاثی ساکن الاوسط غیر عجمی نہ ہو تو اس کا منع صرف واجب ہے۔ جاننا چاہئے کہ اسم مؤنث معنوی کے جواز انصراف کے لئے مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے ان کان ثلاثیا ساکن الاوسط غیر عجمی میں تین شرطیں بیان کی ہیں ایک یہ کہ وہ سہ حرفی ہو پس اگر وہ تین حرف سے زائد ہوگا تو اس کا غیر منصرف ہونا واجب ہے جیسے زینب دوسرے یہ کہ اگر وہ سہ حرفی ہے تو ساکن الاوسط ہو پس اگر وہ سہ حرفی متحرک الاوسط ہوگا تو اس کا غیر منصرف ہونا واجب ہے جیسے سقر تیسرے یہ کہ اگر وہ ثلاثی ساکن الاوسط ہے تو عجمی نہ ہو یعنی عربی ہو پس اگر وہ ثلاثی ساکن الاوسط ہے لیکن عجمی ہے تو اس کا غیر منصرف ہونا واجب ہے جیسے ماہ و جور جیسا کہ تفصیلاً پہلے گزر چکا ہے۔

قوله والتانیثُ بالالف المقصورة الخ یعنی تانیث بالف مقصورہ جیسے حبلیٰ (حاملہ عورت) اور تانیث بالف ممدودہ جیسے حمراء (سرخ رنگ کی عورت) یقیناً غیر منصرف ہیں۔

قوله البتة یہ بناء بر مصدریت منصوب ہے۔ اور اصل میں بَتَّ بتةً تھا بمعنی قطع کرنا الف و لام کو بمنزلہ جزء کلمہ کر کے البتہ کر لیا۔ اس کلمہ کو یہ وہم دور کرنے کے لئے لائے ہیں کہ ایک سبب تانیث بالف سے کلمہ غیر منصرف نہیں ہوتا اس کے بعد لان الالف الخ سے اس کے غیر منصرف ہونے کی وجہ بیان فرما رہے ہیں کہ ان دونوں صورتوں میں اگرچہ بظاہر ایک سبب دکھائی دیتا ہے لیکن پھر بھی یہ غیر منصرف ہیں اس لئے کہ تانیث بالف دوسببوں کے قائم مقام ہوتی ہے اور یہ تانیث بالف دوسببوں کے قائم مقام ایک تو تانیث کی وجہ سے ہے دوسرے تانیث بالف کے کلمہ کو لازم ہونے کی وجہ سے اس لئے تانیث بالف وضعاً کلمہ کو لازم ہوتی ہے اور اپنے مدخول سے جدا نہیں ہوتی پس حبلی مؤنث کے مذکر کے لئے حبل نہیں کہا جاتا اور حمراء مؤنث کے مذکر کے لئے حمر نہیں کہا جاتا بلکہ اس کا مذکر احمر ہے پس تانیث بالف کے لزوم کو جو کلمہ کے ساتھ ہے بمنزلہ دوسری تانیث کے قرار دیا اور ان میں تانیث مکرر ہوگئی لہٰذا یہ اکیلا سبب دوسبب کے قائم مقام ہوگیا۔ بخلاف تانیث بالتاء کے

کہ وہ وضعاً کلمہ کو لازم نہیں ہوتی کیونکہ وہ مذکر ومؤنث کے درمیان فرق کرنے کے لئے وضع کی گئی ہے۔

امَّا المعرفة فلا يُعْتَبَر فی منع الصرف منها الاالعلمية وتجتمع مع غير الوصف امَّا العجمة فشرطها ان تكون علمًا فی العجمة وزائدةً علی ثلثة احْرفٍ كابراهيمَ اوثلاثيًا متحركَ الاوسط كَشَتَرَ فلجَامٌ منصرفٌ لعدم العلميَّة ونوحٌ منصرفٌ لسكون الاوسط.

**ترجمہ:** ''بہرحال معرفہ پس منع صرف میں اس میں سے صرف علمیت ہی معتبر ہے اور وصف کے علاوہ کے ساتھ جمع ہو جاتا ہے بہرحال عجمہ پس اس کی شرط یہ ہے کہ وہ عجم میں علم ہو اور تین حروف سے زائد ہو جیسے ابراہیم یا ثلاثی متحرک الاوسط ہو جیسے شتر پس لجام منصرف ہے علمیت نہ ہونے کی وجہ سے اور نوح منصرف ہے ساکن الاوسط ہونے کی وجہ سے۔''

قوله امَّا المعرفة الخ معرفہ سے یہاں مراد تعریف ہے نہ وہ جو نکرہ کے مقابل ہوتا ہے اس لئے کہ منع صرف کا سبب تعریف ہے نہ معرفہ بمعنی وہ اسم جو کسی شئ متعین کے لئے وضع کیا گیا ہو۔ کیونکہ منع صرف کا سبب وصف ہوتا ہے نہ کہ ذات شئ اور ظاہر ہے کہ وصف سبب جب ہی ہوگا جب معرفہ کو بمعنی تعریف لیا جائے نہ بمعنی وہ اسم جو کسی شئ معین کے لئے وضع کیا گیا ہو۔

قوله فلا يعتبر فی منع الصرف الخ یعنی معرفہ میں سے منع صرف کا سبب بننے کے لئے صرف علمیت معتبر ہے باقی معارف منع صرف کا سبب نہیں بن سکتے اس لئے کہ معرفہ کی بعض قسمیں جیسے مضمرات اسماء موصولہ اور اسماء اشارات مبنی ہیں جو اسم کو منصرف ہونے سے نہیں روک سکتیں اور غیر منصرف اقسام معرب سے ہے۔ اور بعض قسمیں جیسے معرفہ بالف ولام اور اضافت غیر منصرف کو منصرف یا حکم میں منصرف کے کر دیتے ہیں لہٰذا یہ بھی غیر منصرف کا سبب نہیں بن سکتے۔ رہا منادی وہ معرف باللام میں داخل ہے اس لئے کہ نحات کے نزدیک تعریف بیاء ماؤل بتعریف اللام ہیں۔

قوله وتجتمع مع غير الوصف الخ اور علمیت وصف کے علاوہ منع صرف کے دوسرے اسباب کے ساتھ جمع ہوتی ہے اور وصف کے ساتھ اس لئے جمع نہیں ہوتی کہ وصف ذات مبہمہ پر دلالت کرتا ہے اور علم ذات معینہ پر دونوں آپس میں ایک دوسرے کی ضد ہیں ایک شئ میں جمع نہیں ہو سکتے۔ یاد رہے کہ جمع اور تانیث بالف کے ساتھ علمیت غیر موثر ہو کر پائی جائے گی۔

قوله اما العجمة الخ عجمہ لغت میں بمعنی کند زبان ہونا اور اصطلاح میں لفظ کا ان الفاظ میں سے ہونا ہے جس کو عرب کے غیر نے وضع کیا ہو۔ جاننا چاہئے کہ اسماء عجمیہ کے اوزان میں اختلاف ہے بعض نے کہا ہے کہ ان کا کوئی وزن مقرر نہیں ہے اور بعض نے کہا ہے کہ ان کا وزن مقرر ہے لیکن پسندیدہ پہلا قول ہے۔ البتہ اسم عجمی کی شناخت چند امور سے ہو

جاتی ہے جن میں سے بعض یہ ہیں۔ اوّل یہ کہ اس کا وزن اوزان عرب کے خلاف ہوتا ہے دوم حروف ثقیلہ کا بدون تغیر و تبدیل کے اجتماع ہونا۔ سوم نون اور راء کا اجتماع جیسے نرجس میں چہارم صاد اور جیم کا اجتماع جیسے صَنِجْ میں۔ پنجم قاف اور جیم کا اجتماع جیسے قرجم میں۔

قولہ فشرطها ان تكون الخ عجمۃ کے منع صرف میں تاثیر کرنے کی دو شرطیں ہیں۔ اوّل یہ کہ وہ لغت عجم میں کسی کا عَلَم ہو۔ عام ازیں کہ وہ لغت عجم میں حقیقتاً عَلَم ہو جیسے ابراھیم کہ وہ نقل سے پیشتر لغت عجم میں علم تھا پھر بغیر کسی تغیر کے عرب میں منقول ہوگیا ہے یا حکماً جیسے قالون کہ یہ لغت عجم میں اسم جنس تھا بمعنی جید لیکن وہ لغت عرب میں نقل ہونے کے بعد اور معنی جنسی میں استعمال ہونے سے پیشتر عَلَم ہوگیا اور قُرَّاء میں سے ایک قاری کا ان کی جودت قراءت کے سبب سے نام ہوگیا اور وہ چیز جو نقل کے بعد اور معنی جنسی میں استعمال ہونے سے پیشتر عَلَم ہو جائے تو وہ لغت عجم میں حکماً عَلَم ہوتی ہے۔ اور اس میں علیت کی شرط اس واسطے ہے تاکہ وہ تصرفات سے محفوظ رہے کیونکہ عرب جب کسی کلمہ کو بغیر علم پاتے ہیں تو اس میں اپنے کلام کی طرح تصرفات کر لیتے ہیں اور پھر وہ تصرفات کے بعد اسماء عربیہ کی طرح ہو جاتا ہے اور اس میں عجمیت ضعیف ہو جاتی ہے۔ لیکن جب وہ لغت عجم میں عَلَم ہوگا تو اس وقت علیت ان کو تصرف کرنے سے روک دے گی۔

دوم

قولہ زائدة على ثلثة احرفٍ الخ اس کا عطف علماً پر ہے اور تکون کی خبر ہے ای و شرطها ان تكون زائدة اس دوسری شرط کی دو صورتیں ہیں ان میں سے کسی ایک کا پایا جانا ضروری ہے۔ یعنی وہ علمیت کے ساتھ ساتھ یا تو تین حرف سے زائد ہو جیسے ابراھیم یا وہ سہ حرفی ہو جس کا وسط کلمہ متحرک ہو جیسے شتر (دیار بکر کے قلعہ کا نام ہے) اور اس میں تین حرف سے زیادہ ہونے یا متحرک الاوسط ہونے کی شرط اس واسطے لگائی ہے کہ ثلاثی ساکن الاوسط انتہاء خفت میں ہوتا ہے اور یہ خفت دو سببوں میں سے ایک کے ثقل کے ساتھ معارض ہوگی یعنی عجمیت کی ثقل کے ساتھ معارض ہوگی اور اس کو سبب بننے سے روکے گی اور پھر صرف ایک سبب یعنی علمیت رہ جائے گی اور کلمہ منصرف ہو جائے گا۔

قولہ فلجام منصرف الخ اس میں فاء تفریع کے لئے ہے اور یہ پہلی شرط پر تفریع ہے یعنی لجام جو لغت عجم میں بمعنی لگام ہے۔ جب کسی کا نام رکھ دیا جائے منصرف رہے گا اس لئے کہ یہ لغت عجم میں نہ تو حقیقتاً علم ہے اور نہ حکماً اس کا حقیقتاً علم نہ ہونا تو ظاہر ہے کہ یہ لغت عجم میں اسم جنس کے معنی میں مستعمل ہے۔ حکماً علم نہ ہونا اس لئے ہے کہ اس سے اب عرب میں کسی کا نام رکھنا معنی جنسی میں مستعمل ہونے کے بعد ہوگا اس لئے یہ عرب میں نقل کے بعد معنی جنسی میں مستعمل ہونے لگا اور علم حکمی میں یہ شرط ہے کہ وہ عرب میں نقل کے بعد معنی جنسی میں مستعمل ہونے سے پیشتر علم ہوگیا ہو۔

قولہ ونوحٌ منصرفٌ الخ یہ دوسری شرط پر تفریع ہے کہ نوح جو لغت عجم میں ایک پیغمبر کا نام ہے منصرف ہے پس یہ اگرچہ اسم عجمی بھی ہے اور لغت عجم میں علم بھی لیکن اس میں عجمہ کی دوسری شرط کی دونوں صورتوں میں سے کوئی صورت نہیں پائی

جاتی وہ یہ کہ نہ تو تین حرف سے زائد ہے اور نہ ثلاثی متحرک الاوسط ہے۔ بلکہ ثلاثی ساکن الاوسط ہے۔ یاد رکھنا چاہئے کہ ملائکہ کے تمام نام غیر منصرف ہیں۔ اسی طرح انبیاء علیہم السلام کے تمام نام غیر منصرف ہیں مگر سات نام منصرف ہیں۔ ان میں سے تین عربی ہیں۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور صالح اور شعیب اور چار عجمی نوح اور لوط اور ہود اور شیث اس لئے کہ یہ عرب سے پہلے ہوئے ہیں۔

---

امّا الجمع فشرطه ان يكون على صيغة مُنْتَهَى الجموع وهو اَنْ يكونَ بعد الف الجمع حرفانِ كمساجد اوحرفٌ مشدّدٌ مثل دوابَّ اوثلثةُ اَحْرُفٍ اوسطُها ساكن غَيْرُ قابلٍ للهاءِ كمصابيح فصيا قلةٌ وفرازنةٌ منصرف لقبولهما الهاءَ وهو ايضًا قائم مقام السَّبَبَيْنِ الجمعيةِ ولزومِهَا وامتناع ان يُجْمعَ مرةً اُخْرىٰ جمع التكسير فكانَّه جُمِعَ مَرَّتَيْنِ.

ترجمہ: ''اور بہرحال جمع پس اس کی شرط یہ ہے کہ وہ صیغہ منتہی الجموع کے وزن پر ہو اور منتہی الجموع یہ ہے کہ الف جمع کے بعد اس میں دو حرف ہوں جیسے مساجد یا ایک حرف مشدد ہو جیسے دَوابّ یا تین حرف ہوں جن کا اوسط حرف ساکن ہو اور ھاء کو قبول کرنے والا نہ ہو جیسے مصابیح پس لفظ صیانۃ اور فرازنۃ دونوں منصرف ہیں اس لئے کہ ھاء کو قبول کرتے ہیں اور یہ بھی دو سبب کے قائم مقام ہے اوّل جمع ہونا۔ دوسرے جمع کے لئے لازم ہونا اور اس سے ممتنع ہونا کہ اس کی دوبارہ جمع تکسیر لائی جائے گی۔ پس گویا وہ دو مرتبہ جمع لایا گیا ہے۔''

---

قوله امّا الجمع الخ جمع سے یہاں مراد معنی وصفی ہیں یعنی جمعیت نہ معنی اسمی جو مفرد اور مثنی کے مقابلہ میں مراد ہوتے ہیں۔

قوله فشرطه ان يكون الخ علىٰ صيغة منتهى الجموع يكون کی خبر ہے اور منتهى مصدر میمی ہے جو الجموع فاعل کی طرف مضاف ہے ای ان يكون على صيغة ينتهى بها جموعُ التكسير چونکہ اس کے بعد پھر جمع تکسیر نہیں آتی اور یہ جمع تکسیر کی انتہائی جمع ہوتی ہے لہٰذا اس کا نام منتہی الجموع رکھا گیا۔ مطلب یہ ہے کہ جمع کے منع صرف کا سبب بننے کے لئے یہ شرط ہے کہ وہ منتہی الجموع کا صیغہ ہو اور صیغہ وہ ہیئت ہے۔ جو حروف حرکات اور سکنات کے مجموعہ سے حاصل ہو۔

قوله هو ان يكون الخ اور وہ جمع جس کا نام صیغہ منتہی الجموع ہے یہ ہے کہ اس کا پہلا اور دوسرا حرف مفتوح ہو اور تیسرا الف ہو اور پھر الف کے بعد یا تو دو حرف متحرک ہوں جس میں سے پہلا مکسور ہو جیسے مساجد جمع مسجد کی ہے یا حرف مشدد ہو۔ جیسے دوابّ جمع دابہ کی ہے یا تین حرف ہوں جن میں سے درمیانہ حرف ساکن ہو جیسے مصابیح جمع مصباح کی ہے۔

قولہ غیر قابل للهاء الخ یہ پہلے یکون کی ضمیر فاعل سے حال ہے یعنی جمع کے منع صرف کا سبب بننے کے لئے دو شرطیں ہیں۔ پہلی تو گذر چکی کہ وہ منتہی الجموع کا صیغہ ہو دوسری شرط یہ ہے کہ اس کے آخر میں ھاء یعنی تاء تانیث جو حالت وقف میں ھاء ہو جاتی ہے ) نہ ہو اور اس تاء تانیث کو ھاء اس واسطے کہا کہ وہ حالت وقف میں ہاء ہو جاتی ہے۔

قولہ فصیاقلہ وفرازنہ منصرف الخ اس میں منصرفٌ خبر صیاقلہ وفرازنہ کی (بتاویل کل واحد منہما) ہے اور یہ تاویل اس لئے کی کہ مبتداء اور خبر کے درمیان افراد تثنیہ اور جمع میں مطابقت ضروری ہے اور یہاں خبر منصرف مفرد ہے اور مبتداء صیاقلہ وفرازنہ متعدد ہے لہٰذا مناسب منصرفان تھا لیکن چونکہ خبر مفرد اور مبتداء متعدد لہٰذا تاویل مذکور کی ضرورت ہوئی۔ صیاقلہ جمع صیقل کی ہے ( تیز کرنے والا ) اور فرازنہ جمع فرزین کی ہے ( وزیر جو شطرنج میں ہوتا ہے ) یہ دوسری شرط غیر قابل للهاء پر تفریع ہے۔ یعنی صیاقلہ اور فرازنہ منصرف ہیں اس لئے کہ وہ ہاء کو قبول کرتے ہیں یعنی ان کے آخر میں تاء تانیث ہے جو حالت وقف میں ہاء ہو جاتی ہے اور جمع میں یہ شرط کہ وہ بغیر ہاء ہو اس لئے ہے کہ اگر اس کے آخر میں اس قسم کی ہاء ہو گی تو وہ مفردات مثلاً طواعیہ اور کراھیہ بمعنی طاعت اور کراہت کے وزن پر ہو کر مفرد کے ساتھ وزن میں ملتبس ہو جائے گی اور اس کی جمعیت میں فتور آجائے گا۔ اور دو سبب کے قائم مقام نہ ہوگی۔

قولہ وَهُوَ ایضاً الخ ایضاً فعل محذوف کا مفعول مطلق ہے ای آض ایضاً ای رجع رجوعاً معنی یہ ہوئے کہ رجع الكلامُ رجوعاً الیٰ انَّ الجمع کالتانیث بالالف قائم مقام السببين الخ یعنی یہ جمع بھی تانیث کے دونوں الفوں کی طرح دو سببوں کے قائم مقام ہوتی ہے ایک تو جمعیت کی وجہ سے دوسرے اس وجہ سے کہ پھر اس کی جمع تکسیر نہیں ہوتی ( گو جمع سالم جائز ہے۔ جیسے صاحبۃ کی جمع صواحب اور صواحب کی جمع سالم صواحبات پس اس کی جمعیت بمنزلہ ایک سبب کے ہوگئی۔ اور اس جمع کے بعد پھر اس کی جمع تکسیر نہ ہونا بمنزلہ دوسرے سبب کے ہوگیا۔ پس گویا اس میں دو سبب ہیں جن کے قائم مقام یہ جمع ہے خلاصہ یہ ہوا کہ جمعیت مطلقہ ایک سبب ہے اور اس کا ایسی جمع کے وزن پر ہونا جس کے بعد پھر جمع تکسیر نہیں ہوسکتی دوسرا سبب ہے۔ پس یہ جمع دو سبب کے قائم مقام ہوگئی۔ اسی کی طرف مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے قول فکانہ جمع مرتین سے اشارہ کر رہے ہیں کہ جب اس کی جمع تکسیر دوبارہ ممتنع ہوئی تو گویا ایسا ہوگیا کہ اس کی دوبار جمع ہوئی ہے۔

---

امَّا التركيب فشرطه اَنْ يكونَ علمًا بلا اضافةٍ ولا اسنادٍ كبَعْلَبَكَّ فعبدُ اللّٰهِ منصرفٌ ومعد يكرب غير منصرفٍ وشابَ قَرْنَاها مبنى امَّا الالفُ والنونُ الزائدتانِ انكانتا فى اسمٍ فشرطه ان يكونَ عَلَمًا كعمرانَ وعُثْمانَ فسه دانُ اسمُ نَبَتٍ منصرفٌ لعدم العلمِيَّةِ وانْ كانتافى صفةٍ فشرطه اَنْ لا يكونَ مؤنثه على فعلانة كسكران فند مانٌ منصرفٌ لوجود

ندمانة.

ترجمہ: ''بہر حال ترکیب پس اس کی شرط یہ ہے کہ علم بغیر اضافت اور بلا اسناد کے ہو جیسے بعلبك پس عبداللہ منصرف ہے اور معدیکرب غیر منصرف ہے اور شاب قرناها مبنی ہے۔ اور بہر حال الف ونون زائدتان اگر یہ دونوں اسم میں واقع ہوں تو شرط یہ ہے کہ وہ اسم علم ہو جیسے عمران اور عثمان پس سعدان جو ایک گھاس کا نام ہے منصرف ہے علمیت نہ ہونے کی وجہ سے اور اگر یہ دونوں صفت میں پائے جائیں تو اس کی شرط یہ ہے کہ اس کی مؤنث فعلانۃ کے وزن پر نہ آتی ہو جیسے سکران، پس ندمان منصرف ہے ندمانۃ کے پائے جانے کی وجہ سے۔''

---

قوله اما التركيب الخ ترکیب لغت میں بمعنی مرکب کرنا اور اصطلاح میں دو یا دو سے زائد کلموں کا بغیر کسی حرف کے جزء ہوئے ایک ہونا ہے جب تعریف ترکیب میں یہ قید کہ کوئی حرف اس کا جزء نہ ہو معتبر ہوئی تو اب اگر النجم یا بصری کسی کا نام ہو تو وہ تعریف مذکور سے خارج رہیں گے۔ اس لئے کہ پہلے کلمہ میں الف لام حرف تعریف اور دوسرے میں یا حرف نسبت کلمہ کا جز واقع ہو رہے ہیں۔ جاننا چاہئے کہ یہ تعریف اس ترکیب کی ہے جو منع صرف کا سبب ہوتی ہے نہ مطلق ترکیب کی اس لئے کہ مطلق ترکیب کی تعریف، یہ ہے کہ جزء لفظ جزء معنی پر دلالت کرے یا کلمہ کا دوسرے کلمہ کے ساتھ ملنا پھر یہ ترکیب چھ قسم پر ہے۔ ترکیب اسنادی جیسے زیدٌ قائمٌ اور ضرب زیدٌ ترکیب اضافی جیسے غلام زید۔ ترکیب توصیفی رجلٌ فاضلٌ۔ ترکیب صوتی جیسے سیبویہ۔ ترکیب تعدادی جیسے خمسة عشر۔ ترکیب امتزاجی جیسے بعلبك۔

قوله فشرطه ان یکون علماً الخ یعنی ترکیب کے منع صرف کا سبب موثر بننے کے لئے دو شرطیں ہیں۔ پہلی یہ کہ وہ کسی کا عَلَم ہو۔ یہ شرط اس لئے ہے تاکہ ترکیب زوال سے محفوظ رہے کیونکہ ترکیب جو دو کلموں یا زائد سے حاصل ہوتی ہے۔ ایک عارضی چیز ہے جو زائل ہو جاتی ہے اور علمیت کلمہ کو تصرفات سے محفوظ رکھتی ہے لہٰذا علمیت کی شرط لگائی۔ تاکہ ترکیب احتمال زوال سے محفوظ ہو کر منع صرف میں موثر ہو۔ دوسری قوله بلا اضافت و لا اسناد ہے جار و مجرور یکون کی دوسری خبر ہے اور دوسری شرط یہ ہے کہ وہ ترکیب اضافی اور اسنادی نہ ہو یہ شرط اس لئے ہے کہ اضافت غیر منصرف کو منصرف یا حکم میں منصرف کے کر دیتی ہے پس وہ منع صرف میں کیونکر اثر کرے گی اور ترکیب اسنادی بغیر علمیت سبب نہیں ہوتی اور جب وہ کسی کا عَلَم ہو جاتی ہے تو مبنی ہو جاتی ہے اور جب وہ مبنی ہوئی تو وہ غیر منصرف جو اقسام معرب سے ہے کیونکر ہو سکتی ہے۔ اور ترکیب توصیفی حکم میں اضافی کے ہے اس لئے کہ جیسے مضاف الیہ مضاف کی قید ہوتا ہے اسی طرح صفت موصوف کی قید ہوتی ہے۔ اور ترکیب تعدادی اور صوتی مبنیات سے ہیں۔ پس ترکیب امتزاجی منع صرف کا سبب بنے گی۔

قوله کبعلبك بعلبك شہر کا نام ہے۔ بَعْل ایک بت کا نام ہے بَكٌّ بادشاہ کا نام ہے۔ جو اس شہر کا بانی تھا۔ جب

شہر کی بنا ختم ہوگئی تو اس شہر کا نام بت اور اپنے نام سے رکھ دیا ان دونوں کلمات کے درمیان نہ تو اضافت ہے ا نہ اسناد یہ ترکیب اور علمیت کی وجہ سے غیر منصرف ہے۔

قولہ فعبد اللّٰہ منصرف الخ یہ دوسری شرط کی پہلی قید پر تفریع ہے۔ یعنی عبداللہ باوجود یہ م ہے لیکن منصرف ہے۔ اس لئے کہ اس میں ترکیب اضافی ہے۔

قولہ ومعد یکرب غیر منصرف اور معدیکرب (ایک مرد کا نام ہے) غیر منصرف ہے۔ اس لئے کہ یہ دو اسموں معدی اور کرب سے مرکب ہے اور عَلَم ہے۔ جس میں نہ اضافت ہے اور نہ اسناد۔ پس یہ ترکیب اور علمیت کی وجہ سے غیر منصرف ہے۔

قولہ وشاب قرنا ھا مبنی یہ دوسری شرط کی دوسری قید پر تفریع ہے۔ اور شاب قرناہا جو ایک عورت کا نام ہے مبنی ہے شاب قرناہا کے لغوی معنی یہ ہیں اس کے دونوں گیسو سفید ہوگئے۔ اس کے بعد یہ ایک عورت کا نام ہوگیا اور اس کا یہ نام اسی وجہ سے کہ اس کے دونوں گیسو سفید تھے رکھا گیا۔ پس شاب قرناھا باوجود یہ کہ عَلَم ہے لیکن مبنی ہے غیر منصرف نہیں ہے۔ اس لئے کہ اس میں ترکیب اسنادی ہے۔

قولہ اَمَّا الالف والنون الزائد تان الخ فشرطہ کی ضمیر مفرد ہے اور اس کا مرجع الالف والنون دو چیزیں ہیں ضمیر اور اس کے مرجع میں مطابقت ضروری ہے۔ لہٰذا فشرطہ کی ضمیر یا تو الاسم کی طرف لوٹے گی ای فشرطہ الاسم الذی فیہ الالف والنون یا اس کی ضمیر الف ونون ہی کی طرف لوٹے۔ لیکن اس اعتبار سے کہ یہ دونوں سبب واحد ہیں۔ ای شرط الالف والنون۔ یعنی الف ونون کی جو حروف اصلیہ سے زائد ہوتے ہیں۔ منع صرف میں تاثیر کی شرط جب کہ یہ اسم کے آخر میں ہوں یہ ہے کہ وہ اسم عَلَم ہو۔ اور یہ شرط اس لئے ہے کہ الف ونون آخر کلمہ میں زائد ہوتے ہیں اور آخر کلمہ تغیر کا محل ہوتا ہے۔ لہٰذا علمیت کو شرط کیا تاکہ اس کی وجہ سے ان کی زیادتی کلمہ کو لازم ہو جائے اور کلمہ تغیر سے محفوظ رہے۔ جیسے عمران اور عثمان کہ یہ دونوں عَلَم ہیں۔ الف ونون زائدتان اور علمیت کی وجہ سے غیر منصرف ہیں۔ اور اسم سے یہاں مراد وہ ہے جو صفت کے مقابلہ میں آتا ہے۔ نہ وہ جو فعل اور حرف کے مقابلہ میں آتا ہے۔ مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ دو مثالیں یہ بتلانے کے لئے لائے کہ اس کے اوزان مختلف ہوتے ہیں۔ عمران مکسور الفاء ہے اور عثمان مضموم الفاء ہے لیکن مفتوح الفاء کی مثال جیسے سلمان نہیں لائے اس لئے کہ طرفین کا وجود اوسط کے وجود پر دلیل ہوتا ہے۔

قولہ فسعدان الخ یہ علم نہ ہونے پر تفریع ہے۔ یعنی سعدان جو ایک گھاس کا نام ہے۔ منصرف ہے اس لئے کہ یہ اسم جنس ہے علم نہیں ہے گو اس کے آخر میں الف ونون زائدتان ہیں۔

قولہ فسعدان مبتداء ہے اور اسم نبت مبتداء مذکور سے بدل ہے اور مرفوع اور منصرف خبر۔

قولہ وان کانتا فی صفۃ الخ اور اگر الف ونون زائدتان صفت کے آخر میں ہوں تو اس وقت ان کی منع صرف

میں تاثیر کی شرط یہ ہے کہ اس اسم صفت کی مؤنث فعلانۃ (بتاء تانیث) کے وزن پر نہ ہو۔ جیسے سکران غیر منصرف ہے اس لئے کہ اس کی مؤنث سکری آتی ہے نہ سکرانہ یہ دوسبب صفت اور الف ونون زائدتان کی وجہ سے غیر منصرف ہے۔

قوله فند مان منصرف الخ اور ندمان بمعنی ندیم (صاحب) منصرف ہے اس لئے کہ اس کی مؤنث ندمانہ آتی ہے گو اس میں صفت اور الف ونون زائدتان پائے جاتے ہیں۔ اور اگر ندمان بمعنی نادم (پشیمان) ہو تو اس وقت یہ بالاتفاق غیر منصرف ہے اس لئے کہ اس کی مؤنث ندمی آتی ہے نہ ندمانہ۔ اسی طرح حَسَّانٌ منصرف ہے جبکہ اس کو حسن بمعنی خوبی لیا جائے اس لئے کہ وہ اس وقت فعَّالٌ کے وزن پر ہوگا۔ لیکن جب اس کو حس سے لیا جائے تو غیر منصرف ہے کیونکہ اس وقت وہ فعلان کے وزن پر ہوگا۔

---

اماوزن الفعل فشرطه اَنْ يَّخْتَصَّ بالفعل ولا يوجد فى الاسم الا منقولاً عن الفعل كَشَمَّر وضُرِبَ وانْ لم يختصَّ به فيجب اَنْ يكونَ فى اَوَّله اِحْدَىٰ حروف المضارعة ولا يدخله الهاء كاحمدَ ويشكُرَ وتَغْلِبَ وَنَرْجِس فَيَعْمَلٌ منصرِفٌ لقبولها الهاءَ كقولهم ناقةٌ يَعْمَلَةٌ.

ترجمہ: ”بہرحال وزن فعل پس اس کی شرط یہ ہے کہ فعل کے ساتھ خاص ہو اور اسم میں نہ پایا جاتا ہو مگر فعل سے نقل کرنے کے بعد جیسے شَمَّرَ اور ضُرِبَ اور اگر فعل کے ساتھ خاص نہ ہو تو ضروری ہے کہ اس کے شروع میں حرف مضارع میں سے کوئی حرف پایا جاتا ہو اور اس میں ھاء داخل نہ ہوتی ہو جیسے احمد اور یشکر، تغلب ونرجس پس یعمل منصرف ہے اس کے ہاء کو قبول کرنے کی وجہ سے جیسے ان کا قول ناقة یعملة۔“

---

قوله امّا وزن الفعل فشرطه الخ وزن فعل وہ اسم کا ایسے وزن پر ہونا ہے جو فعل کے اوزان سے شمار کیا جاتا ہو۔ اور وزن فعل کے منع صرف میں اثر کرنے کے لئے دو شرطیں ہیں۔ پہلی ان يختص بالفعل ہے۔ دوسری وان لم يختص به فيجب ان يكون الخ ہے ان دونوں شرطوں میں سے کسی ایک کا پایا جانا ضروری ہے۔ پہلی شرط یہ ہے کہ (اسم اور فعل میں مشترک نہ ہو) اور اسم میں نہ پایا جاتا ہو۔ مگر اس وقت کہ جب وہ فعل سے اسم کی طرف نقل کر لیا گیا ہو جیسے شَمَّرَ یہ ماضی کا صیغہ باب تفعیل سے ہے فعل کے وزن کے ساتھ خاص ہے۔ مصدر تشمیر ہے (دامن اٹھانا) لیکن اس کو فاعل سے اسم کی طرف نقل کر کے گھوڑے کا نام رکھ دیا یہ وزن فعل اور علمیت کی وجہ سے غیر منصرف ہے اور جیسے ضُرِبَ (بصیغہ مجہول) یہ وزن بھی فعل کے ساتھ خاص ہے پس اگر یہ کسی مرد کا نام رکھ دیا جائے تو وزن فعل اور علمیت کے سبب سے غیر منصرف ہوگا اسی طرح استخرج اور اقتدر وغیرہ جو اسم میں نہیں پائے جاتے مگر فعل سے منقول ہو کر پس اگر یہ کسی مرد کا نام رکھ دیئے جائیں تو وزن فعل اور علمیت کی وجہ سے غیر منصرف ہوں گے۔ لیکن اگر یہ کسی عورت کا نام رکھ دیئے جائیں تو اس وقت وزن فعل کے اعتبار کرنے کی ضرورت نہیں اس لئے کہ اس وقت یہ علمیت اور تانیث کی وجہ سے غیر منصرف ہوں گے۔

مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ ضُرِبَ مجہول کی مثال لائے اس لئے کہ ضرب معروف کا وزن فعل کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ اسم میں بھی پایا جاتا ہے جیسے فَرَسٌ اور آخر حرکت کا کوئی اعتبار نہیں ہے پس اگر ضَرَبَ (بصیغہ معروف) کسی کا نام رکھ دیا جائے تو اکثر نحات کے نزدیک منصرف ہوگا لیکن عیسیٰ بن عمر الثقفی کے نزدیک غیر منصرف ہوگا۔

قوله وان لم يختص به فيجب الخ دوسری شرط یہ ہے کہ اگر وہ وزن فعل فعل کے ساتھ خاص نہ ہو تو اس وقت اس کے منع صرف میں تاثیر کی یہ شرط ہے کہ اس کے شروع میں حروف مضارع میں سے (جن کا مجموعہ اَتَیْنَ ہے) کوئی حرف ضرور ہو اور اس کے آخر میں ہا (یعنی تاء تانیث متحرکہ جو حالت وقف میں ہاء ہو جاتی ہے) نہ آتی ہو۔ حروف مضارع کے شروع میں آنے کی شرط اس لئے ہے کہ حروف مضارع فاعل کے خواص میں سے ہیں پس ان کی وجہ سے وزن مذکور فعل کے ساتھ خاص ہو جائے گا اور اسم اور فعل میں مشترک نہ رہے گا۔ اور تاء مذکورہ کے نہ داخل ہونے کی شرط اس لئے ہے تا کہ وزن مذکور اوزان فعل سے نکل کر اوزان اسم میں سے نہ ہو جائے اور اختصاص باطل نہ ہو جائے اس لئے کہ تاء تانیث متحرکہ اسم کے خواص میں سے ہے۔

قوله ولا يد خله الهاء یہ ان یکون کی ضمیر سے حال ہے۔

قوله كاحمد ويشكر و تغلب ونرجس الخ پہلے تینوں آدمیوں کے نام ہیں اور چوتھا یعنی نرجس معرب نرگس کا ہے گاف فارسی کو جیم سے بدل لیا۔ ان چاروں کے شروع میں حروف اَتَیْنَ میں سے ایک حرف ہے۔ اسی طرح یوسف اور یونس اور یعقوب اور اسباط ہیں ان کے شروع میں بھی حروف مضارعہ میں سے ایک حرف ہے یہ سب کے سب وزن فعل اور علمیت کی وجہ سے غیر منصرف ہیں۔

قوله فيعملٌ منصرف الخ دوسری شرط کے نہ پائے جانے پر تفریع ہے۔ یعنی یعملٌ (اونٹ جو بار برداری اور چلنے میں قوی ہو) منصرف ہے (اگرچہ اس میں دو سبب ایک وزن فعل اور دوسرا وصف اصلی پایا جاتا ہے) اس لئے کہ وہ تاء تانیث کو قبول کرتا ہے کہا جاتا ہے ناقةٌ يعلمةٌ (اونٹنی جو بار برداری اور چلنے میں قوی ہو) لیکن اگر یعمل کسی مرد کا نام رکھ دیا جائے تو اس وقت وہ غیر منصرف ہوگا اس لئے کہ اس وقت وہ تاء تانیث مذکورہ کو قبول نہیں کرے گا۔

---

واعلَمْ اَنَّ كُلَّ ماشُرِطَ فيه العَلَمِيَّةُ وهو المؤنثُ بالتاء والمعنويُّ والعجمةُ والتركيبُ والاسمُ الَّذى فيه الالف والنونُ الزائدتانِ اولم يشترط فيه ذلك ولكن اجتمع مع سبب واحدٍ فقط وهو العَلَمُ المعدولُ ووزنُ الفعلِ اذا نُكِّرَ صُرِفَ امَّافى القسم الاول فلبقاء الاسم بلا سببٍ وامَّا فى الثانى فلبقائه على سببٍ واحدٍ تقول جاء نى طلحةٌ وطلحةٌ اٰخرُوقام عُمَرُ وعُمَرٌ اٰخِرُ وضرب احمدُ واحمدٌ اٰخرُ وكُلُّ مالا ينصرف اذ اُضِيْفَ اودخله

اللامُ فدخله الکسرةُ نحو مررتُ باحمدکم وبالا حمدِ:

ترجمہ: ''تو جان لے کہ ان نو اسباب میں سے ہر وہ سبب جن میں علمیت شرط ہے اور وہ مؤنث بالتاء، مؤنث معنوی، عجمہ، ترکیب اور وہ اسم ہے جس الف ونون زائدتان ہوں یا وہ اسباب کہ جن میں علمیت شرط نہیں ہے بلکہ ایک سبب کے ساتھ جمع ہو جاتی ہے اور وہ علم معدول اور وزن فعل ہے جب ان کو نکرہ کر دیا جائے گا تو منصرف ہو جائیں گے بہر حال پہلی قسم میں تو پس اس لئے کہ اسم بلا سبب کے باقی رہ جاتا ہے اور بہر حال دوسری قسم میں اس کے صرف ایک سبب پر باقی رہ جانے کی وجہ سے جیسے تو کہے جآء نی طلحة و طلحة آخر اور قام عمرٌ و عمرٌ آخر و ضرب احمدُ واحمدٌ آخرُ اور ہر وہ اسم جو غیر منصرف ہو جب وہ مضاف کیا جائے دوسرے اسم کی طرف یا اس پر لام داخل ہو جائے تو اس میں کسرہ داخل ہو جائے گا جیسے مررت باحمد کم اور بالا حمد۔''

---

قولہ واعلم ان کل ماشرط الخ مصنف اسباب منع صرف بیان کرنے کے بعد اب یہاں سے اس چیز کو بیان فرماتے ہیں۔ جس کے زائل ہونے سے اسباب کی تاثیر چلی جاتی ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ منع صرف کے نو اسباب میں سے چار سبب تانیث بتاء لفظی ومعنوی اور عجمہ اور ترکیب اور الف ونون زائدتان ایسے ہیں جن کے ہمراہ علمیت خود سبب ہو کر اور پھر دوسرے سبب کے لئے شرط ہو کر منع صرف میں موثر ہوتی ہے اور علمیت کے دوسرے سبب کے لئے شرط ہو کر منع صرف میں موثر ہونے کے یہ معنی ہیں کہ یہ اسباب اسماء میں منع صرف کے سبب جب ہی بنیں گے جبکہ ان کے ساتھ علمیت پائی جائے ورنہ اگر ان کے ساتھ علمیت نہ پائی جائے تو یہ اسباب بھی سبب نہیں رہیں گے اور وہ اسم کہ جس میں ان چاروں اسباب میں سے کوئی سبب پایا جاتا ہے اس کی شرط (علمیت) کے مفقود ہونے کی وجہ سے بلا سبب رہ جائے گا۔ اور پھر وہ منصرف ہو جائے گا اس لئے کہ شرط کے معدوم ہونے کی وجہ سے مشروط بھی معدوم ہو جاتا ہے جیسے طلحہ اس میں ایک سبب تانیث بتاء لفظی ہے اور دوسرا سبب جو تانیث مذکور کے منع صرف میں سبب بننے کے لئے شرط ہے علمیت ہے پس اگر طلحہ کی علمیت زائل کر کے اس کو نکرہ کر لیا جائے جیسے جاء نی طلحةُ بلا تنوین میں طلحہ معرفہ ہے اور جاء نی طلحةٌ آخرُ (تنوین طلحہ) میں طلحہ نکرہ ہے اس لئے کہ آخر جو طلحہ کی صفت ہے نکرہ ہے معنی یہ ہوں گے کہ جاء نی واحدٌ من الجماعة المسماة بطلحه پس جب طلحہ کو نکرہ کر لیا تو اس میں منع صرف کا سبب تانیث بھی نہیں رہے گا اس واسطے کہ شرط کے فوت ہو جانے سے مشروط بھی فوت ہو جاتا ہے لہٰذا تانیث بھی سبب نہ رہے گی اور اسم بلا سبب رہ جائے گا۔ جاننا چاہئے کہ عَلَم دو طرح سے نکرہ کیا جاتا ہے اوّل یہ کہ عَلَم سے اس جماعت کا جس کا ہر ایک فرد اس علم کے ساتھ نام رکھا گیا ہے ایک فرد غیر معین مراد ہو۔ مثلاً چند آدمیوں کی جماعت میں سے ہر ایک کا نام طلحہ رکھ دیا جائے اور پھر اس جماعت طلحہ میں سے ایک طلحہ

معین مراد ہو دوم یہ کہ علم سے کنایہ ایک ایسے وصف سے کیا جائے کہ جس وصف کے ساتھ عَلَم مذکور مشہور ہو گیا ہے جیسے لکل فرعون موسیٰ (ہر فرعون کے لئے موسیٰ ہے) ای لکلِّ مبطلٍ محقٌ۔ پس فرعون اصل میں ایک ذات کا نام ہے جو وصف بطالت کے ساتھ متصف ہے اور یہ علمیت اور عجمہ کی وجہ سے غیر منصرف تھا لیکن جب اس سے اس کا وصف مشتہر یعنی بطالت مراد لیا گیا تو نکرہ ہو گیا اور اس پر جر اور تنوین آ گئی اور موسیٰ علیہ السلام اصل میں ایک ذات شریفہ کا نام ہے جو وصف حقانیت کے ساتھ متصف ہے اور علمیت اور عجمہ کی وجہ سے غیر منصرف تھا لیکن جب اس سے اس کا وصف مشہور یعنی حقانیت مراد لیا گیا تو نکرہ اور منصرف ہو گیا۔ اور منع صرف کے نو اسباب میں سے دو سبب عدل اور وزن فعل ایسے ہیں جن کی سببیت کے لئے علمیت شرط نہیں ہے بلکہ وہ ان کے ہمراہ منع صرف میں سبب محض ہو کر موثر ہوتی ہے۔ چنانچہ عدل اور وزن فعل بغیر علمیت ثلاثہ اور احمر میں سبب ہیں پہلے میں عدل اور وصف ہے۔ دوسرے میں وزن فعل اور وصف۔ پس اگر ان کے لئے علمیت شرط ہوتی تو وہ ان کے ہمراہ ہر جگہ پائی جاتی۔ پس ہر وہ اسم جس میں ان دو سببوں میں سے ایک سبب مع علمیت پایا جائے اور پھر اس سے علمیت زائل کر دی جائے تو ایک سبب علمیت کے زائل ہونے کی وجہ سے وہ اسم منصرف تو ہو جائے گا۔ مگر دوسرا سبب زائل نہیں ہوگا۔ اس واسطے کہ ان دونوں میں علمیت شرط نہیں ہے جیسے قَامَ عُمَرُ (بلا تنوین) میں عمر معرفہ ہے اور قَامَ عُمَرٌ آخر (بتنوین عمر) میں عمر نکرہ ہے ای قَامَ واحِدٌ مِنَ الجماعَةِ المسماة بعمر پہلی مثال میں عمر معرفہ ہے اور غیر منصرف ہے اس میں دو سبب عدل اور علمیت ہیں۔ جب اس کو نکرہ کر لیا جائے جیسا کہ دوسری مثال میں ہے تو وہ ایک سبب کے زائل ہونے کی وجہ سے منصرف تو ہو جائے گا لیکن دوسرا سبب عدل اس میں باقی رہے گا۔ اور منع صرف کے اسباب میں سے تین سبب وصف اور جمع اور تانیث بالالف ایسی ہیں جن کے ساتھ علمیت منع صرف کے لئے نہ تو سبب موثر ہو کر جمع ہوتی ہے اور نہ سبب محض ہو کر اور علمیت کا ان کے ساتھ کچھ اعتبار نہیں ہے۔ یہ جو کچھ بیان کیا گیا متن کی عبارت کا خلاصہ ہے اب اس کو اصل عبارت سے منطبق کر لو۔

قولہ انّ کل ماشرط فیه العلمیة۔

قولہ کلّ ما الخ یہ اَنَّ کا اسم ہے اور اذا نکر صرف الخ یہ انّ کی خبر ہے۔ تحقیق ہر اسم غیر منصرف جس میں علمیت شرط ہے۔ وهوالمونث بالتاءِ والمعنوی والعجمة والترکیب والاسم الذی فیه الالف والنون اور وہ مؤنث بتاء لفظی و معنوی ہے اور عجمہ اور ترکیب اور وہ اسم جس میں الف و نون زائدتان ہوں اولم یشترط فیه ذالك اس کا عطف شرط فیہ پر ہے یا ہر وہ اسم غیر منصرف جس میں علمیت شرط نہیں ہے۔ ولکن اجتمع مع سبب واحد فقط لیکن وہ علمیت صرف دوسرے سبب کے ساتھ بغیر شرط جمع ہو جاتی ہے۔ لفظ فقط اسم فعل ہے بمعنی اِنْتَهِ (رک تو) فاء اس میں تزیین لفظ کے لئے ہے ای اذا لم یشترط فیه العلمیة واجتمعت مع سبب آخر فیه فقط ای فانته عن اَنْ تشتر طهاله. وهو العلم المعدول ووزن الفعل اور وہ اسم غیر منصرف جس میں علمیت شرط

نہیں ہے اور دوسرے سبب کے ساتھ محض جمع ہو جاتی ہے۔ علم معدول اور وزن فعل ہیں۔ اذا نکر صرف جبکہ یہ اسم غیر منصرف جس میں علمیت شرط ہے یا شرط نہیں ہے نکرہ کرلیا جائے تو منصرف ہو جائے گا۔ مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے اسم غیر منصرف کی دو قسمیں بیان کیں ایک تو وہ جس میں علمیت شرط ہے اور وہ چار ہیں جو گذر چکیں دوسرے وہ جس میں علمیت شرط نہیں ہے اور وہ دو ہیں جو گذر چکیں پس اسم غیر منصرف کی یہ دونوں قسمیں جب نکرہ کرلی جائیں تو منصرف ہو جائے گی۔ اما فی القسم الاول فلبقاء الاسم بلا سبب لیکن پہلی قسم میں اسم غیر منصرف کے منصرف ہونے کی وجہ یہ ہے کہ نکرہ ہونے کی وجہ سے اسم بغیر سبب مؤثر رہ جاتا ہے۔ اس لئے کہ اس میں علمیت شرط تھی اور شرط کے فوت ہو جانے سے مشروط بھی فوت ہو جاتا ہے لہٰذا اس میں کوئی سبب موثر نہیں رہے گا۔ ورنہ اس میں ایک سبب باقی ہے لیکن وہ غیر مؤثر ہے۔ واما فی الثانی فلبقائه علی سبب واحد لیکن دوسری قسم میں اسم غیر منصرف کے منصرف ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اسم مذکور میں نکرہ ہونے کی وجہ سے ایک سبب موثر رہ جاتا ہے۔ اور ایک سبب کی وجہ سے اسم غیر منصرف نہیں ہوتا۔ تقول جائنی طلحةُ و طلحةٌ آخر یہاں سے مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ اسم غیر منصرف کے معرفہ اور نکرہ ہونے کی مثالیں بیان کر رہے ہیں۔ پہلی مثال جاء نی طلحة (بلاتنوین) میں طلحہ معرفہ ہے اور غیر منصرف دوسری مثال جائنی طلحةٌ آخر (بتنوین) میں طلحہ نکرہ ہے۔ اور منصرف یہ مؤنث بتاء لفظی کی مثال ہے جس میں علمیت شرط ہے باقی مؤنث معنوی اور عجمہ اور ترکیب اور اس اسم کو جس میں الف ونون زائدتان ہوں۔ اس پر قیاس کرلو۔

قوله وقَامَ عمرُ وعمر آخر پہلی مثال قام عمر (بلاتنوین) میں عمر معرفہ ہے اور غیر منصرف اور دوسری مثال قام عمر آخر (بتنوین) میں عمر نکرہ ہے اور منصرف یہ عدل کی مثال ہے جس میں علمیت شرط نہیں ہے۔

قوله وضَرَبَ احمدُ واحمدٌ آخرُ پہلی مثال ضرب احمد (بلاتنوین) میں احمد معرفہ ہے اور غیر منصرف اور دوسری مثال ضرب احمدٌ آخر (بتنوین) میں احمد نکرہ۔ ہے اور منصرف یہ وزن فعل کی مثال ہے جس میں علمیت شرط نہیں ہے۔

قوله وکل مالا ینصرف الخ لفظ کل یا تو مرفوع بابتداء ہے یا انَّ کے اسم ہونے کی بنا پر منصوب ہے اور اس وقت اس کا عطف پہلے کل پر ہوگا۔ مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ یہاں سے ایک علیحدہ بات بتلاتے ہیں۔ جو تمام اسماء غیر منصرفہ کو شامل ہے کہ ہر اسم غیر منصرف جب کسی دوسرے اسم کی طرف مضاف ہو یا اس پر الف ولام داخل ہو تو اس پر حالت جر میں کسرہ آجاتا ہے اس لئے کہ الف ولام اور اضافت اسم کے بزرگ ترین خواص میں سے ہیں پس اس میں الف ولام اور اضافت کی وجہ سے اسم کی جہت قوی ہو جاتی ہے اور فعل کے ساتھ مشابہت (جو اسم کو غیر منصرف پڑھنے کے لئے اصلی سبب تھی) ضعیف ہو جاتی ہے لہٰذا وہ اپنی اصل کی طرف جو منصرف ہونا ہے۔ لوٹ آئے گا جیسے مررت باحمد کم اس اسم غیر منصرف کی مثال ہے جس پر اضافت کی وجہ سے حالت جر میں کسرہ آگیا۔ (بکسر دال) احمد وزن فعل اور علمیت کی وجہ سے غیر منصرف

ہے۔ جب اس کی اضافت ضمیر کم کی طرف ہوئی تو دال پر حالت جر میں کسرہ آگیا اور جیسے مررتُ بالاحمدِ (بکسر دال) اس اسم غیر منصرف کی مثال ہے جس پر الف ولام ہے اور حالت جر میں اس پر کسرہ آگیا۔

المقصدُ الاوّلُ فی المرفوعات الاسماءُ المرفوعةُ ثمانيةُ اَقْسَامٍ الفاعلُ ومفعولُ مَالَمْ يُسَمَّ فَاعِلُه والمبتدأُ والخبرُ وخبرُ اِنَّ واَخواتِهَا و اِسْمُ كَانَ واَخواتِهَا واسمُ ماولا الْمُشَبَّهَتَيْنِ بِلَيْسَ وخَبَرُلا التى لِنَفْيِ الْجِنْسِ۔

**ترجمہ:** ''مقصد اوّل مرفوعات کے بیان میں مشتمل ہے۔ اسماء مرفوعہ کی آٹھ قسمیں ہیں۔ (١) فاعل، (٢) مفعول مالم یسم فاعلہ، (٣) مبتداء (۴) خبر، (۵) ان اور اس کے اخوات کی خبر، (٦) کان اور اس کے خوات کا اسم، (٧) ماولا جو لیس کے مشابہ ہیں ان کا اسم (٨) اور اس لا کی خبر جو جنس کی نفی کے لئے آتا ہے۔''

قولہ المقصد الاول فی المرفوعات الخ بیان مقدمہ سے فارغ ہونے کے بعد اب مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ یہاں سے مقصد ثلاثہ کو بیان فرمارہے ہیں۔ اگر کوئی اعتراض کرے کہ مقصد صیغہ ظرف ہے یا مصدر میمی اور دونوں صورتوں پر معنی صحیح نہیں ہیں جواب یہ ہے کہ ظرف اور مصدر میمی کے معنی جب صحیح نہ ہوں تو اس کو بمعنی مفعول کر لیتے ہیں۔ ظرف بمعنی مفعول کی مثال جیسے مشربٌ عذبٌ ای مشروبٌ عذبٌ (پی ہوئی چیز شیریں ہے) مصدر بمعنی مفعول کی مثال جیسے هذا ضرب الامیر ای مضروب الامیر (یہ امیر کا مارا ہوا ہے) اسی طرح یہاں مقصد بمعنی مقصود ہے تقدیر اس طرح ہے کہ المقصودُ الاولُ فی المرفوعات مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے مرفوعات کو منصوبات اور مجرورات پر مقدم کیا اس لئے کہ وہ عمدہ کلام مبتداء اور فاعل پر مشتمل ہوتا ہے۔ لہٰذا عمدہ کی رعایت کی وجہ سے مرفوعات کو جو عمدہ پر مشتمل ہے مقدم کیا مرفوعات جمع مرفوع کی ہے نہ مرفوعۃ کی اس لئے کہ وہ اسم کی صفت ہے اور اسم مذکر غیر عاقل ہے اور جیسے مؤنث کی جمع الف و تاء کے ساتھ آتی ہے اسی طرح مذکر غیر عاقل کے صفت کی جمع الف وتاء کے ساتھ آتی ہے جیسے الجبالُ الراسخاتُ اور الکواکبُ الطالعات اور مرفوع اصلاح نحات میں وہ اسم ہے جو فاعل ہونے کی علامت پر مشتمل ہو۔ اور علامت فاعل ضمہ ہے اور واو اور الف جیسے جائنی زیدٌ وابوہ اور زیدان مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے المرفوعات (بصیغہ جمع) کہا اور المقصد الاول فی المرفوع (بصیغہ مفرد) نہیں کہا تا کہ اس سے اس کی کثرت انواع کی طرف اشارہ ہو جائے۔

قولہ الاسماء المرفوعة الخ الاسماء المرفوعة مرکب توصیفی مبتداء ہے ثمانية اقسامٍ خبر ہے۔ اسماء مرفوعہ آٹھ قسم پر ہیں۔ فاعل اور مفعول مالم یسم فاعلہ اور مبتداء اور خبر اور انّ اور اس کے نظائر کی خبر اور کان اور اس کے نظائر کا اسم اور ماولا المشبہتین بلیس کا اسم اور خبر اس لا کی جو نفی جنس کے لئے آتا ہے۔ یہاں ایک اعتراض ہے کہ الاسماء جمع ہے اور موصوف اور المرفوعة مفرد ہے اور الاسماء کی صفت اور قاعدہ ہے کہ موصوف اور صفت کے درمیان افراد و تثنیہ و جمع

میں مطابقت ضروری ہے اور یہاں مطابقت نہیں ہے۔ جواب یہ ہے کہ المرفوعۃ ضمیر اسماء کی طرف مسند ہے اور اسماء جمع مذکر غیر عاقل ہے اور قاعدہ ہے کہ جمع مذکر غیر عاقل کی طرف ضمیر واحد مؤنث غائب اور ضمیر جمع مؤنث غائب دونوں کی لوٹ سکتی ہے۔ لہٰذا صورت مذکورہ میں فعل یا صفت کو بصیغہ واحد مؤنث یا بصیغہ جمع مؤنث لاسکتے ہیں۔ پس کہہ سکتے ہیں کہ الاسماء المرفوعات اور الاسماء المرفوعۃ جیسے الایام الخالیات اور ایام الخالیۃ۔

---

فصل الفاعِلُ كُلُّ اِسْمٍ قبله فعلٌ اوصفةٌ اُسْنِدَ اليه على معنى اَنَّه قام به لا وقع عليه نحو قَامَ زَيْدٌ وَزَيْدٌ ضَارِبٌ اَبُوْهُ عَمْراً وَمَاضَرَب زَيْدٌ عَمْراً وكلُّ فعلٍ لابُدَّله من فاعلٍ مرفوعٍ مُظْهَرٍ كَذَهَبَ زَيْدٌ اومُضْمَرٍ بارزٍ كضَرَبتُ زَيْدًا اومُسْتَتَرٍ كزَيْدٌ ذَهَبَ وانكان الفعلُ مُتَعَدِّيًا كان له مفعولٌ به ايضًا نحو ضَرَبَ زَيْدٌ عَمرواً وَ اِنْ كان الفاعلُ مظهرا وُحِّدَ الفعل ابداً نحو ضَرَبَ زَيْدٌ وضرَب الزَيْدَانِ وضَرَبَ الزَّيدُونَ وان كان مضمراً وُحِّد للواحد نحو زَيْدٌ ضَرَبَ وُثِنّى للمثنى نحو الزَّيْدَانِ ضَرَبَا وجُمِعَ للجمع نحو الزَّيْدُوْنَ ضَرَبُوا.

**ترجمہ:** ”پہلی فصل۔ فاعل ہر وہ اسم ہے جس سے پہلے کوئی فعل ہو یا ایسی صفت ہو جو اس اسم کی جانب مسند ہو اس طور پر کہ وہ فعل یا صفت اس اسم کے ساتھ قائم ہو اس پر واقع نہ ہو جیسے قام زیدٌ اور زید ضارب ابوہ عمراً اور ما ضرب زیدٌ عمراً اور ہر فعل کے لئے ضروری ہے فاعل مرفوع کا ہونا مظہر ہو جیسے ذھب زید یا ززززضمیر بارزن ہو جیسے ضربتُ زیداً یا ضمیر مستتر ہو جیسے زید ذھب اور اگر فعل متعدی ہو تو اس کے لئے مفعول بہ بھی ہوگا جیسے ضرب زیدٌ عمراً اور اگر فاعل اسم ظاہر ہو تو فعل ہمیشہ واحد لایا جائے گا جیسے ضرب زیداور ضرب الزیدان اور ضرب الزیدون اور اگر فاعل مضمر ہو تو فعل کو فاعل واحد کے لئے واحد لایا جائے گا جیسے زید ضرب اور فاعل ثنی کے لئے فعل کو تثنیہ لایا جائے گا جیسے الزیدان ضربا اور جمع کے لئے فعل کو جمع لایا جائے گا جیسے الزیدون ضربوا۔“

---

قولہ الفاعل کل اسم الخ مصنف نے فاعل کو تمام مرفوعات پر مقدم کیا اس لئے کہ وہ اکثر نحات کے نزدیک مرفوعات میں اصل ہے کیونکہ وہ جملہ فعلیہ کا جزء ہے اور جملہ فعلیہ جملوں میں اصل ہے اور فاعل ہر وہ اسم ہے جس سے پہلے فعل یا صفت ہو جو اس اسم کی طرف مسندر ہا ہو اس طرح پر کہ وہ فعل یا صفت اس اسم کے ساتھ قائم ہونہ یہ کہ وہ اس اسم پر واقع ہور ہا ہو جیسے قام زیدٌ میں زیدٌ اسم۔ ہے اور فاعل جس سے پہلے فعل لازم ہے جو اس اسم کی طرف مسند ہور ہا ہے اس طرح پر کہ وہ فعل اس اسم کے ساتھ قائم ہے اس پر واقع نہیں ہے اور جیسے زَیْدٌ ضارِبٌ ابوہُ عمرواً (زید کا باپ عمر کو مارنے والا ہے) ضَارِبٌ صیغہ صفت ہے اور ابوہ اس کا فاعل ہے یہ اس فاعل کی مثال ہے جس کی طرف صیغہ صفت مسند

ہورہا ہے اور جیسے مَاضَرَبَ زَیْدٌ عمرواً (زید نے عمر کو نہیں مارا) یہ اس فاعل کی مثال ہے جس کی طرف فعل متعدی مسند ہورہا ہے۔

قوله كلُّ اسم قبله فعل اوصفة اسم سے مراد عام ہے۔صریحی ہو جیسے ضَرَبَ زیدٌ میں زید یا ماول جیسے اعجبنی ان یضرب زیدٌ میں ان یضرب ای اعجبنی ضرب زید یہاں یضرب فعل اَنْ مصدر یہ کی وجہ سے تاویل میں اسم کے ہے (زید کے مارنے نے مجھ کو تعجب میں ڈالا)۔

قوله قبله فعل اوصفة اس قید سے وہ اسم خارج ہو گیا جس کی طرف فعل یا صفت کی اسناد کی گئی ہو لیکن وہ فعل یا صفت اس پر مقدم نہ ہو بلکہ مؤخر ہو جیسے زَیْدٌ قامَ میں زید تعریف فاعل سے خارج ہے۔اس لئے کہ اس مثال میں قام فعل اگرچہ زید کی طرف مسند ہے لیکن فعل اس سے پیشتر نہیں ہے پس وہ مبتداء ہے (نہ فاعل اور قام اس کی خبر ہے اور صفت سے مراد اسم فاعل اور اسم مفعول اور صفت مشتبہ اور اسم تفضیل ہے اور ہر وہ چیز ہے جو فعل جیسا عمل کرے جیسے مصدر اور اسم فعل وغیرہ۔

قوله اسند اليه ای اسند ذلك الفعل اوالصفة الى ذلك الاسم یہ قید محض مقصود کی وضاحت کے لئے ہے ورنہ مصنف کے قول قبلہ فعل اوصفت سے اسناد بسوئے اسم مذکور سمجھ میں آتی ہے اور اسناد سے مراد وہ اسناد ہے جو اصالۃً ہو نہ وہ جو تبعاً ہو پس اس سے فاعل کے توابع جن میں اسناد اصالۃً نہیں ہے بلکہ تبعاً ہے خارج رہیں گے جیسے معطوف بحرف اور بدل بخلاف نعت اور تاکید اور عطف بیان کے کہ ان میں چونکہ اسناد نہیں ہے لہٰذا ان کے اخراج کی ضرورت نہیں۔

قوله على معنى انه ای الفعل او الصفة قام به ای بذلك الاسم لا ای لاعلى معنى انه وقع عليه ای على ذلك الاسم فعل کا فاعل کے ساتھ طریق قیام یہ ہے کہ وہ بصیغہ معروف ہو اس قید سے نائب فاعل سے احتراز ہے جیسے ضُرِبَ زیدٌ میں زید نائب فاعل ہے جو تعریف فاعل سے خارج ہے۔اس لئے کہ اس میں اگرچہ فعل زید کی طرف مسند ہو رہا ہے اور اس پر مقدم بھی ہے لیکن فعل اس کے ساتھ قائم نہیں ہے بلکہ اس پر واقع ہے اسی طرح زیدٌ مضروب غلامه میں غلامہ تعریف فاعل سے خارج ہے اور تعریف مذکور میں مات زیدٌ اور طال عمرٌ جیسی مثالیں داخل رہیں گی۔اس لئے کہ موت اور طول فاعل کے ساتھ قائم ہیں۔اگرچہ اس سے صادر نہیں ہیں اس لئے کہ وہ عرض ہیں اور عرض اپنے معروض کے ساتھ قائم ہوتا ہے۔

قوله وكل فعل لا بدله الخ یعنی ہر فعل کے لئے لازمی ہو یا متعدی فاعل مرفوع کا ہونا ضروری ہے۔خواہ وہ فاعل مظہر ہو جیسے ذهب زیدٌ (زید گیا) میں زید فاعل ہے اور مرفوع اور اسم مظہر خواہ مضمر بارز جیسے ضربتُ زیداً (میں نے زید کو مارا) میں تُ ضمیر مرفوع فاعل ہے اور بارز خواہ مضمر مستتر جیسے زیدٌ ذهَبَ میں هُوَ ضمیر مرفوع فاعل ذہب میں مستتر ہے۔

قولہ لابدلہ اس میں بُدَّ مبنی بر فتح ہے اس لئے کہ وہ لائے نفی جنس کا اسم ہے ای لامخلص موجودٌ لذلك الفعل۔

قولہ من فاعلٍ مرفوعٍ اس میں مرفوع صفت فاعل کی ہے۔ اور مظہر اس کی دوسری صفت ہے اور مضمر اس کی تیسری صفت ہے۔ مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ فاعل کی صفت مرفوع محض زیادت تقریر کے لئے لائے ہیں۔ ورنہ فاعل ہمیشہ مرفوع ہوتا ہے ہر فعل کے لئے فاعل کا ہونا اس لئے ضروری ہے کہ فعل ایک عرض ہے اور عرض کے لئے اس چیز کا ہونا جس کے ساتھ یہ قائم ہو ضروری ہے اور فاعل مرفوع اس لئے ہوتا ہے کہ فاعل کلام میں عمدہ ہوتا ہے اور رفع بھی حرکات میں عمدہ ہوتا ہے لہٰذا عمدہ کو عمدہ چیز دے دی گئی۔

قولہ مضمر بارز اس کا عطف مظہر پر ہے اور بارز صفت مضمر کی ہے۔

قولہ مستتر یہ مضمر کی دوسری صفت ہے اور اس کا عطف بارز پر ہے۔

قولہ وان کان الفعل الخ اور اگر فعل متعدی ہے تو اس کے لئے مفعول بہ کا بھی ہونا ضروری ہے (جیسا کہ اس کے لئے فاعل کا ہونا ضروری ہے) اس لئے کہ فعل متعدی کا سمجھنا جیسا فاعل پر موقوف ہے اسی طرح اس کا سمجھنا مفعول بہ پر بھی موقوف ہے جیسے ضَرَبَ زیدٌ عمرواً (زید نے عمر کو مارا) اس میں ضرب فعل متعدی ہے اور زیدٌ اس کا فاعل اور عمرواً مفعول بہ۔

قولہ وان کان الفاعلُ مظهراً الخ یعنی اور اگر فعل کا فاعل اسم مظہر ہے تو فعل ہمیشہ مفرد ہوگا۔ خواہ فاعل مفرد ہو خواہ مثنی خواہ جمع جیسے ضَرَبَ زیدٌ (زید نے مارا) اور ضرب الزیدان (دو زیدوں نے مارا) اور ضرب الزیدون (بہت سے زیدوں نے مارا) ان تینوں مثالوں میں ضرب فعل مفرد ہے اور اس کا فاعل زید پہلی مثال میں اسم ظاہر ہے اور مفرد اور دوسری مثال میں اس کا فاعل الزیدان اسم ظاہر ہے اور مثنی اور تیسری مثال میں اس کا فاعل الزیدون اسم ظاہر ہے اور جمع۔ اور فعل کو صورت مذکورہ میں مفرد اس لئے لاتے ہیں کہ اگر فعل کو مثنی یا جمع لایا جائے تو ایک فعل کے لئے اصالۃً دو فاعلوں کا ہونا لازم آتا ہے اور نیز اضمار قبل الذکر لازم آتا ہے۔ اور یہ دونوں خلاف اصل ہیں۔ لہٰذا فعل کو مفرد لاتے ہیں مثلاً جب اسم ظاہر مثنی ہو اور فعل کو بھی مثنی لائیں اور کہیں کہ ضربا الزیدان تو اس میں ایک فعل کے لئے دو فاعلوں کا اصالۃً ہونا لازم آتا ہے ایک تو الف ضمیر بارز کا فاعل ہونا اور دوسرے الزیدان کا فاعل ہونا اور پھر اضمار قبل الذکر لازم آتا ہے اس لئے کہ الف ضمیر کا مرجع پہلے مذکور نہیں ہے۔ اسی طرح ضربو الزیدون میں۔

قولہ وان کان مضمراً الخ اور اگر فعل کا فاعل اسم ضمیر ہے تو اس وقت فعل کو مفرد لائیں گے اگر فاعل مفرد ہے جیسے زید ضرب (زید نے مارا) میں ضرب فعل کا فاعل ہو ضمیر مفرد ہے لہٰذا فعل کو بھی مفرد لائے اور اس کو مثنی لائیں گے اگر فاعل مثنی ہے۔ جیسے الزیدان ضربا میں ضربا فعل کا فاعل اسم ضمیر مثنی ہے۔ لہٰذا فعل کو بھی مثنی لائے اور اس کو جمع لائیں گے اگر

فاعل جمع ہے جیسے الزیدون ضربوا میں ضربو فعل جمع ہے اس لئے کہ اس کا فاعل اسم ضمیر جمع ہے۔

---

و اِنْ کان الفاعلُ مؤنثًا حقیقیًا وھو ماباِزائه ذَکَرٌ من الحیوانِ اُنِّث الفعل ابداً اِنْ لم تفصلْ بین الفعلِ والفاعلِ نحو قَامَتْ ھِنْدٌ و اِنْ فصلتَ فلك الخیار فی التذکیرو التانیث نحو ضَربَ الیَوْمِ ھِنْدٌ و اِنْ شئتَ قُلْتَ ضربَتِ الیومَ ھِنْدٌ وکذلك فی المونث الغیر الحقیقی نحو طلعتِ الشمسُ و اِنْ شئتَ قُلتَ طَلَعَ الشمسُ۔ھذا اذا کان الفعلُ مسنداً الی المظھروان کان مسنداً الی المضمر اُنِّثَ ابداً نحو الشمس طلَعَتْ وجَمْعُ التکسیر کالمونث الغیر الحقیقیِّ تقول قامَ الرجالُ و اِنْ شئتَ قلتَ قامتِ الرجالُ والرجالُ قَامَتْ ویجو زفیه الرجالُ قَامُوْا.

ترجمہ: ’’اور اگر فاعل مؤنث حقیقی ہو۔ اور مؤنث حقیقی وہ ہے جس کے مقابلے میں کوئی حیوان مذکر ہو تو فعل کو ہمیشہ مؤنث ہی لایا جائے گا۔ اگر فعل اور فاعل کے درمیان فصل نہ ہو جیسے قامت ھندٌ اور اگر دونوں کے درمیان فصل لایا گیا ہے تو تم کو فعل کے مذکر و مؤنث لانے میں اختیار ہے۔ جیسے ضرب الیوم ھند اور اگر چاہے تو کہے طلع الشمس یہ اس وقت ہے جب کہ فعل اسم ظاہر کی طرف مسند ہو اور اگر فعل کی اسناد مضمر کی طرف کی گئی ہو تو فعل کو ہمیشہ مؤنث لایا جائے گا۔ جیسے الشمس طلعت اور جمع تکسیر مؤنث غیر حقیقی کے حکم میں ہے تو کہے قام الرجال اور اگر چاہے تو کہے قامت الرجال اور الرجال قامت اور الرجال قاموا کہنا بھی درست ہے۔‘‘

---

قوله و اِن کانَ الفاعل مونثاً حقیقیًّا۔ یعنی اور اگر فعل متصرف کا فاعل مؤنث حقیقی ہے (اور مؤنث حقیقی وہ ہے جس کے مقابلہ میں جاندار نر ہو۔ عام ازیں کہ اس میں علامت تانیث لفظوں میں ہو یا نہ ہو جیسے امراۃ کے مقابلہ میں رجل اور ناقۃ (اونٹنی) کے مقابلہ میں جملٌ (اونٹ) تو فعل ہمیشہ مؤنث لایا جائے گا خواہ فاعل اسم ظاہر ہو خواہ اسم ضمیر۔ بشرطیکہ فعل اور اسؓ کے فاعل کے درمیان کوئی شے فاصل نہ ہو اور فعل کو مؤنث اس وقت اس لئے لاتے ہیں تا کہ فعل اور فاعل کے درمیان تانیث میں مطابقت حاصل ہو جائے جیسے ھندٌ مؤنث حقیقی ہے۔ جب فعل کو اس کی یا اس کی ضمیر کی طرف مسند کریں گے تو دونوں صورتوں میں فاعل مؤنث ہوگا۔ جیسے قامَتْ ھندٌ وھندٌ قامتْ.

قوله مونثاً حقیقیًّا اس سے مؤنث غیر حقیقی سے احتراز ہے اور اس کا حکم آگے آرہا ہے۔

قوله ذکر من الحیوان جار و مجرور کائِنٌ کے متعلق ہو کر ذکر کی صفت ہے۔ ای ذکرٌ کائِنٌ مِن جنس الحیوانِ۔ مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے من الحیوان کہا تا کہ نخل کی مؤنث سے احتراز ہو جائے اس لئے کہ اس کے مقابلہ

میں اگرچہ اس کی جنس سے مذکر ہے۔لیکن وہ حیوان کی جنس سے نہیں ہے بلکہ نباتات کی جنس سے ہے۔لہٰذا اس کی تانیث غیر حقیقی ہوگی۔اور ذکر سے یہاں مراد خلاف مؤنث ہے۔یعنی نر نہ مرد کا جسم مخصوص۔

قوله انث الفعل ابداً یعنی صورت مذکورہ میں فعل متصرف ہمیشہ مؤنث لایا جائے گا خواہ فاعل اسم ظاہر ہو خواہ اسم ضمیر خواہ مفرد ہو خواہ مثنیٰ خواہ جمع پس اگر فعل ماضی ہے تو اس کے آخر میں علامت تانیث لاحق کی جائے گی۔جیسے قامت میں اور اگر فعل مضارع ہے تو اس کے آخر میں علامت تانیث لاحق نہیں ہوگی۔بلکہ مضارع سے مؤنث کا صیغہ لایا جائے گا۔ہم نے فعل متصرف کہا اس لئے کہ صورت مذکورہ میں فعل غیر متصرف کا مؤنث لانا ضروری نہیں۔پس نعم المرأة هند درست ہے۔

قوله وان فصلت الخ ماضی معروف سے واحد مذکر حاضر کا صیغہ ہے۔یعنی اور اگر تم فعل اور اس کے فاعل مؤنث حقیقی کے درمیان کوئی ایسی چیز لے آ ؤ جو ان دونوں کو جدا کرتی ہو۔تو تم کو اختیار ہے کہ فعل کو مذکر لاؤ یا مؤنث پس ضرب اليوم هندٌ بدون تاء تانیث بھی کہہ سکتے ہو (آج ہندہ نے مارا) اور ضربتِ اليومَ هندٌ بتاء تانیث بھی۔اس لئے کہ اگر فعل کی فاعل مؤنث کے ساتھ مطابقت کا خیال کیا جائے تو فعل کو مؤنث لانا چاہئے تا کہ مطابقت حاصل ہو جائے اور اگر کلمہ بفاصلہ اور بعد مسافت کا خیال کیا جائے تو فعل کو مؤنث نہیں لانا چاہئے لہٰذا دونوں کا اعتبار کیا اور اختیار دیا گیا کہ فعل کو مؤنث لاؤ یا مذکر۔

قوله كذالك فى المونث الغير الحقيقى الخ یعنی جیسا کہ تم کو ظاہر مؤنث حقیقی میں فصل کے وقت فعل کی تذکیر و تانیث میں اختیار ہے۔اسی طرح تم کو ظاہر مؤنث غیر حقیقی میں اختیار ہے کہ فعل کو مذکر لاؤ یا مؤنث خواہ ان دونوں کے درمیان فصل ہو یا نہ ہو۔لیکن فصل کی صورت میں فعل کو مذکر لانا حسن ہے اس لئے کہ جب مؤنث حقیقی میں فصل کے وقت فعل کو مذکر لانا جائز ہے تو مؤنث غیر حقیقی میں فعل کو مذکر لانا بطریق اولیٰ جائز ہونا چاہئے۔اور مؤنث غیر حقیقی وہ ہے۔جس کے مقابلہ میں نر جاندار نہ ہو جیسے شمس (سورج) مؤنث غیر حقیقی ہے۔پس اس میں طلع الشمس (بدون تاء تانیث) بھی کہہ سکتے ہیں اور طلعت الشمس (بتاء تانیث) بھی فصل کی مثال جیسے طلع اليوم شمسٌ صورت مذکورہ میں فعل کو مذکر یا مؤنث لانے میں اختیار اس وجہ سے ہے کہ اگر جہت تانیث کا خیال کیا جائے گو تانیث غیر حقیقی ہے تو فعل کو مؤنث لانا چاہئے اور اگر اس کی تانیث پر اعتماد نہ کیا جائے اس لئے کہ یہ تانیث تانیث حقیقی کی طرح نہیں ہے تو فعل کو مذکر لانا چاہئے لہٰذا دونوں جہتوں کا اعتبار کر کے دونوں صورتیں جائز ہوئیں۔

قوله هذا اذا كان الفعلُ الخ یہ جو کچھ مذکور ہوا اس وقت ہے جب کہ فعل مظہر مؤنث کی طرف مسند ہو رہا ہو لیکن اگر فعل ضمیر مؤنث کی طرف مسند ہو رہا ہو۔یعنی اگر فعل کا فاعل ضمیر مؤنث ہو تو فعل ہمیشہ مؤنث لایا جائے گا۔خواہ وہ ضمیر جو فاعل واقع ہو رہی ہے مؤنث حقیقی کی ہو یا مؤنث غیر حقیقی کی۔اس لئے کہ ضمیر اور اس کے مرجع میں مطابقت ضروری ہے اور

یہ مطابقت جب ہی ہوگی جب فعل مؤنث ہوگا کیونکہ ضمیر کا مرجع مؤنث ہے۔ لہٰذا فعل کا مؤنث لانا ضروری ہوا جیسے ھندٌ جاء تْ اور الشمسُ طلعتْ۔

قوله وجمع التكسير الخ اور جمع تکسیر مظہر مانند مؤنث غیر حقیقی کے ہے۔ یعنی جمع تکسیر مظہر جب کسی فعل کا فاعل واقع ہو تو اس وقت فعل کو مذکر بھی لا سکتے ہیں اور مؤنث بھی جیسا کہ مؤنث غیر حقیقی کے فاعل ہونے کے وقت فعل کو مذکر اور مؤنث لا سکتے ہیں۔ خواہ اس کا مفرد مذکر ہو جیسے رجالٌ اور ایام خواہ مؤنث جیسے نسوۃٌ پس کہہ سکتے ہیں جاء الرجالُ وجائت الرجالُ ومضى الايامِ ومضت الايامِ وقال نسوة وقالت نسوةٌ اور یہ ہی حکم ظاہر جمع مؤنث سالم کا ہے۔ پس کہہ سکتے ہیں جاء المؤمنات وجائت المؤمنات شرح میں جمع تکسیر کے ساتھ مظہر کی قید اس لئے ہے کہ مضمر جمع تکسیر مانند مضمر مؤنث غیر حقیقی کے نہیں ہے اس لئے کہ مضمر مؤنث غیر حقیقی کے فعل میں صرف تاء تانیث واجب ہے جیسے الشمس طلعت لیکن مضمر جمع تکسیر کے فعل میں جبکہ وہ ذوی العقول میں سے ہو اور مذکر ہو، تا اور واو دونوں جائز ہیں جیسے الرجال قامت (ہی ضمیر الرجال کی طرف بتاویل جماعت جو مؤنث ہے لوٹ رہی ہے) اور الرجال قاموا اور جبکہ وہ غیر ذوی العقول میں سے ہو مذکر ہو یا مؤنث یا ذوی العقول میں سے ہو، لیکن مؤنث ہو، تا اور نون دونوں جائز ہیں۔ جیسے اَلْاَیَّامُ مَضَتْ والْاَیَّامُ مضيْنَ اور جیسے العيون جَرَتْ اور العيون جَرَيْنَ اور جیسے النساء جاء تْ والنساءُ جِئْنَ۔

---

ويجب تقديم الفاعل على المفعول اذا كانا مقصورَيْنِ وخِفْتَ اللَّبس نحو ضَرَب موسٰى عيسىٰ ويجوز تقديم المفعول على الفَاعِلِ انْ لم تخَفِ اللَّبْس نحو اَكَلَ الكُمَّثرىٰ يَحْيىٰ وضرب عمراً زَيْدٌ ويجو زحذف الفعل حيث كانت قرينة نحو زيدٌ فى جواب مَنْ قَال مَنْ ضَرَبَ وكذا يجوز حذفُ الفعل و الفاعل معًاكنَعْم فى جواب مَنْ قال اَقَام زَيْدٌ وقد يحذف الفاعل ويقام المفعول مقامه اذا كان الفعل مجهولاً نحو ضُرِبَ زيدٌ وهو القسم الثانى من المرفوعات۔

ترجمہ: ''اور فاعل کو مفعول پر مقدم ذکر کرنا واجب ہے جب دونوں اسم مقصور ہوں اور تم نے التباس کا خوف کیا ہو جیسے ضرب موسٰى عيسٰى اور فاعل پر مفعول کو مقدم کرنا جائز ہے اگر التباس کا خوف نہ ہو جیسے اکل الکمثری یحیی اور ضرب عمراً زیدٌ اور فعل کا حذف کرنا جائز ہے جس جگہ قرینہ موجود ہو جیسے زید اس شخص کے جواب میں جس نے کہا من ضرب (کس نے مارا) اور اسی طرح فعل و فاعل دونوں کا ایک ساتھ حذف کر دینا بھی جائز ہے جیسے نَعَمْ اس شخص کے جواب میں جس نے کہا اَقَامَ زَيْدٌ (کیا زید کھڑا

ہے) اور کبھی فاعل کو حذف کر دیا جاتا ہے اور مفعول کو اس کی جگہ قائم کر دیا جاتا ہے جب کہ فعل مجہول ہو جیسے ضُرِبَ زیدٌ اور یہ مرفوعات کی قسم ثانی ہے۔"

قولہ ویجب تقدیم الفاعل الخ جاننا چاہئے کہ فاعل میں اصل یہ ہے کہ مفعول بہ پر مقدم ہو اس لئے کہ فاعل جملہ کے ارکان میں سب سے قوی ہے لیکن بعض مواضع میں اس کی تقدیم واجب ہے جس کو مصنف ویجب الخ سے بیان فرمارہے ہیں یعنی فاعل کی تقدیم مفعول بہ پر واجب ہے۔ (باوجود یہ کہ فاعل میں اصل تقدیم ہے) جب کہ وہ دونوں اسم مقصور ہوں۔ یعنی ان کے آخر میں الف مقصورہ ہو۔ اور ایک کا دوسرے کے ساتھ التباس کا خوف ہو بایں طور کے فاعل اور مفعول سے اعراب لفظی جو فاعلیت اور مفعولیت پر دلالت کرتا ہے اور نیز وہ قرینہ جس سے فاعل اور مفعول کو آپس میں ایک دوسرے سے امتیاز کر سکیں منتفی ہو جائے۔ پس ایسی صورت میں التباس کا خوف ہے لہٰذا فاعل کی تقدیم مفعول بہ پر واجب ہے۔ اس لئے اگر فاعل کی تقدیم واجب نہ ہو تو فاعل اور مفعول کے پہچاننے میں التباس ہوگا اور مقصود میں خلل آئے گا۔ جیسے ضرب موسیٰ عیسیٰ (موسیٰ نے عیسیٰ کو مارا) اس مثال میں نہ تو فاعل اور مفعول پر اعراب لفظی ہے اور نہ کوئی قرینہ دونوں میں سے کسی ایک کے فاعل اور دوسرے کے مفعول بنانے کا موجود ہے لہٰذا فاعل کی تقدیم مفعول بہ پر واجب ہے۔ پس اس صورت میں جو مقدم ہوگا وہ فاعل ہوگا اور جو مؤخر ہوگا وہ مفعول بہ ہوگا۔ اسی طرح شتمتْ سعدیٰ سلمیٰ (سعدی نے سلمیٰ کو گالی دی) اور اکرم ھٰؤلا ھٰؤلاء (ان لوگوں نے ان لوگوں کا اکرام کیا) اور ضرب من فی الدار من علی الباب (اس شخص نے جو دار میں ہے اس کو مارا جو دروازہ پر ہے) وغیرہ ہیں۔

قولہ ویجوز تقدیم المفعول الخ اور مفعول بہ کی تقدیم فاعل پر جائز ہے۔ اگر التباس کا خوف نہ ہو بایں طور کہ وہاں فاعل اور مفعول کے پہچاننے پر قرینہ معنویہ یا لفظیہ موجود ہو جیسے اکل الکمثریٰ یحییٰ (یحییٰ نے امرود کھایا) الکمثری بمعنی امرود اس مثال میں فاعل اور مفعول دونوں اگرچہ اسم مقصور ہیں لیکن چونکہ یہاں یحییٰ کے فاعل ہونے اور الکمثری کے مفعول بہ ہونے پر قرینہ موجود ہے کہ کمثری میں فاعل (یعنی کھانے والا) ہونے کی صلاحیت نہیں ہے لہٰذا الکمثری مفعول کی تقدیم یحییٰ فاعل پر جائز ہے اور جیسے ضَرَبَ عمراً زیدٌ (زید نے عمر کو مارا) اس میں عمراً کے مفعول اور زید کے فاعل ہونے پر قرینہ لفظیہ موجود ہے (اور وہ عمرا کا نصب اور زید کا رفع ہے) لہٰذا مفعول کو فاعل پر مقدم کر دیا۔ اسی طرح ضرب موسیٰ العالمَ عیسیٰ العالمُ (عیسیٰ عالم نے موسیٰ عالم کو مارا) میں پہلے عالم کا نصب اور دوسرے عالم کا رفع موسیٰ کے مفعول اور عیسیٰ کے فاعل ہونے پر قرینہ ہے اسی طرح ھَوِیَتْ موسیٰ سعدی (سعدی نے موسیٰ کی خواہش کی) میں فعل ھَوِیَتْ کا مؤنث ہونا سعدی (عورت کا نام ہے) کے فاعل ہونے پر قرینہ ہے۔

قولہ ویجوز حذف الفعل الخ اور اس فعل کا حذف جو فاعل کو رفع دے رہا ہو جائز ہے جبکہ فعل محذوف کی تعیین

پر قرینہ موجود ہو جیسے کوئی شخص سوال کرے کہ مَنْ ضرب (کس نے مارا) اور اس کے جواب میں کہا جائے زید پس زیدٌ فعل محذوف کا فاعل ہے ای ضرب زیدٌ چونکہ سوال مذکور میں فعل موجود ہے اور وہ فعل جواب کے حذف پر قرینہ ہے لہٰذا جواب میں فعل کو حذف کرنا جائز ہے اور زیدٌ کہہ سکتے ہیں اور ضَرَبَ زیدٌ بغیر حذف بھی کہہ سکتے ہیں۔

قولہ فی جواب الخ یہ زید کی صفت ہے ای زیدٍ المقول فی جواب الخ اور مَنْ ضرب میں مَنْ کلمۂ استفہامیہ مبتداء ہے اور ضرب اس کی خبر یہ جملہ استفہامیہ ہو کر قال کا مقولہ ہے۔

قولہ وکذا یجوز حذف الفعل الخ اور اسی طرح فعل اور فاعل دونوں کا اکٹھا حذف کرنا جائز ہے جبکہ ان دونوں کے حذف پر قرینہ موجود ہو۔ جیسے کوئی شخص سوال کرے کہ أقام زیدٌ (کیا زید کھڑا ہے) اور اس کے جواب میں کہا جائے نعم ای نعم قام زیدٌ (ہاں زید کھڑا ہے) جملہ کو حذف کر کے نعم کو اس کے قائم مقام کر دیا پس ایسی صورت میں فعل اور فاعل کو حذف اور اظہار دونوں جائز ہیں۔ پھر یہاں جملہ فعلیہ کو جواب میں اس لئے مقدر مانا تاکہ جواب سوال کے مطابق ہو جائے اس لئے کہ سوال جملہ فعلیہ ہے۔

قولہ معاً ای جمیعاً یہ تنہا فاعل کے حذف سے احتراز ہے اس لئے کہ تنہا فاعل کا حذف پانچ جگہوں کے علاوہ اور کسی جگہ میں جائز نہیں ہے اور وہ پانچ جگہ یہ ہیں۔ اول ماقامَ اِلاّ زیدٌ جیسی ترکیب میں۔ دوم مصدر میں جیسے اِطْعَامٌ فِی یومٍ ذی مسغبة سوم تعجب میں جیسے اسمع بهم وابصر چہارم فعل مجہول میں جیسے ضُرِبَ زَیدٌ۔ پنجم تنازع فعلین میں۔

قولہ وقد یحذف الفاعل الخ اور کبھی صرف فاعل کو حذف کر دیا جاتا ہے اور مفعول بہ کو اس کے قائم مقام کر دیا جاتا ہے اور یہ اس وقت ہوتا ہے۔ جب کہ فعل مجہول ہو جیسے ضُرِبَ زیدٌ (بصیغۂ ماضی مجہول) میں اس میں زیدٌ مفعول ہے جو فاعل کے قائم مقام ہے اور اس کو نائب فاعل کہتے ہیں۔

قولہ اذا کان الفعلِ مجهولاً یہ یقام کا ظرف ہے اور وقد یحذف کا ظرف نہیں ہے اس لئے کہ کبھی فاعل حذف کر دیا جاتا ہے اور فعل مجہول نہیں ہوتا۔

قولہ وهوالقسم الثانی الخ اور وہ مفعول جو فاعل کے قائم مقام ہوتا ہے مرفوعات کی قسم ثانی ہے جس کا بیان آگے آ رہا ہے اور اس مفعول کو مفعول مالم یسم فاعله کہتے ہیں۔ اور نائب فاعل بھی کہتے ہیں۔

---

فصلٌ اذا تَنَازَعَ الفِعْلانِ فی اسمٍ ظاهرٍ بعد هما اَیْ اراد کُلُّ واحِدٍ من الفعلین اَنْ یَّعْمَلَ فی ذلك الاسم فهذا انّما یکون علی اربعةِ اقسامٍ. الاول ان یتنازعا فی الفاعلیَّة فقط نحو ضربنی واکرمنی زید الثانی ان یتنازعان فی المفعولیه فقط نحو ضربت واکرمت زیدًا

الثالث اَنْ یتنازعا فی الفا عِلیَّۃِ والمفعولیَّۃِ وَیَقْتَضِیْ الْاَوَّلُ الفاعلَ والثانی المفعول نحو ضربنی واکرمتُ زیدًا الرابعُ عکسُہ نحو ضربتُ واکرمنی زیدٌ.

ترجمہ: ''دوسری فصل۔ جب دو فعل تنازع (جھگڑا، اختلاف) کریں اس اسم ظاہر میں جوان دونوں کے بعد ذکر کیا گیا ہو یعنی مذکورہ دونوں فعلوں میں سے ہر ایک ارادہ کرے کہ وہ اس اسم ظاہر میں عمل کرے پس یہ نزاع چار قسموں پر ہے۔ اوّل یہ ہے کہ دونوں فعل اپنے اپنے لئے فقط فاعل کا تقاضا کریں جیسے ضربنی و اکرمنی زید ثانی یہ ہے کہ دونوں فعل فقط مفعول کا تقاضا کریں جیسے ضربت و اکرمت زیدا تیسری قسم یہ کہ دونوں فعل فاعلیت و مفعولیت میں نزاع کرے اور پہلا فعل فاعل کا اور دوسرا فعل مفعول کا تقاضا کرے جیسے ضربنی و اکرمت زیداً چوتھی قسم اس کا عکس ہے جیسے ضربتُ و اکرمنی زیداً۔''

---

قولہ اذا تنازع الفعلان الخ فاعل کے بعض احکام بیان کرنے کے بعد اب مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ یہاں سے اس کے اور دوسرے احکام بیان کر رہے ہیں۔ کہ جب دو فعل کسی اسم ظاہر میں جوان دونوں کے بعد واقع ہو رہا ہو تنازع کریں۔ یعنی ان دونوں فعلوں میں سے ہر ایک یہ چاہتا ہو کہ وہ اسم ظاہر میں عمل کرے اور اس کو اپنا معمول بنائے تو اس کی چار صورتیں ہیں جن کو مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ آگے بیان فرما رہے ہیں۔ مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے تنازع فعل کو ذکر کیا اس لئے کہ فعل عمل میں اصل ہے اور تنازع مذکور فعل کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ وہ اسم فاعل اسم مفعول اور صفت مشبہ میں بھی جاری ہوتا ہے البتہ تنازع مصدر میں نہیں ہوتا۔ جیسے زیدٌ معلِّمٌ ومودِّبٌ عمرواً اوبکرٌ حکیمٌ وطبیبٌ ابوہ اور نیز یہ تنازع دو فعلوں کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ ان سے زیادہ میں بھی ہوتا ہے جیسے دعاء ماثورہ میں ہے کہ اللھم صلِّ علیٰ سیّدنا محمّد وعلیٰ آل سیّدنا محمّد کما صَلَّیْتَ وسَلَّمْتَ وبَارکتَ و تبارکتَ ورحمتَ وترحمتَ علیٰ ابراھیم ان چھ فعلوں نے علی ابراھیم میں تنازع کیا۔ لیکن مصنف نے تنازع کے اقل مراتب کو ذکر کیا اس لئے کہ اکثر کی حد نہیں ہے مصدر کو مستثنیٰ اس لئے کیا کہ مصدر میں تنازع جاری نہیں ہوتا کیونکہ کوفیوں اور بصریوں کے نزدیک مصدر میں تنازع کو دور کرنا ممکن نہیں ہے۔ اس واسطے کہ مصدر میں فاعل مضمر نہیں ہوتا جیسے اَعْجَبَنِیْ ضَرْبُ وقتل زیدٍ۔

قولہ فی اسم ظاھر اس میں ظاہر صفت اسم کی ہے۔ مصنف نے ظاہر کہا تا کہ ضمیر سے احتراز ہو جائے اس لئے کہ ضمیر یا تو متصل ہو گی یا منفصل ضمیر متصل میں تنازع نہیں ہو سکتا کیونکہ ضمیر متصل اس چیز کا معمول ہوتی ہے جس کے ساتھ وہ متصل ہوتی ہے جیسے ضربتُ واکرمتُ (بصیغہ متکلم) اور ضربك واکرمك پس ان دونوں فعلوں میں سے کسی ایک کو اس چیز کا عامل بنانا جو دوسرے کے ساتھ متصل ہے ناممکن ہے اس لئے کہ ضمیر متصل کا اپنے عامل کے ساتھ اتصال واجب ہے اور ضمیر منفصل میں اگرچہ تنازع ممکن ہے جیسے ماضرب وما اکرم الا انا میں لیکن اس تنازع کو اس طریقہ پر دور کرنا

جو بصریوں اور کوفیوں کے نزدیک ہے ناممکن ہے لہٰذا ضمیر منفصل میں بھی تنازع ناجائز ہے۔

قوله بعد هما یہ واقع کے متعلق ہو کر اسم کی دوسری صفت ہے ای فی اسم ظاهرٍ واقعٍ بعد هما اس قید سے اس اسم سے احتراز ہے جو دونوں فعلوں سے پیشتر یا دونوں کے درمیان واقع ہو جیسے زیداً ضَرَبْتُ واکْرَمْتُ اور ضَرَبْتُ زیداً واکْرَمْتُ اس لئے کہ یہ اسم پہلے فعل کا معمول ہوگا کیونکہ پہلا فعل دوسرے فعل کے تلفظ سے پیشتر اس میں عامل ہونے کا مستحق ہے لہٰذا اس اسم میں تنازع کی گنجائش نہیں ہے۔

قوله ای اراد کل واحدٍ یہاں سے مصنف اذا تنازع الفعلان کی تفسیر فرما رہے ہیں کہ تنازع مذکور سے ہماری مراد تنازع حقیقی بمعنی کسی چیز کے بارے میں باہم جھگڑا کرنا نہیں ہے اس لئے کہ یہ غیر ذی روح میں متصور نہیں ہے بلکہ تنازع سے مراد ارادہ اور اقتضاء ہے۔

قوله فهذا ای تنازع الفعلین انما یکون علی اربعة اقسام۔

قوله الاول ان یتنازعا الخ تنازع فعلین کی چار قسموں میں سے پہلی قسم یہ ہے کہ وہ دونوں فعل اسم ظاہر کے صرف فاعل ہونے میں تنازع کریں یعنی ان دونوں فعلوں میں سے ہر ایک یہ چاہے کہ وہ اسم میرا فاعل بنے جیسے ضَرَبَنی واکرمنی زیدٌ (زید نے مجھ کو مارا اور میرا اکرام کیا) اس مثال میں چونکہ ضرب اور اکرام زید سے صادر ہوئے ہیں۔ لہٰذا ضَرَبَ یہ چاہتا ہے کہ زید میرا فاعل ہو اور اکرم یہ چاہتا ہے کہ زید میرا فاعل ہو۔

قوله الثانی ان یتنازعا الخ اور دوسری قسم یہ ہے کہ وہ دونوں فعل اسم ظاہر کے صرف مفعول ہونے میں تنازع کریں یعنی دونوں فعلوں میں سے ہر ایک چاہے کہ اسم ظاہر میرا مفعول بنے جیسے ضَرَبْتُ واکْرَمْتُ زیداً (میں نے زید کو مارا اور اس کا اکرام کیا) اس مثال میں چونکہ ضرب اور اکرام دونوں زید پر واقع ہوئے ہیں لہٰذا ان میں سے ہر ایک یہ چاہتا ہے کہ زید میرا مفعول ہو۔

قوله الثالث ان یتنازعا الخ اور تیسری قسم یہ ہے کہ دونوں فعل اسم ظاہر کے فاعل ہونے اور مفعول ہونے میں تنازع کریں۔ پس پہلا فعل یہ چاہے کہ اسم ظاہر میرا فاعل ہو اور دوسرا فعل یہ چاہے کہ اسم ظاہر میرا مفعول ہو جیسے ضربنی واکرمتُ زیداً (زید نے مجھ کو مارا اور میں نے زید کا اکرام کیا) اس مثال میں ضرب یہ چاہتا ہے کہ زید میرا فاعل ہو اور اکرمت یہ چاہتا ہے کہ زید میرا مفعول ہو۔ الرابع عکسه الخ اور چوتھی قسم تیسری قسم کا عکس ہے یعنی پہلا فعل یہ چاہے کہ اسم ظاہر میرا مفعول ہو اور دوسرا فعل یہ چاہے کہ اسم ظاہر میرا فاعل ہو جیسے ضَربتُ واکرمنی زیدٌ (میں نے زید کو مارا اور زید نے میرا اکرام کیا)۔

---

وَاعْلَمْ اَنَّ فی جمیع هذه الا قسام یجوزُ اِعْمَالُ الفعلِ الاولِ واِعْمَالُ الفعل الثانی خلافًا

للفراء فی الصُّورۃِ الْاُوْلٰی والثالثۃِ اِنْ اُعْمِل الثانی ودلیله لزومُ اِحَد الامرین اِمَّا حذفُ الفاعل اوالا ضمارُ قبل الذکرِو کلاهما محظورانِ وهذا فی الجواز واَمَّا الاختیارُ ففیه خلافُ البصریین والکوفیین فانهم یختارون اِعْمَالَ الفِعْلِ الثَانِی اعتبارًا للقُرْب والجوارِ والکوفیین یختارون اِعْمَالَ الفعلِ الاوَّلِ مُرَاعَاۃً لِلتَّقدیمِ والاستحقاقِ.

ترجمہ: ''اور تو جان لے کہ مذکورہ تمام قسموں میں پہلے فعل کو عامل بنانا اور دوسرے فعل کو عامل بنانا جائز ہے۔ پہلی اور تیسری صورت میں فراء نحوی کا اختلاف ہے کہ ان دونوں صورتوں میں فعل ثانی کو عامل بنایا جائے گا اور ان کی دلیل دو امور میں سے کسی ایک کا لازم آنا ہے یا فاعل کا حذف کرنا یا پھر اضمار قبل الذکر اور یہ دونوں امور ممنوع ہیں اور فراء رحمہ اللہ تعالیٰ کا یہ اختلاف جواز میں ہے اور بہرحال اختیار تو اس میں بصریوں اور کوفیوں کا اختلاف ہے پس بصری فعل ثانی کے عامل بنانے کو اختیار کرتے ہیں قرب و جوار کا اعتبار کرتے ہوئے اور کوفی فعل اوّل کے عامل بنانے کو اختیار کرتے ہیں تقدیم اور استحقاق کی رعایت کرتے ہوئے۔''

---

قوله واعلم انّ فی جمیع هذه الاقسام الخ تنازع فعلین کے اقسام بیان کرنے کے بعد اب مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ یہاں سے دونوں فعلوں کے عمل کی صورت بتاتے ہیں۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ان چاروں صورتوں میں دونوں فعلوں میں سے بلا تعیین کسی ایک کو عمل دینا بالاتفاق جائز ہے۔ (صرف فراء کا پہلی اور تیسری قسم میں جبکہ دوسرے فعل کو عمل دیا جائے اختلاف ہے کہ وہ ان دونوں صورتوں میں دوسرے فعل کے عمل دینے کو جائز نہیں رکھتے) البتہ اختلاف اس امر میں ہے کہ دونوں میں سے کس کو عمل دینا اولیٰ اور مختار ہے۔ نحات بصرہ دوسرے فعل کے عمل کو ترجیح دیتے ہیں اور نحات کوفہ پہلے فعل کے عمل کو ترجیح دیتے ہیں۔ جیسا کہ آگے آ رہا ہے۔

قوله اِعْلَمْ یہ امر کا صیغہ ہے بمعنی تو جان شروع کلام میں تنبیہ کے لئے لایا جاتا ہے اَنَّ کا اسم ضمیر شان ہے محذوف ہے ای اَنَّهُ اور فی جمیع هذه الاقسام متعلق یجوز کے ہے اور جملہ اَنَّ کی خبر ہے یعنی ان چاروں قسموں میں پہلے فعل کو عمل دینا اور اسم ظاہر کو اس کا معمول بنانا اور دوسرے فعل کو عمل نہ دینا۔ اور اسم ظاہر کو اس کا معمول نہ بنانا جائز ہے اور یہ بھی جائز ہے کہ دوسرے فعل کو عمل دیا جائے اور اسم ظاہر کو اس کا معمول بنایا جائے اور پہلے فعل کو عمل نہ دیا جائے۔ یہ دونوں چیزیں یعنی پہلے فعل کو عمل دینا اور دوسرے فعل کو عمل نہ دینا یا دوسرے فعل کو عمل دینا اور پہلے فعل کو عمل نہ دینا نحات بصرہ اور کوفہ کے نزدیک بالاتفاق جائز ہے البتہ فراء نحوی پہلی اور تیسری قسم میں دوسرے فعل کے عمل دینے کو جائز نہیں رکھتے جس کو مصنف خلافاً لِلفراء سے بیان فرما رہے ہیں۔ خلافاً فعل محذوف کا مفعول مطلق ہے ای یخالف هذا القول بالجواز خلافاً للفراء الخ یعنی نحات بصرہ اور کوفہ دونوں فعلوں کے عمل دینے کو جائز رکھتے ہیں۔ البتہ فراء نحوی پہلی قسم میں (وہ یہ

ہے کہ دونوں فعل فاعلیت میں تنازع کریں) اور تیسری قسم میں (وہ یہ ہے کہ پہلا فعل اسم ظاہر کو اپنا فاعل بنانا چاہے اور دوسرا فعل اس کو اپنا مفعول بنانا چاہئے) دوسرے فعل کے عمل دینے کو جائز نہیں رکھتے اور ان کے نزدیک ان دونوں قسموں میں پہلے فعل کو عمل دینا واجب ہے۔ بخلاف دوسری اور چوتھی قسم کے کہ ان دونوں میں اوروں کی طرح فراء بھی دونوں فعلوں کے عمل دینے کو جائز رکھتے ہیں۔

قوله ودليله الخ اور ان دونوں قسموں میں دوسرے فعل کو عمل نہ دینے کی دلیل فراء کے نزدیک یہ ہے کہ اگر ان دونوں قسموں میں دوسرے فعل کو عمل دیا جائے تو دوامروں میں سے جو ممنوع ہیں کسی ایک کا پایا جانا لازم آتا ہے یا تو فعل اوّل سے فاعل کا حذف لازم آئے گا اور فاعل کلام میں عمدہ چیز ہوتی ہے اور عمدہ کا حذف بغیر قائم مقام کے ناجائز ہے یا اگر فعل اوّل سے فاعل کو محذوف نہ مانیں اور اس میں ضمیر فاعل مانیں تو اضمار قبل الذکر لازم آئے گا جو ناجائز ہے اس لئے کہ جب دوسرے فعل کو عمل دیا اور اسم ظاہر دوسرے فعل کا معمول ہوگیا تو اب پہلے فعل مثلاً ضربنی کے لئے کسی فاعل کی ضرورت ہوگی۔ اسم ظاہر تو اس کا فاعل نہیں بن سکتا اس لئے کہ وہ دوسرے فعل کا معمول ہو چکا ہے لہٰذا اب پہلے فعل کے لئے دو صورتیں ہوں گی یا تو اس کے لئے مثلاً زید فاعل کو محذوف ماننا پڑے گا اور فاعل کا (جو کلام میں عمدہ ہوتا ہے) بغیر قائم مقام کے محذوف ماننا ناجائز ہے یا اگر فاعل کو محذوف نہ مانیں تو اس میں ضمیر مستتر ماننی پڑے گی اور چونکہ ضمیر کا مرجع پہلے مذکور نہیں ہے لہٰذا اضمار قبل الذکر جو ممنوع ہے لازم آئے گا۔

قوله وهذا في الجواز الخ هذا سے اشارہ اختلاف فراء کی طرف ہے یعنی فراء کا یہ اختلاف جواز میں ہے پس جمہور کے نزدیک پہلی اور تیسری قسم میں دوسرے فعل کو عمل دینا جائز ہے لیکن فراء کے نزدیک ان دونوں قسموں میں دوسرے فعل کو عمل دینا ناجائز ہے۔ اور ہذا کا اشارہ اعمال الفعل کی طرف بھی ہوسکتا ہے ای اعمالُ كل واحدٍ من الفعل الاول والثانئ عند تنازعهما بلا خلاف فيه بين البصريين والكوفيين في الاقسام الاربعة سوى الفراء في الصورتين المذكورتين على تقدير اعمال الثاني ثابتٌ فيٰ صورت الجواز۔

قوله وامّا الاختيار ففيه الخ یعنی سوائے ان دونوں صورتوں کے جس میں فراء کا اختلاف ہے دونوں فعلوں میں سے کسی ایک کو عمل دینا بالاتفاق جائز ہے۔ لیکن نحات بصرہ اور نحات کوفہ کا اختلاف اس امر میں ہے کہ ان چاروں قسموں میں دونوں فعلوں میں سے کس فعل کو عمل دینا اولیٰ اور مختار ہے (جواز میں کوئی اختلاف نہیں ہے)۔

قوله البصريين (بکسر باء اگرچہ قیاس بفتح باء ہے) اى النحات المنسوبة الى البصرة یعنی نحات بصرہ۔

قوله الكوفيين اى النحات المنسوبة الى الكوفة یعنی نحات کوفہ۔

قوله فانهم يختارون الخ پس نحات بصرہ قرب اور جوار کا اعتبار کرتے ہوئے دوسرے فعل کے عمل کو ترجیح دیتے ہیں (باوجود یہ کہ وہ پہلے فعل کے عمل کو جائز رکھتے ہیں) یعنی چونکہ دوسرا فعل اسم ظاہر کے قریب ہے اور اقرب مطلوب کو

حاصل کرنے کا زیادہ مستحق ہوتا ہے لہٰذا دوسرے فعل کو عمل دینا اولیٰ ہے چونکہ نحات بصرہ کا مذہب مختار ہے اور ازروئے استعمال کے زیادہ ہے لہٰذا مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کو پہلے بیان کیا۔

قولہ والکوفیین یختارون الخ اس کا عطف اِنَّ کے اسم پر ہے جو انھم میں ہے اور نحات کوفہ تقدیم اور استحقاق کا لحاظ کرتے ہوئے پہلے فعل کے عمل کو ترجیح دیتے ہیں (باوجود یہ کہ وہ دوسرے فعل کے عمل کو جائز رکھتے ہیں) یعنی چونکہ پہلا فعل معمول کی طلب میں دوسرے فعل سے مقدم ہے اور سابق ہونے کی وجہ سے معمول کا مستحق ہے لہٰذا اس کو عمل دینا اولیٰ ہے۔

---

فاِنْ اَعْمَلْتَ الثانی فانْظُرْ انکان الفعل الاولُ یقتضی الفاعلَ اَضْمَرتَهُ فی الاَوَّلِ کما تقول فی المتوافقَیْنِ ضربنی واکرمنی زیدٌ وضربانی واکرمنی الزیْدَانِ وضربونی واکرمنی الزیدون وفی المتخالفَیْنِ ضربنی واکرمتُ زیداً و ضربانی واکرمتُ الزیدَیْنِ وضربونی واکرمتُ الزیْدِیْنَ و اِنْ کان الفعل الاَوّلُ یقتضی المفعول ولم یکن الفعلان من افعال القلوب حذفتَ المفعولَ من الفعلِ الاوَّلِ کما تقول فی المتوافقَیْنِ ضربتُ و اکرمتُ زیداً وضربتُ واکرمتُ الزیدَیْنِ وضربتُ واکرمتُ الزَیْدِیْنَ وفی المتخالفَیْنِ ضربتُ واکرمنی زیدٌ وضربتُ واکرمنی الزیدان وضربتُ واکرمنی الزیدون.

ترجمہ: "پس اگر تو دوسرے فعل کو عامل بنائے پھر تو دیکھ اگر پہلا فعل فاعل کا تقاضا کرتا ہے تو پہلے فعل میں اس کی ضمیر دے دے جیسے تو کہے متوافقین میں (یعنی دونوں فاعل کا تقاضا کریں) ضربنی و اکرمنی زید ضربانی واکرمنی الزیدان و ضربونی واکرمنی الزیدون اور متخالفین میں (یعنی پہلا فعل فاعل کا اور دوسرا فعل مفعول کا تقاضا کرے) تو کہے ضربنی واکرمت زیداً و ضربانی واکرمت الزیدین وضربونی واکرمت الزیدین اور اگر پہلا فعل مفعول کا تقاضا کرتا ہے اور دونوں فعل افعال قلوب میں سے نہ ہوں تو مفعول کو فعل اوّل سے حذف کر دے جیسے تو کہے متوافقین میں ضربت واکرمت زیداً، و ضربت واکرمت الزیدین وضربت واکرمت الزیدین اور متخالفین میں جیسے ضربت واکرمنی زیدٌ اور ضرب واکرمنی الزیدان اور ضربت واکرمنی الزیدون۔"

---

قولہ فان اعملتَ الثانی الخ نحات بصرہ اور کوفہ کا اختلاف بیان کرنے کے بعد اب مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ ان دونوں کے عمل کی کیفیت بیان کرتے ہیں چونکہ مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے پہلے نحات بصرہ کا مذہب مختار بتلایا تھا لہٰذا عمل کی کیفیت بتلانے میں بھی ان کے طریقۂ عمل کو پہلے بیان کرتے ہیں کہ جب دو فعلوں میں کسی اسم ظاہر کو معمول بنانے میں

تنازع ہوتو اس تنازع کے دور کرنے کے تین طریقے ہیں۔ ایک حذف دوسرے ذکر تیسرے اضمار پس اگر تم مذہب بصرین کے موافق دوسرے فعل کو عمل دو تو اگر پہلا فعل اسم ظاہر کو اپنا فاعل بنانا چاہے اور دوسرا فعل اس کو خواہ اپنا فاعل بنانا چاہے خواہ مفعول تو اس وقت پہلے فعل سے نہ تو فاعل کو حذف کرو اس لئے کہ فاعل کلام میں عمدہ ہے اور عمدہ کا حذف ناجائز ہے اور نہ اس کو ذکر کرو کیونکہ تکرار لازم آئے گا اور نیز باب تنازع فعلین سے نہ ہوگا بلکہ پہلے فعل میں فاعل کی ضمیر لاؤ جو افراد تثنیہ جمع تذکیر و تانیث میں اسم ظاہر کے موافق ہوگی اس واسطے کہ اسم ظاہر اس کا مرجع ہے۔ اور مرجع اور ضمیر میں مطابقت ضروری ہے اگرچہ بظاہر اضمار قبل الذکر لازم آتا ہے لیکن وہ عمدہ میں بشرط تفسیر جائز ہے جیسے قل هوا الله احد میں۔ جیسے حسب ذیل نقشہ سے ظاہر ہے۔

| اقتضاء فعلین/ اقسام اسم وظاہر | جبکہ اسم ظاہر مفرد ہو | جبکہ اسم ظاہر تثنیہ ہو | جبکہ اسم ظاہر جمع ہو |
|---|---|---|---|
| جبکہ دونوں فعل اسم ظاہر کو فاعل بنانا چاہیں | ضربنی و اکرمنی زیدٌ<br>پہلے فعل میں ضمیر ہو مستتر ہے | ضربانی واکرمنی الزیدان<br>پہلے فعل میں ضمیر تثنیہ ہے | ضربونی واکرمنی الزیدون<br>پہلے فعل میں ضمیر جمع ہے |
| جبکہ پہلا فعل اسم ظاہر کو فاعل اور دوسرا اس کو مفعول بنانا چاہے | ضربنی واکرمتُ زیداً<br>پہلے فعل میں ضمیر ہو مستتر ہے | ضربانی واکرمتُ الزیدَیْن<br>پہلے فعل میں ضمیر تثنیہ ہے | ضربونی واکرمتُ الزیدِیْنَ<br>پہلے فعل میں ضمیر جمع ہے |

قولہ وان کان الفعل الاول یتقضی المفعول الخ اور اگر پہلا فعل اسم ظاہر کو مفعول بنانا چاہے اور دوسرا فعل اس کو خواہ اپنا مفعول بنانا چاہے یا فاعل اور دونوں فعل افعال قلوب سے نہ ہوں تو اس وقت پہلے فعل سے مفعول کو حذف کرو کیونکہ ذکر اور اضمار کی اس میں کوئی [illegible]رت نہیں ہے۔ اس لئے کہ اگر پہلے فعل کے مفعول کو بھی ذکر کریں تو تکرار مفعول جو مخل فصاحت ہے لازم آتی ہے اور اگر اس میں ضمیر لائی جائے تو مفعول میں جو فضلہ ہے اضمار قبل الذکر لازم آتا ہے اور وہ جمہور نحات کے نزدیک ناجائز ہے لہٰذا حذف متعین ہوا اور وہ فضلہ میں جائز ہے اس لئے کہ اسم ظاہر اس پر دلالت کرتا ہے جیسا کہ نقشہ ہذا سے واضح ہے۔

| اقسام اسم ظاہر/ اقتضاء فعلین | جبکہ اسم مفرد ہو | جبکہ اسم تثنیہ ہو | جبکہ اسم جمع ہو |
|---|---|---|---|
| جبکہ دونوں فعل اسم ظاہر کو اپنا مفعول بنانا چاہیں | ضَرَبْتُ وَاَكْرَمْتُ زیداً | ضَرَبْتُ وَاَكْرَمْتُ الزَّيْدَيْنِ | ضَرَبْتُ وَاَكْرَمْتُ الزَّيْدِيْنَ |
| جبکہ پہلا فعل اسم ظاہر کو مفعول اور دوسرا اس کو فاعل بنانا چاہئے | ضَرَبْتُ وَاَكْرَمَنِي زیدٌ | ضَرَبْتُ وَاَكْرَمَنِي الزَّيْدَانِ | ضَرَبْتُ وَاَكْرَمَنِي الزَّيْدُوْنَ |

وَ اِنْ کان الفِعْلانِ من افعال القلوب یجب اظهارُ المفعولِ للفعل الاوّل کما تقول

حَسِبَنِیْ منطلقًا وحسبت زیدا منطلقا اذلا یجوز حذفُ المفعولِ من افعال القلوب واضمارُ المفعولِ قبل الذکر ھذا ھو مذھبُ البصریین.

ترجمہ: ''اور اگر دونوں فعل افعالِ قلوب میں سے ہوں تو پہلے فعل کے لئے مفعول کا ظاہر کرنا واجب ہے جیسے تو کہے حَسِبَنِیْ منطلقاً و حسبتُ زیداً منطلقاً اس لئے کہ افعالِ قلوب سے مفعول کا حذف کرنا اور ذکر سے پہلے مفعول کی ضمیر لانا جائز نہیں ہے یہ بصریین کا مذہب ہے۔''

قولہ و اِنْ کَانَ الفِعْلَان مِنْ اَفْعَالِ القلُوْبِ الخ اور اگر دونوں فعل افعال قلوب سے ہوں اور پہلا فعل حسب سابق اسم ظاہر کو اپنا مفعول بنانا چاہے اور مذہب بصریین کی بناء پر دوسرے فعل کو عمل دو تو اس وقت پہلے فعل کے مفعول کو ذکر کرنا واجب ہے اس لئے کہ افعال قلوب کے دو مفعولوں میں سے کسی ایک کو حذف کرنا باتفاق نحات ناجائز ہے اور نہ اس میں اسم ظاہر مفعول کی بجائے ضمیر لا سکتے ہیں کیونکہ اضمار قبل الذکر لازم آتا ہے اور یہ فضلہ میں ناجائز ہے لہٰذا پہلے فعل کے مفعول کو ذکر کرنا ضروری ہوا جیسے حسبنی منطلقاً وحَسِبْتُ زیداً منطلقاً (مجھ کو زید نے چلنے والا خیال کیا اور میں نے زید کو چلنے والا خیال کیا) حسبنی اور حسبتُ نے اولاً زید میں تنازع کیا۔ حسبنی نے چاہا کہ (زید میرا فاعل ہو) اور حسبتُ نے یہ کہ وہ میرا مفعول ہو نحات بصرہ کے مذہب پر دوسرے فعل کو عمل دیا اور پہلے فعل میں ضمیر فاعل ہو مستتر لائے جو زید کی طرف لوٹتی ہے اس لئے کہ وہ کلام میں عمدہ ہے اور عمدہ میں اضمار قبل الذکر بشرط تفسیر جائز ہے پھر ان دونوں نے پہلے منطلقاً کے ذکر سے پیشتر دوسرے منطلقاً میں نزاع کیا ہر ایک نے یہ چاہا کہ یہ میرا دوسرا مفعول ہو نحات بصرہ کے مذہب پر دوسرے حسبت کو عمل دیا اب پہلے فعل حسبنی کے دوسرے مفعول کا اظہار ضروری ہوا۔ اس واسطے کہ وہ افعال قلوب میں سے ہے اور افعال قلوب کے دو مفعول میں سے کسی ایک کو حذف کرنا بالاتفاق ناجائز ہے اور اس میں مفعول کی ضمیر بھی نہیں لا سکتے اس لئے کہ مفعول کی ضمیر مرجع کے ذکر سے پہلے نہیں لائی جاتی کیونکہ مفعول فضلہ ہے اور فضلہ میں اضمار قبل الذکر ناجائز ہے لہٰذا حسبنی کے دوسرے مفعول منطلقاً کو ذکر کر دیا پس حسبنی منطلقاً وحسبتُ زیداً منطلقاً ہوا۔

قولہ ھذا ھو مذھب البصریین یعنی دوسرے فعل کے عمل کی کیفیت جو ہم نے بیان کی نحات بصرہ کا مذہب ہے۔

واما اِنْ اَعْمَلْتَ الفعل الاوّل علی مذھب الکوفیین فَانْظُرْ اِنْ کان الفعل الثانی یقتضی الفاعلَ اضمرتَ الفاعلَ فی الفعلِ الثانی کما تقول فی المتوافقَیْنِ ضربنی واکرمنی زیدٌ وضربنی واکرمانی الزیدَان وضربنی واکرمونی الزیدون وفی المتخالفَیْنِ ضربتُ واکرمنی

زيدًا وضربتُ واكرمانى الزيدَين وضربت واكرمونى الزيْدِيْنَ و اِنْ كان الفعلُ الثانى يقتضِىْ المفعولَ ولم يكن الفعلانِ من افعال القلُوْب جازفيه الوجهانِ حذفُ المفعولِ والاضمارُ والثانى هوالمختار ليكون الملفوظ مطابقًا للمراد امّا الحذف فكما تقُولُ فى المتوافقين ضربتُ واكرمتُ زيدًا وضربتُ واكرمتُ الزَّيدَيْنِ وضربتُ واكرمتُ الزيدِيْنَ وفى المنخالفين ضَرَبَنِىْ واكرمتُ زيدٌ وضَرَبنى واكرمتُ الزيدان وضربَنى واكرمتُ الزّيدون وامّا الاضمار فكما تقول فى المتوافقَيْنِ ضربتُ واكرمتُه زيدًا وضربتُ واكرمتُهما الزيْدَيْنِ وضربتُ واكرمتهُم الزيْدِيْنِ وفى المتخالفَيْنِ ضربنى واكرمتُه زيدٌ وضربَنى واكرمتُهما الزيدَانِ وضربنى واكرمتُهم الزيدون.

ترجمہ: ''اور بہرحال اگر کوفیوں کے مذہب کی بناء پر تو پہلے فعل کو عامل بنائے تو دیکھ اگر دوسرا فعل فاعل کا تقاضہ کرتا ہے تو دوسرے میں فاعل کی ضمیر دے جیسے تو کہے متوافقین میں ضربنی و اکرمنی زیدٌ اور ضربنی و اکرمانی الزیدان اور ضربنی واکرمونی الزیدون اور متخالفین میں تو کہے ضربت واکرمنی زیداً اور ضربتُ واکرمانی الزیدین اور ضربتُ واکرمُونی الزیدین اور اگر دوسرا فعل مفعول کا تقاضہ کرتا ہے اور دونوں فعل افعالِ قلوب میں سے نہیں ہیں تو اس میں دو وجہیں جائز ہیں۔ (۱) مفعول کا حذف کرنا (۲) ضمیر لانا اور دوسری صورت پسندیدہ ہے تاکہ ملفوظ مراد کے مطابق ہو جائے بہرحال حذف پس جیسے تو کہے متوافقین میں ضربتُ واکرمتُ زیداً اور ضربتُ واکرمت الزیدین اور ضربت واکرمت الزیدین اور متخالفین میں ضربنی واکرمتُ زیدٌ اور ضربنی واکرمتُ الزیدان وضربنی واکرمتُ الزیدون اور بہرحال ضمیر لانا پس جیسے تو کہے متوافقین میں ضربتُ واکرمتُه زیداً اور ضربتُ واکرمتُهما الزیدین اور ضربت واکرمتهم الزیدین اور متخالفین میں ضربنی واکرمته زیدٌ، اور ضربنی واکرمتهما الزیدان اور ضربنی واکرمتهم الزیدون۔''

---

قوله وامّا اِنْ اعملت الفعل الاول الخ یعنی اور اگر تم نحات کوفہ کے مسلک پر پہلے فعل کو عمل دو تو اگر دوسرا فعل اسم ظاہر کو فاعل بنانا چاہے اور پہلا فعل اس کو خواہ فاعل بنانا چاہے خواہ مفعول بنانا تو دوسرے فعل میں اسم ظاہر کے موافق ضمیر فاعل لاؤ اس لئے کہ یہاں اضمار قبل الذکر لفظاً لازم آتا ہے رتبۃً لازم نہیں آتا کیونکہ جب اسم ظاہر پہلے فعل کا معمول ہے تو وہ دوسرے فعل پر رتبۃً مقدم ہوا۔ گو لفظاً مؤخر ہے اور ناجائز وہ اضمار قبل الذکر ہے جو لفظاً اور رتبۃً لازم آئے۔

| اقسام اسم ظاہر/ اقتضاء فعلین | جبکہ اسم ظاہر مفرد ہو | جبکہ اسم ظاہر تثنیہ ہو | جبکہ اسم ظاہر جمع ہو |
| --- | --- | --- | --- |
| جبکہ دونوں فعل اسم ظاہر کو فاعل بنانا چاہیں | ضربنی واکرمنی زیدٌ | ضربنی واکرمانی الزیدانِ | ضربنی واکرمونی الزیدون. |
| جبکہ دوسرا اس کو فاعل اور پہلا اس کو مفعول بنانا چاہے | ضربتُ واکرمنی زیداً | ضربتُ واکرمانی الزیدَیْنِ | ضربتُ واکرمونی الزیْدِیْنِ |

قوله و اِنْ کانَ الفعل الثانی یقتضی المفعول الخ اور اگر دوسرا فعل اسم ظاہر کے مفعول بنانے کو مقتضی ہو اور دونوں فعل افعال قلوب سے نہ ہوں حسب سابق نحات کوفہ کے مذہب پر پہلے فعل کو عمل دو تو اس وقت دوسرے فعل کے مفعول کا حذف بھی جائز ہے اور اس میں مفعول کی ضمیر کا اسم ظاہر کے موافق لانا بھی جائز ہے لیکن دوسری وجہ یعنی دوسرے فعل میں مفعول کی ضمیر لانا اولی اور مختار ہے تا کہ ملفوظ (یعنی اسم ظاہر متنازع فیہ) ضمیر لانے کی وجہ سے مقصود متکلم کے موافق ہو جائے اس لئے کہ اس جگہ مقصود یہ ہے کہ دونوں فعل اس اسم ظاہر میں تنازع کریں اور دوسرے فعل میں ضمیر لانا اس امر پر دلالت کرے گا کہ اس ضمیر سے مراد اسم ظاہر مذکور ہے۔ پس ضمیر کا لانا تنازع مقصود پر قرینہ ہوگا اس لئے کہ اگر ضمیر کو حذف کر دیا جائے تو اس کا باب تنازع سے ہونا معلوم نہیں ہوگا اور یہ صاف طور سے معلوم نہیں ہوگا کہ دوسرے فعل کا مفعول آیا یہ ہی اسم ظاہر ہے یا کوئی اور بکر خالد وغیرہ پس ملفوظ (یعنی اسم ظاہر) مراد متکلم کے جو تنازع ہے موافق نہیں ہوگا فمطابقة الملفوظ مع المراد مرجحةٌ علی الحذفِ۔

قوله امّا الحذف الخ ای صورتُ حذفِ المفعول یعنی دوسرے فعل کے مفعول کے حذف کی صورتیں یہ ہیں۔ جن کو ہم نے ذیل کے نقشہ میں درج کر دی ہیں۔

| اقتضاء فعلین/ اقسام اسم ظاہر | جبکہ اسم ظاہر مفرد ہو | جبکہ اسم ظاہر تثنیہ ہو | جبکہ اسم ظاہر جمع ہو |
| --- | --- | --- | --- |
| جبکہ دونوں فعل اسم ظاہر کے مفعول ہونے کو مقتضی ہوں | ضربت واکرمتُ زیداً | ضربتُ واکرمتُ الزیدَیْنِ | ضَرَبتُ واکرمتُ الزیدِیْنَ. |
| جبکہ دوسرا اس کے مفعول ہونے کو اور پہلا اس کا فاعل ہونے کو مقتضی ہو | ضربنی واکرمتُ زیدٌ | ضربنی واکرمتُ الزیدانِ | ضربنی واکرمتُ الزیدونَ |

قوله وامّا الاضمارُ الخ ای اضمار المفعول اور دوسرے فعل میں مفعول کی ضمیر لانے کی مثالیں یہ ہیں جن کو ہم نے ذیل کے نقشہ میں درج کر دی ہیں۔

| اقتضاء فعلین/ اقسام اسم ظاہر | جب کہ اسم ظاہر مفرد ہو | جب کہ اسم ظاہر تثنیہ ہو | جب کہ اسم ظاہر جمع ہو |
| --- | --- | --- | --- |
| جبکہ دونوں اس کے مفعول ہونے کو مقتضی ہوں | ضربتُ واکرمتهُ زیداً | ضَرَبْتُ واکرمتهما الزیدَیْنِ | ضربتُ واکرمتُهم الزَیْدِیْنَ |
| جبکہ پہلا اس کے فاعل ہونے کو اور دوسرا اس کے مفعول ہونے کو مقتضی ہو | ضربنی واکرمتهُ زیدٌ | ضربنی واکرمتهُما الزیدان | ضربنی واکرمتهُم الزیدون |

وامّا اذا كان الفعلانِ من افعال القلوب فلابُدَّ من اظهار المفعول كما تقول حَسِبَنِیْ وحَسِبْتُهما مُنْطَلِقَیْنِ الزیدَانِ مُنْطلِقًا وذٰلك لانَّ حسبنیْ وحسبتُهما تنازعا فی مُنْطلقًا واَعْمَلْتَ الاَوّلَ وهو حَسِبَنی واظهرتَ المفعولَ فی الثانی فاِنْ حَذَفْتَ منطلقَیْنِ وقُلْتَ حَسِبَنی وحسبتُهما الزیدانِ منطلقًا یلزم الاقتصارُ علی احدا لمفعولَیْن فی افعال القلوب وهو غیرُ جائزٍ وانْ اَضْمَرْتَ فلا یَخْلُوْمنْ اَنْ تُضْمِرَ مفردًا وتقول حَسَبَنِیْ وحسبتُهما اِیَّاه الزیدانِ منطلقًا وحینئذٍلا یکون المفعول الثانی مطابقًا للمفعول الاول وهوهما فی قولك حسبتهما ولا یجوز ذلك اواَنْ تُضْمر مثنّٰی وتقولَ حسبنی وحسبتُهما ایاهما الزَیْدَانِ منطلقًا وحیئنذ یلزمُ عَوْدُ الضمیر المثنّٰی الی اللفظ المفرد وهو منطلقا الّذی وقع فیه التنازُع وهذا ایضًا لا یجوز واذالم یَجزُ الحذفُ والا ضمارُ کما عرفتَ وجب الاظهارُ.

ترجمہ: ''اور ہر حال میں دونوں فعل افعال قلوب میں سے ہوں تو مفعول کا ظاہر کرنا ضروری ہے جیسے تو کہے حسبنی وحسبتهُما منطلقین الزیدان مُنطلقاً اور یہ اس لئے کہ فعل حسبنی اور حسبتهُما دونوں نے منطلقاً میں نزاع کیا اور تم نے اوّل کو عامل بنایا اور وہ حسبنی ہے اور دوسرے میں مفعول کو ظاہر کر دیا۔ اور اگر تم نے منطلقین کو حذف کر دیا اور کہا حسبنی و حسبتهُما الزیدان منطلقا تو افعال قلوب میں دو مفعولوں میں سے ایک پر اقتصار کرنا لازم آئے گا اور وہ جائز نہیں ہے۔ اور اگر تو ضمیر لائے تو اس سے خالی نہیں کہ تو مفرد کی ضمیر لائے اور کہے حسبنی و حسبتهُما ایّاہ الزیدان منطلقاً تو اس صورت میں دوسرا مفعول پہلے مفعول کے مطابق نہ ہوگا اور وہ پہلا مفعول ہما ہے تمہارے قول حسبتهم میں اور یہ جائز نہیں ہے۔ یا یہ کہ تو تثنیہ کی ضمیر لائے اور کہے حسبنی و حسبتهما ایاهما الزیدان منطلقا تو اس صورت میں تثنیہ کی ضمیر مرجع کا مفرد ہونا لازم آئے گا اور وہ منطلقاً ہے جس میں تنازع واقع ہوا ہے۔ اور یہ

بھی جائز نہیں ہے لہٰذا جب حذف کرنا اور ضمیر کا لانا دونوں جائز نہ رہے تو اظہار کرنا واجب ہو گیا۔''

قوله وامّا اذا كان الفعلان من افعال القلوب الخ لیکن جبکہ دونوں فعل افعال قلوب سے ہوں اور حسب سابق دوسرا فعل اسم ظاہر کے مفعول ہونے کو مقتضی ہو اور نحات کوفہ کے مسلک پر پہلے فعل کو عمل دو تو اس وقت دوسرے فعل کے مفعول کو ظاہر کرنا ضروری ہے۔ اور اس وقت نہ تو مفعول کو حذف کریں گے اور نہ اس کی ضمیر لائیں گے۔ جیسے حَسَبَنِیْ وحَسِبْتُهُمَا مُنْطَلِقَیْنِ الزَیدانِ مُنطَلِقًا (مجھ کو دو زیدوں نے چلنے والا خیال کیا اور میں نے ان دونوں کو چلنے والا خیال کیا) یہاں دونوں فعلوں نے پہلے الزیدان میں نزاع کیا۔ پہلے فعل نے اس کو فاعل اور دوسرے نے اس کو اپنا مفعول بنانا چاہا۔ نحات کوفہ کے مذہب پر پہلے فعل کو عمل دیا اور دوسرے فعل میں ضمیر هُمَا لائے اور حسبتهما کہا اس کے بعد دونوں فعلوں نے منطلقاً مفعول میں نزاع کیا اور نحات کوفہ کے مذہب پر پہلے فعل حسبنی کو عمل دیا اور منطلقاً اس کا دوسرا مفعول ہوا۔ اب دوسرے فعل حسبتهما کے دوسرے مفعول مُنْطَلِقَیْنِ کا ذکر کرنا ضروری ہوا۔ اس لئے کہ اگر منطلقین کو حذف کریں اور حسبنی وحسبتهما الزيدان منطلقاً کہیں تو افعال قلوب کے دو مفعولوں میں سے ایک مفعول پر اقتصار لازم آئے گا اور وہ ناجائز ہے۔

قوله و اِنْ اضمرتَ الخ اور اگر دوسرے فعل کے دوسرے مفعول کی ضمیر لاؤ اور خود مفعول کو ذکر نہ کرو تو دو حال سے خالی نہیں یا منطلقاً مرجع کی مطابقت کی وجہ سے مفرد کی ضمیر لاؤ گے اور حسبنی وحسبتهما اياه الزيدان منطلقاً کہو گے تو اس وقت حسبتهما اياه کا دوسرا مفعول جو اياه ہے اور مفرد ہے پہلے مفعول کے جو هُمَا ہے اور مثنیٰ ہے مطابق نہیں ہوگا۔ اور یہ ناجائز ہے کیونکہ افعال قلوب کے دونوں مفعولوں میں افراد تثنیہ اور جمع میں مطابقت ضروری ہے۔

قوله اوانْ تضمر مثنیٰ یا پہلے مفعول ہما کی مطابقت کی وجہ سے مثنیٰ کی ضمیر لاؤ گے اور حسبنی وحسبتهما اياهما الزيدان منطلقاً کہو گے تو اس وقت ضمیر تثنیہ هما کا منطلقاً مفرد کی طرف لوٹنا لازم آئے گا اور یہ بھی ناجائز ہے کیونکہ ضمیر اور اس کے مرجع میں افراد تثنیہ اور جمع میں مطابقت ضروری ہے۔

قوله واذا لم يجز الخ اور جبکہ مفعول کا حذف اور اس کی ضمیر لانا دونوں ناجائز ہوئے تو اب سوائے مفعول کے ذکر کے اور کوئی صورت نہیں رہی لہٰذا دوسرے فعل کے دوسرے مفعول کا اظہار ضروری ہوا۔

فصل مفعولُ مالم يُسَمَّ فاعلُه وهو كلُّ مفعولٍ حُذِفَ فاعلهُ واقيم هو مقامه نحو ضُرِبَ زيدٌ وحكمه فى توحيد فعله وتثنيته وجمعه وتذكيره وتانيثه على قياس ماعرفتَ فى الفاعل.

ترجمہ: ''تیسری فصل۔ مفعول مالم یسمّ فاعلهٗ وہ مفعول ہے جس کے فاعل کو حذف کر دیا گیا ہو اور

مفعول کو فاعل کی جگہ قائم کر دیا گیا ہو جیسے ضرب زید اور اس کا حکم اس کے فعل کے واحد لانے اور تثنیہ لانے اور جمع لانے اور مذکر لانے اور مؤنث لانے میں اُسی قیاس پر ہے جو تم نے فاعل کی بحث میں جان لیا۔"

---

قوله مفعولُ مالم یُسَمَّ فاعلُه الخ ای مفعولُ فعلٍ اوشبه فعل لم یذکرُ فاعلُه (مفعول اس فعل یا شبہ فعل کا جس کے فاعل کا نام نہیں لیا گیا ہے) مرفوعات کی پہلی قسم فاعل کے بیان سے فارغ ہونے کے بعد اب مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ یہاں سے اس کی دوسری قسم کو بیان کر رہے ہیں۔

قوله وهو کل مفعولٍ الخ یعنی مفعول مالم یسم فاعله وہ مفعول ہے جس کے فاعل کو حذف کر دیا گیا ہو اور مفعول کو اس کے قائم مقام کر دیا گیا ہو۔ جیسے ضُرِبَ زیدٌ میں (زید مارا گیا) زیدٌ مفعول مالم یُسَمَّ فاعله ہے اور اس کو نائب فاعل بھی کہتے ہیں۔ پس اس مفعول کے فاعل کو حذف کر دیا ہے اور اس کو اس کے فاعل کے قائم مقام کر دیا۔

قوله واقیم هو مقامه ای اقیم ذلك المفعول مقام الفاعل فی اسناد الفعل او شبهه الیه والرفع علیه اس میں ہو ضمیر منفصل اقیم کی ضمیر مستتر ہو کی جو اس کا نائب فاعل ہے تاکید ہے اور ضمیر متصل کی تاکید ضمیر منفصل سے اس وجہ سے لائے تاکہ یہ وہم نہ ہو کہ مقامہ اقیم کا نائب فاعل ہے۔ اور پھر اس کے نائب فاعل ہونے کی صورت میں جملہ اقیم مقامه کا ضمیر سے خالی ہونا لازم آئے گا۔ جو جملہ حذف فاعله پر معطوف ہے اور مفعول کی صفت ہے۔

قوله وحکمه فی توحید فعله الخ اور مفعول مالم یسمّ فاعله کا حکم اس کے فعل کے واحد اور تثنیہ اور جمع اور مذکر اور مؤنث لانے میں وہ ہی ہے جس کو تم مباحث فاعل میں جان چکے ہو۔ پس اگر یہ مفعول اسم مظہر ہے تو فعل مفرد لایا جائے گا خواہ یہ مفعول مفرد ہو خواہ مثنی خواہ جمع جیسے ضُرِبَ زیدٌ و ضُرِبَ الزیدانِ وضُرِبَ الزیدونَ (سب کے سب بصیغہ مجہول) اور اگر یہ مفعول اسم مضمر ہے تو فعل مجہول جبکہ ضمیر مفرد ہے مفرد لایا جائے گا اور جبکہ ضمیر مثنی ہے تو مثنی لایا جائے گا اور جبکہ ضمیر جمع ہے تو جمع لایا جائے گا۔ جیسے زَیْدٌ ضُرِبَ والزیدانِ ضُرِبَا والزیدونَ ضُرِبوا اور اگر یہ مفعول مؤنث حقیقی ہے تو فعل کو مؤنث لائیں گے خواہ وہ اسم مظہر ہو خواہ اسم مضمر۔ اگر اس کے اور فعل کے درمیان کوئی فاصل نہ ہو جیسے ضَرِبَتْ هِنْدٌ وهِنْدٌ ضُرِبَتْ اور اگر ان کے درمیان کوئی فاصِل ہے تو فعل کے مذکر اور مؤنث لانے میں اختیار ہے جیسے ضُرِبت الیوم هندٌ وضُرِبَ الیوم هندٌ اسی طرح اگر یہ مفعول مؤنث غیر حقیقی ہے اور اسم مظہر ہے تو فعل کے مذکر و مؤنث لانے میں اختیار ہے جیسے کُوِّرَ الشمسُ وکُوِّرتَ الشمسُ اور اگر وہ اسم مضمر ہے تو فعل کو مؤنث لائیں گے جیسے اذا الشمسُ کوِّرتْ۔

---

فصل المبتدأ والخبرهما اسمان مجرّدانِ عن العوامل اللفظیّة احدهما مسندٌ الیه

ويُسمّى المبتدأ والثانى مسندٌ به ويسمى الخبر نحو زيد قائم والعامل فيهما معنويٌ وهو الابتداء واصل المبتدأ اَنْ يكونَ معرفة واصلُ الخبراَنْ يكونَ نكرةً والنكرةُ اذا وُصِفَتْ جاز اَنْ تقع مبتدأ نحو قوله تعالىٰ ولَعَبْدٌ مُؤمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ وكذا اذا تُخُصِّصَتْ بوجهٍ اخرا نحو ارجلٌ فى الدّارِ ام امرأة وَمَا احدٌ خير منك وشرٌّ اَهَرَّ ذاناب وفى الدار رجل وسلام عليك.

ترجمہ: ''چوتھی فصل۔ مبتدا اور خبر دو اسم ہیں جو عوامل لفظیہ سے خالی ہوتے ہیں ان میں سے ایک مسند الیہ ہوتا ہے اور اس کا مبتداء نام رکھا جاتا ہے اور دوسرا مسند بہ ہوتا ہے اور اس کا خبر نام رکھا جاتا ہے جیسے زیدٌ قائمٌ اور عامل اِن دونوں میں معنوی ہوتا ہے اور وہ ابتداء ہے اور مبتداء کی اصل یہ ہے کہ وہ معرفہ ہو اور خبر کی اصل یہ ہے کہ وہ نکرہ ہو۔ اور نکرہ کی جب صفت لائی جائے تو جائز ہے کہ وہ نکرہ مبتداء واقع ہو جائے جیسے اللہ تعالیٰ کا قول ولعبد مؤمن خير من مشرك اور اسی طرح جب تخصیص کردی جائے کسی دوسری وجہ سے جیسے أرجل فى الدار أم امرأة اور ما أحد خير منك اور شر اهر ذاناب اور فى الدار رجل اور سلام عليك۔''

---

قوله المبتداء والخبر الخ یہ فصل حقیقت میں دو فصلیں ہیں۔ لیکن مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو ایک فصل میں ذکر کیا اس لئے کہ یہ دونوں آپس میں متلازم ہیں کیونکہ ان دونوں میں اصل یہ ہے کہ جب ایک ذکر کیا جائے تو دوسرا ضرور ذکر کیا جاتا ہے اور نیز ان کو ایک فصل میں ذکر کرنے کی یہ بھی وجہ ہے کہ یہ دونوں عامل میں شریک ہیں کیونکہ ان دونوں کا عامل معنوی ہے۔

قوله هما اسمان مجردان الخ یعنی مبتداء اور خبر دو اسم ہوتے ہیں جو عوامل لفظیہ سے خالی ہوتے ہیں جیسے زيدٌ قائِمٌ (زید کھڑا ہونے والا ہے) اس میں زید مبتداء ہے اور اسم اور قائم خبر ہے اور اسم اور یہ دونوں عوامل لفظیہ سے خالی ہیں۔

قوله اسمان عام ہے خواہ وہ دونوں حقیقتاً اسم ہوں جیسے زيدٌ قائِمٌ میں دونوں حقیقتاً اسم ہیں یا حکماً اسم ہوں جیسے قول باری تعالیٰ وَاَنْ تَصَدَّقُوا خَيْرٌ لَّكُم (تمہارا صدقہ کرنا تمہارے لئے بہتر ہے) اس میں اَن تصدقوا تاویل میں تصدُّقُكُمْ کے ہو کر مبتدا ہے) اور خيرٌ لكم اس کی خبر ہے۔ اور جیسے زيدٌ يضرب میں زيدٌ مبتداء ہے اور يضرب تاویل میں اسم یعنی ضارِبٌ کے ہو کر خبر ہے پس یہ قوت میں زيدٌ ضاربٌ کے ہے۔ اس لئے کہ جملہ مفرد کی تاویل میں ہوئے بغیر خبر نہیں ہوسکتا۔ یہ جمہور نحات کا مذہب ہے لیکن بعض محققین کا مذہب ہے کہ جملہ اپنی صرافت کی وجہ سے مفرد کی

تاویل میں ہوئے بغیر خبر واقع ہوسکتا ہے۔ پس ان حضرات کے مذہب پر خبر کی تعریف اس جملہ کو جو خبر واقع ہوتا ہے شامل نہیں ہوگی۔

قوله اسمان جنس ہے مقصود اور غیر مقصود دونوں کو شامل ہے۔

قوله مجردان عن العوامل اللفظیه یہ فصل ہے اس سے احتراز ہے جس پر عوامل لفظیہ آتے ہوں۔ جیسے اِنَّ اور کانَ وغیرہ کا اسم۔

قوله احدهما مسند اليه الخ یعنی ان دونوں اسموں میں سے جو عوامل لفظیہ سے خالی ہوتے ہیں۔ ایک مسند الیہ ہوتا ہے جس کا نام مبتداء ہے اور دوسرا مسند بہ ہے جس کا نام خبر ہے جیسے زیدٌ قائمٌ میں زید اور قائم دو اسم ہیں جن پر کوئی عامل لفظی نہیں ہے ان میں سے زید مسند الیہ ہے اور اس کو مبتداء کہتے ہیں اور قائم مسند بہ ہے اور اس کو خبر کہتے ہیں۔

قوله والعامل فيهما معنوى الخ اور عامل ان دونوں یعنی مبتداء اور خبر میں معنوی ہے اور عامل معنوی وہ ہے جو عقل سے پہچانا جائے اور لفظ میں نہ ہو۔

قوله وهو الابتداء الخ اور وہ عامل معنوی ابتداء ہے۔ یعنی اسم کا عوامل لفظیہ سے خالی ہونا پس اسم کا عوامل لفظیہ سے خالی ہونا تا کہ اس کی طرف کوئی شئے مسند کی جائے مبتداء میں عامل ہے اور اسم کا عوامل لفظیہ سے خالی ہونا تا کہ وہ کسی کی طرف مسند کیا جائے خبر میں عامل ہے پس ابتداء بایں معنی مبتداء اور خبر دونوں کو رفع دیتا ہے جیسے زیدٌ قائمٌ میں زیدٌ مبتداء ہے اور قائمٌ خبر دونوں کو رفع دینے والا عامل ابتداء ہے یعنی ان کا عامل لفظی سے خالی ہونا ہے ان کا عامل رافع ہے ورنہ اگر ان پر عامل لفظی داخل ہو تو اس وقت عمل اس عامل کی طرف منسوب ہوگا۔ جیسے کانَ زیدٌ قائماً میں زیدٌ کو رفع اور قائماً کو نصب کان عامل لفظی کی وجہ سے ہے اور یہ مذہب یعنی مبتداء اور خبر دونوں کو رفع دینے والا عامل ابتدا ہے۔ نحات بصرہ کا ہے اور اس مذہب پر دونوں کا عامل معنوی ہوگا۔ اسی مسلک کو مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے اختیار فرمایا ہے اس جگہ یعنی مبتداء اور خبر کے عامل رافع میں دو مذہب اور ہیں ایک تو یہ کہ مبتداء میں عامل ابتداء ہے یعنی اس کا عامل لفظی سے خالی ہونا اور خبر میں عامل مبتداء ہے۔ نہ کہ ابتداء پس زیدٌ قائمٌ میں زیدٌ مبتداء میں عامل ابتداء ہے اور قائمٌ خبر میں عامل زیدٌ مبتداء ہے اس مذہب پر مبتداء کا عامل معنوی ہوگا اور خبر کا عامل لفظی ہوگا۔ دوسرا یہ کہ مبتداء اور خبر میں سے ہر ایک دوسرے میں عامل ہے یعنی مبتداء خبر میں عامل ہے اور خبر مبتداء میں پس زیدٌ قائمٌ میں زیدٌ مبتداء قائمٌ خبر میں عامل ہے اور قائمٌ خبر زیدٌ مبتداء میں عامل ہے اس مذہب پر مبتداء اور خبر دونوں کا عامل لفظی ہوگا۔

قوله واصل المبتداء الخ اور مبتداء میں اصل یہ ہے کہ وہ معرفہ ہو اس لئے کہ مبتداء محکوم علیہ ہوتا ہے۔ اور محکوم علیہ میں اصل تعریف ہے کیونکہ کسی چیز پر حکم اس کے پہچاننے کے بعد لگایا جاتا ہے اور مجہول چیز پر حکم صحیح نہیں ہے۔

قوله واصل الخبر الخ اور خبر میں اصل یہ ہے کہ وہ نکرہ ہو اس لئے کہ خبر محکوم بہ ہوتی ہے اور محکوم بہ میں اصل تنکیر

ہے کیونکہ جس چیز کا حکم کرتے ہیں وہ معرفہ بھی ہوسکتی ہے اور نکرہ بھی لیکن نکرہ معرفہ سے اصل ہے اس لئے کہ الفاظ کی وضع تنکیر پر ہے اور جب غرض اصل سے جو نکرہ ہے حاصل ہوسکتی ہے تو اصل اولی ہوئی۔

قوله والنكرة اذا وصفت الخ مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول واصل المبتداء ان يكون معرفة سے یہ شبہ پیدا ہوتا ہے کہ نکرہ مبتداء نہیں ہوسکتا۔ مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ یہاں سے اس شبہ کو دور فرما رہے ہیں کہ نکرہ جب کسی صفت کے ساتھ موصوف ہو تو مبتداء واقع ہوسکتا ہے اس لئے کہ نکرہ جب کسی صفت کے ساتھ موصوف ہوتا ہے تو اس کا شیوع کم ہو جاتا ہے اور اس میں صفت کی وجہ سے ایک قسم کا تعین آجاتا ہے۔ پس وہ اس وقت اگرچہ معرفہ نہیں ہوتا لیکن بوجہ صفت تخصیص آنے کی سبب سے معرفہ کے قریب ہو جاتا ہے اور جو چیز کسی چیز کے قریب ہو جاتی ہے وہ اس چیز کا حکم لے لیا کرتی ہے لہذا وہ مبتداء ہوسکتا ہے جیسے قول باری تعالیٰ ولعبدٌ مومنٌ خيرٌ مِنْ مشركٍ (البتہ مؤمن بندہ مشرک سے بہتر ہے) اس میں عبدٌ مومنٌ نکرہ مخصصہ مبتداء واقع ہوا ہے اس لئے کہ عبد نکرہ تھا اور عام تھا مؤمن ہو یا مشرک دونوں کو شامل تھا اور اس وقت اس کا مبتداء ہونا صحیح نہیں تھا لیکن جب صفت مؤمن اس کے ساتھ آگئی تو اس میں تخصیص آگئی اور اس میں ایک قسم کا تعین آگیا اور معرفہ کے قریب ہو گیا اور اس کا مبتداء ہونا صحیح ہو گیا اور خیرٌ اس کی خبر ہے۔ اور مِنْ مشركٍ متعلق خیر کے ہے۔

قوله وكذا اذا تخصصت الخ كذا مبتداء ہے اور النكرة اس کی خبر محذوف ہے ای مثلُ ذلك النكرةِ الموصوفةِ النكرة اذا تخصصت الخ اور بوجہ متعلق تخصصت کے ہے اور آخر صفت وجہ کی ہے یعنی جیسے نکرہ موصوفہ مبتداء ہوسکتا ہے اسی طرح وہ نکرہ بھی مبتداء واقع ہوسکتا ہے۔ جو اسباب تخصیص میں سے صفت کے علاوہ کسی اور سبب کے ساتھ خاص کر لیا جائے۔ اور مواضع تخصیص جیسا کہ مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے بیان کئے ہیں چھ ہیں۔ جن میں سے تخصیص کا ایک موضع گزر چکا۔ مواضع تخصیص میں سے دوسرا موضع یہ ہے کہ نکرہ اس ہمزہ کے بعد جو ام متصلہ کے ساتھ ہو واقع ہو رہا ہو جیسے ارجلٌ فی الدار ام امرأة (کیا گھر میں مرد ہے یا عورت) اس مثال میں رجلٌ اور امراة نکرہ مخصصہ ہیں اور مبتداء اس لئے کہ ان میں علم متکلم کی وجہ سے تخصیص آگئی۔ کیونکہ متکلم جانتا ہے کہ ان دونوں میں سے کوئی ایک گھر میں ضرور ہے لیکن اب صرف اس کی تعیین کا سوال کرتا ہے کہ گھر میں مرد ہے یا عورت گویا وہ سوال کر رہا ہے کہ ای من الامرين المعلومين كائن فی الدار اس واسطے اس کے جواب میں رجلٌ کہا جائے گا یا امرأة نہ نعم پس اس میں صفت المتكلم يعلم احد هما کی وجہ سے تخصیص آگئی اور معرفہ سے قریب ہو گیا۔ موضع تخصیص میں سے تیسرا موضع یہ ہے کہ نکرہ تحت میں نفی کے واقع ہو رہا ہو جیسے۔

قوله وما احد خير منك الخ (تم سے کوئی بہتر نہیں ہے) اس میں احدٌ نکرہ مخصصہ ہے اور مبتداء اس لئے کہ اس میں صفت عموم کی وجہ سے تخصیص آگئی کیونکہ نکرہ جب نفی کے تحت میں واقع ہوتا ہے تو عموم و شمول کا فائدہ دیتا ہے پس

مثال مذکور میں نکرہ تحت نفی میں ہوکر تمام افراد کو شامل ہو گیا اور تمام افراد میں تعدد نہیں ہے اس واسطے کہ مجموعہ افراد بمنزلہ ایک کے ہیں۔ لہٰذا اس میں تخصیص آگئی۔ ان مواضع میں سے کہ جہاں نکرہ میں تخصیص آجاتی ہے چوتھا موضع ہر وہ نکرہ ہے جس میں کسی صفت مقدرہ کی وجہ سے تخصیص آگئی ہو۔ جیسے:

قوله شرٌّاهرَّ ذاناب الخ (کسی بڑے شر نے کتے کو بھڑکا دیا) اس ترکیب میں شرٌّ نکرہ مخصصہ ہے اور مبتداء اور اھرَّ ذاناب خبر ہے اس لئے کہ شر عام تھا چھوٹا ہو خواہ بڑا لیکن جب اس پر تنوین تعظیم آگئی تو اس میں تخصیص آگئی۔ یعنی شرٌّ عظیمٌ اَھَرَّ ذَانَابٍ لہٰذا وہ معرفہ کے قریب ہو گیا اور اس میں تخصیص آگئی۔ یہ ایک مثل ہے اس وقت لی جاتی ہے کہ جب کسی قوی مرد کو کسی حادثہ نے عاجز اور بے بس کر دیا ہو۔ مواضع تخصیص میں سے پانچواں موضع یہ ہے کہ نکرہ پر ظرف مقدم ہو۔ جیسے:

قوله وفی الدار رجلٌ الخ اس مثال میں رجلٌ نکرۃ مخصصہ مبتداء واقع ہو رہا ہے اس لئے کہ اس میں اس کی خبر فی الدار ظرف کی تقدیم کی وجہ سے تخصیص آگئی کیونکہ فی الدار کہنے سے یہ معلوم ہو گیا کہ جو چیز فی الدار کے بعد مذکور ہو گی وہ استقرار فی الدار کے ساتھ موصوف ہے جب اس کے بعد رجل مذکور ہوا تو معلوم ہو گیا کہ دار میں استقرار کے ساتھ موصوف مرد ہے نہ عورت پس تقدیم خبر بمنزلہ تخصیص بالصفت کے ہے۔ مواضع تخصیص میں سے چھٹا موضع ہر وہ نکرہ ہے جو متکلم کی طرف نسبت کرنے سے خاص ہو جائے جیسے سلام علیك اس میں سلام نکرہ مخصصہ ہے اور مبتداء واقع ہو رہا ہے اس لئے کہ سلام میں اس کی متکلم کی طرف نسبت کرنے سے تخصیص آگئی کیونکہ سلام متکلم کر رہا ہے۔ اس لئے کہ یہ جملہ اسمیہ ہے جو جملہ فعلیہ سے معدول ہے اور جملہ فعلیہ میں اسناد متکلم کی طرف ہے لہٰذا جملہ اسمیہ میں بھی سلام کی نسبت متکلم کی طرف متصور ہو گی اور یہ اصل میں سلمتُ سلاماً علیك تھا فعل کو حذف کر دیا جیسا کہ مصادر کے افعال حذف کر دیئے جاتے ہیں۔ سلاماً علیك ہوا پھر سلاماً کے نصب کو دعا میں دوام واستمرار کے حصول کے لئے رفع سے بدل لیا اس لئے کہ نصب فعل پر دلالت کرتا ہے اور فعل حدث پر۔ پس سلام میں اس کے متکلم کی طرف منسوب ہونے کی وجہ سے تخصیص آگئی۔

---

وإنْ كان احدُ الاسمَيْنِ معرفةً والاٰ خَرُ نكرةً فاجْعَلِ المعرفةَ مبتدأً والنّكرةَ خبرا البتة كما مرّوان كانا معرفتين فاجعَلْ ايَّهما شئتَ مبتدأً والاٰخر خبراً نحو اللّٰهُ الهُنَا ومحمّدٌ نبُّينا واٰدَمُ ابونا وقد يكون الخَبُر جملةً اسميةً نحو زيدُ ابوه قائمٌ اوفعليةً نحو زيد قام ابوه او شرطيّةً نحو زيدٌ اِنْ جاءنی فاكرمتُه او ظرفيةً نحو زيد خلفك وعمرٌ وفی الدّار والظرفُ متعلق بجملة عند الا كثرو هی اِستَقَرَّ مثلا تقول زيد فی الدار تقديره زيدٌ اِسْتَقَرَّ فی الدار

ولا بُدَّ فی الجملة من ضمیرٍ یَعُوْدُ الی المبتدأ کالهاءِ فِی مامَرَّ ویجوز حذفُه عند وجود قرینة نحو السمن مَنْوانِ بدر هم والبُرّا الکُرُّبستین درهما وقد یتقدمُ الخبرُ علی المبتدأ نحو فی الدّار زَیْدٌ ویجوز للمبتدأ الواحد اخبار کثیرة نحو زیدٌ عالمٌ فاضلٌ عاقلٌ.

ترجمہ: ''اور اگر مذکورہ دونوں اسموں میں سے ایک معرفہ ہو اور دوسرا نکرہ ہو تو تم یقینی طور پر معرفہ کو مبتداء اور نکرہ کو خبر بناؤ۔ جیسا کہ اوپر اس کی مثال گزر چکی اور اگر دونوں اسم معرفہ ہوں تو دونوں میں سے جونسے ایک کو چاہو مبتداء اور دوسرے کو خبر بنا دو۔ جیسے الله الٰهنا، محمد نبینا اور آدم ابونا اور کبھی خبر جملہ اسمیہ ہوتی ہے جیسے زید ابوه قائم یا جملہ فعلیہ ہوتی ہے جیسے زید قام ابوه یا جملہ شرطیہ ہوتی ہے جیسے زید ان جاءنی فاکرمته یا ظرفیہ ہوتی ہے جیسے زید خلفك اور عمرو فی الدار اور ظرف اکثر علماء نحو کے نزدیک جملے کے ساتھ متعلق ہوتا ہے اور وہ استقر ہے جیسے تو کہے زید فی الدار کہ اس کی اصل زید استقر فی الدار ہے۔ اور جملہ میں ایک ضمیر کا ہونا جو متکلم کی طرف راجع ہو ضروری ہے جیسے هاء گزشتہ مثال میں۔ اور جملے سے اس ضمیر کا حذف کر دینا قرینہ پائے جانے کے وقت جائز ہے جیسے السمن منوان بدرهم اور البر الکربستین درهما اور کبھی خبر کو مبتداء پر مقدم کر دیا جاتا ہے جیسے فی الدار زید اور ایک مبتداء کے لئے اخبار کثیرہ کا ہونا جائز ہے جیسے زید عالم فاضل عاقل۔''

---

قوله وإن کان احد الاسمین الخ یعنی اگر دونوں اسموں میں سے ایک معرفہ ہو اور دوسرا نکرہ تو تم معرفہ کو مبتداء کرو اور نکرہ کو خبر۔ جیسے کہ اس کی مثال گذر چکی اس لئے کہ مبتداء میں اصل یہ ہے کہ وہ معرفہ ہو اور خبر میں اصل یہ ہے کہ وہ نکرہ ہو جیسے زیدٌ قائمٌ۔

قوله البته یہ منصوب ہے اور وہ یا تو فاجعل کا ظرف زمان ہے ای فاجعل المعرفة مبتداء فی کل وقتٍ وقعت یا فاجعلْ کا بتقدیر کلّ ترکیبٍ ظرف مکان ہے ای فاجعل المعرفة مبتداءً فی کل ترکیبٍ۔

قوله وان کانا معرفتین الخ اور اگر دونوں اسم معرفہ ہوں عام ازیں کہ وہ دونوں معرفہ میں مساوی ہوں یا نہ ہوں تو ان دونوں میں سے جس کو تم چاہو مبتداء بناؤ۔ اور جس کو چاہو خبر اس لئے کہ معرفہ اور تخصیص کی وجہ سے دونوں میں مبتداء ہونے کی صلاحیت ہے پس ان دونوں میں سے جس کو تم مقدم کرو گے وہ مبتداء ہوگا اور جس کو تم مؤخر کرو گے وہ خبر ہوگا اور اس وقت اگر قرینہ نہ ہو تو مبتداء کی تقدیم خبر پر واجب ہے اس لئے کہ اگر مبتداء کو مؤخر کیا جائے گا تو قرینہ نہ ہونے کی وجہ سے التباس لازم آئے گا لیکن اگر دونوں میں سے کسی ایک کے مبتداء اور دوسرے کے خبر ہونے پر قرینہ ہے تو اس وقت مبتداء کی

تاخیر جائز ہے کیونکہ اس وقت قرینہ پائے جانے کی وجہ سے التباس لازم نہیں آتا جیسے بَنُوْنَا بَنُوْ اَبْنَآئِنَا (ہمارے پوتے ہمارے بیٹے ہیں) اس میں بنو ابنآئنا مبتداء ہے اور بنونا خبر اس لئے کہ اگر بنونا مبتداء ہو تو معنی برعکس ہو جائیں گے۔ کیونکہ پوتے بمنزلہ بیٹوں کے ہوتے ہیں نہ کہ بیٹے بمنزلہ پوتوں کے۔

قولہ اللّٰہ الٰھنا (اللہ ہمارا معبود ہے)۔

قولہ محمدٌ نبینا (محمد ہمارے نبی ہیں)۔

قولہ آدمُ ابونا (آدم علیہ السلام ہمارے باپ ہیں) پہلی مثال میں اللّٰہ اور دوسری میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور تیسری میں آدم علیہ السلام علیت کی وجہ سے معرفہ ہے پس ان دونوں میں سے جس کو تم مبتداء بنانا چاہو مقدم کرو اور جس کو خبر بنانا چاہو اس کو مؤخر کرو۔

قولہ وقد یکون الخبر الخ اور مبتداء کی خبر کبھی جملہ ہوتی ہے اس لئے کہ حکم جیسا مفرد سے کر سکتے ہیں اسی طرح جملہ سے بھی کر سکتے ہیں۔ اور کلمہ قد تقلیل کے لئے ہے جس سے اس طرف اشارہ ہے کہ خبر میں اصل یہ ہے کہ وہ مفرد ہو۔ اور مفرد سے یہاں مراد یہ ہے کہ وہ مرکب تام نہ ہو۔ پس اس میں حیوانٌ ناطقٌ اور غُلامُ رجُلٍ اور ضاربان اور ضاربون داخل رہیں گے۔

قولہ اسمیة یہ جملہ کی صفت ہے یعنی مبتداء کی خبر کبھی جملہ اسمیہ ہوتی ہے جیسے زیدٌ ابوہُ قائمٌ (زید کا باپ کھڑا ہونے والا ہے) اس میں زیدٌ مبتداء اوّل ہے اور ابوہ مبتداء ثانی اور قائم مبتداء ثانی کی خبر ہے ابوہ مبتداء اپنی خبر قائمٌ سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر زید مبتداء کی خبر ہے۔

قولہ اوفعلیةً اس کا عطف اسمیةً پر ہے اور مبتداء کی خبر کبھی جملہ فعلیہ ہوتی ہے جیسے زیدٌ قام ابوہ (زید کا باپ کھڑا ہوا) اس میں زیدٌ مبتداء ہے اور قام فعل اپنے فاعل ابوہ سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر مبتداء کی خبر ہے۔

قولہ اوشرطیة اس کا عطف فعلیةً پر ہے اور مبتداء کی خبر کبھی جملہ شرطیہ ہوتی ہے جیسے زیدٌ اِنْ جاء نی فاکرمتُہ (زید اگر میرے پاس آیا تو میں اس کا اکرام کروں گا) اس میں زیدٌ مبتداء ہے اور اِنْ جاء نی شرط اپنی جزاء فاکرمتُہ سے مل کر جملہ شرطیہ ہو کر مبتداء کی خبر ہے۔ یاد رکھنا چاہئے کہ جملہ شرطیہ کے خبر واقع ہونے میں نحات کا اختلاف ہے۔ بعض اس طرف گئے ہیں کہ شرط اور جزاء دونوں معاً خبر واقع ہوتے ہیں اس لئے کہ یہ دونوں بمنزلہ ایک جملہ کے ہیں۔ اور بعض اس طرف گئے ہیں کہ خبر یا تو شرط ہے یا جزاء اور بعض اس طرف گئے ہیں کہ خبر صرف جزاء ہے۔ اور بعض اس طرف گئے ہیں کہ جملہ شرطیہ کا خبر واقع ہونا صحیح نہیں ہے۔ جیسے انشاءات میں سے امر اور نہی وغیرہ کا۔

قولہ اوظرفیة اس کا عطف شرطیة پر ہے۔ یعنی اور مبتداء کی خبر کبھی جملہ ظرفیہ ہوتی ہے خواہ وہ ظرف زمان ہو خواہ ظرف مکان، خواہ قائم مقام ظرف جیسے جار و مجرور۔

قولہ زیدٌ خلفك ای زیدٌ ثبت خلفك (زید تیرے پیچھے ہے) اس میں زیدٌ مبتداء ہے اور خلفك فعل مقدر ثبتَ کا ظرف مکان ہے ثبت فعل اپنے فاعل ضمیر ھو اور خَلفكَ ظرف مکان سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر خبر ہوئی۔

قولہ عمرٌو فی الدار ای عمرٌو ثبت فی الدار (عمرو گھر میں ہے) اس میں عمرو مبتداء ہے اور فی الدار اس کی خبر ہے۔ جاننا چاہئے جملہ چار قسم پر ہے جیسا کہ متن میں مذکور ہے اور یہ ہی مشہور ہے اور بعض کا مذہب ہے کہ جملہ تین قسم پر ہے اور انہوں نے جملہ ظرفیہ کو مفرد میں داخل مانا ہے اور بعض کا مذہب ہے کہ جملہ دو قسم پر ہے اور انہوں نے جملہ شرطیہ کو جملہ فعلیہ میں داخل مانا ہے اور جملہ ظرفیہ کو مفرد میں۔

قولہ والظرف متعلق الخ اور خبر جو ظرف ہوتی ہے (خواہ ظرف زمان ہو خواہ ظرف مکان خواہ قائم مقام ظرف) وہ اکثر نحات کے نزدیک یا تو فعل مذکور کے ساتھ متعلق ہوتی ہے یا فعل مقدر کے ساتھ جو اکثر افعال عامہ میں سے ہوتا ہے اور وہ کون اور ثبوت اور حصول اور وجود ہیں اور قرینہ کے وقت خاص فعل بھی مقدر مان سکتے ہیں پس اگر ظرف فعل مذکور کے ساتھ متعلق ہو تو اس وقت اس کو ظرف لغو کہتے ہیں۔ اس لئے کہ وہ جب عامل مذکور کے ساتھ متعلق ہوا تو اس وقت عمل عامل کے لئے ہوگا نہ ظرف کے لئے اور اس وقت وہ عمل سے لغو ہوگا۔ اور اگر ظرف فعل مقدر کے ساتھ متعلق ہو تو اس وقت اس کو ظرف مستقر کہتے ہیں (بفتح قاف بصیغۂ اسم مفعول) اس لئے کہ جب عامل عام حذف کر دیا گیا تو اس کی ضمیر ظرف کی طرف منتقل ہو جاتی ہے اور اس میں وہ مستقر ہو جاتی ہے لہٰذا اس کو ظرف مستقر کہتے ہیں جیسے۔

قولہ وھی استقرّ الخ اور وہ جملہ فعلیہ مثلاً استقر ہے اور جیسے کان اور ثبت اور حصل وغیرہ جیسے زیدٌ فی الدار (زید گھر میں ہے) اس کی تقدیر اس طرح ہوگی کہ زیدٌ اسْتَقَرَّ فی الدار اس لئے کہ عمل میں اصل فعل ہے لہٰذا ظرف کے لئے فعل کو عامل مقدر ماننا اولیٰ ہے۔ مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے عند الاکثر کہا اس لئے کہ بعض نحات اس طرف گئے ہیں کہ ظرف کا متعلق مفرد ہوتا ہے اور وہ اسم فاعل ہے اس لئے کہ خبر میں اصل افراد ہے پس اس وقت تقدیر زیدٌ مستقرٌّ فی الدار ہوگی۔

قولہ ولا بدفی الجملة الخ اور اس جملہ میں جو مبتداء کی خبر واقع ہو رہا ہو۔ ضمیر کا ہونا جو مبتداء کی طرف لوٹتی ہو ضروری ہے جیسے امثلہ مذکورہ میں ہ ضمیر ہے جو زید مبتداء کی طرف لوٹ رہی ہے اس لئے کہ جملہ فی نفسہا ایک مستقل چیز ہے جو کسی چیز سے مرتبط ہونے کا محتاج نہیں۔ پس جب اس کو کسی چیز مثلاً مبتداء یا ذوالحال سے ربط دینے کا ارادہ کریں تو اس میں ایک رابط کا ہونا جو اس کو اس چیز سے ربط دیدے ضروری ہے اور وہ رابط کبھی تو ضمیر ہوتی ہے جیسے امثلہ مذکورہ میں ضمیر ہ ہے اور کبھی لام جیسے نعم الرجل زیدٌ میں اور کبھی اسم ظاہر کا موضع میں مضمر کے ہونا جیسے قول باری تعالیٰ الحاقّةُ مَا الحاقّةُ میں دوسرا الحاقة اسم ظاہر ہے جو ہی ضمیر کی جگہ میں واقع ہے۔ اگر ضمیر لائی جاتی تو یوں ہوتا الحاقة ماھی اور کبھی خبر کا مبتداء کی تفسیر ہونا پس یہ تفسیر بمنزلہ ضمیر ہوگی جیسے قول باری تعالیٰ قل ھو اللہ احد اس میں ھو ضمیر شان مبتداء اوّل ہے

اور اللّٰہ مبتداء ثانی اور احد اس مبتداء ثانی کی خبر ہے اللہ اپنی خبر احد سے مل کر جملہ ہو کر ھُوَ کی خبر ہے یہ جملہ ہو مبتداء کی تفسیر واقع ہو رہا ہے اور جیسے ھذا زیدٌ قائمٌ اور الشان زیدٌ عالِمٌ اور مقولی زیدٌ فاضلٌ اگر مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ مِنْ ضمیر کی جگہ من عائدٍ فرماتے جیسا کہ کافیہ میں ہے تو ضمیر کے علاوہ اور صورتوں کو بھی شامل ہو جاتا لیکن چونکہ ضمیر عمدہ ہے اور نیز بنسبت دوسروں کے کثیر الاستعمال ہے لہٰذا اس کے ذکر پر اکتفا کیا۔

قولہ ویجوز حذفه الخ اور قرینہ پائے جانے کے وقت ضمیر ربط کا حذف جائز ہے لیکن دوسرے روابط لام اور اسم ظاہر کا مضمر کی جگہ میں ہونا اور تفسیر مذکور کا حذف جائز نہیں ہے جیسے قول مصنف السمن منوان بدرھم (دو سیر گھی ایک درہم کے بدلہ میں ہے) السمن مبتداء اوّل ہے اور منوان مبتداء ثانی اور بدرھم مبتداء ثانی کی خبر ہے۔ منوان اپنی خبر بدرہم سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر السمن کی خبر ہے۔ یہاں منوان بدرھم خبر سے ضمیر رابط محذوف ہے۔ تقدیر اس طرح ہے السمن منوان منه بدرھم خبر سے بوجہ قرینہ کہ بائع اس وقت صرف گھی کا نرخ بتا رہا ہے نہ کسی اور چیز دودھ، تیل، وغیرہ کا ضمیر عائد کو حذف کر دیا۔ اور جیسے البرُّ الکرُّ بستین درھماً (ایک کر گیہوں بدلہ میں ساٹھ درہم کے ہے) اس میں البرُّ مبتداء اوّل ہے اور الکرُّ مبتداء ثانی اور بستین درھماً مبتداء ثانی کی خبر ہے یہ جملہ اسمیہ ہو کر البرُّ کی خبر ہے خبر سے ضمیر رابط محذوف ہے ای البرّ الکرُّ منه بستین درھماً خبر سے بوجہ قرینہ کہ بائع اس وقت صرف گیہوں کا نرخ بتا رہا ہے نہ جو وغیرہ کا ضمیر عائد کو حذف کر دیا۔ پہلی مثال میں منه محذوف محل رفع میں ہے اور منوان مبتداء کی صفت ہے ای منوان کائنان منه اور اسی وجہ سے کہ منه صفت منوان کی ہے منوان نکرہ کا مبتداء ہونا صحیح ہو گیا اور دوسری مثال میں منه محذوف محل نصب میں ہے اور بستین درھما کے متعلق کی ضمیر مستتر سے حال ہے اور حال اگرچہ عامل معنوی پر مقدم نہیں ہوتا لیکن جبکہ وہ ظرف ہو تو اس وقت اس کی تقدیم جائز ہے حیث اتسع فی الظرف مالایتسع فی وغیرہ۔

قولہ وقدیتقدم الخبر الخ اور کبھی خبر مبتداء پر مقدم ہو جاتی ہے جیسے فی الدارِ زیدٌ میں زیدٌ مبتداء مؤخر ہے اور فی الدار خبر مقدم یہاں لفظ قد سے جو تقلیل کے لئے ہے اس طرف اشارہ ہے کہ خبر میں اصل یہ ہے کہ مبتداء سے مؤخر ہو اس لئے کہ تقدیم خبر کی قلت کا بیان اس کی اصالت تاخیر کو مستلزم ہے اور تقدیم خبر دو قسم پر ہے جائز اور واجب اگر مبتداء نکرہ ہے تو اس وقت خبر کی تقدیم واجب ہے اور اگر وہ معرفہ ہے تو خبر کی تقدیم جائز ہے۔

قولہ ویجوز للمبتداء الخ اور ایک مبتداء کے لئے بہت سی خبروں کا ہونا جائز ہے اس لئے کہ خبر حکم ہے اور ایک شئے پر بہت سے احکام جاری ہو سکتے ہیں۔ جیسے زیدٌ عَالِمٌ فاضِلٌ عاقِلٌ (زید عالم فاضل اور عاقل ہے) اس میں زیدٌ مبتداء ہے اور عالم اس کی پہلی خبر ہے اور فاضل اس کی دوسری خبر اور عاقل اس کی تیسری خبر جاننا چاہئے کہ تکثر اخبار دو قسم پر ہے ایک جائز یعنی کلام کے معنی اس کے بغیر تمام ہو سکتے ہوں جیسے زیدٌ عالم فاضل عاقل دوسرے واجب یعنی کلام کے معنی اس کے بغیر تمام نہ ہو سکتے ہوں جیسے الخلُّ حلوٌ حامضٌ اور الابلق اسودُ ابیضُ۔

واعلم انَّ لهم قسماً اٰخر من المبتدأ ليس مسنداً اليه وهو صفة وقعَتْ بعد حرف النفى نحو ما قائم زيدا وبعدَ حرفِ الاستفهام نحواً قائمٌ زيدٌ بشرط اَنْ ترفع تلك الصفةُ اسْمًا ظاهراً نحو ماقائمٍ الزيدان واقائمٍ الزيدان بخلاف ماقائمان الزيدان؛

ترجمہ: ''اور تو جان لے کہ نحویوں کے یہاں مبتداء کی ایک قسم اور ہے جو مسند الیہ نہیں ہوتی اور وہ صیغہ صفت ہے جو حرف نفی کے بعد واقع ہو جیسے ما قائمٌ زید یا حرف استفہام کے بعد واقع ہو جیسے اَقائم زید اس شرط کے ساتھ کہ یہ صفت کا صیغہ اسم ظاہر مذکور کو رفع دے جیسے ما قائم الزیدان اور اقائم الزیدان بخلاف ما قائمان الزیدان کے۔''

قوله واعلم ان لهم قسما آخر الخ مبتداء کی پہلی قسم بیان کرنے کے بعد اب یہاں سے مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ مبتداء کی دوسری قسم بیان فرما رہے ہیں کہ نحات کے نزدیک مبتداء کی ایک قسم اور ہے۔ جو مسند الیہ نہیں ہوتی (بخلاف پہلی قسم کے کہ وہ مسند الیہ ہوتی ہے)۔

قوله آخر یہ قسما کی پہلی صفت ہے۔

قوله من المبتداء یہ قسما آخر کا بیان ہے۔

قوله ليس مسنداً اليه یہ قسماً کی دوسری صفت ہے اور اس سے مبتداء کی پہلی قسم سے احتراز ہے اس لئے کہ وہ مسند الیہ ہوتی ہے۔

قوله وهو صفة وقعت الخ یعنی اور وہ مبتداء جو مسند الیہ نہیں ہوتا۔ ایک صفت ہے جو حرف نفی یا حرف استفہام کے بعد واقع ہو رہی ہو بشرطیکہ وہ صفت اسم ظاہر کو رفع دے رہی ہو۔ بایں طور کہ صفت مفرد ہو اور اسم ظاہر جو اس کے بعد ہو مفرد ہو یا ثنی یا مجموع جیسے۔

قوله ماقائمٌ زیدٌ (زید کھڑا ہونے والا نہیں ہے) یہ اس صفت کی مثال ہے۔ جو حرف نفی کے بعد واقع ہو رہی ہے اس میں قائمِ مبتداء ہے جو مسند الیہ نہیں ہے بلکہ مسند بہ ہے اور زیدٌ اس کا فاعل ہے جو خبر کے قائم مقام ہے۔ اور اس میں جائز ہے کہ صفت خبر ہو اور اس کا مابعد مبتداء ہو۔ اور جیسے:

قوله اقائمٌ زیدٌ (کیا زید کھڑا ہونے والا ہے) یہ اس صفت کی مثال ہے جو حرف استفہام کے بعد واقع ہو رہی ہے اس میں قائمٌ صفت مبتداء ہے جو مسد الیہ نہیں ہے بلکہ مسند بہ ہے اور زیدٌ اس کا فاعل ہے جو خبر کے قائم مقام ہے اور اس میں جائز ہے کہ صفت خبر ہو اور اس کا مابعد مبتداء ہو۔ اور جیسے:

قوله ماقائم الزیذان واقائم الزیدان ان دونوں مثالوں میں قائم مبتداء ہے اور الزیدان فاعل ہے جو خبر کے

قائم مقام ہے اور ان دونوں مثالوں میں الزیدان مبتداء اور قائم خبر نہیں ہوسکتی۔ صفت کے حرف نفی یا حرف استفہام کے بعد ہونے کی قید اس واسطے ہے تاکہ اعتماد حاصل ہوجائے اور اس قید سے قائمٌ زیدٌ سے احتراز ہے اس لئے کہ اس میں قائمٌ مبتداء نہیں ہے کیونکہ اس سے پیشتر حرف نفی یا حرف استفہام نہیں ہے۔

قوله ان ترفع تلك الصفةُ اسماً ظاهراً یہ اس صفت سے احتراز ہے جو ضمیر کو رفع دیتی ہے جیسے:

قوله مَاقائمان الزیدان اس میں قائمان نے ضمیر ہما کو جو اس میں ہے رفع دیا ہے اس لئے کہ اگر وہ اسم ظاہر کو رفع دیتی تو تثنیہ نہ ہوتی بلکہ مفرد ہوتی اس مثال میں قائمان خبر ہے نہ کہ مبتداء (تنبیہ) صفت جب مفرد ہو اور اسم ظاہر بھی مفرد ہو۔ جیسے أقائمٌ زیدٌ میں تو اس وقت ان دونوں میں سے ہر ایک مبتداء اور خبر ہوسکتے ہیں لیکن جب صفت مفرد ہو اور اسم ظاہر تثنی یا مجموع ہو جیسے اقائم الزیدان میں تو اس وقت صفت صرف مبتداء ہوگی اور اسم ظاہر صرف خبر ہوگا۔

---

فصل خَبَرُ انَّ واخواتها وهى اَنَّ وَكَاَنَّ ولكنَّ وليت ولعلَّ فهذه الحروف تدخل على المبتدأ والخبر فتنصب المبتدأ ويسمّى اسمَ اِنَّ وترفع الخبر ويسمّى خبر اِنَّ فخبر انّ هو المسند بعد دخولها نحوانّ زيداً قائم وحكمه فى كونه مفرداً اوجملةً اومعرفةً اونكرةً كحكم خبر المبتدأ ولا يجوز تقديم اخبارها على اسمائها الا اذا كان ظرفا نحو اِنّ فى الدّار زيدًا لمجال التوسع فى الظروف۔

ترجمہ: ''پانچویں فصل۔ ان اور اس کے اخوات کی خبر ہے اور اِنَّ کے اخوات اَنَّ، کَاَنَّ، لٰکِنَّ، لَیْتَ اور لَعَلَّ ہیں۔ پس یہ حروف مبتداء اور خبر پر داخل ہوتے ہیں پھر مبتداء کو نصب دیتے ہیں اور اس کا نام اِنَّ کا اسم رکھا جاتا ہے اور خبر کو رفع دیتے ہیں اور اس کو انّ کی خبر کہا جاتا ہے۔ پس ان کی خبر مسند ہوتی ہے اس کے داخل ہونے کے بعد جیسے ان زیداً قائم اور اس کا حکم اس کے مفرد یا جملہ معرفہ یا نکرہ ہونے میں مبتداء کی خبر کے حکم جیسا ہے اور ان کی خبروں کا ان کے اسماء پر مقدم کرنا جائز نہیں ہے لیکن جب کہ وہ ظرف ہو۔ جیسے ان فی الدار زیدا ظرف میں توسع کی گنجائش پائے جانے کی وجہ سے۔''

---

قوله خبر انَّ واخواتها ای اشباه اَنَّ وامثالها مبتداء اور خبر کے بیان سے فارغ ہونے کے بعد اب مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ اِنَّ اور اس کی امثال اور اشباہ کی خبر کا جو مرفوعات میں سے ہے بیان فرماتے ہیں۔

قوله وهى اَنَّ الخ یعنی اِنَّ بکسرہ ہمزہ کی امثال اور اشباہ پانچ ہیں اَنَّ بفتح ہمزہ اور کانَّ اور لکنَّ اور لیت اور لعلَّ اور ان حروف کو حروف مشبہ بفعل کہتے ہیں (وہ حروف جو فعل کے ساتھ مشابہ ہیں)۔

قوله فهذه الحروف تدخل الخ یہ حروف مبتداء اور خبر پر داخل ہوتے ہیں اور مبتداء کو نصب دیتے ہیں اور اس کو

انّ اوراس کے اخوات کا اسم کہا جاتا ہے اور خبر کو رفع دیتے ہیں اور اس کو انّ اور اس کے اخوات کی خبر کہتے ہیں۔

قوله فخبر انّ هوا المسند الخ اِنّ اور اس کے مثال کی خبر وہ ہے جو ان حروف کے داخل ہونے کے بعد مسند ہو جیسے:

قوله اِنَّ زیداً قائمٌ (تحقیق زید کھڑا ہونے والا ہے) اس مثال میں ان مبتداء اور خبر پر داخل ہے اس لئے کہ یہ اصل میں زیدٌ قائمٌ تھا جب اِنَّ ان پر داخل ہوا تو اس نے زید مبتداء کو نصب دیا اور وہ انّ کا اسم ہوا اور قائم خبر کو رفع دیا اور وہ اِنَّ کی خبر ہوئی۔ اس میں قائم خبر ہے جو انّ کے داخل ہونے کے بعد مسند ہے۔

قوله بعد دخولها مطلب یہ ہے کہ اگرچہ یہ خبر حروف مشبہ بفعل سے پیشتر مبتداء کی جانب مسند تھی مگر اب اس اسناد کا اعتبار نہیں ہے بلکہ ثانیاً بعد دخول حروف مشبہ بفعل جو اسناد کی جائے گی وہ معتبر ہے۔

قوله هو المسند یہ خبر کان اور خبر مبتداء اور خبر لائے نفی جنس کو شامل ہے۔

قوله بعد دخول هذه الحروف اس سے یہ سب خارج ہو گئے۔

قوله وحكمه فی كونه الخ یعنی اِنَّ اور اس کے امثال کی خبر کا حکم اس کے مفرد اور جملہ ہونے میں اور معرفہ اور نکرہ ہونے میں مبتداء کی خبر کی طرح ہے یعنی جیسے مبتداء کی خبر مفرد بھی ہوتی ہے اور جملہ بھی اور معرفہ بھی اور نکرہ بھی اسی طرح اِنَّ اور اس کے امثال کی خبر بھی مفرد ہوتی ہے اور جملہ بھی معرفہ بھی اور نکرہ بھی اور پھر جملہ کی صورت میں وہ جملہ اسمیہ بھی ہوگی اور جملہ فعلیہ بھی اور جملہ شرطیہ بھی جملہ ظرفیہ بھی اور پھر جملہ کی صورت میں اس میں ضمیر عائد ہوگی۔ جو اِنَّ کے اسم کی طرف لوٹے گی۔ اسی طرح اِنَّ اور اس کے امثال کی خبر مبتداء کی خبر کی طرح واحد بھی ہوگی اور متعدد بھی مثبت اور منفی بھی جیسا کہ مبتداء کی خبر کے بحث میں مفصلاً معلوم ہو چکا ہے۔

قوله ولا یجوز تقدیم اخبارها الخ سوال مقدر کا جواب ہے سوال یہ ہے کہ جب اِنَّ کی خبر کا حکم مبتداء کی خبر کی طرح ہے تو مبتداء کی خبر کی طرح اِنَّ کی خبر بھی اس کے اسم پر مقدم ہونی چاہئے جواب یہ ہے کہ اِنَّ اور اس کے امثال کی خبر ان کے اسموں پر مقدم نہیں ہوتی اس لئے کہ یہ حروف عمل میں ضعیف ہیں اور عامل ضعیف اصلی ترتیب کے وقت عمل کرتا ہے پس جب ترتیب بدل گئی یعنی ان کی خبر جب ان کے اسم پر مقدم ہوگئی تو اس وقت ان کا عمل اپنے ضعف کی وجہ سے باطل ہو جائے گا پس اِنَّ قائمٌ زیداً ناجائز ہے اِلَّا اذا کان ظرفاً یہ استثناء مفرغ ہے ای لا یجوز تقدیم خبرها علی اسمها فی کل وقتٍ من الاوقات الاّ وقت کونه ظرفاً یعنی ان حروف کے خبر کی تقدیم ان کے اسم پر ناجائز ہے مگر جب کہ ان کی خبر ظرف واقع ہو تو اس وقت خبر کی تقدیم ان کے اسم پر جائز ہے اس لئے کہ ظرف میں اپنے غیر کے بہ نسبت وسعت زیادہ ہے کیونکہ یہ کلام میں کثرت سے واقع ہوتا ہے پس اگر ان کا اسم معرفہ ہے تو خبر کی تقدیم جائز ہے جیسے اِنَّ فِی الدارِ زیداً اور اگر ان کا اسم نکرہ ہے تو اس وقت خبر کی تقدیم واجب ہے جیسے اِنَّ مِنَ البیان لسحراً و اِنَّ من

الشعر لحکمةٍ اعلم اَنَّ الجار والمجرور اُجری مجری الظرف لمناسبة بینهما اذ کل ظرف فی التقدیر جارو مجرور والجار محتاج الی الفعل اومعناه کا حتیاج الظرف۔

---

فصل اِسْمُ کان واَخَوَاتِهَا وهی صار واَصْبَحَ وامسٰی واضحٰی وظَلَّ وبَاتَ ورَاحَ واٰضَ وعَادَ وغدا ومَا زالَ ومَا بَرِحَ ومَا فَتی وما انْفَكَّ ومَا دَامَ ولَیْسَ فهذه الافعالُ تدخل ایضا علی المبتدأ والخبر فترفع المبتدأ ویسمی اسمَ کان وتنصب الخبَرَ ویسمی خبر کان فَاسْم کان هو المسند الیه بعد دخولها نحو کان زید قائمًا ویجوز فی الکلِّ تقدیمُ اخبار ها علی اسمائها نحو کان قائمًا زیدٌ وعلی نفس الافعال ایضا فی التسعه الاُوَل نحو قائمًا کان زیدٌ ولا یجوز ذلك فی ما فی اوّله مافلا یقال قائمًا مازال زیدٌ وفی لیس خلاف وباقی الکلام فی هذه الافعال یجیئی فی القسم الثانی ان شاء اللّٰه تعالٰی.

**ترجمہ:** ”چھٹی فصل۔ کان اور اس کے اخوات کا اسم اور وہ اخوات صار، اصبح، امسیٰ، اضحیٰ، ظل، بات، راح، آض، عاد، غدا، مازال، مابرح، مافتی، ماانفک، مادام اور لیس ہیں۔ پس یہ افعال بھی مبتداء اور خبر پر داخل ہوتے ہیں پھر مبتداء کو رفع دیتے ہیں اور اس کا نام ”اسم کان“ رکھا جاتا ہے اور خبر کو نصب دیتے ہیں اور اس کا نام ”خبرِ کان“ رکھا جاتا ہے۔ پس کان کا اسم وہ کان کے داخل ہونے کے بعد مسند الیہ ہوتا ہے جیسے کان زید قائما اور ان تمام افعال ناقصہ میں ان کی خبروں کا ان کے اسماء پر مقدم کرنا جائز ہے جیسے کان قائما زیدٌ اور خود افعال ناقصہ پر بھی خبر کو مقدم کرنا پہلے نو افعال میں جائز ہے جیسے قائما کان زیدٌ اور جن افعال کے شروع میں حرف ما موجود ہے ان میں خبر کو فعل پر مقدم کرنا جائز نہیں ہے پس نہیں کہا جائے گا قائما ما زال زید اور لیس میں اختلاف ہے اور افعال ناقصہ کے متعلق باقی مسائل انشاء اللہ قسم ثانی میں بیان کئے جائیں گے۔“

---

قوله اسم کان واخواتها الخ اِنَّ اور اس کے امثال کی خبر کو بیان کرنے کے بعد اب مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ کان اور اس کے امثال کے اسم کو بیان کر رہے ہیں اور یہ مرفوعات کی چھٹی قسم ہے۔

قوله وهی صار واصبح الخ اور وہ اخوات صار اور اصبح اور امسی وغیرہ ہیں۔ جیسا کہ متن میں مذکور ہیں۔

قوله فهذه الافعال تدخل ایضاً یہ افعال اور وہ جو ان سے مشتق ہوتے ہیں۔ مبتداء اور خبر پر داخل ہوتے ہیں اور مبتداء کو رفع دیتے ہیں اور اس کو کان اور اس کی امثال کا اسم کہتے ہیں اور خبر کو نصب اور اس کو کان اور اس کی امثال کی خبر کہتے

ہیں۔

قوله فاسم کان هوالمسند اليه الخ یعنی کان اوراس کی امثال کا اسم وہ ہے جوان کے داخل ہونے کے بعد مسندالیہ ہو جیسے کانَ زیدٌ قائماً (زید کھڑا تھا) اس میں زیدٌ کان کے داخل ہونے کے بعد مسندالیہ ہے اور کان کا اسم ہے اور قائماً اس کی خبر ہے۔

قوله هو المسند اليه یہ جنس ہے ہرایک مسندالیہ کو (مبتداء ہو یا ماولا مشبہتین بلیس کا اسم ہو) شامل ہے۔

قوله بعد دخولها یہ فصل ہے اس کے ماسواسب کو خارج کرتی ہے۔

قوله ويجوز فی الکلِّ الخ تمام افعال ناقصہ میں ان کی خبروں کو ان کے اسماء پر مقدم کرنا جائز ہے اس لئے کہ یہ افعال ہیں اور افعال عمل میں قوی ہوتے ہیں...... مقدم ومؤخر میں عمل کر سکتے ہیں۔ پس کان قائماً زیدٌ جائز ہے اس میں قائماً کان کی خبر ہے جو اس کے اسم زیدٌ پر مقدم ہے۔

قوله وعلیٰ نفس الافعال ایضاً الخ اوّل جمع اولی کی ہے اور افعال ناقصہ کی خبروں کی تقدیم ان کے نفسوں پر تین قسم پر ہے۔ پہلی قسم یہ ہے کہ ان کے خبروں کو ان کی ذات پر مقدم کرنا جائز ہے اور وہ پہلے نو افعال ہیں کان سے لے کر راح تک جس ترتیب سے کتاب میں مذکور ہیں۔ لفظ فی التسعة الاول شاید کاتب سے سہواً لکھا گیا ہو اس لئے کہ نحو کی دوسری کتابوں میں لکھا ہے کہ خبروں کی تقدیم گیارہ افعال ناقصہ پر جائز ہے اور وہ کان سے لے کر غدا تک ہیں جیسے:

قوله قائماً کان زیدٌ اور یہ تقدیم اس لئے جائز ہے کہ یہ افعال ہیں اور افعال عمل میں قوی ہوتے ہیں مقدم ومؤخر سب میں عمل کرتے ہیں اور نیز کوئی مانع نہیں ہے۔

قوله ولا يجوز ذلك الخ دوسری قسم یہ ہے کہ ان کی خبروں کو ان پر مقدم کرنا جائز نہیں ہے اور وہ ہر فعل ناقص ہے جس کے شروع میں کلمہ ما ہے خواہ وہ مصدریہ ہو جیسے مادام میں مَا مصدریہ ہے۔ خواہ نافیہ اور وہ مادام کے ماسوا میں ہے۔ اس لئے کہ ماتحت نفی کی تقدیم نفی پر اور معمول مصدر کی تقدیم مصدر پر جائز نہیں ہے پس قائماً مازال زیدٌ اور امیراً مادام زیدٌ کہنا ناجائز ہے۔

قوله وفی لیس خلاف الخ تیسری قسم جمہور نحات کے درمیان مختلف فیہ ہے اور وہ کلمہ لَیْسَ ہے۔ بعض کی رائے یہ ہے کہ لیس کی خبر کو اس پر مقدم کرنا ناجائز ہے اس لئے کہ لَیْسَ نفی کے لئے ہے اور نفی کا ماتحت نفی پر مقدم نہیں ہوتا اور بعض کی یہ رائے ہے کہ لَیْسَ کا عمل چونکہ فعلیت کی وجہ سے ہے نہ کہ نفی کی وجہ سے اور فعل کے منصوب کو فعل پر مقدم کرنا جائز ہے لہٰذا لَیْسَ کی خبر کو لَیْسَ پر مقدم کرنا جائز ہے۔

قوله وباقی الکلام فی هذه الافعال الخ اور جو باتیں افعال ناقصہ کے متعلق رہ گئی ہیں۔ مثلاً کان کا زائدہ ہونا اور غیر زائدہ ہونا ناقصہ ہونا اور تامہ ہونا اور بعض افعال ناقصہ کا بعض کے معنی میں آنا وغیرہ وہ سب مفصلاً ان شاء اللہ تعالیٰ

قسم ثانی میں آئیں گی۔

فصل اسم ماولا الْمُشَبَّهَتَيْنِ بليس وهو المسند اليه بعدد خولهما نحو مازيد قائما ولا رجلٌ افضلَ منك ويختصُّ لا بالنكرة ويَعمُّ مابالمعرفة والنكرة فصل خبرلا لنفى الجنس وهو المسند بعدد خولها نحولا رجل قائم.

ترجمہ: ''ساتویں فصل۔ وہ ماولا جولیس کے مشابہ ہوتے ہیں ان کا اسم اور وہ ان دونوں کے داخل ہونے کے بعد مسند الیہ ہوتا ہے جیسے ما زيدٌ قائماً اور لا رجل افضل منك، لا خاص ہے نکرہ کے ساتھ اور ما نکرہ اور معرفہ میں عام ہے۔ آٹھویں فصل۔ اس لا کی خبر جو جنس کی نفی کے لئے آتی ہے۔ اور وہ اس کے داخل ہونے کے بعد مسند ہوتی ہے جیسے لا رجل قائم۔''

قوله اسم ما ولا المشبهتين بليس الخ مُشَبَّهَتَيْنَ تثنيه مشَبَّهَةٌ کا ہے (اسم ما اور لا کا جولیس کے ساتھ تشبیہ دیئے گئے ہیں) وجہ مشابہت یہ ہے کہ جیسے لَيْسَ کے معنی نفی کے ہیں اسی طرح ان دونوں کے معنی بھی نفی کے ہیں۔ اور جیسے لَيْسَ مبتداء اور خبر پر داخل ہو کر مبتداء کو رفع اور خبر کو نصب دیتا ہے۔ اسی طرح یہ دونوں بھی مبتداء اور خبر پر داخل ہو کر مبتداء کو رفع اور خبر کو نصب دیتے ہیں۔

قوله وهو المسند اليه بعد دخو لهماالخ اى بعد دخول احد هما. یعنی ما ولا کا اسم وہ ہے جو ان دونوں میں سے کسی ایک کے داخل ہونے کے بعد مسند الیہ ہو۔

قوله هو المسند اليه یہ جنس ہے ہر ایک مسند الیہ کو شامل ہے۔

قوله بعد دخولهما یہ فصل ہے اس سے اس کے سوا تمام مسند الیہ خارج ہو گئے۔

قوله مَا زيدٌ قائماً (زید کھڑا ہونے والا نہیں ہے) اس میں زید مرفوع ہے اور مَا کا اسم ہے اور مسند الیہ ہے اور قائماً منصوب ہے اور مَا کی خبر۔

قوله لَا رجلٌ افضلَ منك (تجھ سے زیادہ فضیلت والا کوئی مرد نہیں ہے) اس میں رجلٌ مرفوع ہے اور لا کا اسم ہے اور مسند الیہ ہے اور افضل منك اس کی خبر ہے۔

قوله ويختص لا بالنكرة الخ اور لا نکرہ کے ساتھ خاص ہے یعنی لا صرف اسم نکرہ پر داخل ہوتا ہے (اور مَا اسم معرفہ اور اسم نکرہ دونوں پر داخل ہوتا ہے) جاننا چاہئے کہ ان دونوں میں فرق تین طرح سے ہے اوّل یہ کہ لا صرف اسم نکرہ پر داخل ہوتا ہے اور پھر یہ بھی قلیل ہے بخلاف مَا کے کہ وہ معرفہ اور نکرہ دونوں پر داخل ہوتا ہے۔ دوم یہ کہ لا مطلق نفی کے لئے آتا ہے اور ما حال کی نفی کے لئے آتا ہے سوم یہ کہ لا کی خبر پر باء کا داخل ہونا ناجائز ہے بخلاف ما کے کہ اس کی خبر پر باء کا

داخل ہونا جائز ہے۔

قولہ خبر لالنفی الجنس ای لنفی الحکم عن الجنس اولنفی صفت الجنس عنہ خبر اس لا کی جوجنس سے حکم یا صفت کی نفی کے لئے ہے اس لئے کہ مثلاً لا رجُلَ قائمٌ میں قیام کی جنس رجل سے نفی ہے نہ نفس جنس رجل کی نفی۔

قولہ وھو المسند یہ جنس ہے ہر مسند کو شامل ہے۔

قولہ بعد دخولھا یہ فصل ہے اس سے اس کے ماسوا سب مسند خارج ہو گئے۔

---

## المقصد الثانی فی المنصوبات

الاسماء المنصوبة اثنا عشر قسمًا المفعول المطلق وبه وفيه وله ومعه والحال والتميز والمستثنیٰ واسم انَّ واخواتها وخبر كان واخواتها والمنصوب بلا التی لنفی الجنس وخبر ما ولا المشبَّهتين بليس.

ترجمہ: ”مقصد ثانی منصوبات کے بیان پر مشتمل ہے۔ اسماء منصوبہ کی بارہ اقسام ہیں۔ مفعول مطلق، مفعول بہ، مفعول فیہ، مفعول لہ، مفعول معہ، حال، تمیز، مستثنیٰ، ان اور اس کے خوات کا اسم، کان اور اس کے اخوات کی خبر، وہ اسم جو لاء نفی جنس کی وجہ سے منصوب ہوتا ہے، ماولا جو مشابہ بلیس ہوتے ہیں کی خبر۔“

---

قولہ المقصد الثانی فی المنصوبات الخ مقصد بمعنی مقصود ہے جیسے مشرب بمعنی مشروب ہے اور مرکب بمعنی مرکوب ای المقصود الثانی اور منصوبات جمع منصوبٌ کی ہے نہ منصوبہ کی اس لئے کہ منصوب صفت اسم کی ہے اور اسم مذکر غیر عاقل ہے اور جیسے مؤنث کی جمع الف وتاء کے ساتھ آتی ہے اسی طرح مذکر غیر عاقل کے صفت کی جمع الف وتاء کے ساتھ آتی ہے جیسے کہ مرفوعات کی بحث میں گذر چکا۔ مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے مرفوعات کے بعد منصوبات کو ذکر کیا یا تو اس لئے کہ یہ دونوں اس امر میں شریک ہیں کہ ایک عامل ان دونوں میں عمل کرتا ہے جیسے ضَرَبَ زیدٌ عمرواً یا اس لئے کہ منصوبات کی انواع بنسبت مجرورات کے کثیر ہیں اور جو چیز کثیر ہوا کرتی ہے اس کو زیادہ اہتمام سے ذکر کیا جاتا ہے........... اور کسی چیز کو زیادہ اہتمام سے ذکر کرنا اس امر کو واجب کرتا ہے کہ اس کو پہلے ذکر کیا جائے۔

قولہ الاسماء المنصوبة اثنا عشر قسماً الخ الاسماء المنصوبة مرکب توصیفی مبتداء ہے اور اثنا عشر قسماً اس کی خبر ہے اور المفعول المطلق وبه وفيه وغیرہ اثنا عشر قسماً سے بدل ہیں یا مبتداء محذوف احد ھا وثانیھا وثالثھا وغیرہ کی خبر ہیں۔ اور اسماء منصوبہ بارہ قسم پر ہیں جیسا کہ متن میں مذکور ہیں ان میں سے پہلے پانچ یعنی مفعول مطلق مفعول بہ مفعول فیہ مفعول لہ اور مفعول معہ کو اصول منصوبات کہتے ہیں اور باقی کو ملحقات کہتے ہیں۔

قولہ المنصوب بلا الخ مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے اور منصوبات کی طرح یہاں اسم لا نہیں کہا اس لئے کہ اس کا اسم بہت کم منصوب ہوتا ہے پس اگر اسم لا کہتے تو یہ وہم ہوتا کہ لا کا اسم ہر حال میں یا اکثر حال میں منصوب ہوتا ہے اس لئے کہ یہ باب منصوبات کا ہے لہٰذا اس سے عدول کر کے المنصوب بلا کہا۔

---

فصل المَفعولُ المطلق وهو مصدر بمعنی فِعلٍ مذكور قَبْلَه ويذكر للتا كيد كضربت ضَرْبًا اولبيان النوع نحو جلستُ جِلْسَة القاری اولبيان العددِ كجلستُ جَلسةً اوجَلْستَيْنِ اوجَلَسَاتٍ وقد يكون مِنْ غير لفظ الفعل المذكور نحو قعدتُ جلوسًا وانبَتَ نباتًا وقد يحذف فعله لقيام قرينه جوازاً كقولك للقادم خيرَ مقدم ای قدمتَ قد ومًا خير مقدم ووجوبًا سماعًا نحو سقيًا وشكراً وحمداً ورعيًا ای سقاك الله سقيا و شكر تُكَ شكراً وحمد تك حمدًا ورعاكَ اللّٰهُ رعيًا.

ترجمہ: "پہلی فصل۔ مفعول مطلق اور وہ مصدر ہے جو اس فعل کے معنی میں ہوتا ہے جو اس سے پہلے مذکور ہو۔ اور اس کو تاکید کے لئے ذکر کیا جاتا ہے جیسے ضربت ضرباً یا نوع بیان کرنے کے لئے جیسے جلست جلسة القاری یا عدد بیان کرنے کے لئے جیسے جلست جلسة یا جلستین یا جلسات اور کبھی مفعول مطلق فعل مذکور کے لفظ کے علاوہ سے بھی آتا ہے جیسے قعدت جلوسا اور انبت نباتا اور کبھی اس کا فعل قرینہ پائے جانے کی وجہ سے بطورِ جواز حذف کر دیا جاتا ہے جیسے تمہارا قول کسی آنے والے کے لئے خیر مقدم یعنی قدمت قدوما خیر مقدم اور وجوباً (فعل کو حذف کر دیا جاتا ہے) سماعا جیسے سقیا اور شکراً اور حمداً اور رعیا یعنی سقاك الله سقیا اور شکرتك شکراً اور حمدتك حمدا اور رعاك الله رعیا۔"

---

قولہ المفعول المطلق الخ اس مفعول کا نام مطلق اس لئے رکھا گیا کہ لفظ مفعول کا اطلاق اس پر بہ یا فیہ یا معہ یا لہ کے ساتھ مقید کئے بغیر صحیح ہے بخلاف باقی مفاعیل کے کہ ان پر لفظ مفعول کا اطلاق بہ یا فیہ یا معہ یا لہ کے ساتھ مقید کئے بغیر صحیح نہیں ہے۔

قولہ وھو مصدر بمعنی فعل مذکور الخ اور مفعول مطلق وہ مصدر ہے جو اس فعل کے معنی میں ہو جو اس سے پہلے مذکور ہے جیسے ضربتُ ضرباً (میں نے مارا مارنا) اس مثال میں ضرباً مفعول مطلق ضربتُ کا ہے جو مصدر ہے اور جس سے پہلے فعل ضربتُ ہے اور وہ اس فعل کے معنی میں ہے۔

قولہ فعل مذکور قبلہ ای قبل المصدر اور فعل کا مصدر سے پہلے واقع ہونا عام ہے کہ وہ حقیقتاً مذکور ہو جیسے

ضربتُ ضرباً میں یا حکماً مذکور ہو جیسے فضرب الرقاب میں اس لئے کہ تقدیر عبارت اس طرح ہے فاضربوا ضربَ الرقاب (مارو تم گردنوں کو مارنا) یا وہ ایسا اسم ہو جو فعل کے معنی پر مشتمل ہو۔ جیسے زیدٌ ضاربٌ ضرباً (زید مارنے والا ہے مارنا) اس میں ضرباً مفعول مطلق ضاربٌ کا ہے جو اسم ہے اور فعل کے معنی پر مشتمل ہے۔

قوله مصدر جنس ہے تمام مصادر کو شامل ہے۔

قوله بمعنی فعلٍ مذکورٍ فصل ہے اس سے ضربته تا دیباً میں جو تادیباً ہے خارج ہو گیا (میں نے اس کو ادب دینے کے لئے مارا) اس لئے کہ تادیباً اگرچہ مصدر ہے۔ لیکن ضربتُ فعل مذکور کے معنی میں نہیں ہے۔

قوله مذکور قبله یہ دوسری فصل ہے اس سے الضرب واقع علی زیدٍ میں جو الضرب ہے خارج ہو گیا۔ اس لئے کہ الضربُ اگرچہ مصدر ہے لیکن اس سے پیشتر کوئی فعل نہیں ہے (مارنا زید پر واقع ہو رہا ہے)۔

قوله یذکر للتاکید الخ اور مفعول مطلق فعل مذکور کی تاکید کے لئے ذکر کیا جاتا ہے اور یہ اس وقت ہے جبکہ اس کا مدلول فعل کے مدلول سے زائد نہ ہو جیسے ضربت ضرباً (میں نے مارا مارنا) اس میں ضرباً مفعول مطلق ہے اور فعل ضربتُ کی تاکید کے لئے ہے اس لئے کہ فعل اور مصدر دونوں کا مفہوم ایک ہے۔

قوله اولبیان النوع یا مفعول مطلق فعل مذکور کی نوعیت بتانے کے لئے ذکر کیا جاتا ہے کہ فعل مذکور کس طرح واقع ہوا ہے اور یہ اس وقت ہے جب کہ اس کا مدلول فعل کی بعض نوع ہو جیسے جلستُ جِلسةَ القاری بکسر جیم جلسة (میں قاری کی نشست پر بیٹھا) اور اس کی شناخت یا تو وزن سے ہوگی اس لئے کہ فِعْلَةٌ بکسر فاء بیان نوع کے لئے آتا ہے جیسے جِلسَةٌ بکسر جیم یا قید سے ہوگی۔ مثلاً صفت یا اضافت سے جیسے ضربت ضرباً شدیداً (میں نے مارا سخت مارنا) اس میں شدیداً صفت ضرباً کی ہے اس صفت سے معلوم ہو گیا کہ یہاں مفعول مطلق بیان نوع کے لئے ہے اس لئے کہ شدت جنس ضرب کی ایک نوع ہے اور جیسے جلستُ جلوسَ القاری (میں قاری کی نشست بیٹھا) یہاں جلوس کی القاری کی طرف اضافت سے معلوم ہو گیا کہ مفعول مطلق بیان نوع کے لئے ہے اس لئے کہ جلوس قاری جنس جلوس کی ایک نوع ہے۔

قوله اولبیان العدد الخ یا مفعول مطلق بیان عدد کے لئے ذکر کیا جاتا ہے یعنی یہ بتلانے کے لئے کہ فعل کتنی بار واقع ہوا ہے اور یہ اس وقت ہے جب کہ اس کا مدلول عدد ہو خواہ وہ عدد لفظ مصدر سے سمجھا جاتا ہو جیسے جلستُ جلسةً بفتح جیم (میں ایک نشست بیٹھا) وجلستُ جَلستَینِ بفتح جیم (میں دو نشست بیٹھا) وجلستُ جَلسَاتٍ (میں بہت سی نشست بیٹھا) خواہ اس کی صفت سے جیسے ضربت زیداً ضرباً کثیراً (میں نے زید کو مارا مارنا بہت) اس میں کثیراً صفت ضربا کی ہے جس سے ضرب کی تعداد سمجھ میں آتی ہے اور اس امر کی شناخت کہ یہاں مفعول مطلق بیان عدد کے لئے ہے یا تو وزن سے ہوگی اس لئے کہ فَعْلَةٌ بفتح فا بیان عدد کے لئے آتا ہے یا جیسے قمتُ قومةً (میں کھڑا ہوا

ایک دفعہ کھڑا ہونا) یا صفت سے ہوگی جیسا گزر چکا یا صیغہ تثنیہ اور جمع سے ہوگی۔

قوله وقد يكون من غير لفظ الفعل المذكور الخ اور کبھی مفعول مطلق باعتبار لفظ اس فعل کے جو اس سے پہلے ہوتا ہے مغائر ہوتا ہے خواہ یہ مغائرت باعتبار جو ہر حرف کے ہو جیسے قعدتُ جلوساً (میں بیٹھا بیٹھنا) یا باعتبار باب جیسے اَنْبَتَ نباتاً (اس نے اگایا اگانا) اس میں اَنْبَتَ فعل باب افعال سے ہے اور نباتا مفعول مطلق باب نصر سے ہے لیکن مفعول مطلق کا فعل کے ہم معنی ہونا ضروری ہے اسی واسطے مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے تعریف میں بمعنى فعل مذكور کی قید لگائی ہے۔

قوله وقد يحذف فعله الخ لقیام قرینہ میں لام وقتیہ ہے ای وقت قيام قرينة اور یحذف کا ظرف ہے اور جوازاً بمعنی جائزاً ہے اور حذف محذوف کی صفت ہے ای حذفاً جائزاً اور کبھی مفعول مطلق کا فعل عامل قرینہ حالیہ یا مقالیہ پائے جانے کے وقت ایجاز واختصار کی وجہ سے جوازاً حذف کر دیا جاتا ہے جیسے اس شخص سے جو سفر سے آئے خيرَ مقدمٍ کہو یہ اصل میں قدمتَ قد وماً خيرَ مقدم تھا (آیا تو آنا بہتر آنا) اولاً قَدمتَ فعل کو قرینہ مشاہدہ حال پائے جانے کی وجہ سے حذف کر دیا اس لئے کہ یہ کلام اس شخص کے لئے بولا جاتا ہے جو سفر سے آتا ہے اس کے بعد قدوماً مفعول مطلق موصوف کو حذف کر دیا اور اس کی صفت خیراً کو اس کے قائم مقام کر دیا۔ خير مقدم ہوا پس خیر باعتبار نیابت مفعول مطلق ہے۔

قوله كقولك یہاں قول بمعنی مقول ہے ای كمقولك للقادم۔

قوله خير مقدم لفظ خیر اسم تفضیل ہے اور اَخْیَرُ کا مخفف ہے یہ تثنیہ اور جمع اور تانیث میں متغیر نہیں ہوتا۔ جیسے فلان خير الرجال اور فلانة خير النساء۔

قوله وجوباً سماعاً اس کا عطف جوازاً پر ہے ای وقد يحذف فعله لقيام قرينة وجوباً سماعاً یعنی اور کبھی مفعول مطلق کا فعل عامل قرینہ پائے جانے کے وقت وجوباً حذف کر دیا جاتا ہے۔ لیکن یہ حذف سماعی ہے یعنی کوئی ایسا قاعدہ نہیں ہے جس پر دوسرے مفعولات مطلقہ کو قیاس کیا جاسکے بلکہ ان کے فعل ناصب کا حذف محض سماع پر موقوف ہے اور کلام عرب میں یہ مصادر اپنے افعال کے ساتھ مستعمل نہیں ہیں۔ اور امثلہ معدودہ سے متجاوز نہیں ہیں جیسے سقياً وشكراً وحمداً ورعياً ان کی تقدیر عبارت اس طرح ہے سقاك الله سقيا (تجھ کو اللہ سیراب کرے سیراب کرنا) وشكرتُك شكراً (میں تیرا شکر کرتا ہوں شکر کرنا) وحمد تُك حمداً (میں تیری حمد کرتا ہوں حمد کرنا) اور رعاك الله رعياً (اللہ تیری رعایت کرے رعایت کرنا) ان مصادر کے فعل ناصب کا حذف سماعاً واجب ہے اس لئے کہ یہ مصادر عرب میں کثرت سے مستعمل ہوتے ہیں۔ لہٰذا تخفیف کی وجہ سے ان کے فعل ناصب کو وجوباً حذف کرتے ہیں اور ان کے فعل کے حذف پر قرینہ حالیہ ہے اس لئے کہ مثلاً سقياً اس شخص کے لئے کہا جاتا ہے جو دعاء خیر کا مستحق ہے پس حال اس امر پر

دلالت کرتا ہے کہ اس کی تقدیر سقاك الله سقیاً ہو۔

فصل المفعول به وهو اسم ماوقع علیه فعلُ الفاعل كضَرَبَ زیدٌ عمرًا وقد یتقدم علی الفاعِل كَضَرَبَ عمرًا زیدٌ وقد یحذف فعلُه لقیامِ قرینةٍ جوازًا نحو زیدًا فی جوابِ مَنْ قَالَ مَنْ اَضْرِبُ ووَجُوْبًا فی اَرْبَعَةِ مَوَاضِعَ اَلْاَوَّلُ سَمَاعِیٌّ نحوا مْرَءًا ونَفْسَه وانْتَهُوْا خَیْرًا لَّكُمْ واهلاً وسهلاً والبواقیُ قِیَاسِیَّةٌ الثانی التحذیرُ وهو معمولٌ بتقدیر اِتَّقِ تحذیرًا مما بعده نحو ایَّاكَ والا سدَ اصله اتَّقِكَ والْاَ سَدَ اوذُكِرَ المحذَّرُمنه مُكَرَّ رًانحو الطریقَ الطریقَ.

ترجمہ: ''دوسری فصل۔ مفعول بہ اور مفعول بہ وہ اسم ہے جس پر فاعل کا فعل واقع ہو جیسے ضرب زیدٌ عمراً اور وہ کبھی فاعل پر مقدم ہوتا ہے جیسے ضرب عمراً زید اور کبھی جوازاً اس کا فعل کسی قرینہ کے پائے جانے کی وجہ سے حذف کر دیا جاتا ہے جیسے زیداً اس شخص کے جواب میں جس نے پوچھا من اضرب (میں کس کو ماروں) اور وجوباً (حذف کر دیا جاتا ہے) چار جگہوں پر اوّل سماعی ہے جیسے امرء اً و نفسه اور انتهوا خیرا لکم اور اهلاً و سهلاً اور باقی قیاسی ہیں۔ ثانی تحذیر ہے اور وہ اتق کی تقدیر کے ساتھ معمول ہے اس سے ڈرانے کے واسطے جو اس کے بعد ہے۔ جیسے ایاك والاسد اس کی اصل اتقك والاسد ہے یا محذر منہ کو مکرر ذکر کر دیا جائے جیسے الطریق الطریق۔''

قوله المفعول به اس میں جار و مجرور اصل میں المفعول کا نائب فاعل ہے اور باء سببیہ ہے ای الذی یفعل به فعل اور به میں ضمیر مجرور المفعول کے لام موصول کی طرف لوٹ رہی ہے اسی طرح مفعول فیہ اور مفعول معہ اور مفعول لہ کے مجرورات میں۔

قوله وهو اسم ماوقع علیه الخ یعنی مفعول بہ اصطلاحی اس چیز کا نام ہے جس پر فاعل کا فعل واقع ہو جیسے ضرب زیدٌ عمرواً (زید نے عمر کو مارا) اس مثال میں عمرواً مفعول بہ ہے اس لئے کہ ضرب اس پر واقع ہو رہی ہے اور فعل کے اس پر واقع ہونے سے یہ مراد ہے کہ فاعل کے فعل کا تعلق اس کے ساتھ بلا واسطہ حرف جر ہو خواہ وہ تعلق حسی ہو جیسے ضَرَبَ زیدٌ عمرواً میں یا غیر حسی جیسے خلق الله العالَم واعطیتُ زیداً درهماً وَمَا ضَرَبْتُ زیداً بلا واسطہ حرف جر کی قید اس لئے ہے تاکہ مررتُ بزید جیسی ترکیب خارج ہو جائے اس لئے کہ اس میں اگرچہ مرور کا تعلق زید کے ساتھ ہے لیکن بواسطہ حرف جر ہے۔

قوله وقع علیه فعل الفاعل اس سے مفعول فیہ مفعول لہ اور مفعول معہ خارج ہو گئے۔ اس لئے کہ ان میں کوئی مفعول ایسا نہیں ہے جس پر فعل واقع ہوتا ہو بلکہ فعل اس میں ہوتا ہے یا اس کے لئے ہوتا ہے یا اس کے ساتھ ہوتا ہے اور اسی

قید سے مفعول مطلق خارج ہوگیا۔ کیونکہ ماوقع علیہ فعل الفاعل سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ فعلِ فاعل اور ماوقع علیہ الفعل میں مغایرت ہونی چاہئے اس لئے کہ ایک چیز اپنے نفس پر واقع نہیں ہوتی اور مفعول مطلق چونکہ عین فعل فاعل ہے لہٰذا اس قید سے وہ بھی خارج ہوگیا۔

قولہ وقد یتقدم الخ اور کبھی مفعول بہ فاعل پر مقدم ہوجاتا ہے کیونکہ فعل عمل میں قوی ہے مقدم و موٴخر میں عمل کر سکتا ہے جیسے ضرب عمرواً زیدٌ اس میں عمرواً مفعول بہ ہے جو زید فاعل پر مقدم ہے۔

قولہ وقد یحذف فعلہ الخ اور کبھی مفعول بہ کے فعل کو قرینہ پائے جانے کے وقت جوازاً حذف کر دیا جاتا ہے۔ جیسے کوئی شخص مَنْ اَضرِبُ کہے (میں کس کو ماروں) اور اس کے جواب میں تم زیداً کہو ای اِضرِب زیداً (زید کو مار) اس جگہ فعل امر اِضْرِبْ کو حذف کر دیا اس لئے کہ سوال مذکور اس کے حذف پر قرینہ ہے۔ کیونکہ سوال میں فعل مذکور ہے لہٰذا جواب میں بھی وہ ہی فعل مقدر مانا جائے گا۔

قولہ ووجوباً فی اربعة مواضع الخ اس کا عطف جوازاً پر ہے اور مفعول بہ کے فعل کو قرینہ پائے جانے کے وقت چار جگہوں میں وجوباً حذف کر دیا جاتا ہے۔

قولہ الاولُ سماعیٌّ الخ ای الموضع الاول من تلک المواضع التی یجب فیھا حذف الفعل الناصب المفعول بہ سماعیٌّ ای مقصور علی السماع اور ان مواضع اربعہ میں سے پہلا موضع سماعی ہے یعنی مفعول کے فعل کے حذف پر کوئی ضابطہ اور قاعدہ نہیں ہے محض سماع پر موقوف ہے اور امثلہ مسموعہ سے متجاوز نہیں ہے جیسے

قولہ امرءً ونَفْسَہ ای اُتْرُکْ امرءً ونَفْسَہٗ (چھوڑ دے تو مرد کو اور اس کے نفس کو یعنی تو اپنے ہاتھ کو مرد کے مارنے اور زبان کو اس کو نصیحت کرنے سے روک لے) اس مثال میں امرءً مفعول بہ ہے۔ جس کے فعل اُتْرُکْ کو وجوباً حذف کر دیا ہے اور اس مفعول بہ کے فعل کا حذف سماعی ہے یعنی یہ مفعول بہ کلام عرب میں اپنے فعل کے ساتھ مستعمل نہیں ہے۔ اور اس کے فعل کے حذف پر کوئی قاعدہ نہیں ہے۔ اور ونفسہ کے واو کو یا تو عاطفہ مان کر امرءً پر معطوف مانا جائے یا واو کو معنی میں مع کے لیا جائے۔

قولہ وانتھو اخیراً لکم تقدیر عبارت اس طرح ہے کہ وَانْتَھُوا عن التثلیث واقْصُدُو اخیراً لکم (اے نصاری تم تین خدا کہنے سے رک جاؤ اور بہتر چیز یعنی توحید کا قصد کرو) اس میں خیراً مفعول بہ ہے جس کا فعل اُقْصُدُوا محذوف ہے اس لئے کہ جس چیز سے روکا گیا ہے وہ خیر نہیں ہے بلکہ دوسری چیز ہے۔ اور وہ تثلیث ہے۔

قولہ واھلاً وسھلاً ای اَتَیْتَ اَھْلاً وَطَیْتَ سھلاً (تو اپنے اہل میں آیا اور تو نے نرم زمین کو روندا) سَھْل بمعنی نرم اور ہموار زمین اہل عرب یہ کلمات مسافر کو بطور مبارک بادی کہا کرتے ہیں۔ یعنی ہم لوگ تیرے اہل میں سے ہیں۔

اور تو اپنی اہل میں آیا غیروں میں نہیں آیا۔ اور میرے گھر میں تیرے لئے راحت کا سامان ہے۔ اس میں کسی قسم کی تکلیف نہیں ہے۔ اس مثال میں اھلاً اور سھلاً مفعول بہ ہیں جن کا فعل محذوف ہے۔

قوله والبواقی قیاسیة الخ اور مواضع اربعہ میں سے باقی مواضع جو تین ہیں قیاسیہ ہیں۔ یعنی ان کے محل کے حذف پر قاعدہ اور ضابطہ ہے جس جگہ وہ قاعدہ پایا جائے گا ان کے فعل کا حذف واجب اور ضروری ہوگا۔

قوله الثانی التحذیر الخ اور ان مواضع اربعہ میں کہ جہاں مفعول بہ کے فعل کا حذف ضروری ہے دوسرا موضع تحذیر ہے اور تحذیر لغت میں بمعنی کسی چیز کو کسی چیز سے ڈرانا لیکن عرف نحات میں اقسام مفعول بہ میں سے ایک قسم کا نام ہوگیا۔ اور یہ وہ ہے جس کو مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ وھو معمول الخ سے بیان کر رہے ہیں۔ جس چیز کو ڈرایا جائے اسے محذر (بصیغۂ اسم مفعول) کہتے ہیں اور جس چیز سے ڈرایا جائے اسے محذر منہ کہتے ہیں۔ اور جو ڈرانے والا ہے اسے محذر (بصیغۂ اسم فاعل) کہتے ہیں۔ اور اس میں مفعول بہ کے فعل ناصب کو تنگی وقت کی وجہ سے حذف کر دیتے ہیں۔ اور یہ تنگی وقت اس وقت ہوتی ہے۔ جب کہ کوئی بلا و مصیبت سامنے ہو اور تلفظ کرنے والا خیال کرتا ہے کہ اگر میں فعل کو بولوں گا تو مخاطب بلا میں گرفتار ہو جائے گا۔ پس ایسے موقع پر فعل کو حذف کر دیتے ہیں اور صرف محذر منہ کو ذکر کر دیتے ہیں۔ جیسے جب سانپ سے بچانا ہو تو اردو میں جلدی سے سانپ سانپ کہتے ہیں اور تنگی وقت کی وجہ سے فعل (بچو) کو حذف کر دیتے ہیں۔

قوله وھو معمول بتقدیر اَتّق الخ اور تحذیر وہ اسم ہے جو فعل اِتَّقِ مقدر یا اس کے مانند احذر یا باعد یا جانب وغیرہ کا معمول (یعنی مفعول بہ) ہو۔ اور یہ دو قسم پر ہے اوّل قوله تحذیراً مما بعده یہ ذُکِرَ فعل مجہول مقدر کا مفعول لہ ہے ای ذُکِرَ ذالك المعمول المحذر تحذیراً ممابعده اور مما بعده میں مِنْ حرف جر ہے اور کلمہ ما یا تو موصوفہ ہے یا موصولہ اور بعده ظرف اس کی صفت ہے یا اس کا صلہ ہے اور بعده کی ضمیر معمول کی طرف لوٹ رہی ہے ای ذُکِرَ ذالك المعمول المحذر تحذیراً من اسمٍ ثَبَتَ اومن الاسم الذی ثبت بعد ذلك المعمول یعنی وہ اِتَّق وغیرہ مقدر کا معمول ہو اور اس کو اس کے مابعد سے ڈرانے کے لئے ذکر کیا جائے۔

قوله بتقدیر اِتّق اس قید سے اس معمول سے احتراز ہے۔ جو اِتَّقِ مقدر کا معمول نہ ہو جیسے مَنْ اَضْرِبُ کے جواب میں تم زیداً کہو اس لئے کہ یہ اس باب سے نہیں ہے۔ کیونکہ یہ اِضْرِبْ مقدر کا معمول ہے اور اس کے فعل کا ذکر کرنا جائز ہے۔

قوله مما بعده اس قید سے اس معمول سے احتراز ہے جو بتقدیر اِتّق تو ہو لیکن مابعد سے ڈرانے کے لئے نہ ہو جیسے تم مَنْ یتقِی کے جواب میں اِیَّاكَ کہو اس لئے کہ یہ اس باب سے نہیں ہے۔ کیونکہ اس کے فعل کا ذکر کرنا جائز ہے۔

قوله نحو وایَّاكَ والاسدَ۔ اس مثال میں اِیَّاكَ معمول اِتَّقِ مقدر کا ہے۔ یہ اصل میں اتقك والاسد تھا لیکن چونکہ ضمیر فاعل اور ضمیر مفعول کا اتصال فعل کے ساتھ جبکہ وہ دونوں شئی واحد کے لئے ہوں افعال قلوب کے علاوہ میں ناجائز

ہے پس ضَرَبْتُنِیْ بصیغہ متکلم (میں نے اپنے آپ کو مارا) ناجائز ہے بلکہ ایسی صورت میں لفظ نفس کو ضمیر مفعول کی طرف مضاف کر کے لاتے ہیں۔ اور ضربتُ نفسی کہتے ہیں۔ لہٰذا یہاں پر بھی لفظ نفس ضمیر مفعول کی طرف مضاف کریں گے۔ اور اس وقت اس کی اصل اِتَّقِ نَفْسَكَ والاسد ہوگی۔ جب فعل اِتَّقِ تنگی وقت کی وجہ سے حذف کر دیا گیا تو لفظ نفس بھی اس کی ضرورت نہ ہونے کی وجہ سے حذف کر دیا گیا۔ اور ضمیر متصل منفصل سے بدل گئی ایاك والاسد ہوا اور والاسد کا عطف اِیَّاكَ پر ہے کلام کے معنی یہ ہیں کہ اِتَّقِ نفسك من الاسدِ و اِتَّقِ الاسدَ من نفسك (تو اپنے نفس کو شیر سے بچا اور شیر کو اپنے نفس سے بچا) اس میں نفسك محذر ہے اور والاسد محذر منہ ہے۔ دوم قولہ اوذُکِرَ المحذر منه مکرراً الخ یہ ذُکِرَ مقدر پر معطوف ہے۔ اور تقدیر عبارت اس طرح ہوگی۔ ھُوَ معمولٌ بتقدیر اِتَّقِ ذُکِرَ تحذیراً ممابعده او ذُکِرَ المحذر منه مکرراً۔ اور کلمہ اَوْ تقسیم کے لئے ہے نہ شک کے لئے اس لئے کہ تحذیر دو قسم پر ہے۔ محذر اور محذر منہ اور مکرراً حال المحذر منہ سے ہے یعنی یا تحذیر اتق وغیرہ مقدر کا معمول ہو۔ اور وہ معمول خود محذر منہ ہے جس کو ذکر کیا گیا ہو۔ پس تحذیر کی پہلی قسم وہ اسم ہے جو اپنے مابعد سے ڈرا گیا ہو۔ یعنی محذر ہے۔ (بفتح ذال معجمہ) اور دوسری قسم محذر منہ ہے جس کو مکرر ذکر کیا گیا ہو۔ اور یہ دونوں قسمیں اس امر میں شریک ہیں کہ دونوں اِتَّقِ مقدر وغیرہ کی وجہ سے منصوب ہوتی ہیں۔

قولہ نحو الطریقَ الطریقَ اس میں الطریق معمول اِتَّقِ مقدر کا ہے اور مکرر ذکر کیا گیا ہے اور یہ اصل میں اِتَّقِ الطریقِ الطریق تھا (تو راستہ سے بچ) فعل کو تنگی وقت کی وجہ سے حذف کر دیا اور اس میں محذر منہ کی تکرار تاکید کے لئے ہے۔ پہلی قسم میں تحذیر محذر ہے جو اِیَّاكَ ہے اور معطوف علیہ ہے اور والاسد محذر منہ ہے اور معطوف ہے اور دوسری قسم میں تحذیر محذر منہ ہے جو مکرر ذکر کیا گیا ہے تحذیر کی دوسری قسم کی اور مثال جیسے الجدار الجدار اور الاسد الاسد ای اِتَّقِ الجدار ان یسقط علیك واتق الاسد ان یُھلِكَ۔

---

الثالث ما اُضْمِرَ عاملُهُ علی شَرِیْطَةِ التَّفْسِیْرِ وھو کلُّ اِسْمٍ بَعْدَہٖ فِعْلٌ اوشِبْھُهٗ یَشْتَغِلُ ذلك الفعلُ عن ذك الاسمِ بضمیرہ ومُتَعَلِّقِه بحیث لو سُلِّطَ علیهِ ھوا ومنا سبُه لَنَصَبَه نحو زیدًا ضربتُه فِاِنَّ زیدًا منصوبٌ بفعلٍ محذوفٍ مضمرٍ وھو ضَرَبْتُ یُفَسِّرُہُ الفعلُ المذکورُ بعدَہٗ وھو ضربته ولھذا البابِ فروعٌ کثیرۃٌ۔

ترجمہ: "تیسرا ما اضمر عاملہ ہے اس شرط پر کہ اس کی تفسیر کر دی گئی ہو۔ اور ما اضمر الخ وہ اسم ہے جس کے بعد کوئی فعل یا شبہ فعل مذکور ہو کہ وہ فعل یا شبہ فعل اس اسم سے اعراض کر کے اس کی ضمیر یا اس کے متعلق میں مشغول ہو اس طور پر کہ اگر وہ اس پر مسلط کر دیا جائے یا اس کا مناسب اس پر مسلط کر دیا جائے تو البتہ اس کو

نصب دے دے جیسے زیدا ضربته پس زیدا فعل محذوف کی وجہ سے منصوب ہے جو کہ مضمر ہے اور وہ ضربت ہے جس کی وہ فعل تفسیر کرتا ہے جواس کے بعد مذکور ہے اور وہ ضربتہ ہے اور اس باب کی جزئیات بہت زیادہ ہیں۔"

---

قوله الثالث ما اضمر عامله الخ اوران چار مواضع میں سے جہاں مفعول بہ کے عامل کا حذف واجب ہے۔ تیسراموضع ما اضمر عامله علی شریطة التفسیر ہے یعنی وہ مفعول بہ جس کے عامل ناصب کواس شرط پر کہ اس عامل کی تفسیر آگے آرہی ہے حذف کر دیا گیا ہواور عامل کا حذف اس جگہ اس لئے ضروری ہے تا کہ مفسر اور مفسر کا اجتماع (جو ناجائز ہے) نہ لازم آئے۔اور شریطۃ اور شرط دونوں کے ایک معنی ہیں۔شرط کی جمع شروط ہے اور شریطۃ کی جمع شرائط۔

قوله الثالث ای الموضع الثالث مامفعولٌ به اضمر ای قُدِّر عامله ای عامل المفعول به اضماراً واقعاً علیٰ شریطة التفسیر ای علی شرط تفسیر ذلك العامل بلفظ مابعده اور شریطۃ کی اضافت التفسیر کی طرف بیانیہ ہے ای علی شرط ہو تفسیرہ بمابعدہ۔

قوله وهو كلُّ اسمٍ الخ اور مااضمر عامله علیٰ شریطة التفسیر ہر وہ اسم ہے جس کے بعد ایک ایسا فعل یا شبہ فعل ہو جو اس اسم کی ضمیر یا اس اسم کے متعلق میں عمل کرنے کی وجہ سے اس اسم میں عمل نہ کرتا ہو اور وہ فعل یا شبہ فعل اس حیثیت سے ہو کہ اگر اس فعل یا شبہ فعل کو یا اس کے مناسب یعنی مرادف یا لازم معنی کو اس اسم پر داخل مانا جائے تو یہ اس اسم کو مفعولیت کی بنا پر نصب دے سکے یعنی ضمیر اسم یا متعلق اسم کو حذف کر کے فعل یا شبہ فعل کا اس اسم کو معمول بنائیں تو وہ اس اسم کو نصب دیدے۔

قوله وهو ای ما اضمر عامله علیٰ شریطة التفسیر کل اسمٍ مصنف نے کل مفعول نہ کہا اس لئے کہ مفعول سے متبادر مفعول بہ سمجھ میں آتا ہے۔حالانکہ مااضمر عاملہ مفعول فیہ کو بھی شامل ہے۔

قوله بعده فعل او شبهه ای ثبَتَ بعده فعل اوشبهه اس میں بعده ظرف ثبت کا ہے۔ یہ جملہ ہو کر اسم کی صفت ہے اور شبہ فعل سے مراد اسم فاعل اور اسم مفعول ہیں نہ مصدر اور صفت مشبہ اور اسم تفضیل اور شبہ کے معنی مشابہ ہیں جیسے مثال کے معنی مماثل ہیں۔اس قید سے اس اسم سے احتراز ہے۔جس کے بعد فعل یا شبہ فعل نہیں ہے جیسے زیدٌ ابوكَ یشتغل ای یعرض یہ فعل کی صفت ہے۔ذلك الفعل مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے شبہ فعل کو ذکر نہ کیا اس لئے کہ اس کا پہلے ذکر آچکا ہے لہٰذا ماسبق کے ذکر پر اکتفا کیا۔عن ذلك الاسم ای عن العمل فی ذلك الاسم یہ یشتغل کے متعلق ہے۔بضمیره ای بسبب عمله فی ضمیر ذلك الاسم اومتعلقه ای متعلق ذلك الاسم اس کا عطف ضمیرہ پر ہے یشتغل ذلك الفعل عن ذلك الاسم بضمیره اومتعلقه اس قید سے اس اسم سے

احتراز ہے جس میں یہ فعل یا شبہ فعل عمل کر رہے ہوں جیسے زیداً ضربتُ بحیث یہ یشتغل کے متعلق ہے لو سلط علیه ھوا ای لوسلط ذلك الفعل اوشبهه علیٰ ذلك الاسم اومناسبه ای لوسلط علیه مناسب ذلك الفعل اوشبهه لنصبه ای نصب ذلك الفعلُ اوشبهه ذلك الاسمَ لوسلط علیه هُوَ اومناسبه لنصبه اس قید سے اس اسم سے احتراز ہے جو فعل یا شبہ فعل کے مسلط ہونے کے بعد منصوب نہیں ہوتا جیسے زیدٌ ضُرِبَ بصیغہ مجہول کیونکہ یہاں اگر فعل کو اس پر مسلط کریں تو زید بنا بر نائب فاعل مرفوع ہوگا۔

قوله نحو زیداً ضربته الخ یہ بعینہ فعل کے تسلیط کی اور فعل کے ضمیر اسم کے ساتھ مشغول ہونے کی مثال ہے اس میں زیداً مفعول بہ منصوب ہے جس کا فعل محذوف اور مقدر ہے اور وہ فعل محذوف ضربتُ ہے جس کی تفسیر فعل ضربتُه جو زیداً کے بعد مذکور ہے کر رہا ہے۔ تقدیر عبارت اس طرح ہے ضربت زیداً ضربتُه۔ خلاصہ یہ ہے کہ زیداً ضربتُه میں زیداً مفعول بہ ہے جس کا عامل ناصب ضربتُ کو اس شرط پر کہ اس کی تفسیر آئندہ فعل ضربتُه کر رہا ہے حذف کر دیا تا کہ مفسِّر اور مفسَّر میں اجتماع نہ لازم آئے اور زیداً ایسا اسم ہے جس کے بعد ایک فعل ضربته ہے جو زید کی ضمیرہ میں عمل کرنے کی وجہ سے زیداً میں عمل نہیں کرتا اور نیز فعل ضربتہ اس حیثیت سے ہے کہ اگر اس سے ضمیر مفعول بہ ہ کو علیحدہ کر کے زیداً پر داخل کر دیا جائے تو وہ اس کو ضرور نصب دیدے گا۔ جیسے ضربتُ زیداً شبہ فعل کی مثال جیسے زیداً انت ضاربه اس میں زیداً مفعول بہ ہے جو ضاربٌ شبہ فعل مقدر کی وجہ سے منصوب ہے۔ اور اس کے بعد شبہ فعل ضاربہ ہے جو زیداً کی ضمیرہ میں عمل کرنے کی وجہ سے زیداً میں عمل نہیں کرتا اور نیز ضاربہ اس حیثیت سے ہے۔ اگر اس ضمیر مفعول بہ ہ کو علیحدہ کر کے زیداً پر داخل کر دیا جائے تو وہ اس کو ضرور نصب دے گا۔ تقدیر عبارت اس طرح ہے انت ضاربٌ زیداً انت ضاربه مناسب فعل کے تسلیط کی اور فعل کے ضمیر اسم کے ساتھ مشغول ہونے کی مثال جیسے زیداً مررتُ به اس میں مررتُ بعینہ کو زیداً پر مقدر ماننا ناجائز ہے اس لئے کہ وہ متعدی بنفسہ نہیں ہے لہٰذا اس پر اس کے مناسب اور ہم معنی مرادف متعدی بنفسہ جاوزتُ کو مقدر مانا جائے گا۔ اس لئے کہ مررتُ باء کے ساتھ متعدی ہونے کے بعد جاوزتُ کے معنی میں ہے تقدیر عبارت اس طرح ہے جاوزتُ زیداً مررتُ به مناسب فعل کے تسلیط اور فعل کے متعلق اسم کے ساتھ مشغول ہونے کی مثال جیسے زیداً ضربتُ غلامه اس میں ضربتُ متعلق زید یعنی غلامہ میں عمل کرنے کی وجہ سے زیدا میں عمل نہیں کرتا اور اس جگہ ضربت بعینہ یا اس کے ہم معنی کو مقدر ماننا جائز نہیں ہے اس لئے کہ اس وقت زید کی مضروبیت لازم آتی ہے اور وہ خلاف مقصود ہے کیونکہ متکلم نے زید کے غلام کو مارا ہے نہ کہ زید کو لہٰذا ضربت کے لازم معنی یعنی اہنت کی زید پر تسلیط متعین ہوگی اس لئے کہ عرف میں غلام کی مضروبیت سے مولی کی اہانت لازم آتی ہے تقدیر عبارت اس طرح ہے اَهَنْتُ زیداً ضربتُ غلامه۔

قوله ولهٰذا الباب فروع کثیرة اور اس باب یعنی مااضمر عامله علیٰ شریطة التفسیر کی بہت فروع

ہیں جو مطولات میں مذکور ہیں۔

الرابع المنادیٰ وھو اسمٌ مَدْ عُوٌّ بحرف النداء لفظًا نحویَا عَبْدَاللّٰہِ ای اَدْعُوْ عَبْدَاللّٰہِ وحَرْفُ النداءِ قائمٌ مقامَ اَدْعُوْ وحُرُوْفُ النِدَاءِ خَمْسَۃٌ یَا واَیَا وھَیَا واَیْ والھمزۃُ المفتوحۃُ وقد یحذفُ حرفُ النداءِ لفظًا نحو یُوسف اَعْرِضْ عن ھٰذا واعلم اَنَّ المنادیٰ علی اقسامٍ فان کان مفرداً معرفۃً یُبْنٰی علی علامۃ الرفع کالضمۃ ونحوِھا نحویا زیدُ ویا رجلُ ویا زیدان ویازیدون ویخفض بلام الاستغاثۃ نحو یا لَزَیْدٍ ویفتح بالحاق الفھا نحو یا زیداہ وینصب اِنْ کان مضافا نحو یا عبداللّٰہِ اومشابھا للمضاف نحو یا طالعًا جبلاً اونکرۃً غیر مُعَیَّنَۃٍ کقولِ الْاَعْمٰی یارجلاً خُذْ بِیَدِیْ و اِنْ کان معرفًا باللام قیل یااَیُّھا الرَّجُلُ ویا اَیَّتُھَا الْمَرأۃ.

**ترجمہ:** ”چوتھا منادی ہے اور منادی وہ اسم ہے جس کو حرفِ نداء کے ساتھ بلایا گیا ہو لفظاً جیسے یا عبداللّٰہ یعنی ادعو عبداللّٰہ اور حرفِ نداء ادعو کے قائم مقام ہے اور حروفِ نداء پانچ ہیں یا، ایا، ہیا، ای اور ہمزہ مفتوحہ اور کبھی حرفِ نداء کو لفظوں سے حذف کر دیا جاتا ہے جیسے یوسف اعرض عن ھذا اور تو جان لے کہ منادی چند قسموں پر ہے۔ پس اگر منادی مفرد معرفہ ہو تو علامتِ رفع پر مبنی ہوگا جیسے ضمہ اور اس کی طرح (الف اور واؤ وغیرہ) جیسے یا زید و یا رجل، و یا زیدان و یا زیدون اور منادی کو لامِ استغاثہ کی وجہ سے جر دیا جاتا ہے جیسے یالزیدٍ اور فتحہ دیا جاتا ہے الف استغاثہ کی وجہ سے جیسے یا زیداہ اور نصب دیا جاتا ہے اگر منادی مضاف ہو جیسے یا عبداللّٰہ یا مشابہ مضاف ہو جیسے یا طالعاً جبلاً یا نکرہ غیر معینہ ہو جیسے اندھے کا قول یارجلاً خذ بیدی (اے مرد میرا ہاتھ پکڑ لے) اور اگر معرف باللام ہو تو کہا گیا ہے یا ایھا الرجل اور یا ایتھا المرأۃ۔“

قولہ الرابع المنادیٰ الخ ان مواضع اربعہ میں سے جہاں مفعول بہ کے فعل کا حذف واجب ہے۔ چوتھا موضع منادیٰ مفعول بہ ہے۔

قولہ وھو اسم مدعوٌّ الخ اور منادیٰ (مفعول بہ) وہ اسم ہے جو بذریعہ حرف نداء پکارا گیا ہو درانحالیکہ وہ حرف نداء ملفوظ ہو۔

قولہ بحرف النداء یہ مدعوٌّ کے متعلق ہے۔

قولہ لفظاً یہ یا تو حرف سے تمیز واقع ہو رہا ہے یا اس سے بمعنی ملفوظاً ہو کر حال ہے جیسے یا عبداللّٰہ میں عبداللّٰہ

منادیٰ مفعول بہ ہے جو بذریعہ یا حرف نداء پکارا گیا ہے اور یا عبداللہ میں عبداللہ اصل میں اَدْعُوْ فعل کا (جس کے قائم مقام یا حرف نداء ہے) مفعول بہ ہے اور یہ اصل میں اَدْعُوْ عبداللہ تھا (میں عبداللہ کو بلاتا ہوں) اس خیال سے کہ یہ لفظ کثرت سے مستعمل ہے اَدْعُوْ فعل کو حذف کر کے صرف نداء کو اس کے قائم مقام کر دیا۔ تا کہ کلام میں اختصار ہو جائے پس صرف نداء قائم مقام اَدْعُوْ فعل کے ہے۔

قولہ ھو جنس ہے منادیٰ اور غیر منادیٰ دونوں کو شامل ہے۔

قولہ بحرف النداء فصل ہے اس سے وہ خارج ہو گیا جو بذریعہ فعل طلب کیا گیا ہو نہ بذریعہ حرف نداء جیسے اُقْبِلُ زیداً پس یہ منادی نہیں ہوگا۔

قولہ وحرف النداء قائمٌ مقام ادعو اور حرف نداء قائم مقام ادعو فعل کے ہے۔ سیبویہ کے نزدیک منادی کا ناصب فعل ادعو ہے جو مقدر ہے۔ فعل ادعو کو اس کے کثرت استعمال کے سبب سے اور نیز اس وجہ سے کہ حرف ندا فعل پر دلالت کرتا ہے وجوباً حذف کر دیا تا کہ تخفیف حاصل ہو جائے۔ اور مبرد کے نزدیک منادی کا ناصب خود حرف نداء ہے۔ اس لئے کہ وہ فعل کے قائم مقام ہے۔ اور مبرد کے مسلک پر منادیٰ ان مواضع میں سے جن میں مفعول بہ کے فعل ناصب کا حذف واجب ہے نہیں ہوگا۔

قولہ وحروف النداء خمسة الخ اور حروف نداء پانچ ہیں۔ یَا اور اَیَا اور ھَیَا اور اَیْ (بفتح ہمزہ وسکون یاء) اور ہمزہ مفتوحہ (یعنی أَ)۔

قولہ وقد یحذف حرف النداء الخ اور کبھی بوقت قیام قرینہ حرف نداء بغرض تخفیف لفظوں سے حذف کر دیا جاتا ہے اس وقت جب کہ منادی اسم جنس اور اسم اشارہ اور مستغاث اور مندوب نہ ہو اس لئے کہ ان چیزوں سے حرف نداء کا حذف ناجائز ہے۔ جیسے قول باری تعالیٰ یوسف اعرض عن ھذا میں ای یا یوسف اعرض عن ھذا (اے یوسف اس سے اعراض کر) اس میں یوسف منادی ہے اور حرف نداء یا مقدر ہے اور اس کے حذف پر قرینہ صیغہ امر اَعْرِضْ ہے۔

قولہ واعلم ان المنادی الخ یہاں سے مصنف منادی کے احکام بیان کر رہے ہیں۔ کہ منادی چند قسم پر ہے۔

قولہ فان کان مفرداً معرفة پس اگر منادی مفرد ہے (اور مفرد سے یہاں مراد یہ ہے کہ وہ نہ تو مضاف ہو اور نہ شبہ مضاف) اور وہ معرفہ خواہ ندا سے پیشتر معرفہ ہو یا ندا کے بعد تو اس صورت میں منادی مذکور علامت رفع پر جو غیر ندا کی صورت میں ہوتی ہے مبنی ہوگا۔ اور علامت رفع ضمہ ہے اور واو اور الف جیسے۔

قولہ یا زیدُ میں زید مفرد ہے یعنی نہ تو وہ مضاف ہے اور نہ شبہ مضاف۔ اور معرفہ ہے پس یہ علامت رفع ضمہ پر مبنی ہے یہ ضمہ پر مبنی اور ندا سے پیشتر معرفہ ہونے کی مثال ہے۔ اور جیسے:

قولہ یارجلُ یہ ضمہ پر مبنی اور ندا کے بعد معرفہ ہونے کی مثال ہے اس لئے کہ ندا سے معین مرد مراد ہے اور جیسے:

قولہ یازیدان یہ الف پر مبنی ہونے کی مثال ہے اس لئے کہ یہ تثنیہ ہے اور تثنیہ حالت رفع میں الف کے ساتھ ہوتا ہے اور جیسے:

قولہ یازیدون یہ واو پر مبنی ہونے کی مثال ہے کیونکہ یہ جمع سالم ہے اور جمع سالم حالت رفع میں واو کے ساتھ ہوتا ہے۔

قولہ مفرداً اس قید سے مضاف اور شبہ مضاف سے احتراز ہے کیونکہ یہ منصوب ہوتے ہیں۔

قولہ معرفۃ یہ مفرد کی صفت ہے یا کان کی دوسری خبر ہے اس قید سے نکرہ سے احتراز ہے جیسے یا رجلاً (اے کوئی مرد) جب کہ کسی غیر معین مرد کو پکارا جائے کیونکہ یہ منصوب ہوتا ہے۔ جاننا چاہئے کہ مفرد کبھی تثنیہ اور جمع کے مقابل ہوتا ہے۔ جیسے بحث اعراب میں ہے اور کبھی مضاف اور شبہ مضاف کے مقابل ہوتا ہے جیسے بحث منادی میں ہے اور کبھی جملہ کے مقابلہ میں ہوتا ہے جیسے تعریف معرب میں ہے۔

قولہ ویخفض بلام الاستغاثہ الخ استغاثہ بمعنی مظلوم کا کسی کو طلب کرنا تا کہ وہ اس سے ظلم کو دور کرے۔ مادہ غوث ہے اور منادی اس لام جارہ سے جو فریاد کے وقت اس پر لایا جاتا ہے مجرور ہوتا ہے۔ اور لام استغاثہ وہ لام ہے جو استغاثہ کے وقت مستغاث پر داخل ہو۔ جاننا چاہئے کہ استغاثہ میں دو چیزیں ہوتی ہیں۔ ایک مدعو (جس کو بلایا جائے) دوسرے مدعو الیہ (جس کے لئے بلایا جائے) مدعو مستغاث ہے یعنی وہ شخص جس سے فریاد کریں جیسے حاکم وغیرہ۔ اور مدعو الیہ مستغاث لہ ہے۔ یعنی وہ شخص جس کے لئے فریاد کریں اور وہ مظلوم ہے اور مستغیث بمعنی فریاد کرنے والا۔ مستغاث پر جو لام آتا ہے وہ مفتوح ہوتا ہے اور مستغاث لہ پر جو لام آتا ہے وہ مکسور ہوتا ہے اور یہ اس لئے ہے تا کہ دونوں میں فرق ہو جائے جیسے:

قولہ یالزیدِ (بفتح لام) ای یالَزید اَغِثْ لِلْمَظْلُوْمِ (اے زید مظلوم کی فریاد کو پہنچ) اس میں زید مستغاث ہے اور مظلوم مستغاث لہ ہے۔ اور یہ دونوں لام یا تو اَدْعُوْ کے متعلق ہوں گے یا یا کے جو ادعو کے قائم مقام ہے اور جیسے یالقوم للمظلوم (بفتح لام قوم وکسر لام مظلوم) اس میں قوم مستغاث ہے اور مظلوم مستغاث لہ ہے بمعنی اے قوم میں تجھ کو اس مظلوم کے لئے بلاتا ہوں تا کہ تم اس کی فریاد رسی کرو۔

قولہ ویفتح بالحاق الفھا الخ اور منادی اپنے آخر میں الف استغاثہ آنے کی وجہ سے مفتوح ہو جاتا ہے کیونکہ الف اپنے پیشتر فتحہ چاہتا ہے اور اس وقت اس کے شروع میں لام استغاثہ نہیں ہوگا۔ اس واسطے کہ الف اور لام میں منافات ہے لام جر کو چاہتا ہے اور الف فتحہ کو پس یالَزیداہ ناجائز ہے۔

قولہ نحو یا زیداہ اس کے آخر میں الف استغاثہ کا ہے اور ہا وقف کی ہے۔

قوله وينصب ان كان مضافاً الخ اور منادیٰ بنابر مفعولیت منصوب ہوتا ہے اگر وہ مضاف ہو جیسے یاعبدَاللّٰہ میں عبد منادیٰ مضاف ہے جو منصوب ہے (اے اللہ کے بندہ)۔

قوله اومشابها للمضاف یا مشابہ مضاف ہو جیسے یاطالعاً جبلاً (اے پہاڑ کے چڑھنے والے) اس میں طالعاً اگرچہ مضاف نہیں ہے لیکن مشابہ مضاف ہے اس لئے کہ مشابہ مضاف وہ ہے جو مضاف نہ ہو اور اس کے معنی دوسرے کلمہ کے ملائے بغیر تمام نہ ہوتے ہوں۔ مضاف کے ساتھ مشابہت کی وجہ یہ ہے کہ جیسے مضاف کے معنی بغیر مضاف الیہ کے تمام نہیں ہوتے۔ اسی طرح مشابہ مضاف کے معنی بھی دوسری چیز کے ملے بغیر تمام نہیں ہوتے مثال مذکور میں طالعا کے معنی بغیر جبلا کے تمام نہیں ہوتے کیونکہ چڑھنے کے لئے کوئی جگہ ہونی چاہئے جس کا ذکر ضروری ہے۔ اسی طرح یا خیراً مِنْ زَیْدٍ میں خیراً مشابہ مضاف ہے (اے وہ جو زید بہتر ہے)۔

قوله اونكرة غير معينة یہ مشابہاً للمضاف پر معطوف ہے ای ينصب المنادىٰ انْ كانَ نكرةً غير معينة یعنی منادی منصوب ہوتا ہے اگر وہ نکرہ غیر معینہ ہو جیسے کوئی نابینا شخص کہے کہ یارجلاً خذ بيدىَ (اے کوئی مرد میرا ہاتھ پکڑلے) اس مثال میں رجلاً ندا سے پیشتر اور ندا کے بعد دونوں صورتوں میں نکرہ غیر معینہ ہے۔ ندا سے پیشتر اس کا نکرہ غیر معینہ ہونا تو ظاہر ہے ندا کے بعد نکرہ غیر معینہ اس لئے ہے کہ نابینا آدمی کسی معین مرد کو نہیں پکار رہا ہے۔

قوله وان كان معرفاً الخ یعنی اور اگر منادی معرف بالف ولام ہو تو اس وقت ایُّ (مذکر کی صورت میں) اور ایَّةُ (مؤنث کی صورت میں) مع ہائے تنبیہ کے حرف ندا اور منادی کے درمیان لاتے ہیں تا کہ دو آلہ تعریف کا اجتماع نہ لازم آئے جیسے الرجل میں ندا کے وقت یا ایُّها الرجل کہیں گے اور المرأة میں ندا کے وقت یا ایَّتُها المرأةُ کہیں گے۔ ان دونوں مثالوں میں الرجل اور المرأة صفت ایُّھا اور ایَّتُھا کی ہیں جو ندا سے پیشتر مبہم تھے لیکن ندا کے بعد معرف ہو گئے۔

---

ويجوز ترخيمُ المنادَىٰ وهو حذفٌ فى اٰخره للتخفيف كما تقول فى مالِك يامالُ وفى منصورٍ يامنصُ وفى عثمان ياعثمُ ويجوزفى اٰخر المنادى المُرَخَّمِ الضمُّ والحركةُالاصلِيَّةُ كما تقول فى ياحارثُ ياحارُو ياحارِ واعلم اَنَّ يامن حروف النداء قد تستعمل فى المندوب ايضا وهو المتفجع عليه بيا او واكما يقال يازيداه و وازيداه فوامختصَّة بالمندوب ويامشتركة بين النداء والمند وب وحكمه فى الاعراب والبناء مثلُ حكم المنادىٰ.

ترجمہ: ”اور منادی کی ترخیم جائز ہے اور وہ اس کے آخر میں تخفیف کے لئے حذف کرنا ہے جیسے تو کہے

مالک میں یا مال۔اور منصور میں یا منص اور عثمان میں یا عثم اور منادیٰ مرخم کے آخر میں ضمہ اور حرکت اصلیہ دونوں جائز ہے جیسے تو کہے یا حارث میں یا حارُ اور یا حارِ۔اور تو جان لے کہ حروفِ نداء میں سے یاء کبھی مندوب میں بھی استعمال کرلیا جاتا ہے اور مندوب وہ ہے جس پر یاء کے ذریعہ یا وا کے ذریعہ اظہار غم کیا جائے جیسے یا زیدا اور وا زیداہ پس وا مندوب ہی کے ساتھ خاص ہے اور یاء مندوب اور نداء کے درمیان مشترک ہے اور اس کا حکم معرب ومبنی ہونے میں منادیٰ کے حکم کی طرح ہے۔"

---

قوله ویجوز ترخیم المنادی الخ یہاں سے مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ ترخیم منادی بیان فرمارہے ہیں کیونکہ وہ خصائص ندا سے ہے اور ترخیم منادی نثر کلام میں بغیر ضرورت جائز ہے اور غیر منادی میں صرف ضرورت شعریہ کی وجہ سے ہوگی۔نثر کلام میں نہیں ہوگی۔

قوله وهو حذفٌ فی آخره الخ هو ضمیر ترخیم کی طرف لوٹ رہی ہے اور آخرہ کی ضمیر مجرور منادی کی طرف ترخیم لغت میں بمعنی نرم کرنا اور اصطلاح میں آخر منادی کو محض تخفیف کی غرض سے (بغیر کسی قاعدہ تصریفی اور لغوی کے) حذف کرنا اور حذف فی آخره سے مراد حالت ترکیب میں حذف کرنا ہے نہ حالت افراد میں پس ترخیم کی تعریف یدٌ اور دمٌ اور قاضٍ اور داعٍ پر صادق نہیں آئے گی۔

قوله کما تقولُ فی مالكِ الخ اور یہ حذف یا تو ایک حرف کا ہوگا۔جیسے مالك میں یا مالُ یا دو حرف کا جب کہ اس کے آخر میں حرف صحیح ہو اور اس سے پیشتر مدہ ہو جیسے منصورُ میں یامُنْصُ یا اس کے آخر میں دو ایسی زیادتیاں ہوں جو دونوں ایک ساتھ زائد کی گئی ہوں جیسے عثمان میں یاعثمُ۔

قوله ویجوز فی آخر المنادی المرخم الخ یعنی منادی مرخم کے آخر میں دو حرکتیں جائز ہیں۔ایک تو ضمہ اس بنا پر کہ وہ منادی مستقل ہے اور محذوف بمنزلہ نسیاً منسیاً ہے گویا منادی مرخم مفرد معرفہ براسہ ہے اور یہ ہی اس کا آخری حرف ہے اور کوئی چیز اس سے محذوف نہیں ہوئی ہے۔دوسرے وہ اصلی حرکت جو اس حرف پر ترخیم سے پیشتر موجود تھی گویا اس سے کوئی حرف محذوف نہیں ہوا۔جیسے یا حَارِثُ میں یا حارُ بضم راء مہملہ پہلے اعتبار سے اور یاحارِ بکسر راء مہملہ دوسرے اعتبار سے۔

قوله واعلم اَنَّ یامن حروف النداء الخ مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول من حروف النداء صفت یا کی ہے یا اس سے حال ہے یعنی یا جو حروف نداء میں سے ہے مندوب میں بھی مستعمل ہوتا ہے جیسا کہ وہ منادی میں مستعمل ہوتا ہے۔مندوب اسم مفعول کا صیغہ ہے۔لغت میں وہ میت ہے جس کے محاسن کو یاد کرکے رویا جائے تاکہ سامعین اس کی موت کو امر عظیم خیال کریں۔مصدر نُدْبَةٌ ہے اور اصطلاح میں هو المتفجع علیه بیا اور وا ہے۔متفجع باب تفعل سے

اسم مفعول ہے مصدر تفجع ہے بمعنی وہ جس کی وجہ سے رنج کیا گیا ہو اور علی اس جگہ بمعنی لام اجل ہے جیسے محمود علیہ میں ہے ای المتفجع لاجله یاتفجع بمعنی بکاء ہے۔ اور جار و مجرور صفت المتفجع علیه کی ہے یعنی مندوب وہ اسم ہے جس کے لئے یا یا وا سے رنج کیا جائے جیسے یا زیداہ اور وازیداہ ان دونوں میں ھاء درازی آواز کے لئے ہے جو ندبہ میں مطلوب ہوتی ہے۔

قوله فوا مختصة الخ یعنی لفظ وا مندوب کے ساتھ خاص ہے منادی میں بالکل مستعمل نہیں ہوتا۔ اور یا ندا اور مندوب دونوں میں مستعمل ہوتا ہے۔ البتہ یا مندوب میں قرینہ کے ساتھ مستعمل ہوتا ہے اور وہ قرینہ مندوب کے آخر میں الف کا ہونا ہے اور منادی میں بغیر قرینہ مستعمل ہوتا ہے اور حروف ندا میں سے سوا یا کے اور کوئی حرف ندبہ میں مستعمل نہیں ہوتا۔

قوله وحکمه فی الاعراب الخ اور اعراب و بناء میں مندوب کا حکم منادی جیسا ہے پس اگر مندوب مفرد معرفہ ہوگا تو مبنی بر ضم ہوگا۔ جیسے وازیدُ اور اگر مضاف یا شبہ مضاف ہوگا تو منصوب ہوگا۔ جیسے واعبداللّٰہ۔

---

فصل المفعول فیه هو اسمُ ماوقع فعلُ الفاعل فیه من الزمان والمكان ویسمّٰی ظرفًا وظروف الزمان علی قسمین مبهمٌ وهوما لایكون له حَدٌّ مُعَيَّنٌ كدهرٍ وحينٍ ومحدودٌ وهو مایكون له حدٌّ معین كیومٍ ولیلةٍ وشهر وسنةٍ وكلّها منصوبٌ بتقدیر فی تقول صُمْتُ دهراً وسافرتُ شهراً ای فی دهرو شهرو ظروف المكان كذلك مُبْهَمْ وهو منصوبٌ ایضًا بتقدیر فی نحو جلست خَلْفك وامامَك ومحدودٌ وهوما لایكون منصوباً بتقدیر فی بل لابد مِن ذِكرِ فی فیه نحو جلستُ فی الدّاروفی السّوق وفی المسجد.

ترجمہ: ”تیسری فصل مفعول فیہ۔ اور مفعول فیہ وہ اسم ہے جس میں فاعل کا فعل واقع ہو۔ زمان و مکان میں سے۔ اور اس کا نام ظرف رکھا جاتا ہے۔ اور ظروفِ زمان دو قسم پر ہیں۔ اوّل مبہم اور مبہم وہ اسم ظرف ہے جس کی کوئی حد مقرر نہ ہو جیسے دھر (زمانہ) اور حین (وقت) دوم محدود ہے اور محدود وہ اسم ظرف ہے جس کی کوئی حد معین ہو جیسے یوم اور لیلۃ اور شہر اور سنۃ ان میں سے ہر ایک فی کی تقدیر کے ساتھ منصوب ہوتا ہے جیسے تو کہے صُمتُ دھراً و سافرتُ شھراً یعنی فی دھرٍ اور فی شھرٍ اور ظروف مکان بھی اسی طرح مبہم ہوتے ہیں اور وہ بھی فی کی تقدیر کے ساتھ منصوب ہوتے ہیں جیسے جلست خلفك و امامك اور محدود اور وہ فی کی تقدیر کے ساتھ منصوب نہیں ہوتے بلکہ اس میں فی کا ذکر ضروری ہے جیسے جلست فی الدار وفی السوق وفی المسجد۔“

قوله المفعول فيه هو اسم الخ یعنی مفعول فیہ اس چیز کا نام ہے جس میں فاعل کا فعل واقع ہو خواہ وہ چیز زمانہ ہو یا مکان۔ تعریف میں فعل سے مراد فعل لغوی ہے یعنی حدث نہ اصطلاحی جو اسم اور حرف کے مقابلہ میں آتا ہے۔

قوله من الزمان والمكان یہ ما کا بیان ہے۔

قوله ويسمىٰ ظرفاً الخ اور مفعول فیہ کا نام ظرف (بھی) ہے اس لئے کہ وہ فاعل کے فعل کا ظرف ہے۔ والظرفُ مايحيط الشئی۔

قوله وظروف الزمان الخ اور ظروف زمان دو قسم پر ہیں ایک مبہم وہ ہے جس کی کوئی حد معین نہ ہو جیسے دهر بمعنی (زمانہ) اور حين بمعنی (وقت) کہ ان دو ظرفوں کی کوئی حد مقرر نہیں ہے۔ دوسرے محدود وہ ہے جس کی کوئی حد معین ہو جیسے يوم بمعنی (دن) اور ليلة بمعنی رات اور شهر بمعنی مہینہ اور سنة بمعنی سال کہ ان سب کی حد مقرر ہے کہ یوم اتنے گھنٹہ کا ہے اور لیلۃ اتنے گھنٹہ کی ہے اور شہر تیس دن یا انتیس دن کا ہوتا ہے اور سنۃ بارہ مہینہ کا ہوتا ہے۔

قوله وكلّها منصوب الخ یعنی ظروف زمان سب کے سب خواہ مبہم ہوں خواہ محدود خواہ نکرہ ہوں خواہ معرفہ بتقدیر فی منصوب ہوتے ہیں اس لئے کہ اگر فی لفظوں میں ہوگی تو ظروف زمان کو جر ہوگا۔ جیسے صَمْتُ دهراً ای فی دهر یہ ظرف زمان مبہم کی مثال ہے اور جیسے سافرتُ شهراً ای فی شهرٍ یہ ظرف زمان محدود کی مثال ہے۔

قوله فی دهرٍ وفی شهرٍ یہ تقدیر فی کی تفسیر ہے مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول منصوب بتقدير فی میں اس طرف اشارہ ہے کہ اگر فی لفظوں میں ہوگی جیسے خرجتُ فی يوم الجمعة میں تو وہ مفعول فیہ ہی ہوگا۔ لیکن منصوب نہ ہوگا۔ پس مفعول فیہ دو قسم پر ہوا۔ ایک وہ جس میں فی مقدر ہو اور وہ اس وقت منصوب ہوگا۔ دوسرے وہ جس میں فی ملفوظ ہو اور اس وقت وہ مجرور ہوگا۔ یہ مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہے لیکن جمہور نحات کے نزدیک وہ ظرف جس میں فی ملفوظ ہو۔ جیسے جَلَسْتُ فی المسجد میں بواسطہ حرف جر مفعول بہ ہے مفعول فیہ نہیں ہے۔ کیونکہ ان کے نزدیک مفعول فیہ وہ ہے جس میں فاعل کا فعل واقع ہو اور اس میں فی مقدر ہو۔ جمہور کے نزدیک تقدیر فی صحت مفعولیت کے لئے شرط ہے اور مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ صحت نصب کے لئے شرط ہے۔ نہ صحت مفعولیت کے لئے۔

قوله وظروف المكان كذلك الخ یعنی اور ظروف مکان بھی ظروف زمان کی طرح دو قسم پر ہیں۔ ایک مبہم وہ ہیں جن کی کوئی حد معین نہ ہو جیسے خلف بمعنی (پیچھے) کسی چیز کا پیچھا غیر متناہی حد تک چلا گیا ہے۔ اور امام بمعنی (آگے) کسی چیز کا پیش جو غیر متناہی حد تک چلا گیا ہو۔

قوله وهو منصوب ايضاً اور ظروف مکان مبهم بھی ظروف زمان کی طرح بتقدیر فی منصوب ہوتے ہیں۔ اس لئے کہ یہ ظرف زمان مبہم پر محمول ہیں۔ کیونکہ یہ دونوں وصف ابہام میں شریک ہیں۔ لہٰذا یہ بتقدیر فی منصوب ہوں گے۔ جیسے جلستُ خلفك ای فی خلفك (میں تیرے پیچھے بیٹھا) اور جیسے جلستُ امامَك ای فی امامك

(میں تیرے آگے بیٹھا) یہ دونوں ظرف مکان مبہم کی مثالیں ہیں۔ظرف مکان مبہم خلف وامام وفوق وتحت ویمین وشمال وغیرہ ہیں۔دوسرے محدود وہ ہے جس کی کوئی حد معین ہو جیسے دار ومسجد وسوق وغیرہ کے ان کی حد مقرر ومعین ہے۔

قوله وهو مالايكون منصوبا الخ یعنی ظرف مکان محدود بتقدیر فی منصوب نہیں ہوتا بلکہ اس میں لفظ فی کا ذکر کرنا ضروری ہے جس کی وجہ سے وہ مجرور ہوگا۔اس لئے کہ یہ ظروف زمان مبہم سے ذات وصفت میں مختلف ہیں۔لہٰذا ان کو ان پر حمل کرنا صحیح نہیں ہے۔لہٰذا یہ بتقدیر فی منصوب نہیں ہوں گے۔جیسے جلستُ فى الدار (میں گھر میں بیٹھا) وجلستُ فى السوق (میں بازار میں بیٹھا) وجلستُ فى المسجد (میں مسجد میں بیٹھا) یہ سب ظرف مکان محدود کی مثالیں ہیں۔جن میں الدار اور السوق اور المسجد ظرف مکان محدود ہیں اور مجرور ہیں۔

---

فصل المفعول له هو اسم مالاجله يقعُ الفعلُ المذكورُ قبلَهُ وينصب بتقدير اللام نحو ضَرَبْتُه تاديبًا اى للتا ديبِ وقَعَدتُّ عن الحرب جبْنًا اى للجُبنِ وعند الزَجَّاج هو مصدر تقديره ادَّبْتُه تاديبًا وجبنتُ جُبْنًا.

ترجمہ: ”چوتھی فصل مفعول لہ۔اور مفعول لہ وہ اسم ہے جس کی وجہ سے وہ فعل جو اس اسم سے پہلے ذکر کیا گیا ہے۔واقع ہوا ہو۔اور وہ لام کی تقدیر کے ساتھ منصوب ہوتا ہے جیسے ضربته تاديبا یعنی للتاديب اور قعدت عن الحرب جبناً اى للجبن اور زجاج کے نزدیک وہ مصدر ہے اس کی اصل ادبته تاديبا اور جبنت جبناً ہے۔“

---

قوله المفعول له هو اسم الخ مفعول لہ اس چیز کا نام ہے جس کے حاصل کرنے کے لئے یا جس کے وجود کے سبب سے وہ فعل جو اس سے پہلے لفظاً یا تقدیراً مذکور ہے واقع ہوا ہو جیسے ضربتُ تادیباً (میں نے اس کو ادب دینے کے لئے مارا) اس میں تادیباً مفعول لہ ہے جس کے حاصل کرنے کے لئے ضرب جو اس سے پہلے مذکور ہے واقع ہوئی ہے۔ تعریف میں فعل سے مراد فعل لغوی ہے یعنی حدث نہ فعل اصطلاحی جو اسم اور حرف کا مقابل ہے۔

قوله لاجله اس قید سے تمام مفاعیل سے احتراز ہے کیونکہ فعل ان کے حاصل کرنے کے لئے واقع نہیں ہوتا۔

قوله المذكور قبله اى قبل ذلك الاسم اس سے اعجبنى التاديب میں جو التادیب ہے خارج ہوگیا اس لئے کہ اگرچہ اس کی وجہ سے فعل ضرور واقع ہوا ہے لیکن وہ یہاں مذکور نہیں ہے۔شرح میں تقدیراً کی قید اس لئے ہے تاکہ اس میں وہ مفعول لہ داخل ہو جائے جس کی وجہ سے فعل مقدر واقع ہوا ہو جیسے تم لم ضربت زیدا (تو نے زید کو کس وجہ سے مارا) کے جواب میں تادیباً کہو۔

قوله وينصب بتقدير اللّام الخ اور مفعول لہ بتقدیر لام جارہ منصوب ہوتا ہے اس لئے کہ اگر لام لفظوں میں ہوگا

تو مفعول لہ مجرور ہوگا۔ مصنف کے اس قول میں اس طرف اشارہ ہے کہ ان کے نزدیک مفعول لہ دو قسم پر ہے ایک وہ جس میں لام مقدر ہو اور اس وقت وہ منصوب ہوگا۔ دوسرے وہ جس میں لام ملفوظ ہو اور اس وقت وہ مجرور ہوگا پس مفعول فیہ کی طرح یہاں بھی مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تقدیر لام صحت نصب کے لئے شرط ہے نہ صحت مفعولیت کے لئے اور جمہور کے نزدیک مجرور لامی مفعول لہ نہیں ہے بلکہ ان کے نزدیک مفعول لہ وہ ہے جو بتقدیر لام منصوب ہو پس ان کے نزدیک تقدیر لام صحت مفعولیت کے لئے شرط ہے۔

قوله نحو ضربته تادیباً ای للتادیب یہ اس مفعول لہ کی مثال ہے جس کے حاصل کرنے کے لئے فعل ضرب جو اس سے پیشتر مذکور ہے پہلے واقع ہوئی ہے اس لئے کہ ادب عادۃً بغیر ضرب کے حاصل نہیں ہوتا اور جیسے:

قوله قعدتُ عن الحرب جبناً ای للجبن (میں لڑائی سے بزدلی کی وجہ سے بیٹھا) یہ اس مفعول لہ کی مثال ہے جس کے وجود کے سبب سے فعل قعود جو اس سے پیشتر مذکور ہے واقع ہوا ہے کیونکہ بزدلی لڑائی سے بیٹھنے کا سبب ہے۔

قوله وعند الزجاج هو مصدر الخ اور زَجّاجٌ (بفتح زاء معجمہ) نحوی کے نزدیک مفعول لہ مصدر ہے یعنی مفعول مطلق ہے جو لفظاً فعل کا غیر ہوتا ہے۔ پس ان کے نزدیک دونوں مثالوں کی تقدیر اس طرح ہوگی کہ اَدَّبْتُهٗ بالضرب تادیباً اور جنبتُ بالقعود عن الحرب جبناً لیکن یہ مذہب صحیح نہیں ہے جیسا کہ تم کو مطولات سے معلوم ہو جائے گا۔

---

فصل المفعول معه هومَا يُذْكَرُ بعد الواوبمعنى مع لمصاحبة معمول الفعل نحوجاء البردُ والجُبَّاتِ وجئتُ انا وزيداً اى مع الجُبَّاتِ ومع زيد فان كان الفعل لفظاً وجاز العطف يجو زفيه الوجهان النصب والعطف نحو جئتُ انا وزيداً وزيدٌ وانْ لم يجز العطفُ تعين النصَبُ نحو جئتُ وزيداً و اِنْ كان الفعل معنى وجاز العطف تعين العطف نحوما لزيد وعمرو وان لم يجز العطف تعين النصب نحو مالك وزيداً وما شانُك وعمرا لان المعنى مَاتصنع.

ترجمہ: ”پانچویں فصل مفعول معہ۔ مفعول معہ وہ اسم ہے جو اس واو کے بعد ذکر کیا جائے جو مع کے معنی میں ہو۔ فعل کے معمول کی مصاحبت کی وجہ سے جیسے جاء البردو الجُبات اور جئت انا وزیداً یعنی مع الجبات اور مع زید پس اگر فعل لفظوں میں مذکور ہو اور عطف جائز ہو تو اس میں دو وجہ جائز ہیں نصب اور رفع جیسے جئت انا وزیداً وزیدٌ اور اگر عطف جائز نہ ہو تو نصب متعین ہے جیسے جئت وزیداً اور اگر فعل معنی ہو اور عطف جائز ہو تو عطف متعین ہے جیسے مالزید وعمرو اور اگر عطف جائز نہ ہو تو نصب متعین ہے

جیسے مالك وزیداً وماشأنك وعمرواً اس وجہ سے کہ فعل معنوی ماتصنع ہے۔“

قولہ المفعول معہ ھو مَا الخ مفعول معہ وہ اسم ہے جو واؤ بمعنی مع کے بعد ذکر کیا جائے فعل کے معمول (فاعل یا مفعول) کی مصاحبت کے لئے۔

قولہ بمعنی مع یہ الکائنۃ کے متعلق ہوکر الواو کی صفت ہے۔ای بعد الواو الکائنۃ بمعنی مع اس قید سے تمام مفاعیل سے احتراز ہے۔کیونکہ وہ واو کے بعد ذکر نہیں کئے جاتے۔

قولہ لمصاحبۃ معمول الفعل یہ یذکر کے متعلق ہے اور مصاحبت مصدر ہے جو مفعول کی طرف مضاف ہے۔ اور اس کا فاعل ضمیر جو مفعول معہ کی طرف لوٹ رہی ہے متروک ہے ای لمصاحبۃ معمول الفعل اس قید سے زیدٌ وعمرُ اخوك خارج ہوگیا (زید مع عمر کے تیرا بھائی ہے) اس میں عمر اگرچہ واو بمعنی مع کے بعد مذکور ہے لیکن معمول فعل کی مصاحبت کے لئے نہیں۔

قولہ نحو جاء البر دُو الجباتِ ای مع الجبات (جاڑا جبوں کے ساتھ آیا) اس میں الجبات اسم ہے اور مفعول معہ ہے جو واو بمعنی مع کے بعد مذکور ہے اور البرد کے ساتھ جو فعل کے معمول یعنی فاعل ہے مصاحبت رکھتا ہے۔

قولہ جئت انا و زیداً ای مع زیدٍ (میں زید کے ساتھ آیا) اس میں زیداً اسم ہے اور مفعول معہ ہے جو واو بمعنی مع کے بعد مذکور ہے اور تُ ضمیر کے ساتھ جو فعل کا معمول یعنی فاعل ہے مصاحبت رکھتا ہے مفعول فعل کے ساتھ مصاحبت کی مثال جیسے کفاك وزیداً درھمٌ ای مع زیدٍ (تجھ کو مع زید کے ایک درہم کافی ہے) اس میں زیداً مفعول معہ ہے جو واو بمعنی مع کے بعد مذکور ہے اور كَ ضمیر کے ساتھ جو فعل کا معمول مفعول بہ ہے مصاحبت رکھتا ہے۔

قولہ فان کان الفعل الخ فا تفسیر یہ ہے اور کان ناقصہ ہے یا تامہ ای فان وجد الفعل پہلی صورت میں لفظاً بتاویل لفظیاً ہوکر کان کی خبر ہے اور دوسری صورت میں لفظاً بمعنی ملفوظاً ہوکر حال ہے۔مطلب یہ ہے کہ اگر مفعول معہ کا فعل ناصب لفظی ہو اور پھر واو کے مابعد کا معمول فعل پر عطف جائز ہو اور عطف مذکور سے کوئی مانع نہ ہو تو اس وقت مفعول معہ میں دو وجہ جائز ہیں۔ایک تو نصب بنا بر مفعول معہ اور دوسرے عطف اس لئے کہ ان دونوں وجہوں میں سے کسی کے لئے کوئی مانع نہیں ہے جیسے جئتُ انا وزیداً وزیدٌ اس میں جئتُ فعل لفظی ہے اور واو کے مابعد زید کا عطف ضمیر متصل تُ پر جائز ہے اس لئے کہ ضمیر متصل کی تاکید انا ضمیر منفصل سے آگئی ہے۔لہٰذا عطف جائز ہے پس اگر زید کو منصوب پڑھا جائے تو وہ مفعول معہ ہوگا۔(میں زید کے ساتھ آیا) اور اگر اس کو مرفوع پڑھا جائے تو اس وقت اس کا عطف جئتُ کی فاعل ضمیر متصل تُ پر ہوگا۔اور وہ فعل کا فاعل ہوگا۔(میں اور زید آیا)۔

قولہ وان لم یجز العطف الخ اور اگر واو کے مابعد کا عطف معمول فعل پر جائز نہیں ہے۔تو اس وقت صرف

نصب بنا بر مفعول معہ ہونے کے واجب ہوگا کیونکہ اس وقت اس کے سوا اور کوئی صورت نہیں ہے جیسے:

قولہ جئتُ وزیداً (میں زید کے ساتھ آیا) اس میں زید کو صرف نصب آئے گا۔ اور اس میں عطف ناجائز ہے کیونکہ قاعدہ ہے کہ اسم ظاہر کا عطف ضمیر متصل پر اس کی منفصل سے تاکید لائے بغیر ناجائز ہے۔

قولہ وان کان الفعل معنی الخ اس جگہ کان تامہ ہے بمعنی وجد ای و اِنْ وجد الفعل اور معنی بنا بر تمیز یا حال منصوب ہے یعنی اگر مفعول معہ کا فعل عامل معنوی ہو یعنی ایسا فعل ہو جو لفظ سے مستنبط ہو اور پھر واو کے مابعد کا معمول فعل پر عطف جائز ہو بایں طور کہ عطف سے کوئی مانع نہ ہو تو اس وقت صرف عطف ہوگا اور نصب باعتبار مفعولیت نہ ہوگا جیسے مَالزیدٍ وعمرٍو کلمۂ ما استفہامیہ ہے اور مبتدا اور لزیدٍ اس کی خبر ہے اور عمرو کا عطف زید پر ہے ای اَیُّ شیءٍ حصل لزید مع عمرو اس مثال میں عمر منصوب نہیں ہوگا بلکہ زید پر معطوف اور مجرور ہوگا اس لئے کہ عامل معنوی عامل ضعیف ہے اور پوشیدہ اور لزیدٍ میں لام عامل قوی ہے اس لئے کہ وہ عامل لفظی ہے اور ظاہر اور عامل قوی کے ہوتے ہوئے ضعیف کو بلاضرورت عامل بنانا ناجائز ہے۔

قولہ وان لم یجز العطف الخ یعنی اور اگر مفعول معہ کا عامل فعل معنوی ہو اور پھر عطف مذکور جائز نہ ہو تو اس وقت صرف نصب بنا بر مفعولیت ہوگا اور اس وقت عامل ضعیف ہی کو عامل بنائیں گے کیونکہ اس کے سوا اور کوئی دوسری صورت نہیں پائی جاتی جیسے مالک وزیدا اور ماشانک وعمروا پہلی مثال ضمیر مجرور بحرف جر کی ہے اور دوسری مثال ضمیر مجرور بالمضاف کی ہے اور ان دونوں مثالوں میں زید اور عمر کا عطف ضمیر متصل ک پر ناجائز ہے کیونکہ قاعدہ ہے کہ ضمیر مجرور پر عطف بغیر اعادہ جار خواہ حرف ہو یا اسم مضاف ناجائز ہے اور یہاں اعادہ جار نہیں ہے لہٰذا عطف نہیں ہوسکتا۔ پس یہ دونوں بنا بر مفعولیت منصوب ہوں گے۔

قولہ لان المعنی ماتصنع یہ دونوں مثالوں کے فعل معنوی پر مشتمل ہونے کی دلیل ہے یعنی مالك و زیداً اور ماشانك و عمرواً میں مفعول معہ کا عامل فعل معنوی ہے اس لئے کہ ان دونوں کے معنی ماتصنع ہیں۔ کیونکہ کلمۂ مَا استفہامیہ ہے اور استفہام اکثر فعل سے ہوتا ہے لہٰذا اس سے فعل سمجھ میں آتا ہے پس مالك و زیداً کے معنی ماتصنع و زیداً ہیں اور مَاشانك و عمرواً کے معنی ماتصنع وعمرواً ہیں اور مالزیدٍ وعمرٍو کے معنی ما یصنع زیدٌ و عمرٌ ہیں۔

فصل الحال لفظ یدل علی بیان ھیئۃِ الفاعل والمفعول به اوکلیھما نحو جاءنی زیدٌ راکبًا وضربتُ زیداً مشدوداً ولقیتُ عمراً راکِبَیْنِ وقد یکون الفاعلُ معنویًّا نحو زیدٌ فی الدّار قائماً لان معناہ زید استقرَّ فی الدار قائماً وکذا المفعول به نحو ھذا زیدٌ قائماً فانَّ معناہ المشار الیه قائما ھو زید والعاملُ فی الحال فعل او معنی فعلٍ والحالُ نکرۃٌ ابداً

وذوالحال معرفةٌ غالبًا كما رايتَ فى الا مثلة المذكورة فان كان ذوالحال نكرةً يجبُ تقديمُ الحال عليه نحو جاءنى راكبًا رجلٌ لئلا تلتبس بالصفة فى حالة النصب فى مثل قولك رايتُ رجلاً راكباً وقد تكون الحال جملةً خبريةً نحو جاءنى زيدٌ وغلامُهُ راكبٌ اويركبُ غلامهُ ومثال ماكان عاملها معنى الفعل نحو هذا زيدٌ قائماً معناه انبِّهُ واُشِيْرُ وقد يحذف العامل لقيام قرينة كما تقول للمسا فرسا لمًا غانِمًا اى ترجع سالمًا غانمًا.

ترجمہ: ''چھٹی فصل حال۔ اور حال وہ لفظ ہے جو فاعل کی ہیئت یا مفعول بہ کی ہیئت یا دونوں کی ہیئت پر دلالت کرے جیسے جآء نی زید راکبا اور ضربت زیداً مشدوداً اور لقیت عمروا راکبین اور کبھی فاعل معنوی ہوتا ہے جیسے زید فی الدار قائما کیونکہ اس جملہ کے معنی ہیں زید استقر فی الدار قائما اور اسی طرح مفعول بہ بھی ہے جیسے هذا زید قائماً اس جملہ کے معنی ہیں المشار الیه قائماً هو زیدٌ اور حال میں عامل فعل ہوتا ہے یا معنی فعل ہوتا ہے اور حال ہمیشہ نکرہ ہوتا ہے اور ذوالحال اکثر معرفہ ہوتا ہے جیسے تم نے مذکورہ مثالوں میں دیکھ لیا پھر اگر ذوالحال نکرہ ہو تو اس پر حال کا مقدم کرنا واجب ہے جیسے جآءنی راکبا رجل تاکہ نصب کی حالت میں حال کا صفت کے ساتھ التباس نہ ہو جیسے تیرا قول رایت رجلا راکبا اور کبھی حال جملہ خبریہ ہوتا ہے۔ جیسے جآء نی زید وغلامه راکب یا یرکب غلامه اور اس حال کی مثال جس میں عامل معنی فعل ہو جیسے هذا زیدٌ قائماً اس کے معنی اشیر اور انبهٔ کے ہیں اور کبھی قرینہ پائے جانے کی وجہ سے حال کا عامل حذف کر دیا جاتا ہے جیسے تم کسی مسافر سے کہو سالماً غانما یعنی ترجع سالما غانما (تم سلامتی کے ساتھ کامیاب ہوکر واپس آؤ)۔''

---

قوله الحالُ لفظ یدل الخ حال لغت میں بمعنی صفت اور شان ہے کہا جاتا ہے کہ کیف حالك ای کیف صفتُك اور حال زمانہ موجودہ کو بھی کہتے ہیں اور اصطلاح میں حال وہ لفظ ہے جو فاعل یا مفعول بہ یا دونوں کی وہ ہیئت بیان کرے جو صدور فعل یا وقوع فعل کے وقت پائی جاتی ہے جیسے جاءَ نی زیدٌ راکباً (میرے پاس زید سوار ہوکر آیا) اس میں راکباً حال زید سے ہے جو جاء کا فاعل ہے یہاں راکباً حال نے زید فاعل کی ہیئت بتلائی کہ اس کا آنا حالت سواری میں تھا۔ اور جیسے ضربتُ زیداً مشدوداً (میں نے زید کو مارا درانحالیکہ وہ بندھا ہوا تھا) اس میں مشدوداً حال زیداً مفعول بہ سے ہے یہاں مشدوداً نے زید مفعول بہ کی ہیئت بیان کی کہ اس کا پٹنا بندھی ہوئی حالت میں تھا۔ اور جیسے لَقِيتُ عمرواً رَاكِبَيْن بصیغۂ تثنیہ (میں نے عمر سے ملاقات کی درانحالیکہ میں اور عمر دونوں سوار تھے) اس میں رَاكِبَيْن حال تُ ضمیر فاعل اور عمرواً مفعول بہ دونوں سے ہے۔ اور یہ دونوں کی ہیئت اور حالت کو بیان کر رہا ہے کہ ان دونوں کی ملاقات حالت رکوب

میں ہوئی۔

قوله لفظ مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے اسم نہیں کہا تا کہ وہ اس حال کو شامل ہو جائے جو جملہ ہوتا ہے۔

قوله يدل علىٰ بیان اس لفظ سے احتراز ہے جو ہیئت کو بیان نہ کرے۔

قوله هيئت الفاعل اوالمفعول به اس سے اس چیز سے احتراز ہے جو ذات کو بیان کرے جیسے تمیز کہ وہ ذات کو بیان کرتی ہے نہ ہیئت کو اور پھر ہیئت کی فاعل اور مفعول بہ کی طرف اضافت سے وہ چیز خارج ہو گئی جو فاعل یا مفعول بہ کے غیر کی ہیئت بیان کرے مثلاً صفت مبتداء جیسے زيدٌ العالمُ اخوك۔

قوله وقد يكون الفاعل معنوياً الخ فاعل اور مفعول بہ جن سے حال واقع ہوتا ہے کبھی لفظی ہوتے ہیں جن کی مثالیں گزر چکیں اور کبھی یہ معنوی ہوتے ہیں۔ جن کو مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ وقد يكون الفاعل سے بیان فرما رہے ہیں۔ یعنی اور کبھی فاعل جس کی ہیئت پر حال دلالت کرتا ہے معنوی ہوتا ہے۔ اور فاعل معنوی سے مراد یہ ہے کہ فاعل نظم کلام میں ملفوظ اور منطوق نہ ہو پس یہ فاعل مقدر کو اور اس فاعل کو جو اس معنی کے اعتبار سے ہو جو نحوی کلام سے سمجھے جاتے ہیں۔ شامل ہوگا۔ جیسے قول مصنف زيدٌ في الدار قائماً (زید گھر میں ہے درانحالیکہ وہ کھڑا ہونے والا ہے) اس میں قائماً حال فاعل معنوی سے ہے۔ جو نظم کلام میں تو ہے لیکن غیر ملفوظ ہے اس لئے زيدٌ في الدار قائماً کے معنی زيدٌ استقرَّ في الدار قائما ہیں۔ پس اس میں قائماً فعل استقرَّ کی ضمیر فاعل سے حال ہے۔ بخلاف زيدٌ خرج قائما کے کہ اس میں خَرَجَ چونکہ عامل فعل لفظی ہے۔ لہٰذا اس کا فاعل بھی ضمیر هُوَ جو ذوالحال ہے فاعل لفظی ہوگا اور قائماً اس ضمیر سے حال ہے۔

قوله وكذا المفعول به الخ اسی طرح مفعول بہ جس کی ہیئت پر حال دلالت کرتا ہے معنوی ہوتا ہے جیسے هذا زيدٌ قائماً (یہ زید ہے درانحالیکہ وہ کھڑا ہونے والا ہے) اس میں زید اگرچہ باعتبار لفظ ہذا مبتدا کی خبر ہے لیکن معنی اشارہ یا تنبیہ کے اعتبار سے جو لفظ هذا کے حرف تنبیہ اور اسم اشارہ سے سمجھے جاتے ہیں مفعول بہ معنوی ہے اس لئے کہ هذا معنی فعل کو متضمن ہے کیونکہ اس کے معنی أُشِيْرُ الیٰ زيدٍ یا أُنَبِّهُ على زيدٍ حال کو نہ قائماً ہیں پس زید بواسطہ حرف جر مفعول بہ معنوی ہے اور قائماً اس سے حال ہے۔

قوله والعامل في الحال الخ یعنی اور حال میں عامل فعل ہوتا ہے خواہ ملفوظ ہو خواہ مقدر یا معنی فعل اور معنی فعل سے مراد اسم فاعل اور اسم مفعول اور صفت مشبہ اور اسم تفضیل اور مصدر اور ظرف اور جار و مجرور اور اسماء افعال ہیں اور ہر وہ چیز جس سے معنی فعل مستنبط ہوتے ہیں جیسے حرف نداء اور حرف تنبیہ اور اسم اشارہ اور تمنی اور ترجی اور تشبیہ وغیرہ جو معنی فعل پر دلالت کرتے ہیں جیسے يا زيدُ قائماً وهذا زيدٌ قائماً وليتك عندنا مقيماً ولعله في الدار قائماً وكا نه اسدٌ صائلاً ای اَدْعُوْ واُشِيْرُ وتمنيتُ وتَرجَّيْتُ وشَبَّهْتُ۔

قولہ والحال نکرة الخ اور حال ہمیشہ نکرہ ہوتا ہے اس لئے کہ وہ معنی میں محکوم بہ کے ہے اور محکوم بہ میں اصل نکرہ ہونا ہے اور اگر کہیں حال بظاہر معرفہ معلوم ہوتا ہو تو وہ تاویل میں نکرہ کے ہوتا ہے جیسا کہ تم کو مطولات سے معلوم ہو جائے گا۔ اور ذوالحال اکثر معرفہ ہوتا ہے کیونکہ وہ معنی میں حال کے اعتبار سے محکوم علیہ ہے۔ اور محکوم علیہ میں اصل تعریف ہے۔

قولہ غالباً یہ یا تو ظرف ہے جو ذوالحال معرفة کے مفہوم کے متعلق ہے۔ ای یتعرف ذوالحال فی غالب الاستعمالات یا مصدر محذوف یا زمان محذوف کی صفت ہے ای یتعرف ذوالحال تعرفاً غالباً اور زماناً غالباً مصنف نے غالباً فرمایا اس لئے کہ ذوالحال کبھی نکرہ ہوتا ہے جیسا کہ آگے آرہا ہے۔

قولہ فان کان ذوالحال نکرہ الخ اور اگر ذوالحال نکرہ محضہ ہو تو اس وقت حال کی تقدیم ذوالحال پر صرف حالت رفع اور نصب میں واجب ہے جیسے جاء نی راکباً رجلٌ میں رجلٌ ذوالحال ہے اور نکرہ محضہ ہے اور راکباً اس سے حال ہے لہٰذا راکباً حال کی تقدیم رجل پر ضروری ہوئی (میرے پاس مرد سوار ہو کر آیا)۔

قولہ لئلا تلتبس الخ تلتبس بصیغہ مؤنث اس لئے لائے کہ حال جو اس کی ضمیر ہی کا مرجع ہے مؤنث سماعی ہے۔ یعنی صورت مذکورۃ میں حال کی تقدیم ذوالحال پر اس لئے ہے تا کہ حال حالت نصب میں صفت کے ساتھ ملتبس نہ ہو جیسے رایتُ رجلاً راکباً میں راکباً صفت رجلا کی بھی ہوسکتا ہے اور حال بھی لہٰذا حال کی صورت میں حال کو ذوالحال پر مقدم کر دیا جاتا ہے اور رایت راکبا رجلاً کہتے ہیں کیونکہ صفت اپنے موصوف سے مقدم نہیں ہوتی بخلاف حال کے کہ وہ ذوالحال سے مقدم ہوسکتا ہے۔ لہٰذا اس کے مقدم ہونے سے معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ حال ہے صفت نہیں ہے اور اس کے مؤخر ہونے سے معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ صفت ہے حال نہیں ہے اور حالت رفع میں گو صفت سے التباس نہیں ہوتا لیکن باب کی موافقت کی وجہ سے اس میں بھی حال کو مقدم کر دیتے ہیں بخلاف حالت جر کے کہ اس میں حال نکرہ کی تقدیم اصح مذہب پر ذوالحال پر ناجائز ہے جیسا کہ تم کو مطولات سے معلوم ہو جائے گا۔ اگر ذوالحال نکرہ ہو اور حال جملہ تو اس وقت اس میں واو لانا ضروری ہے حال کی تقدیم نہیں ہوگی۔ جیسے جاء نی رجلٌ وعلیٰ کتفه سیفٌ (میرے پاس مرد آیا درانحالیکہ اس کے کندھے پر تلوار تھی) اور نیز نکرہ سے مراد نکرہ محضہ ہے لیکن اگر ذوالحال مخصوص بصفت یا باضافت یا نفی یا نہی یا باستفہام ہو تو حال کی تقدیم واجب نہیں ہے جیسے جاء نی رجلٌ عالِمٌ راکباً اور جیسے جاء نی غلامُ رجلٍ ماشیًا اور جیسے جاء نی رجلٌ اِلَّا راکِباً اور جیسے ھل اتاكَ فقیرٌ سائلاً۔

قولہ وقد تکون الحال الخ یعنی حال مفرد بھی ہوتا ہے جیسا کہ گزر چکا لیکن کبھی حال جملہ خبریہ ہوتا ہے اس لئے کہ جس طرح حال مفردہ بیان ہیئت پر دلالت کرتا ہے اسی طرح جملہ بھی بیان ہیئت پر دلالت کرتا ہے جیسے جاء نی زیدٌ وغلامُه راکبٌ یہ جملہ اسمیہ خبریہ کے حال واقع ہونے کی مثال ہے (میرے پاس زید آیا درانحالیکہ اس کا غلام سوار ہے) اس میں غلامُه مبتداء اور راکِبٌ اس کی خبر ہے یہ جملہ خبریہ اسمیہ ہو کر زیدٌ فاعل سے حال ہے اور جیسے جاء نی زیدٌ

یرکب غلامُه یہ جملہ فعلیہ خبریہ کے حال واقع ہونے کی مثال ہے (میرے پاس زید آیا درانحالیکہ اس کا غلام سوار ہے) اس میں یرکب غلامه جملہ فعلیہ خبریہ ہوکر زید سے حال ہے۔

قوله جملة خبرية اس میں خبریہ کی قید اس لئے ہے کہ جملہ انشائیہ نہ تو حال واقع ہوتا ہے اور نہ صفت اور نہ صلہ۔

قوله ومثال ماكان عاملها الخ اور مثال اس حال کی جس کا عامل معنیٰ فعل ہو۔ هذا زيدٌ قائماً ہے اس لئے کہ اس کے معنیٰ اُنَبِّهُ علیٰ زیدٍ قائماً ہیں اُنَبِّهُ ھا حرف تنبیہ سے مستنبط ہے۔ یا اُشِیرُ الٰی زیدٍ قائماً میں اُشِیرُ ذا اسم اشارہ سے مستنبط ہے۔

قوله وقد يحذف العامل الخ اور کبھی حال کے عامل کو قرینہ حالیہ یا مقالیہ پائے جانے کے وقت حذف کر دیا جاتا ہے جیسے تم مسافر کو سالماً غانماً کہو یہاں بقرینہ حال مخاطب فعل ترجع کو حذف کر دیا ای ترجع سالماً غانماً اس میں سالماً ترجع فعل محذوف کی ضمیر فاعل سے حال ہے اور غانماً یا تو سالماً کی ضمیر سے حال ہے یا سالماً کی صفت ہے۔ دوسری مثال جیسے تم مسافر کو کہو۔ راشداً مهدیًّا یہ فعل عامل کے حذف کی مثالیں ہیں۔ معنیٰ فعل کے حذف کی مثال جیسے الهلال طالعاً ای هذا الهلال طالعاً شبہ فعل کے حذف کی مثال جیسے تم کیف کُنْتَ ضاربَ زَیْدٍ کے جواب میں قائماً کہو ای کنتُ ضَارِبَ زیدٍ قائماً۔

---

فصل التمييزُ هو نكرةٌ تُذْكَرُ بعد مقدارٍ من عددٍ اوكيلٍ اووزنٍ اومساحةٍ اوغيرِ ذلك ممّا فيه ابهامٌ ترفع ذلك الابهامَ نحو عندى عشرون درهماً وقفيزان بُرًّاومنوانِ سمنًا وجر يبان قطنًا وعلى التمرة مثلها زُبَداً وقد يكون عن غير مقدارٍ نحو هذا خاتمٌ حديداً وسوار ذهبًا وفيه الخفضُ اكثرُ وقد يقع بعد الجملة لرفع الابهام عن نسبتها نحوطاب زيدٌ نفسًا اوعلمًا او ابًا.

ترجمہ: ''ساتویں فصل تمیز۔ تمیز وہ نکرہ ہے جو مقدار کے بعد ذکر کیا جاتا ہے وہ مقدار عدد سے ہے۔ یا کیل سے یا وزن سے یا مساحت سے یا ان کے علاوہ سے ہو جس میں ابہام پایا جاتا ہو تمیز اس ابہام کو دور کرتی ہے جیسے عندی عشرون درهما اور قفیزان برا اور منوان سمنا اور جریبان قطنا اور علی التمرة مثلها زبدا اور تمیز کبھی غیر مقدار سے بھی ہوتی ہے جیسے هذا خاتمٌ حدیداً اور سوارٌ ذهباً اور اس میں اکثر کسرہ آتا ہے اور تمیز کبھی جملہ کے بعد واقع ہوتی ہے جملہ کی نسبت سے ابہام کو دور کرنے کے لئے جیسے طاب زیدٌ نفساً او علماً اواباً۔''

---

قوله التمييز هو نكرة الخ تمیز کو تبیین اور تفسیر اور ممیز (بکسر یاء تحتانیہ) بھی کہتے ہیں اور تمیز لغت میں بمعنی

اٹھانا اور جدا کرنا ہیں اور اصلاح نحات میں ھونکرۃ تذکر الخ ہے ھو مبتداء ہے اور نکرۃ اس کی خبر ہے اور تذکر بعد مقدارِ الخ صفت نکرۃ کی ہے۔

قولہ من عدد اوکیل اووزن اومساحۃ یہ مقدار کا بیان ہے۔

قولہ مما فیہ ابھام یہ اوغیر ذلک کا بیان ہے۔

قولہ ترفع ذلک الابھام یہ نکرۃ سے حال ہے۔ یعنی تمیز وہ نکرۃ ہے جو مقدار کے بعد ذکر کیا جائے (اور مقدار وہ ہے جس سے کسی چیز کا اندازہ کر سکیں) اس کی جمع مقادیر ہے خواہ وہ عدد ہو خواہ کیل خواہ وزن خواہ مساحت خواہ ان کے علاوہ کوئی اور چیز ہو جس میں ابہام ہو (جیسے مقیاس) درانحالیکہ وہ نکرہ اس ابہام کو (جو مقدار میں ہے) دور کرتا ہو۔

قولہ کیل بمعنی پیمانہ عرب شریف میں لکڑی کے بنے ہوئے پیمانہ ہوتے ہیں جن سے گیہوں وغیرہ ناپ کر دیتے ہیں۔ جیسے ہمارے ملک میں گدیوں کے پاس دودھ کے پیمانے ہوتے ہیں۔ جن سے دودھ ناپ کر دیتے ہیں۔ کوئی پاؤ بھر کا ہوتا ہے کوئی سیر بھر کا۔

قولہ مساحت بمعنی پیائش کرنا جاننا چاہئے کہ جو چیز ابہام اور پوشیدگی کو دور کرتی ہے اسے تمیز یا ممیز (بکسر یا تحتانیہ) کہتے ہیں اور جس چیز سے ابہام دور کیا جاتا ہے اسے ممیز (بفتح یاء تحتانیہ) یا اسم تام کہتے ہیں جیسے:

قولہ عندی عشرون درھماً (میرے پاس بیس ہیں از روئے درہم کے یعنی میرے پاس بیس درہم ہیں) اس تمیز کی مثال ہے جو مقدار عددی سے ابہام کو دور کر رہی ہے اس میں عشرونَ ممیز یا اسم تام ہے اور عدد ہے اس میں ابہام تھا کہ نہ معلوم اس کا مصداق کیا چیز ہے اور اس سے کیا مراد ہے درہم مراد ہیں یا دینار یا آدمی یا کوئی اور چیز جب درھماً جو تمیز ہے آگئی تو اس نے اس ابہام اور خفا کو دور کر دیا اور معلوم ہو گیا کہ بیس سے مراد بیس درہم ہیں۔

قولہ عندی قفیزان بُرّاً (میرے پاس دو قفیز ہیں از روئے گیہوں کے یعنی میرے پاس دو قفیز گیہوں ہیں) اس تمیز کی مثال ہے جو مقدار کیلی سے ابہام کو دور کر رہی ہے قفیزان تثنیہ قفیز کا ہے اور قفیز ایک قسم کا پیمانہ ہے اس میں قفیزان اسم تام ہے اور کیل ہے۔ جس میں ابہام تھا جب بُرّاً تمیز اس کے آگے آگئی تو اس نے اس ابہام وخفا کو دور کر دیا۔

قولہ عندی منوان سمناً (میرے پاس دو سیر ہیں از روئے گھی کے یعنی میرے پاس دو سیر گھی ہے) اس تمیز کی مثال ہے جو مقدار وزنی سے ابہام کو دور کر رہی ہے۔ منوان تثنیہ مَنٌّو یا مناً بروزن عصاً کا ہے بمعنی ایک سیر اس میں منوان اسم تام ہے اور وزن ہے۔ جس میں ابہام تھا سمناً اس کی تمیز ہے جس نے منوان سے ابہام کو دور کر دیا۔

قولہ عندی جریبان قطناً (میرے پاس دو جریب روئی ہے) یہ اس تمیز کی مثال ہے جو مقدار مساحی سے ابہام کو دور کر رہی ہے۔ جریبان تثنیہ جو جریب کا ہے اور جریب زمین ناپنے کا پیمانہ ہے ایک گز کا ہوتا ہے اس میں جریبان اسم تام ہے اور مساحت ہے اور قطناً تمیز ہے۔

قولہ علی التمرۃ مثلھا زبداً (چھوارہ پر اس کی برابر مسکہ ہے) عرب میں چھوارہ کو مسکہ کے ساتھ کھانے کا رواج ہے یہ اس تمییز کی مثال ہے جو مقیاس سے ابہام کو دور کر رہی ہے مقیاس بمعنی وہ چیز جس سے قیاس اور اندازہ کریں اس میں مثلھا اسم تام ہے اور مقیاس اور زبداً اس کی تمییز ہے جو مثلھا سے ابہام وخفا کو دور کر رہی ہے۔ یاد رکھنا چاہئے کہ ممیز بفتح یاء تحتانیہ کو اسم تام بھی کہتے ہیں۔ اسم تام بمعنی اسم جو تمام اور پورا ہونے والا ہو۔ اور اسم تام وہ ہے جو چار چیزوں تنوین یا نون تثنیہ یا نون جمع یا اضافت میں سے کسی ایک کے ساتھ تمام ہو جائے اور تمامی اسم کے یہ معنی ہے کہ وہ اسم اس حالت میں جبکہ ان چاروں چیزوں میں سے کوئی چیز اس پر موجود ہو اضافت کے قابل نہیں ہوتا پس وہ اسم ان چیزوں میں سے کسی ایک کے پائے جانے کی وجہ سے تام ہو جاتا ہے اور پھر مضاف نہیں ہو سکتا۔ ورنہ اگر یہ چیزیں اس میں نہ پائی جائیں تو وہ مضاف ہو سکتا ہے۔ مثلاً جب تک اسم تام پر تنوین ہے وہ کسی کی طرف مضاف نہیں ہو سکتا جیسے عندی رطلٌ زیتاً (میرے پاس ایک رطل ہے از روئے زیتون تیل کے یعنی میرے پاس ایک رطل زیتون تیل ہے) اس میں زیتاً تمییز ہے اور رطلٌ اسم تام ہے تمامی اسم تنوین کے ساتھ ہے پس جب تک رطلٌ پر تنوین ہے۔ اس وقت تک یہ کسی کی طرف مضاف نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح جب تک اسم تام پر نون جمع یا نون تثنیہ ہے وہ کسی کی طرف مضاف نہیں ہو سکتا۔ جیسے قول باری تعالیٰ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْأَخْسَرِيْنَ اعمالاً (کیا ہم تم کو ان لوگوں کی خبر دیں جو از روئے اعمال کے زیادہ ٹوٹے میں ہیں) اس میں اَخْسَرِيْنَ اسم تام ہے تمامی اسم نون جمع کے ساتھ ہے اعمالاً تمییز ہے اور جیسے عندِی قَفِیْزان بُرّاً میں قفیزان اسم تام ہے تمامی اسم نون تثنیہ کے ساتھ ہے برّاً تمییز ہے پس جب تک اَخْسَرِيْنَ میں نون جمع ہے اور قفیزان میں نون تثنیہ ہے اس وقت تک یہ کسی کی طرف مضاف نہیں ہو سکتے اسی طرح جب تک اسم تام کسی کی طرف مضاف ہے وہ کسی اور کی طرف مضاف نہیں ہو سکتا جیسے علی التمرۃ مثلھا زبداً میں مثل اسم تام ہے جب تک یہ ھا ضمیر کی طرف مضاف ہے اس وقت تک وہ کسی اور کی طرف مضاف نہیں ہو سکتا زبداً اس کی تمییز ہے۔ پس چونکہ اسم ان چاروں چیزوں میں سے کسی ایک کے ساتھ تمام ہونے کی وجہ سے فعل کے ساتھ جو اپنے فاعل کے ساتھ تمام ہو کر کلام تام ہو جاتا ہے مشابہ ہو گیا اور یہ اشیاء بمنزلہ فاعل کے ہو گئیں اور تمییز بمنزلہ مفعول کے ہو گئی لہٰذا یہ اسم ان اشیاء کے ساتھ جو بمنزلہ فاعل ہیں تام ہو کر تمییز کو نصب دیتا ہے جیسے فعل اپنے فاعل کے ساتھ تام ہو کر مفعول بہ کو نصب دیتا ہے۔

قولہ وقد یکون عن غیر مقدار الخ یعنی اور کبھی تمییز مفرد غیر مقدار سے (جو نہ عدد ہو اور نہ کیل اور نہ وزن اور نہ مساحت اور نہ مقیاس) واقع ہوتی ہے اور کلمہ قد سے جو یہاں تقلیل کے لئے ہے اس طرف اشارہ ہے کہ تمییز اکثر مفرد مقدار سے واقع ہوتی ہے پس مفرد سے جو تمییز واقع ہوتی ہے دو قسم پر ہوئی ایک وہ جو مفرد مقدار سے واقع ہو دوسری وہ جو مفرد غیر مقدار سے واقع ہو۔

قولہ ھذا خاتمٌ حدیداً (یہ انگوٹھی ہے از روئے لوہے کے) خاتم میں جو اسم تام ہے ابہام تھا نہ معلوم کس جنس

سے ہے چاندی کی ہے۔ یا سونے کی یا لوہے کی جب حدیداً تمیز آگئی ابہام جاتا رہا اسی طرح ھذا سوار ذھباً ہے (یہ کنگن ہیں ازروئے سونے کے یعنی یہ سونے کے کنگن ہیں) سوارٌ اسم تام ہے تمامی اسم تنوین کے ساتھ ہے اور ذھباً تمیز ہے۔

قولہ وفیہ الخفض اکثر الخ یعنی تمیز میں جو غیر مقدار سے ہو نصب بنا بر تمیز سے جر بنا بر اضافت استعمال میں اکثر ہے پس ھذا خاتمٌ حدیداً سے ھذا خاتم حدیدٍ زیادہ مستعمل ہے اس لئے کہ تمیز سے مقصود خفا و پوشیدگی کو دور کرنا ہے اور وہ جر کی صورت میں تخفیف کے ساتھ حاصل ہو جاتا ہے۔

قولہ وقد یقع بعد الجملۃ الخ اور کبھی تمیز جملہ یا شبہ جملہ کے بعد اس نسبت سے ابہام وخفاء کو دور کرنے کے لئے واقع ہوتی ہے جو نسبت کہ جملہ یا شبہ جملہ میں ہے جیسے طَابَ زیدٌ نفساً (زید ازروئے نفس کے اچھا ہے)۔ اس میں نفساً تمیز ہے جو جملہ طاب زیدٌ کے بعد ہے اور اس نسبت سے جو طاب زیدٌ میں ہے ابہام کو دور کر رہی ہے اس لئے کہ اس نسبت میں جو طاب کی زید کی طرف ہے خفا تھا نہ معلوم زید جو اچھا ہے کس اعتبار سے ہے نفس کے لحاظ سے اچھا ہے یا علم کے اعتبار سے اچھا ہے جب نفسا تمیز آگئی تو اس نے اس خفا کو دور کر دیا اور معلوم ہو گیا کہ زید ازروئے نفس کے اچھا ہے نہ اور کسی اعتبار سے اور جیسے:

قولہ طابَ زیدٌ علماً (زید ازروئے علم کے اچھا ہے) اس میں علماً تمیز ہے جو جملہ طابَ زیدٌ کے بعد ہے اور اس نسبت سے جو طاب زیدٌ میں ہے خفا کو دور کر رہی ہے اور جیسے:

قولہ طابَ زیدٌ اباً (زید اچھا ہے ازروئے اس امر کے کہ وہ کسی کا باپ ہے) اس میں اباً تمیز ہے اس نسبت سے جو طابَ زیدٌ میں خفا کو دور کر رہی ہے۔ مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ تین مثالیں تمیز کی تین قسموں کی طرف اشارہ کرنے کے لئے لائے کہ تمیز یا تو منصب عنہ یعنی اسم تام کے ساتھ خاص ہوگی یا متعلق منصب عنہ سے ہوگی یا دونوں کا احتمال رکھتی ہوگی۔ یعنی اس میں احتمال ہوگا کہ وہ نفس منصب عنہ ہو اور اس میں یہ بھی احتمال ہوگا کہ وہ متعلق منصب عنہ سے ہو پس طابَ زیدٌ نفساً میں نفس جو تمیز ہے منصب عنہ یعنی زید کے ساتھ خاص ہے اور طَابَ زیدٌ علماً میں علماً جو تمیز ہے متعلق منصب عنہ سے ہے اور طاب زیدٌ اباً میں اباً جو تمیز ہے احتمال رکھتی ہے کہ وہ نفس منصب عنہ ہو یعنی نفس زید ہو اور اس وقت ترجمہ وہ ہے جو مذکور ہوا اور احتمال رکھتی ہے کہ متعلق منصب عنہ سے ہو اور اس وقت ترجمہ یہ ہوگا (زید اچھا ہے ازروئے اس امر کے کہ اس کا کوئی باپ ہے) تمیز کے شبہ جملہ کے بعد واقع ہونے کی مثال جیسے الحوض ممتلیٔ ماءً (حوض بھرنے والا ہے ازروئے پانی کے) ممتلیٔ اسم فاعل ہے اور ماءً تمیز ہے اور جیسے الارض مفجرۃٌ عیوناً (زمین پھٹی ہوئی ہے ازروئے چشموں کے یعنی اس میں پانی کے چشمے ہیں) مفجرۃ اسم مفعول ہے اور عیوناً تمیز ہے اور جیسے زیدٌ حَسَنٌ وجھاً زید خوبصورت ہے ازروئے چہرہ کے یعنی اس کا چہرہ خوبصورت ہے حسن صفت مشبہ ہے اور

وجھاً تمیز ہے اور کبھی تمیز اضافت کے بعد واقع ہوتی ہے جیسے اعجبنی طیبُهٗ نفساً (مجھ کو تعجب میں ڈالا اس کے اچھے ہونے نے ازروئے نفس کے) اس میں نفساً اس اضافت سے جو طیب کی ضمیرہ کی طرف ہے تمیز واقع ہے۔

فصل المستثنٰی لفظٌ یُذکر بعدا لّاَ واَخواتها لیُعْلَمَ اَنَّه لایُنْسَبُ الیه مانُسِبَ الی ماقبلها وهو علی قسمین مُتَّصِلٌ وهو مااُخْرِجَ عن متعدد بالّا واخواتها نحو جاءنی القوم الازیداً اومنقطع وهو المذکور بعد الاّ واخواتها غیر مخرج عن متعدد لعدم دخوله فی المستثنی منه نحو جائنی القوم الا حماراً.

ترجمہ: ''آٹھویں فصل مستثنٰی۔ مستثنٰی وہ لفظ ہے جو الا اور اس کے اخوات کے بعد ذکر کیا گیا ہو، تاکہ جان لیا جائے کہ اس کی جانب وہ چیز منسوب نہیں ہے جو اس کے ماقبل کی جانب منسوب کی گئی ہے۔ اور وہ دو قسم پر ہے۔ اوّل متصل اور متصل وہ مستثنٰی ہے جو متعدد سے خارج کیا گیا ہو الا اور اس کے اخوات کے ذریعہ جیسے جاء نی القوم الا زیداً دوسری قسم منقطع اور منقطع وہ مستثنٰی ہے جو الا اور اس کے اخوات کے بعد مذکور ہو مگر متعدد سے خارج نہ کیا گیا ہو۔ اس کے مستثنٰی منہ میں داخل نہ ہونے کی وجہ سے جیسے جاء نی القوم الا حماراً۔''

قوله المستثنی لفظ یذکر الخ مستثنٰی باب استفعال سے اسم مفعول ہے۔ لغت میں بمعنی (بیروں کردہ شدہ) مادہ ثَنْیٌ ہے اصطلاح نحات میں وہ لفظ ہے جو الّا اور اس کی امثال (خلا اور ماخلا اور ماعدا اور حاشا) وغیرہ کے بعد ذکر کیا جائے تاکہ یہ بات معلوم ہو جائے کہ اس لفظ (یعنی مستثنٰی) کی طرف وہ حکم منسوب نہیں کیا گیا ہے جو الّا اور اس کے امثال کے ماقبل (یعنی مستثنٰی منہ) کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ جاننا چاہئے کہ اِلّا اور اس کے امثال کے بعد جو لفظ مذکور ہوتا ہے اسے مُسْتَثْنیٰ کہتے ہیں جیسا کہ گزر چکا اور اِلّا سے پیشتر جو لفظ مذکور ہوتا ہے اسے مُسْتَثْنیٰ مِنْهُ کہتے ہیں مستثنی منه کے معنی وہ جس سے کوئی چیز الگ کی گئی ہے جیسے جاء نی القوم اِلّا زیداً (میرے پاس قوم آئی مگر زید یعنی وہ نہیں آیا) اس میں اِلّا سے پیشتر جو لفظ القوم مذکور ہے مستثنٰی منہ ہے اور اِلّا کے بعد جو لفظ زیداً مذکور ہے وہ مستثنٰی ہے اور اِلّا حرف استثناء ہے اس مثال میں زیداً مستثنٰی ہے جو اِلّا حرف استثناء کے بعد مذکور ہے اور جو حکم آنے کا اِلّا سے پہلے لفظ یعنی قوم پر ہے وہ زید پر نہیں ہے پس قوم پر آنے کا حکم ہے اور زید پر نہ آنے کا مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے لفظ کہا اسم نہ کہا حالانکہ مستثنٰی اقسام منصوبات سے ہے اور منصوبات اقسام اسم سے تاکہ جملہ کو شامل ہو جائے اس لئے کہ جملہ کبھی مستثنٰی واقع ہوتا ہے جیسا کہ وہ کبھی حال واقع ہو جاتا ہے۔

قوله لیعلم یہ یذکر کے متعلق ہے اَنَّه ای شانه لاینسب الیه ای الیٰ ذلك اللفظ مانسب ای شیءٌ

نسب ذلك الشيء الى ماقبله اى ماقبل ذالك اللفظ هو المستثنیٰ منه۔

قوله وهو علی قسمین متصل الخ اور مستثنیٰ دوقسم پر ہے ایک متصل دوسرا منقطع جس کا ذکر آگے آرہا ہے۔

قولهٗ وهو ما اخرج الخ مستثنیٰ متصل وہ ہے جو اِلَّا یا اس کے ہم معنی الفاظ کے ذریعہ شیء متعدد (یعنی مستثنیٰ منہ متعدد) سے نکالا گیا ہو۔ یعنی مستثنیٰ استثناء سے پہلے مستثنیٰ منہ میں داخل ہو اور پھر اِلَّا یا اس کے ہم معنی الفاظ سے اس حکم سے جو مستثنیٰ منہ پر ہو مستثنیٰ منہ سے نکالا گیا ہو۔ جیسے جاء نی القوم اِلَّا زیداً (میرے پاس قوم آئی مگر زید نہیں آیا) اس مثال میں زیدٌ مستثنیٰ متصل ہے اور قوم مستثنیٰ منہ ہے جس کے متعدد افراد ہیں۔ استثناء سے پیشتر زید قوم میں داخل تھا لیکن استثناء کے بعد آنے کے حکم سے جو قوم پر تھا قوم سے الگ ہوگیا۔

قوله اومنقطع الخ اس کا عطف متصل پر ہے یعنی مستثنیٰ دوقسم پر ہے ایک متصل جو گزر چکا دوسرے منقطع۔

قوله وهو المذكور الخ مستثنیٰ منقطع وہ ہے جو اِلَّا یا اس کے ہم معنی الفاظ کے بعد مذکور ہو درانحالیکہ وہ متعدد سے نہ نکالا گیا ہو۔ اس لئے کہ مستثنیٰ مستثنیٰ منہ میں داخل نہیں ہے پس مستثنیٰ جو استثناء سے پیشتر مستثنیٰ منہ میں داخل نہیں ہے منقطع ہے خواہ مستثنیٰ مستثنیٰ منہ کی جنس سے ہو جیسے جاء نی القوم اِلَّا زیداً اس میں زیدٌ مستثنیٰ منقطع ہے اس وقت جبکہ قوم سے مراد وہ جماعت ہو جس میں زید داخل نہ ہو لیکن اگر قوم سے مراد وہ جماعت لی جائے جس میں زید داخل ہے تو اس وقت زید مستثنیٰ متصل ہو جائے گا جیسا کہ گزر چکا۔ یہ ہی ایک مثال مستثنیٰ منقطع کی بھی ہو سکتی ہے۔ اور مستثنیٰ متصل کی بھی لیکن دو اعتبار سے جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا۔ خواہ مستثنیٰ مستثنیٰ منہ کی جنس سے نہ ہو جیسے جاء نی القوم اِلَّا حماراً (میرے پاس قوم آئی مگر گدھا نہیں آیا)۔ اس میں حماراً مستثنیٰ منقطع ہے جو اِلَّا کے بعد مذکور ہے اور قوم مستثنیٰ منہ سے جس کے متعدد افراد ہیں نہیں نکالا گیا ہے اس لئے کہ وہ قوم میں داخل ہی نہیں ہے چہ جائیکہ اس کا قوم مستثنیٰ منہ سے نکالا جانا متصور ہو۔

---

و اِعْلَمْ اَنَّا اعرابَ المستثنیٰ علی اربعة اقسام فان كان متصلا وقع بعد الا فی كلام موجب او منقطعا كما مرّ او مقدماً علی المستثنٰی منه نحو ماجاءنی الا زيداً احدًا وكان بعدَ خلا وعدا عندا لا كثرا وبعدَما خلا وما عدا ولَيس ولا يكونُ نحو جاءنی القوم خلازيداً الخ كان منصوبًا و اِنْ كان بعد اِلَّا فی كلامٍ غير موجب وهو كلُّ كلامٍ يكون فيه نفیٌ ونهیٌ واستفهامٌ والمستثنیٰ منه مذكورٌ يجوز فيه الوجهانِ النصبُ والبدلُ عما قبلَها نحو ماجائنی احدٌ الا زيدًا والا زيدٌ و اِنْ كان مُفَرَّغًا بِاَنْ يكونَ بعد اِلَّا فی كلامٍ غير موجبٍ والمستثنیٰ منه غيرُ مذكورٍ كان اِعْرابُه بحسب العوامِلِ تقول ماجاءنی اِلَّا زيدٌ وما رأيتُ الَّا زيدًا وما مررتُ اِلَّا بزيدٍ و اِنْ كان بعد غير وسوی وسواء وحاشا عند الا كثر كَان

مجرورًا نحو جائنی :لقومُ غَیر زیدٍ وسوی زیدٍ وسواء زیدٍ وحاشا زیدٍ.

ترجمہ: ”تو جان لے کہ مستثنیٰ کا اعراب چار قسم پر ہے۔ پس اگر مستثنیٰ متصل ہوالا کے بعد کلام موجب میں واقع ہو یا مستثنیٰ منقطع ہو جیسا کہ گزر چکا ہے۔ یا مستثنیٰ مستثنیٰ منہ پر مقدم ہو جیسے ماجاء نی الا زیداً احدٌ یا مستثنیٰ خلا وعدا کے بعد واقع ہوا کثر کے نزدیک یا ماخلا، ماعدا، لیس اور لا یکون کے بعد واقع ہو جیسے جاء نی القوم خلا زیداً وغیرہ تو مستثنیٰ منصوب ہوگا۔ اور اگر مستثنیٰ الا کے بعد کلام غیر موجب میں ہو“ اور کلام غیر موجب ہر وہ کلام ہے جس میں نفی اور نہی اور استفہام ہو“ اور مستثنیٰ منہ مذکور ہو تو اس میں دو وجہیں جائز ہیں۔ نصب اور اپنے ماقبل سے بدل جیسے ما جاء نی احدٌ الا زیداً اور الا زیدٌ، اور اگر مستثنیٰ مفرغ ہو بایں صورت کہ الا کے بعد کلام غیر موجب میں ہو اور مستثنیٰ منہ مذکور نہ ہو تو اس کا اعراب عوامل کے مطابق ہوگا۔ جیسے تو کہے ما جاء نی الا زیداور مارایت الا زیدااور مامررت الا بزیداور اگر مستثنیٰ غیر سوی سواء اور حاشا کے بعد اکثر کے نزدیک واقع ہو تو وہ مجرور ہوگا جیسے جاء نی القوم غیر زیداور سوی زیدٍ اور سواء زیداور حاشا زیدٍ۔“

---

قولہ واعلم اَنَّ اعراب المستثنی الخ مستثنیٰ کی تقسیم کے بعد اب مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ اعراب مستثنیٰ بتاتے ہیں کہ مستثنیٰ کا اعراب چار قسم پر ہے اوّل۔

قولہ فان کان متصلاً الخ یعنی اگر مستثنیٰ متصل ہو اور اِلّا کے بعد کلام موجب میں واقع ہو (نہ غیر اور سوی اور دون کے بعد اس لئے کہ ان کے بعد جو مستثنیٰ واقع ہوتا ہے وہ مجرور ہوتا ہے) جیسے جاء نی القوم اِلّا زیداً او منقطعاً کما مرَّ ای مثال المتصل والمنقطع اس کا عطف متصلاً پر ہے یا اگر مستثنیٰ منقطع ہو اور اِلّا کے بعد کلام موجب میں ہو جیسے جاء نی القوم اِلّا حماراً یا کلام غیر موجب میں جیسے ماجاء نی القومُ اِلّا حماراً اور کلام موجب وہ ہے جس میں نفی نہی اور استفہام نہ ہو۔ او مقدماً علی المستثنی اس کا عطف منقطعاً پر ہے یا مستثنیٰ مستثنیٰ منہ پر مقدم ہو اور اِلّا کے بعد واقع ہو خواہ کلام موجب ہو خواہ غیر موجب جیسے ماجاء نی اِلّا زیداً احدٌ (میرے پاس کوئی نہیں آیا مگر زید آیا) اس میں زید مستثنیٰ ہے جو مستثنیٰ منہ احدٌ پر مقدم ہے اوکان بعد خلا وعدا عند الاکثر یا مستثنیٰ خلا اور عدا کے بعد واقع ہو لیکن یہ اکثر نحات کے نزیک ہے اوبعد ماخلا وما عدا ولیس لایکون یا مستثنی ماخلا اور ما عدا اور لیس اور لا یکون کے بعد واقع ہو جیسے جاء نی القوم خلا زیداً اور جیسے جائنی القوم عدا زیداً وما خلا زیداً وما عدا زیداً ولَیسَ زیداً ولایکون زیداً کان منصوباً. یہ فاِنْ کان الخ کی جزاء ہے تو ان پانچوں صورتوں میں مستثنیٰ منصوب ہوگا۔ پہلی تین صورتوں میں مستثنیٰ کو نصب اس لئے ہے کہ وہ نصب کا مستحق ہے کیونکہ وہ

فضلہ ہونے میں مفعول بہ کے مشابہ ہے اور نیز ان مواضع میں بدلیت جو مقتضی رفع ونصب وجر ہے ممتنع ہے لہٰذا بجز نصب کے اور کوئی صورت نہیں۔ اور خلا اور عدا کے بعد مستثنیٰ کو اکثر نحات کے نزدیک نصب اس لئے ہے کہ یہ دونوں اکثر نحات کے نزدیک فعل ہیں خلا یخلو خلواً سے بمعنی تجاوز کرنا اور عَدَا یَعْدُوْ عَدْواً سے بمعنی تجاوز کرنا اور ان کا فاعل ان میں ضمیر مستتر ہے جو فعل کے مصدر کی طرف لوٹتی ہے اور ان کا مابعد مستثنیٰ مفعول بہ کی بنا پر منصوب ہے اور خود خلا اور عدا اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر مستثنیٰ منہ سے حال ہو کر محلاً منصوب ہوں گے جیسے جاء نی القوم خلا زیداً ای جَاوَزَ مجیئُھم زیداً (میرے پاس قوم آئی درانحالیکہ اس کا آنا زید سے متجاوز تھا) وجاء نی القوم عدا زیداً ای جاوز مجیئُھم زیداً لیکن بعض نحات کے نزدیک یہ حروف جر ہیں اور ان کا مابعد مجرور ہوتا ہے۔ اور ماخلا اور ماعدا کے بعد مستثنیٰ کو نصب اس لئے ہے کہ ان میں کلمہ ما مصدریہ ہے جو فعل کے ساتھ خاص ہے۔ لہٰذا ماخلا اور ماعدا فعل ہوں گے اور دونوں کا فاعل ان میں ضمیر مستتر ہوگی۔ اور مستثنیٰ مفعول بہ ہوگا اور پھر یہ دونوں خود بتقدیر مضاف منصوب بظرفیت ہوں گے جیسے جَاء نی القومُ مَا خلا زیداً وما عدا عمراً ای جائنی القوم وقت خَلُوِّ ھم مِنْ زَیْدٍو وقت مجاوَزَ تھم عمرواً۔ اور لَیْسَ اور لایکون کے بعد مستثنیٰ کو نصب اس لئے ہے کہ یہ دونوں فعل ناقص ہیں اور ان کا اسم باب استثناء میں ہمیشہ ضمیر ہوتی ہے جو فعل کے اسم فاعل کی طرف لوٹتی ہے۔ اور ان کا مابعد ان کی خبر ہونے کی بنا پر منصوب ہوتا ہے اور یہ خود دونوں مستثنیٰ منہ سے حال ہو کر محلا منصوب ہوں گے جیسے جاء نی القوم لیس زیداً ای جائنی القوم لیس الجائی منھم زیداً (میرے پاس قوم آئی درانحالیکہ ان میں سے زید آنے والا نہ تھا) اور جاء نی القوم لایکون زیداً ای جائنی القوم لایکون الجائی منھم زیداً۔

قولہ بعد اِلَّا اس سے احتراز ہے کہ جب مستثنیٰ غیر اور سوی وغیرہ کے بعد واقع ہو اس لئے کہ اس وقت مستثنیٰ مجرور ہوگا۔

قولہ فی کلام موجب اس سے احتراز ہے کہ جب وہ کلام غیر موجب میں ہو کیونکہ اس وقت اس میں نصب واجب نہیں ہے بلکہ نصب اور بدل دونوں جائز ہیں یا معرب بحسب عوامل ہوگا جیسا کہ آگے آرہا ہے۔ دوم

قولہ وان کان بعد اِلَّا الخ اور اگر مستثنیٰ اِلَّا کے بعد کلام غیر موجب میں واقع ہو (اور کلام غیر موجب وہ کلام ہے جس میں نفی یا نہی یا استفہام ہو)۔ درانحالیکہ مستثنیٰ منہ مذکور ہو تو ایسی صورت میں مستثنیٰ میں دو وجہ جائز ہیں ایک تو نصب بنا بر استثناء متصل جس میں مستثنیٰ کو مفعول کے ساتھ مشابہ ہونے کی وجہ سے نصب آتا ہے دوسرے یہ کہ وہ ماقبل اِلَّا یعنی مستثنیٰ منہ سے بدل بعض ہو اور یہ دوسری وجہ مختار ہے اور اس دوسری صورت کے مختار ہونے کی وجہ یہ ہے کہ بدل کلام میں مقصود ہوتا ہے بخلاف نصب بناء بر استثناء کے کہ اس وقت مستثنیٰ بناء بر تشبیہ مفعول منصوب ہوتا ہے اور کلام میں فضلہ ہوتا ہے جیسے:

قولہ ماجائنی اَحَدٌ اِلَّا زیداً (بنصب زید) والَّا زیدٌ (برفع زید) اس مثال میں زیداً مستثنیٰ ہے جو اِلَّا کے

بعد کلام غیر موجب میں جونفی ہے واقع ہے اور اَحَدٌ مستثنیٰ منہ بھی مذکور ہے لہٰذا زیداً کو استثناء کی بناپر منصوب پڑھنا بھی جائز ہے اور اس کو اَحَدٌ سے بدل بعض قرار دے کر مرفوع پڑھنا بھی جائز ہے لیکن دوسری وجہ مختار اور اولیٰ ہے۔

قوله بعد اِلَّا اس سے احتراز ہے کہ جب مستثنیٰ خلا اور عدا اور ماخلا او ماعدا اور لَیْسَ اور لا یکون کے بعد واقع ہو اس لئے کہ ان کے بعد مستثنیٰ ہمیشہ منصوب ہوتا ہے اور نیز اس سے احتراز ہے کہ جب مستثنیٰ غیر اور سوی اور سواء کے بعد واقع ہو اس لئے کہ ان کے بعد مستثنیٰ مجرور ہوتا ہے۔

قوله فی کلام غیر موجب اس سے احتراز ہے کہ جب مستثنیٰ اِلَّا کے بعد کلام موجب میں واقع ہو اور اس کا حکم گذر چکا۔

قوله والمستثنی منه مذکور جملہ اسمیہ حال ہے اس سے احتراز ہے کہ جب مستثنیٰ منہ مذکور نہ ہو اس کا حکم آگے آرہا ہے۔

قوله یجوز فیه الوجهان یہ اِنْ کانَ الخ کی جزاء ہے۔سوم

قوله اِنْ کانَ مفرغاً الخ مفرغ باب تفعیل سے اسم مفعول ہے مصدر تفریغ ہے بمعنی فارغ کرنا اور مفرغ سے مراد مفرغ لہ ہے جیسے مشترک سے مراد مشترک فیہ ہے۔ مستثنیٰ مفرغ وہ ہے جس کا مستثنیٰ منہ مذکور نہ ہو چونکہ عامل مستثنیٰ میں عمل کرنے کی وجہ سے مستثنیٰ منہ میں (بوجہ اس کے حذف ہونے کے) عمل کرنے سے فارغ ہوگیا ہے لہٰذا اس کا یہ نام رکھا گیا پس عامل مفرغ ہے اور مستثنیٰ مفرغ لہ ہے اور مستثنیٰ منہ مفرغ فیہ پس اگر مستثنیٰ مفرغ ہو۔ اور وہ اِلَّا کے بعد کلام غیر موجب میں واقع ہو اور مستثنیٰ منہ مذکور نہ ہو تو اس وقت مستثنیٰ کا اعراب عامل کے موافق ہوگا اگر عامل رفع کو مقتضی ہے تو مستثنیٰ مرفوع ہوگا جیسے مَاجَاءَنی اِلَّا زیدٌ اس میں جاء فعل بنابر فاعل زید کے رفع کو مقتضی ہے لہٰذا زید کو بنابر فاعلیت رفع ہوگا اور اگر وہ نصب کو مقتضی ہے تو مستثنیٰ منصوب ہوگا جیسے مَارأیتُ اِلَّا زیداً اس میں رأیتُ فعل بنابر مفعولیت زید کے نصب کو مقتضی ہے لہٰذا زیداً کو بنابر مفعولیت نصب ہوگا۔ اور اگر وہ جر کو مقتضی ہے تو مستثنیٰ مجرور ہوگا۔ جیسے مامررتُ اِلَّا بزید اس میں ب حرف جار ہے جو زید کے جر کو مقتضی ہے لہٰذا وہ مجرور ہوگا۔ چونکہ اس میں مستثنیٰ منہ محذوف ہے اور مستثنیٰ اس کے قائم مقام ہے لہٰذا اس کا اعراب بحسب عامل ہوگا جیسا کہ مستثنیٰ منہ کا اعراب بحسب عامل ہوتا ہے۔ کیونکہ جو چیز جس کے قائم مقام ہوتی ہے وہ اس کا حکم لے لیتی ہے۔ چہارم

قوله وِ اِنْ کا بعد غیر الخ اور اگر مستثنیٰ غیر اور سِوىٰ (بکسر سین وضمہا مع القصر) اور سَوَاء (بفتح سین وکسرہا مع المد) کے بعد واقع ہو تو وہ مجرور ہوتا ہے۔ اور اسی طرح اکثر نحات کے نزدیک حاشا کے بعد مجرور ہوتا ہے۔ غیر اور سوی اور سواء کے بعد مستثنیٰ اس لئے مجرور ہوتا ہے کہ یہ تینوں اس کی طرف مضاف ہوتے ہیں اور حاشا کے بعد وہ اس لئے مجرور ہوتا ہے کہ یہ اکثر نحات کے نزدیک حرف جر ہے لیکن بعض نحات کے نزدیک وہ فعل ہے اور اس کا مابعد بنابر مفعولیت منصوب ہوتا

ہے اوراس کا فاعل اس میں ضمیر مستتر ہوتی ہے۔ جیسا کہ دعاء ماثورہ میں ہے کہ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ وَلِمَنْ سَمِعَ دُعائی حاشا الشیطانَ (بنصب الشیطن)۔

قوله جائنی القوم غیر زیدٍ (میرے پاس قوم آئی علاوہ زید کے)۔

قوله جائنی القوم سویٰ زیدٍ وسواء زید وحاشا زید (بجز زید) میرے پاس قوم آئی سوائے زید کے۔

قوله عند الاكثر اس کا تعلق صرف حاشا کے ساتھ ہے۔

---

واعلم اَنَّ اعراب غیر کاعراب المستثنیٰ بِالَّا تقول جاءنی القومُ غیر زید وغیر حمارٍ وما جاءنی غیرَ زیدٍ القومُ وما جاءنی احدٌ غیرُ زیدٍ وغیرَ زیدٍ وما جاءنی غیرُ زیدٍ وما رایت غیر زیدٍ وما مرتُ بغیر زیدٍ واعلم اَنَّ لفظةَ غیر موضوعةٌ للصفة وقد تستعمل للاستثناء کما اَنَّ لفظةَ اِلَّا موضوعةٌ للاستثناء وقد تستعمل للصفة کما فی قوله تعالٰی لَوْکَان فِیْهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا ای غیر الله وکذلك قولك لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ.

ترجمہ: ''اور تو جان لے کہ غیر کا اعراب مستثنیٰ بالا کے اعراب کی طرح ہے جیسے تو کہے جاء القوم غیر زیدٍ اور غیر حمار اور ماجاء نی غیر زید القوم اور ماجاء نی احدٌ غیرُ زید وغیرَ زید اور ماجاء نی غیرُ زید وما رأیت غیرَ زید و مامررت بغیرِ زید، اور تو جان لے کہ لفظ غیر صفت کے لئے وضع کیا گیا ہے اور کبھی استثناء کے لئے بھی استعمال کرلیا جاتا ہے جس طرح لفظ الا اصل میں استثناء کے لئے وضع کیا گیا ہے مگر کبھی صفت کے لئے بھی استعمال کیا جاتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کے اس قول میں لو کان فیهما اٰلهة الا الله لفسدتا یعنی غیر اللہ اسی طرح تمہارا قول لا اله الا اللہ بھی ہے۔''

---

قوله واعلم ان اعراب غیر الخ اعراب مستثنیٰ سے فارغ ہونے کے بعد اب مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ لفظ غیر کا اعراب بتلاتے ہیں۔ مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے کلمات استثناء میں سے صرف لفظ غیر کا اعراب بیان کیا اس لئے کہ وہ اسم ممکن ہے جس کو اعراب کی ضرورت ہوتی ہے۔ رہا کلمہ الَّا حرف ہے جو اعراب کو قبول نہیں کرتا اور خلا اور عدا اور ماخلا اور ماعدا اور حاشا اور لَیْسَ فعل ماضی ہیں جو مبنی ہونے کی وجہ سے اعراب کو قبول نہیں کرتے اور کلمہ سویٰ اور سواء ظرف ہونے کی وجہ سے لازم النصب ہیں۔ لہٰذا ان کے اعراب بیان کرنے کی بھی ضروری نہیں رہی اور کلمہ لایکون فعل مضارع ہے اس کا اعراب یا تو رفع سے ہوگا جبکہ وہ عوامل لفظیہ سے خالی ہو یا نصب سے ہوگا جبکہ اس پر کوئی عامل ناصب ہو یا جزم سے ہوگا جبکہ اس پر کوئی عامل جازم ہو۔ پس لفظ غیر کا اعراب جبکہ وہ باب استثناء میں مستعمل ہو (نہ کہ صفت میں اس لئے کہ وہ اس وقت موصوف کے اعراب کے ساتھ معرب ہوگا) مستثنیٰ بالَّا کے اعراب کے موافق ہوگا جس کی تفصیل گزر چکی

گویا کہ لفظ غیر نے اِلَّا کے مابعد کو مجرور کر کے اس کے اعراب کو خود قبول کر لیا ہے۔ جیسے جاء نی القومُ غیرَ زید (بنصب راءمہملہ) مستثنیٰ متصل کے کلام موجب میں ہونے کی مثال ہے چونکہ مستثنیٰ متصل کو اِلَّا کے بعد کلام موجب میں نصب ہوتا ہے لہٰذا یہاں لفظ غیر کو نصب ہوگا۔ اور جیسے جاء نی القومُ غیرَ حمارٍ (بنصب راءمہملہ) مستثنیٰ منقطع کی مثال ہے چونکہ مستثنیٰ منقطع کو اِلَّا کے بعد نصب ہوتا ہے لہٰذا یہاں لفظ غیر کو نصب ہوگا۔ اور جیسے مَاجَاء نی غیرَ زیدٍ القومُ (بنصب غیر) مستثنیٰ مقدم کی مثال ہے چونکہ مستثنیٰ مقدم کو اِلَّا کے بعد نصب ہوتا ہے۔ لہٰذا لفظ غیر کو نصب ہوگا۔ اور جیسے ماجاء نی احدٌ غیرُ زیدٍ وغیرَ زیدٍ (برفع لفظ غیر بنا بر بدل و بنصب لفظ غیر بنا بر استثناء) مستثنیٰ کے کلام غیر موجب میں ہونے کی مثال ہے۔ چونکہ مستثنیٰ کلام غیر موجب میں اِلَّا کے بعد اپنے ماقبل سے بدل ہوتا ہے یا بنا بر استثناء منصوب ہوتا ہے لہٰذا یہاں لفظ غیر کو بناء بر بدل یا تو رفع ہوگا۔ یا بنا بر استثناء نصب ہوگا۔ اور اس کا رفع بناء بر بدل مختار اور اولیٰ ہے۔ اور جیسے مَاجَاء نی غیرُ زیدٍ (برفع غیر) ومَا رَایتُ غیرَ زیدٍ (بنصب غیر ومَا مَرَرْتُ بغیر زیدٍ بجر غیر) مستثنیٰ مفرغ کی جو اِلَّا کے بعد کلام غیر موجب میں ہو مثال ہے چونکہ اس مستثنیٰ کا اعراب بحسب عوامل ہوتا ہے لہٰذا یہاں لفظ غیر کا اعراب بحسب عامل ہوگا۔

قوله واعلم انَّ لفظة غير الخ چونکہ مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ کی عبارت سے یہ وہم پیدا ہوتا ہے کہ لفظ غیر استثناء کے لئے موضوع ہے لہٰذا یہاں سے مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ اس وہم کو دور فرما رہے ہیں کہ لفظ غیر اصل میں صفت کے لئے موضوع ہے اس لئے کہ وہ ذات مبہمہ پر جو صفت مغائرت کے ساتھ موصوف ہے دلالت کرتا ہے اور یہ مغائرت یا تو ذات میں ہوگی بایں طور کہ وہ دونوں یعنی اس کا ماقبل اور اس کا مابعد باعتبار ذات مغائر ہوں جیسے جاء نی رجُلٌ غیرَ زیدٍ ای مغایرٌ زیدٍ (میرے پاس مرد آیا جو زید کے غیر تھا) رجلٌ موصوف غیرُ زیدٍ مرکب اضافی صفت موصوف صفت سے مل کر جائنی کا فاعل ہوا یا صفت میں ہوگی بایں طور کہ وہ دونوں باعتبار صفت مغائر ہوں۔ جیسے دَخَلْتُ بوجهٍ غيرِ الوجهِ الذى خرجتُ به (......) اور اس کو غیر وصفی کہتے ہیں لیکن کبھی غیر کو کلمہ اِلَّا پر محمول کر کے استثناء میں استعمال کر لیتے ہیں اور اس کو غیر استثنائی کہتے ہیں۔ جیسا کہ گزر چکا اور غیر وصفی اور غیر استثنائی میں فرق یہ ہے کہ جب غیر صفت کے لئے ہوگا تو اس وقت اس کا مابعد اس کے ماقبل میں داخل نہ ہوگا جیسے جاء نی القومُ غیرُ اصحابكَ (برفع غیر) آئی میرے پاس قوم جو تیرے اصحاب کی مغائر تھی۔ اس مثال میں اصحاب قوم میں داخل نہیں ہیں اور جب وہ استثناء کے لئے ہوگا تو اس کا مابعد اس کے ماقبل میں داخل ہوگا۔ جیسے جَاء نی القومُ غیرَ اصحابك (بنصب غیر) میرے پاس قوم آئی مگر تیرے اصحاب نہیں آئے یہاں اصحاب قوم میں داخل ہیں اسی بنا پر اگر تم نے کہا لِفُلان عَلَیَّ درهمٌ غیرُ دانقٍ برفع غیر بنا بر صفت) تو تم پر پورا ایک درہم واجب ہوگا۔ اس لئے کہ اس کی تقدیر یہ ہوگی کہ لِفُلانٍ عَلَیَّ درهمٌ لا دانق اور اگر تم نے کہا لفُلانٍ عَلَیَّ دِرْهمٌ غیرَ دانقٍ (بنصب غیر بنا بر استثناء) تو اس وقت تم پر ناقص درہم واجب ہوگا کیونکہ اس وقت تقدیر

یہ ہوگی کہ لفُلان عَلَیَّ دِرْھَمٌ اِلَّا دانقاً۔

قولہ کما اَنَّ لفظۃ اِلَّا الخ یعنی لفظ غیر اصل میں صفت کے لئے موضوع ہے اور کبھی وہ استثناء میں مستعمل ہوجاتا ہے جیسے لفظ اِلَّا اصل میں استثناء کے لئے موضوع ہے اس لئے کہ وہ حرف ہے اور حرف میں اصل یہ ہے کہ وہ صفت نہیں ہوتا۔ جیسا کہ گزر چکا لیکن کبھی اِلَّا کو غیر پر محمول کر کے صفت میں استعمال کر لیتے ہیں اور چونکہ اِلَّا حرف ہے اور حرف کے لئے اعراب نہیں ہوتا۔ لہٰذا اس کا اعراب اِلَّا کے مابعد کے اسم کو دیدیا جاتا ہے جیسے قول باری تعالیٰ عز اسمہ لوکان فیھما الھۃٌ اِلَّا اللّٰہُ لَفَسَدَتَا میں اِلَّا بمعنی غیر وصفی ہے ای آلھۃٌ غیرُ اللّٰہِ لَفَسَدَتَا (اگر آسمان وزمین میں اللہ کے سوا بہت سے معبود ہوتے تو وہ دونوں ضرور تباہ ہوجاتے) اس آیت میں اِلَّا بمعنی غیر وصفی ہے اور آلھۃ کی صفت ہے۔ اور چونکہ اِلَّا حرف ہونے کی وجہ سے اعراب کے قابل نہیں ہے لہٰذا وہ اعراب جس کا وہ مستحق تھا اِلَّا کے مابعد کو دیدیا اور یہاں اِلَّا استثناء کے لئے نہیں ہوسکتا۔ اس لئے کہ اس جگہ استثنا متعذر ہے کیونکہ آلھۃ کے جمع منکور غیر محصور ہونے کی وجہ سے استثناء کی شرط (جو استثناء متصل میں یہ ہے کہ مستثنیٰ مستثنیٰ منہ میں یقینی طور پر داخل ہو اور استثنا منقطع میں یہ ہے کہ مستثنیٰ مستثنیٰ منہ میں یقینی طور پر داخل نہ ہو) نہیں پائی جاتی ہے اس واسطے کہ اللہ کا الھہ میں داخل ہونا اور نہ داخل ہونا یقینی نہیں لہٰذا استثناء متعذر رہا اور اس کو غیر وصفی پر محمول کیا گیا اسی طرح کلمہ طیبہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ میں اِلَّا بمعنی غیر وصفی ہے ای لَا اِلٰہَ غیرَ اللّٰہِ اس لئے کہ یہاں بھی استثناء متعذر ہے کیونکہ اگر استثناء متصل لیں تو آلھہ سے مراد آلھہ محقہ ہوں گے تاکہ اللہ ان میں داخل ہو اور پھر ان سے استثنا کیا جائے اور اس صورت میں تعدد آلہہ لازم آئے گا جو توحید کے منافی ہے اور اگر استثناء منقطع لیں تو آلہہ سے مراد آلہہ باطلہ ہوں گے اور آلہہ باطلہ کی نفی سے آلہہ محقہ کی نفی لازم نہیں آتی۔ لہٰذا اس صورت میں توحید جو مطلوب ہے حاصل نہیں ہوگی۔

---

فصل خبر کان واخواتها وهو المسندُ بعد دخولها نحو کان زیدٌ قائمًا وحکمه کحکم خبر المبتدأ اِلَّا انَّه یجوز تقدیمُهٗ علی اسمائها مع کونه معرفةً بخلاف خبر المبتدأ نحو کان القائمَ زیدٌ فصل اسمُ انَّ واخواتِها هو المسند الیه بعد دخولها نحو اِنَّ زیدًا قائم.

تَرجَمہ: ''نویں فصل کان اور اس کے اخوات کی خبر۔ وہ (خبر) ان کے داخل ہونے کے بعد مسند ہوتی ہے جیسے کان زیدٌ قائماً اور اس کا حکم مبتداء کی خبر کے حکم جیسا ہے مگر یہ کہ ان کی خبر کا ان کے اسماء پر معرفہ ہونے کے باوجود مقدم کرنا جائز ہے بخلاف مبتداء کی خبر کے جیسے کان القائم زیدٌ دسویں فصل ان اور اس کے اخوات کا اسم۔ وہ (اسم) ان کے داخل ہونے کے بعد مسند الیہ ہوتا ہے جیسے اِنَّ زیداً قائمٌ۔''

---

قولہ وھو المسند بعد دخولھا الخ یعنی کان اور اس کے نظائر کی خبر وہ ہے جو ان کے داخل ہونے کے بعد

مسند ہو جیسے کان زیدٌ قائماً میں قائماً کان کی خبر اس جہت سے ہے کہ وہ کان کے داخل ہونے کے بعد مسند ہے۔

قولہ ھو المسند تمام مسندات کو شامل ہے۔

قولہ بعد دخولھا اس قید سے اس کے علاوہ تمام مسندات خارج ہو گئے۔

قولہ وحکمہ الخ یعنی کان اور اس کی نظائر کی خبر کا حکم اقسام اور احکام اور شرائط میں مبتداء کی خبر کی مانند ہے۔ پس جیسے مبتداء کی خبر مفرد بھی ہوتی ہے اور جملہ بھی اور معرفہ بھی اور نکرہ بھی اسی طرح کان وغیرہ کی خبر بھی ہوتی ہے۔ اور جیسے مبتدا کی خبر واحد بھی ہوتی ہے اور متعدد بھی اور ثابت بھی اور محذوف بھی اسی طرح کان وغیرہ کی خبر بھی ہوتی ہے اور جیسے مبتداء کی خبر میں جملہ ہونے کی صورت میں عائد کا ہونا ضروری ہے اسی طرح کان وغیرہ کی خبر میں جملہ ہونے کی صورت میں عائد کا ہونا ضروری ہے اور نیز مبتداء کی خبر کی طرح کان وغیرہ کی خبر بھی بغیر قرینہ محذوف نہیں ہوتی۔

قولہٗ الّا انہ یجوز الخ یہاں سے مبتداء کی خبر اور کان وغیرہ کی خبر میں فرق بتاتے ہیں کہ کان اور اس کے نظائر کے خبر کی تقدیم ان کے اسماء پر جائز ہے خواہ وہ خبر معرفہ ہی کیوں نہ ہو اور مبتداء کے خبر کی تقدیم مبتداء پر ناجائز ہے اس لئے کہ ان میں دونوں کا ایک اعراب ہونے کی وجہ سے التباس کا خوف ہے۔ کیونکہ جب مبتداء اور خبر معرفہ ہوں گے تو یہ معلوم نہیں ہوگا کہ مبتداء کون ہے اور خبر کون بخلاف کان کی خبر کے کہ اس میں التباس نہیں ہے کیونکہ دونوں کا اعراب مختلف ہے پس خبر کا نصب اس کے خبر ہونے پر قرینہ ہے۔ اور یہ اس وقت ہے کہ جب اسم اور خبر دونوں کا یا دونوں میں سے کسی ایک کا اعراب لفظی ہو لیکن اگر ایسا نہ ہو بایں طور کہ وہ دونوں اسم مقصور ہوں۔ جیسے کانَ عیسیٰ موسیٰ میں تو اس وقت خبر کی تقدیم ناجائز ہے کیونکہ اس وقت التباس لازم آتا ہے پس اس مثال میں عیسی کا اسم ہونا متعین ہے اور موسی کا خبر ہونا۔ ہاں اگر کوئی قرینہ لفظیہ یا معنویہ پایا جائے تو اس وقت اس صورت میں بھی تقدیم مذکور جائز ہے۔

قولہ نحو کان القائِمَ زیدٌ اس میں القائم کان کی خبر ہے اور معرفہ اور اس کے اسم زیدٌ پر مقدم ہے۔

قولہ اسم اِنَّ واخواتھا ھو المسند الیہ الخ یعنی اِنَّ اور اس کے نظائر کا اسم وہ ہے جو ان کے داخل ہونے کے بعد مسند الیہ ہو۔ جیسے اِنَّ زیداً قائِمٌ (تحقیق زید کھڑا ہونے والا ہے) اس میں زیداً انَّ کا اسم ہے جو اس کے داخل ہونے کے بعد مسند الیہ ہے اور قائمٌ اس کی خبر ہے اور اس کے تمام احکام انشاء اللہ تعالیٰ قسم ثالث میں آئیں گے۔

---

فصل المنصوبُ بلا التی لنفی الجنس ھو المسند الیہ بعد دخولھا یلیھا نکرةً مضافةً نحو لاغلامَ رجلٍ فی الدّار اومشابھًا لَھَا نحو لا عشرین درھما فی الکیس فاِنْ کان بعد لا نکرةٌ مفردةٌ تبنیٰ علی الفتح نحو لا رَجُلَ فی الدّار و اِنْ کان معرفةً اونکرةً مفصولا بینہ وبین لا کان مرفوعًا ویجب تکریرُ لا معَ اسمٍ اٰخر تقول لا زید فی الدّار ولا عمروٌ ولا فیھا

رجل ولا امرأة ویجوز فی مثل لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ الا باللّٰهِ خمسةُ اوجهٍ فتحهما ورفعهما وفتح الاوّل ونصب الثانی وفتح الاول و رفع الثانی ورفع الاوّل وفتح الثانی وقد یحذف اسم لا لقرینة نحو لا علیك ای لا بَأس علیك.

ترجمہ: ’’گیارہویں فصل وہ اسم ہے جو لائے نفی جنس کی وجہ سے نصب دیا جاتا ہے اور وہ (اسم) اس کے داخل ہونے کے بعد مسند الیہ ہوتا ہے اس حال میں کہ اس سے ایسا نکرہ ملا ہوا ہوتا ہے جو مضاف ہو جیسے لا غلام رجل فی الدار یا اس کے مشابہ ہو جیسے لا عشرین درهما فی الکیس۔ پس اگر لا کے بعد نکرہ مفردہ ہو تو وہ فتحہ پر مبنی ہوگا۔ جیسے لا رجل فی الدار اور اگر اس کے بعد معرفہ ہو یا نکرہ ہو مگر اس کے اور لا کے درمیان فصل لایا گیا ہو تو وہ مرفوع ہوگا اور لا کا تکرار دوسرے اسم کے ساتھ واجب ہوگا جیسے تو کہے لا زید فی ولا عمرو اور ولا فیها رجل ولا امراة اور لا حول ولا قوة الا باللّٰہ جیسی مثالوں میں پانچ وجہ جائز ہیں ① دونوں کا فتحہ ② دونوں کا رفع ③ اوّل کا فتحہ دوسرے کا نصب ④ اوّل کا فتحہ دوسرے کا رفع ⑤ اوّل کا رفع دوسرے کا فتح اور کبھی لا کا اسم قرینہ کی وجہ سے حذف کر دیا جاتا ہے۔ جیسے لا علیك ای لا باس علیك۔‘‘

---

قوله المنصوب بلا التی لنفی الجنس الخ ای المنصوب بلا التی ثبت لنفی صفت الجنس مصنف نے اور منصوبات کی طرح یہاں اسم لا نہیں کہا کیونکہ اس کا اسم اکثر منصوب نہیں ہوتا اگر وہ اسم لا کہتے تو یہ وہم ہوتا کہ اس کا اسم بھی اور منصوبات کی طرح اکثر منصوب ہوتا ہے۔

قوله هو المسند الیه الخ یعنی منصوب بلائے نفی جنس وہ اسم ہے جو لا کے داخل ہونے کے بعد مسند الیہ ہو درانحالیکہ وہ مسند الیہ لا کے ساتھ متصل واقع ہو۔ نکرہ ہو جو مضاف ہو یا نکرہ ہو جو مشابہ بمضاف ہو۔

قوله هو مبتداء ہے المسند الیه الخ خبر ہے۔

قوله یلیها اس کی ضمیر فاعل ہو جو مستتر ہے مسند الیہ کی طرف لوٹتی ہے اور ضمیر بارز ھا کلمہ لا کی طرف لوٹ رہی ہے ای یلی المسند الیه کلمہ لا یہ جملہ فعلیہ ہو کر یا تو الیہ کی ضمیر سے حال ہے یا دخولها کی ضمیر سے حال ہے۔

قوله نکرةً یہ یلیها کی ضمیر فاعل سے حال ہے۔ اس قید سے اس سے احتراز ہے جبکہ وہ معرفہ ہو اس لئے کہ اس کا حکم آگے آ رہا ہے۔

قوله مضافةً یہ نکرة کی صفت ہے اس قید سے اس سے احتراز ہے کہ جب وہ نکرہ مفردہ ہو کیونکہ اس کا حکم آگے آ رہا ہے۔

قولہ اومشابھاً لہ ای مشابھاً للمضاف اس کا عطف مضافۃً پر ہے اور مشابہ مضاف ہر وہ اسم ہے جس کے معنی دوسرے کلمہ کے ملائے بغیر تمام نہ ہوتے ہوں جیسے مضاف کے معنی مضاف الیہ کے بغیر تمام نہیں ہوتے۔

قولہ نحو لا غلام رجلٍ فی الدار (مرد کا کوئی غلام گھر میں نہیں ہے) نکرہ مضاف کی مثال ہے اس میں غلام منصوب بلا ہے اس لئے کہ وہ لا کے بعد بلا فصل واقع ہے اور نکرہ ہے جو مضاف ہے غلام مضاف رجلٍ مضاف الیہ مضاف مضاف الیہ سے مل کر لا کا اسم ہوا فی الدار متعلق ثابت کے ہو کر لا کی خبر ہے۔

قولہ نحو لا عشرین درھمًا فی الکیس (بیس درہم تھیلی میں نہیں ہیں) نکرہ مشابہ بمضاف کی مثال ہے اس میں عشرین لا کا اسم ہے جو منصوب ہے اور لا کے بعد بلا فصل واقع ہے اور نکرہ ہے جو مشابہ بمضاف ہے اس لئے کہ عشرین کے معنی اس کی تمیز کے ذکر کئے بغیر تمام نہیں ہوتے۔ عشرین ممیز درھماً اس کی تمیز ممیز اپنی تمیز سے مل کر لا کا اسم ہوا فی الکیس متعلق ثابت کے ہو کر اس کی خبر ہے۔

قولہ فان کان بعد لا الخ بعد لا ظرف مقدم کان کی خبر ہے ای فان کان ثبت بعد لا اور نکرۃٌ اس کا اسم ہے اور مفردۃ صفت نکرۃ کی ہے اور کان تامہ بمعنی وجد بھی ہوسکتا ہے یعنی اگر لائے نفی جنس کے بعد نکرہ مفردہ ہو (یعنی وہ مضاف یا مشابہ مضاف نہ ہو) تو وہ مبنی برفتحہ ہوگا۔ اگر وہ مفرد ہے جیسے لا رَجُلَ فی الدار (کوئی مرد گھر میں نہیں ہے) اس میں رجل نکرہ مفردہ ہے جو لائے نفی جنس کے بعد واقع ہے لہٰذا وہ مبنی برفتحہ ہے یا مبنی بریا ہوگا اگر وہ مثنی یا مجموع ہے لَا غلامَیْنِ لك (بفتح میم وکسر نون) اور لَا مُسْلِمِیْنَ لكَ بکسر میم وفتح نون اس کے مبنی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ لائے نفی جنس کے بعد جو نکرہ مفردہ ہوتا ہے وہ من استغراقیہ کو جو حرف ہے متضمن ہوتا ہے اس لئے کہ لا رجُلَ فی الدار کے معنی لا مِنْ رجلٍ فی الدار ہے اور قاعدہ ہے کہ جب کوئی اسم معنی حرف کو متضمن ہوتا ہے تو وہ مبنی ہوتا ہے۔ اور غیر سکون پر اس لئے مبنی ہے کہ اس کی بنا عارضی ہے اور علامت نصب پر اس وجہ سے مبنی ہے کہ وہ خفیف ہے۔

قولہ و اِنْ کانَ معرفۃً او نکرۃً الخ یعنی اگر لائے نفی جنس کا اسم معرفہ ہو بلا فصل واقع ہو یا بافصل مضاف ہو یا مضاف نہ ہو یا اس کا اسم نکرہ ہو لیکن لا اور اس کے درمیان فصل واقع ہو تو ان صورتوں میں لا کا اسم مبتداء ہونے کی بنا پر مرفوع ہوگا۔ اور لا کو مکرر دوسرے اسم کے ساتھ لانا ضروری ہوگا۔ اس لے کہ لا صفت نکرہ نفی کے لئے موضوع ہے لہٰذا اس کا اثر معرفہ میں ممتنع ہے اور اس کا عمل لغو ہوگا اور چونکہ لا عامل ضعیف ہے اور معمول مفصول میں عمل کرنا عامل قوی کا کام ہے لہٰذا حالت فصل میں وہ عمل نہیں کرسکتا اور اسم اپنی اصلی حالت پر جو رفع بابتداء ہے لوٹ آئے گا۔ رہی لا کی تکریر وہ پہلی نفی کی تاکید کے لئے ہے اور اسم کی تکریر سوال کی مطابقت کی وجہ سے ہے۔ اس لئے کہ لا زیدٌ فی الدار ولا عمروٌ جواب میں اَزیدٌ فی الدار ام عمرٌ کے ہے اور لا فی الدار رَجُلٌ ولا امرأۃ جواب میں أفی الدارِ رجُلٌ ام امرأۃ کے ہے اور ان صورتوں کی چھ مثالیں ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں۔

| | جب کے اسم مفرد ہو | جب کے اسم مضاف ہو |
|---|---|---|
| جب کہ اسم معرفہ ہو اور مفصول نہ ہو | لا زیدٌ فی الدار ولا عمروٌ | لا غلامُ زیدٍ فی الدار ولا غلامُ بکر (اس میں غلام معرفہ کی طرف مضاف ہونے سے معرفہ ہوگیا) |
| جب کہ اسم معرفہ ہو اور مفصول ہو | لا فی الدار زیدٌ ولا عمروٌ | لافی الدارِ غلامُ زیدٍ ولا عمروٌ |
| جب کہ اسم نکرہ ہو اور مفصول ہو | لافی الدارِ رجلٌ ولا امرأةٌ | لافی الدار غلامُ رجلٍ ولا امرأة (اس میں غلام نکرہ ہے اس لئے کہ نکرہ نکرہ کی طرف مضاف ہونے سے معرفہ نہیں ہوتا) |

قولہ ویجوز فی مثل لاحولَ الخ اور لاحول ولا قوة اِلّا باللّٰہ جیسی ترکیب میں باعتبار اعراب پانچ صورتیں جائز ہیں اور مثل سے مراد ہر وہ ترکیب ہے جس میں لائے نفی جنس بطریقہ عطف مکرر ہو اور پھر دونوں کا اسم مفرد نکرہ بلا فصل ہو جیسے لا رجلَ فی الدار ولا امرأة اور جیسے لاحول ولا قوة الّا باللّٰہ میں تو ایسی صورت میں دونوں کے اسموں میں باعتبار اعراب پانچ صورتیں جائز ہیں اوّل قولہ فتحھما ای فتح الاسمین یعنی دونوں مبنی بر فتح ہوں اور دونوں جگہ لانفی جنس کا ہوا گر اس کو دو جملے مانیں اور جملہ کا عطف جملہ پر لیا جائے تو تقدیر عبارت اس طرح ہوگی کہ لا حولَ عن المعصیة ثابتٌ باحدٍ اِلّا باللّٰہ ولَا قوةَ علی الطاعة ثابِتٌ باحدٍ اِلّا باللّٰہ پس اس وقت جملہ ولاقوۃ کا عطف جملہ لاحول پر ہوگا۔ اور اگر اس کو ایک جملہ مانا جائے اور مفرد کا عطف مفرد پر لیا جائے بایں طور کہ دونوں کی ایک خبر مقدر مانی جائے تو اس وقت تقدیر عبارت اس طرح ہوگی کہ لاحولَ ولا قوةَ ثابتان باحدٍ اِلّا باللّٰہ اس میں ولا قوةَ مفرد کا عطف لاحول مفرد پر ہے اور ثابتان باحدِ الّا باللّٰہ دونوں کی خبر ہے دوم قولہ ورفعھما یعنی دونوں اسموں کا رفع اور اس صورت میں دونوں کا رفع مبتداء ہونے کی بنا پر ہوگا اور لا دونوں جگہ زائد ہوگا۔ یعنی لَاحَولٌ ولا قوةٌ اِلّا باللّٰہ گویا یہ سوال أبغیر اللّٰہِ حولٌ وقوةٌ کے جواب میں ہے پس سوال کی مطابقت کی وجہ سے حول اور قوۃ مبتداء ہونے کی بنا پر مرفوع ہیں۔ اس میں بھی دونوں وجہیں جملہ کا عطف جملہ پر اور مفرد کا عطف مفرد پر ہوسکتا ہے۔ سوم وفتح الاول ونصب الثانی یعنی پہلا مبنی بر فتح ہو اور اس وقت اس کا لانفی جنس کا ہوگا اور دوسرے کا نصب مع تنوین ہو اور اس وقت اس کا لا زائدہ تاکید نفی کے لئے ہوگا اور قوۃ حول کے لفظ پر معطوف ہوگا اور وہ نصب بکلمہ لا ہے اس میں بھی دونوں وجہیں ہوسکتی ہیں مفرد کا عطف مفرد پر اور اس وقت دونوں کی ایک خبر ہوگی۔ تقدیر عبارت اس طرح ہوگی کہ لاحولَ ولا قوةً ثابتان باحدِ الّا باللّٰہ اور جملہ کا عطف جملہ پر اور اس وقت دونوں کی خبر علیحدہ علیحدہ ہوگی۔ جیسا کہ پہلے گزر چکا۔ چہارم قولہ

وفتح الاول ورفع الثانی یعنی پہلا مبنی بر فتح ہواس بنا پر کہ اس کا لائے نفی جنس کا ہواور دوسرا مرفوع مع تنوین ہواس بنا پر کہ اس کا لا زائدہ تاکید نفی کے لئے ہواور قوۃ محل حول پر معطوف ہواور حول حقیقت میں مبتداء ہے محلا مرفوع عطف مفرد بر مفرد کی صورت میں دونوں کی ایک خبر مقدر ہوگی اور عطف جملہ بر جملہ کی صورت میں دونوں کی علیحدہ علیحدہ خبر ہوگی جیسا کہ گزر چکا۔

پنجم قولہ ورفع الاول وفتح الثانی یعنی پہلا مرفوع مع تنوین ہواس بنا پر کہ لا بمعنی لَیْسَ ہواور دوسرا مبنی بر فتح اس بنا پر کہ لائے نفی جنس کا ہو لیکن پہلے کا رفع ضعیف ہے کیونکہ لا بمعنی لیس قلیل ہے اور اس صورت میں عطف مفرد بر مفرد نہیں ہوسکتا۔ اس لئے کہ دونوں کی خبروں میں اتحاد نہیں ہے کیونکہ لا بمعنی لَیْسَ کی خبر منصوب ہوتی ہے اور لائے نفی جنس کی خبر مرفوع پس اگر مفرد کا مفرد پر عطف کریں تو دونوں کی ایک خبر مقدر کرنی پڑے گی اور ایک اسم کا آن واحد میں اعراب مختلف کے ساتھ معرب ہونا لازم آئے گا جو محال ہے لہٰذا دونوں کا ایک جملہ بنانا محال ہے بلکہ اس پانچویں صورت میں صرف دو جملہ ہوں گے۔

قولہ وقد یحذف الخ اور کبھی لائے نفی جنس کا اسم قرینہ پائے جانے کے وقت حذف کر دیا جاتا ہے جیسے لَا علیك میں ای لا باسَ علیك (تیرے اوپر کوئی خوف نہیں ہے) یہ کلام اس وقت بولا جاتا ہے جب کہ کوئی شخص کسی سے خائف ہواور یہاں اسم کے حذف پر قرینہ یہ ہے کہ لا حرف ہے جو علیك حرف پر داخل ہے اور حرف حرف پر داخل نہیں ہوتا لہٰذا معلوم ہوا کہ لا کا اسم محذوف ہے۔

---

فصل خبرما ولا الْمُشَبَّهتَیْنِ بِلَیْس هو المسندُ بعد دخولهما نحوما زیدٌ قائمًا ولا رجلٌ حاضراً و اِنْ وقع الخبرُ بعدَ اِلَّا نحو مازیدٌ الَّا قائمٌ اوتقَدَّم الخبرُ علی الاسم نحو ماقائمٌ زیدٌ اَوْ زِیْدَتْ اِنْ بعد مانحو ما اِنْ زیدٌ قائمٌ بطل العملُ کما رایتَ فی الا مثلة وهذا لغة اهل الحجاز اما بنو تمیم فلا یعملونهما اصلا قال الشاعر عن لسان بنی تمیم شعر

ومُهَفْهَفٍ کالغُصن قلتُ له انْتَسِبْ، فاجاب ماقتل المحبِّ حرام، برفع حرام.

**ترجمہ:** ''بارہویں فصل وہ ماولا جو لیس کے مشابہ ہیں۔ ان کی خبر ان دونوں کے داخل ہونے کے بعد مسند ہوتی ہے جیسے مازیدٌ قائماً اور لا رجلٌ حاضراً اور اگر خبر الا کے بعد واقع ہو جیسے ما زیدٌ الا قائمٌ یا خبر اسم پر مقدم ہو جیسے ما قام زیدٌ یا ما کے بعد اِنْ زائد لایا گیا ہو جیسے ما اِنْ زید قائمٌ تو ما کا عمل باطل ہو جاتا ہے جیسا کہ تم نے مثالوں میں دیکھ لیا اور یہ اہل حجاز کی لغت ہے۔ بہرحال بنوتمیم تو وہ ان دونوں کو بالکل عمل نہیں دیتے۔ شاعر نے بنوتمیم کی زبان میں کہا ہے۔ شعر ایک چالاک پھرتیلے شاخ کی طرح باریک نازک محبوب سے میں نے کہا اپنا نسب نامہ بیان کیجئے تو اس نے جواب میں کہا چاہنے والے کو قتل کر دینا کوئی حرام نہیں ہے۔ اس شعر میں لفظ حرام کو ما کے باوجود عمل نہیں دیا گیا۔''

---

قولہ خبر ماولا المشبھتین بلیس الخ ای من المنصوبات خبر ماولا الخ خبر مضاف مَا معطوف علیہ وحرف عطف لا معطوف معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر مضاف الیہ موصوف ہوا المشبھتین باب تفعیل سے اسم مفعول ہے اور تثنیہ کا صیغہ ہے یہ ما و لا کی صفت ہے اور بلیس جار ومجرور متعلق المشبھتین کے ہے المشبھتین اپنے متعلق سے مل کر صفت ہوئی موصوف کی موصوف اپنی صفت سے مل کر مضاف الیہ ہوا خبر کا خبر مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر مبتداء ہوا۔ اور من المنصوبات متعلق ثابت کے ہو کر خبر ہوئی (ترجمہ) خبر ما اور لا کی جو لیس کے ساتھ تشبیہ دیئے گئے ہیں مشابہت یہ ہے کہ جیسے لیس مبتداء اور خبر پر داخل ہو کر اسم کو رفع اور خبر کو نصب دیتا ہے۔ اسی طرح یہ دونوں بھی عمل کرتے ہیں اور جیسے لَیْسَ کے معنی نفی کے ہیں اسی طرح ان کے بھی۔

قولہ ھو المسند الخ یعنی ماولا مشبہتان بلیس کی خبر وہ ہے جو ان دونوں میں سے کسی ایک کے داخل ہونے کے بعد مسند ہو جیسے مَازیدٌ قائِماً یہ کلمہ ما کی مثال ہے۔ (زید کھڑا ہونے والا نہیں ہے) اور لَا رجُلٌ حاضراً کلمہ لا کی مثال ہے (مرد حاضر نہیں ہے) ان دونوں مثالوں میں قائماً اور حاضراً ...... ما اور لا کے داخل ہونے کے بعد مسند ہیں اور ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ مَا معرفہ اور نکرہ دونوں پر داخل ہوتا ہے اور لا ہمیشہ نکرہ پر داخل ہوتا ہے۔

قولہ وان وقع الخبر الخ یہاں سے مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ اس چیز کو بیان کرتے ہیں جو ان دونوں کے عمل کو باطل کر دیتی ہے یعنی اگر ما اور لا کی خبر کلمہ اِلَّا کے بعد واقع ہو یا ان کی خبر ان کے اسم پر مقدم ہو جائے یا کلمہ ما کے بعد اِنْ زیادہ ہو جائے تو ان تینوں صورتوں میں ان کا عمل باطل ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ تم نے امثلہ مذکورہ میں دیکھا۔

قولہ مَازیدٌ اِلَّا قائِمٌ اس میں قائِمٌ جو ما کی خبر ہے اِلَّا کے بعد واقع ہے لہٰذا اس کا عمل باطل ہو گیا (نہیں ہے زید مگر کھڑا ہونے والا) کلمہ ما کی مثال ہے کلمہ لا کی مثال لَا رجلٌ اِلَّا افضلُ منك اس صورت میں ان دونوں کا عمل اس لئے باطل ہو جاتا ہے کہ ان کا عمل معنی نفی کے ساتھ مشابہت کے سبب سے تھا۔ اور جب نفی کلمہ اِلَّا کی وجہ سے جاتی رہی تو ان کا عمل بھی باطل ہو گیا۔

قولہ ماقائِمٌ زَیْدٌ اس میں قائمٌ جو مَا کی خبر ہے اس کے اسم زید پر مقدم ہے لہٰذا عمل باطل ہو گیا یہ کلمہ ما کی مثال ہے۔ کلمہ لا کی مثال جیسے لا افضلُ منك رجلٌ اس صورت میں ان کا عمل اس لئے باطل ہے کہ یہ عامل ضعیف ہیں لہٰذا یہ اسی وقت عمل کرتے ہیں۔ جب کہ دونوں معمول ترتیب سے واقع ہوں لیکن جب یہ دونوں معمول ترتیب سے واقع نہ ہوں تو یہ اپنے ضعف کی وجہ سے عمل نہیں کرتے۔

قولہ اوزیدت اِنْ بعد ما مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے بعد ما کہا اس لئے کہ ان استقرائی طور پر کلمہ لا کے بعد زائد نہیں ہوتا۔

قولہ مَا اِنْ زیدٌ قَائِمٌ (زید کھڑا ہونے والا نہیں ہے) اور اس صورت میں ان کا عمل اس لئے باطل ہے کہ یہ دونوں

عمل میں ضعیف ہیں جب ان کے اور ان کے اسم کے درمیان کلمہ ان فاصل آ گیا تو یہ اپنے ضعف کی وجہ سے عمل نہیں کر سکتے۔

قولہ ھذا لغت الحجاز الخ یعنی مَا اور لاَ کا یہ عمل اہل حجاز کی لغت ہے اور یہ ان کے نزدیک اسم اور خبر میں عمل کرتے ہیں۔ اور انہی کی لغت پر قرآن مجید نازل ہوا جیسے ماھذا بشرا لیکن بنوتمیم ماولا کو کبھی عمل نہیں دیتے پس یہ دونوں ان کے نزدیک اسم اور خبر میں بالکل عمل نہیں کرتے بلکہ وہ ما اور لا کے داخل ہونے سے پیشتر جیسے مبتداء اور خبر ہونے کی بنا پر مرفوع ہوتے ہیں ویسے ہی وہ ان کے داخل ہونے کے بعد مبتداء اور خبر ہونے کی بنا پر مرفوع ہوتے ہیں۔ خواہ شروط مذکورہ پائی جائیں یا نہ پائی جائیں جیسا کہ زہیر شاعر لغت بنی تمیم سے نقل کرتے ہوئے کہہ رہے ہیں۔

ومُهَفْهَفٍ كالغُصْنِ قُلتُ له اِنْتَسِبْ
فَاَجَابَ مَاقَتْلُ المُحِبِّ حَرَامٌ

اس میں واو بمعنی رُبَّ ہے۔

قولہ مھفھف جس کی کمر اور کوکھ باریک ہو مصدر هفیفةٌ ہے کمر اور کوکھ کا باریک ہونا کہا جاتا ہے رَجْلٌ مھفھف وامرأة مھفھفةٌ۔

قولہ غصن بمعنی شاخ۔

قولہ اِنْتَسِبْ یہ انتساب سے امر ہے بمعنی نسبت بیان کرنا۔

قولہ اجاب اس کی ہو ضمیر مستتر مھفھف کی طرف لوٹ رہی ہے۔

قولہ قتل مصدر ہے جو المحب مفعول کی طرف مضاف ہے اس کا فاعل محذوف ہے ای قَتْلُ المحبوبِ المحبَّ (ترجمہ) میں نے بعض باریک کمر والوں سے جو لطافت ونزاکت میں شاخ کی مانند ہیں کہا یعنی میں نے محبوب سے کہا کہ تم اپنا نسب بیان کرو تو اس نے جواب دیا کہ میرے نزدیک عاشق کا قتل حرام نہیں ہے یعنی میں معشوق میں سے ہوں ان کے نزدیک عاشق کا قتل جائز ہے۔ اس محبوب نے ضمناً اپنا نسب بیان کردیا کہ میں بنی تمیم سے ہوں اس لئے کہ اس نے حرامٌ کو جو کلمہ ما کے بعد واقع ہے اور مسند ہے مرفوع پڑھا اور بنی تمیم ما اور لا کو عمل نہیں دیتے ہیں لہٰذا معلوم ہوا کہ یہ بنی تمیم میں سے ہے اور بعض فضلاء نے فرمایا ہے کہ انتساب کو اس جگہ بمعنی میل اور رجوع بھی لے سکتے ہیں اور اس وقت اِنْتَسِبْ کے معنی یہ ہوں گے کہ میں نے بعض باریک کمر والوں میں سے جو نزاکت میں شاخ کی مانند ہیں کہا کہ تو میری طرف مائل ہوتا کہ میں اپنے مقصود کو پہنچوں اور مجھ کو ناحق قتل مت کر کہ وہ حرام ہے اس نے جواب دیا کہ عاشق کو قتل کرنا حرام نہیں ہے کیونکہ اگر تو میری محبت میں مرجائے تو اس کا گناہ مجھ پر نہیں ہے اس لئے کہ بہت سے عاشق محبت میں مرجاتے ہیں اور بہت سے عاشقوں کو معشوقوں کی طرف سے تکلیفیں پہنچی ہیں اس شعر میں مَا جو مشبہ بلیس ہے عمل نہیں کر رہا ہے کیونکہ اس

کا مابعد قتلُ المحب مبتداء ہونے کی بنا پر اور حرام خبر ہونے کی بنا پر مرفوع ہیں۔

المقصد الثالث فی المجرورات الاسماء المجرورة هی المضاف الیه فقط وهو کلُّ اسم نُسِبَ الیه شیءٌ بواسطة حرف الجر لفظًا نحو مررتُ بزیدٍ ویُعَبَّرُ عن هذا الترکیب فی الاصطلاح بانّه جارٌّ ومجرورٌ او تقدیراً نحو غلامُ زیدٍ تقدیره غلامٌ لزیدٍ ویُعَبَّرُ عنه فی الاصطلاح بانه مضافٌ ومضافٌ الَیْه ویجب تجرید المضاف عن التنوینِ اوما یقومُ مَقَامَه وهو نونُ التّثنیة والجمع نحو جاءنی غلامُ زیدٍ وغلاما زیدٍ ومسلمو مصرٍ.

ترجمہ: ”تیسرا مقصد مجرورات کے بیان پر مشتمل ہے۔ اسماء مجرورہ میں سے صرف مضاف الیہ ہے۔ اور مضاف الیہ وہ اسم ہے جس کی طرف کوئی چیز بواسطہ حرف جر منسوب کی گئی ہو۔ وہ حرف جر لفظوں میں ہو جیسے مررت بزیدٍ اور اس ترکیب کو اصطلاح میں تعبیر کیا جاتا ہے کہ وہ جار اور مجرور ہیں۔ یا حرفِ جر تقدیراً ہو جیسے غلامُ زیدٍ اس کی اصل غلامٌ لزیدٍ تھی اور اس کو اصطلاح میں تعبیر کیا جاتا ہے کہ وہ مضاف اور مضاف الیہ ہیں اور مضاف کو تنوین سے یا اس سے جو تنوین کے قائم مقام ہو خالی کرنا واجب ہے اور وہ تثنیہ اور جمع کے نون ہیں جیسے جاءنی غلامُ زیدٍ اور غلاما زیدٍ اور مسلمو مصرٍ۔“

قوله الاسماء المجرورة الخ یعنی اسماء مجرورہ صرف یہ ہی مضاف الیہ ہے۔

قوله وهو کل اسمٍ الخ یعنی اور مضاف الیہ ہر وہ اسم ہے جس کی طرف کوئی چیز (خواہ وہ چیز فعل ہو یا اسم) بواسطۂ حرف جر منسوب کی گئی ہو خواہ وہ حرف جر ملفوظ ہو جیسے مررتُ بِزیدٍ میں (میں زید کے پاس سے گذرا) اس میں مررتُ کی نسبت زید کی طرف بواسطۂ حرف جر با کی گئی ہے اور یہ حرف جر ملفوظ ہے اور اصطلاح نحات میں اس ترکیب کو جار و مجرور کہتے ہیں باء جار زیدٍ مجرور جار اپنے مجرور سے مل کر مررتُ فعل کے متعلق ہوا خواہ مقدر ہو لیکن مراد ہو یعنی اس کا عمل اور اثر باقی ہو جیسے غلام زیدٍ اس کی تقدیرِ غلامٌ لزید ہے یہاں لام مقدر ہے اور وہ اس مقام میں مراد ہے کیونکہ اس کا اثر جو جر ہے باقی ہے۔ اس ترکیب میں غلام کی نسبت زید کی طرف بواسطہ حرف جر لام جو مقدر ہے کی گئی ہے اور اصطلاح نحات میں اس ترکیب کو کہ جہاں حرف جر مقدر ہو مضاف اور مضاف الیہ کہتے ہیں اس میں غلام مضاف ہے اور زید مضاف الیہ۔

قوله فقط یہ لفظ بظاہر زائد معلوم ہوتا ہے اس لئے کہ حصر هی المضاف الیه میں ہی ضمیر فصل سے مستفاد ہو رہا ہے۔

قوله وهو ای المضاف الیه کل اسمٍ مصنف نے اسم کہا لفظ نہیں کہا تا کہ اس امر پر تنبیہ ہو کہ مضاف الیہ ہمیشہ اسم ہوگا خواہ حقیقتاً ہو خواہ تاویلاً نُسِبَ الَیْهِ شیءٌ نسب مجہول کا صیغہ ہے مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے شئی فرمایا تا کہ اس

امر پر تنبیہ ہو کہ مضاف کبھی اسم ہوگا اور کبھی فعل۔

قولہ بواسطه حرف الجر اس سے احتراز ہے جس کی طرف کوئی شئی بلا واسطہ حرف جر منسوب کی گئی ہو جیسے فعل کی نسبت فاعل کی طرف یا مفعول بہ کی طرف بلا واسطہ حرف جر ہے۔

قولہ لفظاً یہ کان محذوف کی خبر ہے۔

قولہ وتقدیراً اس کا عطف لفظاً پر ہے ای سواء کان ذلك الحرف ملفوظاً اومقدراً یا یہ حال ہیں ای حال کون ذلك الحرف ملفوظاً اومقدراً چونکہ مجرور بحرف جر لفظاً پر مضاف الیہ کا اطلاق اصطلاح مشہور کے خلاف ہے کیونکہ نحات کے درمیان اصطلاح مشہور یہ ہے کہ اس کو جارو مجرور کہتے ہیں۔ لہٰذا مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ اس کی طرف اشارہ فرمارہے ہیں کہ ویعبر عن هذا التركيب اور یہ ترکیب مررتُ بزیدٍ میں بزیدٍ ہے فی الاصطلاح بانّه جارو مجرور پس اس کو مضاف اور مضاف الیہ نہیں کہتے۔ جاننا چاہئے کہ جمہور نحات کے نزدیک مررتُ بزیدٍ میں بزیدٍ جارو مجرور ہے نہ مضاف مضاف الیہ لیکن زوزنی سے شیخ رضی نے نقل کیا ہے کہ سیبویہ نے مجرور بحرف جر لفظی کا نام مضاف الیہ رکھا ہے لیکن یہ اصطلاح مشہور کے خلاف ہے کیونکہ جب اصطلاح میں مضاف الیہ بولتے ہیں تو اس سے مراد مجرور بحرف جر تقدیری ہوتا ہے لیکن مررتُ بزیدٍ میں زید باعتبار لغت بلا شک وشبہ مضاف الیہ ہے اس لئے کہ مررتُ فعل کی اضافت زید مجرور کی طرف بواسطہ حرف جر با کی گئی ہے۔ پس مررتُ بزیدٍ میں زید کو مضاف الیہ کہنا بلحاظ لغت ہے اور بعض شروح میں ہے کہ مجرور بحرف جر کو مضاف الیہ اس لئے کہتے ہیں کہ حروف جر کو حروف اضافت بھی کہتے ہیں۔ کیونکہ یہ معانی افعال کی اضافت اور نسبت اسماء کی طرف کر دیتے ہیں۔

قولہ ویعبر عنه ای عن هذا التركيب اور یہ ترکیب غلام زید ہے۔ فی الاصطلاح بانه مضاف ومضاف اليه اور اس کو جارو مجرور نہیں کہتے۔ مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ کو مناسب تھا کہ اوتقدیراً مراداً فرماتے جیسا کہ کافیہ میں ہے تاکہ ظرف سے احتراز ہو جاتا۔ کیونکہ قمتُ یومَ الجمعة میں یوم الجمعۃ کی طرف اگرچہ شئی یعنی قمتُ کی نسبت بواسطہ حرف جر تقدیری کی گئی۔ ہے اور وہ حرف جر تقدیری فی ہے لیکن وہ مراد نہیں ہے اس لئے کہ اگر وہ مراد ہوتا تو یوم الجمعة مجرور ہوتا اس واسطے کے مراد کے معنی یہ ہیں کہ اس کا اثر لفظوں میں ظاہر ہو یعنی اس کا مابعد مجرور ہو یاد رکھنا چاہئے کہ مضاف الیہ کے عامل میں اختلاف ہے سیبویہ کے نزدیک مضاف الیہ میں عامل مضاف ہے اور یہ صحیح ہے اس لئے کہ مضاف کے ساتھ ضمیر متصل ہوتی ہے جیسے غلامہ میں اور ضمیر ہمیشہ عامل کے ساتھ متصل ہوتی ہے اور زجاج کے نزدیک مضاف الیہ میں عامل معنی لام ہے اور سہیلی کے نزدیک اضافت ہے۔ اور بعض کے نزدیک حرف مقدر ہے جس کا نائب مضاف ہے۔

قولہ ویجب تجرید المضاف الخ اور اضافت کی وجہ سے مضاف کا تنوین سے اور اس چیز سے جو تنوین کے

قائم مقام ہے اور وہ نون تثنیہ اور نون جمع سالم ہیں خالی ہونا ضروری ہے اسی طرح مضاف کا اضافت کے وقت الف ولام سے بھی خالی ہونا ضروری ہے کیونکہ تنوین اور اس کا قائم مقام کلمہ کے تمام اور اس کے مابعد سے منقطع ہونے کی علامت ہے یعنی وہ اس امر کی علامت ہیں کہ کلمہ مضاف الیہ کے بغیر تام ہے اور اپنے مابعد سے منقطع اور علیحدہ ہے بخلاف اضافت کے کہ وہ مضاف کا مضاف الیہ کے ساتھ اتصال پیدا کرتی ہے اور اضافت کی وجہ سے مضاف مضاف الیہ کے بغیر ناتمام رہتا ہے۔ پس تنوین اور اضافت کے اقتضاء میں منافات ہے جیسے جاء نی غلام زیدٍ میں (میرے پاس زید کا غلام آیا) اس میں غلام مضاف ہے اور زیدٍ مضاف الیہ ہے اور غلام مضاف تنوین سے خالی ہے اضافت سے پہلے غلامٌ بتنوین تھا۔ اور جیسے جاء نی غلاما زیدٍ (میرے پاس زید کے دو غلام آئے) غلاما مضاف ہے اور زیدٍ مضاف الیہ اور غلاما اصل میں غلامان تھا نون تثنیہ بوجہ اضافت گر گیا اور جیسے جاء نی مسلمو مصرٍ (میرے پاس شہر کے مسلمان آئے) مسلمو مضاف ہے مصر مضاف الیہ اور مسلمو اصل میں مسلمون تھا نون جمع بوجہ اضافت گر گیا۔

---

وَاعْلَمْ اَنَّ الا ضافةَ علیٰ قِسْمَیْنِ مَعْنَوِیَّةٌ ولَفْظِیَّةٌ امَّا المعنویةُ فهی اَنْ یَّکونَ المضافُ غیرَ صفةٍ مضافةٍ الی معمولها وهی امَّا بمعنی اللام نحو غلام زیدا وبمعنی مِنْ نحو خاتَم فضةٍ اوبمعنی فی نحو صلوةُ اللیلِ وفائدة هذهِ الاضافةِ تعریفُ المضاف اِنْ اُضِیْف الی معرفةٍ کما مرّ اوتخصیصُهٗ اِنْ اُضِیْفَ الی نکرةٍ کغلامِ رجلٍ وامَّا اللفظیة فهی ان یکون المضافُ صفةً مضافةً الی معمولها وهی فی تقدیر الانفصال نحو ضاربُ زیدٍ وحَسَنُ الوجهِ وفائدتها تخفیفٌ فی اللفظ فقط.

ترجمہ: ”اور تو جان لے کہ اضافۃ دو قسم پر ہے اوّل معنوی دوم لفظی بہر حال اضافۃِ معنویہ پس وہ یہ ہے کہ مضاف ایسا صفت کا صیغہ نہ ہو جو اپنے معمول کی جانب مضاف ہو اور اضافۃِ معنویہ یا بمعنی لام ہوگی جیسے غلامُ زیدٍ یا بمعنی من ہوگی جیسے خاتمُ فضةٍ یا بمعنی فی ہوگی جیسے صلوٰۃُ اللیل اور اس اضافۃ کا فائدہ مضاف کی تعریف ہے اگر وہ معرفہ کی طرف مضاف کیا گیا ہو جیسا کہ گزر چکا یا اس کو خاص کرنا ہے اگر اس کو نکرہ کی طرف مضاف کیا گیا ہو جیسے غلامُ رجلٍ اور بہر حال اضافۃ لفظیہ پس وہ یہ ہے کہ مضاف ایسا صیغہ صفت ہو جو اپنے معمول کی جانب مضاف ہو اور اضافۃِ لفظیہ بشرطِ انفصال ہوتی ہے جیسے ضاربُ زیدٍ اور حسن الوجہ اور اس کا فائدہ فقط لفظ میں تخفیف ہوتا ہے۔“

---

قولہ واعلم اَنَّ الاضافت الخ تعریف مضاف الیہ سے یہ بات معلوم ہو چکی ہے کہ مطلق اضافت دو قسم پر ہے ایک وہ جس میں حرف جر ملفوظ ہو۔ دوسرے وہ کہ جس میں حرف جر مقدر ہو چونکہ پہلی قسم میں اضافت کی جہت سے کوئی بحث

نہیں ہے۔ کیونکہ حرف جر اپنے مابعد کو مجرور کرتا ہے جیسا کہ بحث حروف میں آئے گا اور دوسری قسم کے ساتھ بحث زیادہ ہے۔ لہٰذا مصنف نے یہاں پہلی قسم کے بیان کو چھوڑ دیا اور اس کا ذکر قسم ثالث میں کیا جیسا کہ خود آگے فرمار ہے ہیں کہ اما ما یذکر فیه حرف الجر الخ اور دوسری قسم کو واعلم سے بیان فرمار ہے ہیں کلمہ اِعْلَمْ امر کا صیغہ ہے متعلّم کی تنبیہ کے لئے لایا جاتا ہے مطلب یہ ہے کہ اضافت جو بتقدیر حرف جر ہوتی ہے دو قسم پر ہے ایک معنویہ یعنی منسوب الی المعنی اس لئے کہ وہ مضاف میں معنی تعریف اور تخصیص کا فائدہ دیتی ہے لہٰذا اس کو معنویہ کہتے ہیں۔ اس میں یاء مشددہ نسبت کی ہے۔ اور اس کو حقیقیہ بھی کہتے ہیں دوسرے لفظیة یعنی منسوب الی اللفظ اس میں بھی یاء مشددہ نسبت کی ہے۔ اور اس کو لفظیہ اس لئے کہتے ہیں کہ یہ صرف لفظ میں تخفیف کا فائدہ دیتی ہے۔ اور معنی تعریف و تخصیص کو مفید نہیں ہوتی جیسا کہ عنقریب معلوم ہو جائے گا اور اس کو غیر حقیقیہ بھی کہتے ہیں۔ مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے معنویہ کو لفظیہ پر مقدم کیا۔ حالانکہ لفظ بنسبت معنی اصل ہے اس لئے کہ معنویہ کے فوائد بنسبت لفظیہ کے زیادہ ہیں اور نیز اس کے احکام زیادہ ہیں۔

قوله امّا المعنویه فهی الخ کلمہ اَمَّا تفصیل اجمال کے لئے ہے۔

قوله مضافةٍ یہ صفت کی صفت ہے یعنی اضافت معنویہ وہ ہے جس میں مضاف وہ صفت نہ ہو جو اپنے معمول کی طرف مضاف ہوتی ہے۔ اس جگہ صفت سے مراد اسم فاعل اور اسم مفعول اور صفت مشبہ اور اسم تفضیل ہیں اور معمول سے مراد فاعل اور مفعول بہ ہیں اس کلام سے معلوم ہوا کہ مضاف صفت نہیں ہوگا بلکہ اسم جامد ہوگا۔ جیسے غلامُ زیدٍ میں غلام مضاف ہے اور اسم جامد ہے یا صفت ہوگا لیکن اپنے معمول کی طرف مضاف نہ ہوگا۔ جیسے کریمُ البلدِ میں کریم صفت کا صیغہ ہے۔ جو البلد کی طرف مضاف ہے۔ لیکن معمول کی طرف مضاف نہیں ہے اس لئے کہ بلد نہ تو اس کا فاعل ہے اور نہ اس کا مفعول بہ بلکہ اس کا ظرف ہے۔ کیونکہ کرم البلدُ کہنا اور البلدُ کو کرم کا فاعل بنانا ناجائز ہے بلکہ ایسی صورت میں کرُمَ مَنْ فِی البلدِ کہا جاتا ہے (کریم ہیں وہ لوگ جو شہر میں ہیں) اسی طرح وہ اس کا مفعول بہ بھی نہیں ہوسکتا۔

قوله غیر صفةٍ اس سے ضاربُ زیدٍ جیسی ترکیب سے احتراز ہے اس لئے کہ اس میں مضاف صفت ہے۔

قوله مضافة الیٰ معمولها اس سے کریمِ البلد جیسی ترکیب سے احتراز ہے اس لئے کہ اس میں مضاف صفت ہے جو غیر معمول کی طرف مضاف ہے۔

قوله وهی امّا بمعنی اللام الخ یعنی اضافت معنویہ تین قسم پر ہے اوّل بمعنی لام جبکہ مضاف الیہ نہ تو مضاف کی جنس سے ہو یعنی مضاف الیہ مضاف سے مبائن ہو اور نہ مضاف کا ظرف ہو جیسے غلام زیدٍ اس میں زید (مضاف الیہ) نہ تو غلام (مضاف) کی جنس سے ہے اور نہ غلام کا ظرف ہے لہٰذا اس میں اضافت بمعنی لام ہوگی ای غلامٌ لزیدٍ دوم بمعنی مِنْ بیانیہ جب کہ مضاف الیہ مضاف کی جنس سے ہو یعنی وہ مضاف پر صادق آئے اور مضاف کی اصل ہو جیسے خاتمُ فضةٍ (چاندی کی انگوٹھی) اس میں فضة خاتم پر صادق آتی ہے اور خاتم کی اصل ہے لہٰذا اس میں اضافت بمعنی مِنْ بیانیہ ہوگی ای

خاتم مِنْ فضةٍ سوم بمعنی فی جب کہ مضاف الیہ مضاف کا ظرف ہو۔ خواہ ظرف زمان ہو خواہ ظرف مکان جیسے صلوٰۃُ اللیل (رات کی نماز یعنی نماز جو رات میں ہے اس میں لیل صلوٰۃ کا ظرف ہے لہٰذا اضافت بمعنی فی ہوگی ای صلوٰۃٌ فی اللیل۔

قولہ وفائدۃ ھذہ الاضافت الخ اور اضافتِ معنویہ کا فائدہ مضاف کی تعریف ہے۔ اگر اس کی اضافت معرفہ کی طرف کی گئی ہو خواہ اس کی اضافت معرفہ کی طرف بلا واسطہ ہو یا بواسطہ جیسے غلامُ زیدٍ اس میں غلام کی اضافت زید کی طرف جو معرفہ ہے بلا واسطہ ہے۔ اس میں غلام اضافت سے پیشتر نکرہ تھا۔ ہر ایک کے غلام کو غلام کہہ سکتے تھے لیکن جب وہ معرفہ کی طرف مضاف ہوا تو معین ہو گیا اور جیسے وجہُ غلامِ زیدٍ اور وجہُ فرسِ غلامِ زیدٍ ان میں وجہ کی اضافت زید کی طرف جو معرفہ ہے بواسطہ ہے پہلی مثال میں ایک واسطہ ہے۔ دوسری میں دو واسطہ ہیں یا مضاف کی تخصیص ہے اگر اس کی اضافت نکرہ کی طرف کی گئی ہو اور تخصیص کے معنی قلت اشتراک ہیں یعنی اضافت سے پیشتر جن جن افراد پر وہ صادق آتا تھا اضافت کے بعد وہ ان تمام افراد پر صادق نہیں آتا بلکہ بعض پر صادق آتا ہے بعض پر صادق نہیں آتا۔ جیسے غلامُ رجلٍ (مرد کا غلام) اس جگہ گو غلام معین نہیں ہے۔ لیکن اس میں تخصیص آگئی کیونکہ اضافت سے پیشتر غلام عام تھا مرد کا ہو یا عورت کا لیکن جب غلامُ رجلٍ کہا تو اس کے افراد کم ہو گئے اور معلوم ہو گیا کہ مرد کا غلام ہے عورت کا نہیں ہے۔ اور مضاف کے لئے ضروری ہے کہ وہ نکرہ ہو ورنہ تحصیل حاصل لازم آئے گی اگر معرفہ کی طرف مضاف ہے یا ادنی چیز یعنی تخصیص کا حاصل ہونا لازم آئے گا باوجودیکہ اعلی چیز یعنی تعریف حاصل ہے اگر وہ نکرہ کی طرف مضاف ہے۔ اور یاد رکھنا چاہئے کہ یہ اضافت مضاف میں تعریف کا فائدہ جب کہ وہ معرفہ کی طرف مضاف ہو اس وقت دے گی جب کہ مضاف لفظ غیر اور مثل اور شبہ اور نحو اور نظیر کے علاوہ ہو اس لئے کہ ان میں اس قدر ابہام ہے کہ معرفہ کی طرف مضاف ہونے کے باوجود بھی ان میں تعریف نہیں آتی۔

قولہ امّا اللفظیہ فی الخ یعنی اضافت لفظیہ وہ ہے جس میں مضاف ایسی صفت ہو جو اپنے معمول یعنی فاعل یا مفعول بہ کی طرف مضاف ہو اور صفت سے مراد اسم فاعل اسم مفعول صفت مشبہ اور اسم تفضیل ہے جیسے ضاربُ زیدٍ (زید کو مارنے والا) اس میں ضارب اسم فاعل ہے جو زیدٍ مفعول بہ کی طرف مضاف ہے اور زید اگرچہ لفظوں میں مجرور ہے اور مضاف الیہ لیکن معنی کے لحاظ سے وہ ضارب کا مفعول بہ ہے۔ اور جیسے حسنُ الوجہ (خوبصورت چہرہ والا) اس میں حسن صفت مشبہ ہے جو الوجہ فاعل کی طرف مضاف ہے اور الوجہ اگرچہ لفظوں میں مجرور ہے اور مضاف الیہ لیکن معنی کے لحاظ سے وہ حسن کا فاعل ہے۔

قولہ صفۃ اس سے احتراز ہے جب کہ مضاف صفت نہ ہو جیسے غلام زیدٍ میں اور۔

قولہ مضافۃ الیٰ معمولھا اس صفت سے احتراز ہے جو غیر معمول کی طرف مضاف ہو جیسے کریم البلد میں

اس لئے کہ یہ اضافت معنویہ ہے جیسا کہ گزر چکا۔

قولہ وھی فی تقدیر الانفصال اور اضافت لفظیہ معنی کے لحاظ سے تقدیر انفصال میں ہے یعنی اضافت اگرچہ اتصال وامتزاج کو چاہتی ہے لیکن یہ اتصال اور امتزاج بمنزلہ انفصال کے ہے اس لئے کہ عاملیت اور معمولیت کے معنی جیسے اضافت سے پیشتر باقی تھے ویسے ہی اضافت کے بعد باقی ہیں اور یہ اضافت معنی کو متغیر نہیں کرتی بلکہ اضافت کے بعد معنی ویسے ہی رہتے ہیں جیسے اضافت سے پیشتر تھے پس مجرور باعتبار معنی مرفوع ہے اگر وہ فاعل ہے یا منصوب ہے اگر وہ مفعول بہ ہے گویا مجرور باضافت مجرور ہی نہیں ہے۔

قولہ وفائد تھا تخفیف الخ یعنی اضافت لفظیہ صرف لفظ میں تخفیف کا فائدہ دیتی ہے تعریف وتخصیص کا فائدہ نہیں دیتی اس لئے کہ یہ تقدیر انفصال میں ہے جیسا کہ گزر چکا پھر یہ تخفیف لفظی یا تو صرف مضاف میں ہوگی بایں طور کہ مضاف سے یا تو تنوین حذف ہوجائے جیسے ضاربُ زَیْدٍ میں یا نون تثنیہ یا نون جمع جیسے ضاربَا زیدٍ اور ضاربو زیدٍ کہ اصل میں ضاربان اور ضاربون تھے یا صرف مضاف الیہ میں ہوگی بایں طور کہ مضاف الیہ سے ضمیر حذف ہوکر صفت مضاف میں مستتر ہوجائے جیسے القائمُ الغلام میں یہ اصل میں القائم غلامہ تھا غلامہ سے ضمیر مضاف الیہ کو حذف کر کے قائم میں مستتر مان لی اور قائم کو اس کی طرف مضاف کر دیا پس مضاف الیہ میں تخفیف حاصل ہوگئی۔ یا مضاف اور مضاف الیہ دونوں میں ہوگی جیسے حسنُ الوجہ یہ اصل میں حسنٌ وجھہ تھا اضافت کی وجہ سے حسنٌ کی تنوین اور وجہ کی ضمیر محذوف ہوگی اور وجہ کی ضمیر کے عوض میں الف ولام لے آئے پس مضاف اور مضاف الیہ دونوں میں تخفیف حاصل ہوگئی۔

قولہ فی اللفظ اس سے اضافت لفظیہ کی وجہ تسمیہ کی طرف بھی اشارہ ہے۔

---

واعلم اَنَّكَ اذا اَضَفْتَ الاسمَ الصَّحيحَ اوالجارى مجرىٰ الصحيح الى ياء المتكلم كسرتَ اٰخره واَسْكَنْتَ الياء وفَتَحْتَهَا كغلامِىْ وَدَلْوِىْ وظَبْيِىْ وَ اِنْ كان اٰخرُ الاسم الفًا تثبت كعصَاىَ ورحاى خلافًا للهذيل كعصِىّ ورَحِىّ و اِنْ كان اٰخر الاسم ياءً مكسوراً ما قبلَها اد غمتَ الياءَ فى الياءِ وفتحتَ الياءَ انثانيةَ لئَلاَّ يلتقى السا كنَانِ تقول فى قاضِىْ قاضِىَّ و اِنْ كان اٰخره واواً مضمومًا ماقبلها قلبتَها ياءً وعمِلْتَ كما عَمِلْتَ اَلْاٰنَ تقول جاءنى مسلمِىَّ.

**ترجمہ:** ''اور تو جان لے کہ جب تو اسم صحیح یا قائم مقام صحیح کو یائے متکلم کی طرف مضاف بنائے تو اس کے آخر کو کسرہ دے دے اور یاء کو ساکن کردے اور یا اس کو فتحہ دے دے جیسے غلامی، دلوی، ظبیی، اور اگر

اسم کا آخری حرف الف ہو تو اس کو ثابت رکھ جیسے عصای اور رحای اس میں ہذیل کا اختلاف ہے جیسے عَصِیَّ اور رَحِیَّ اور اگر اسم کا آخری حرف یاء ماقبل مکسور ہو تو یاء میں ادغام کر دیا جائے گا اور یائے ثانیہ کو فتحہ دے دیا جائے گا تا کہ دونوں میں التقاء ساکنین لازم نہ آئے جیسے تو قاضٍ بھی کہے قاضِیَّ اور اگر اس کے آخر میں واؤ ماقبل مضموم ہو تو اُس واؤ کو یاء سے بدل دے اور وہی عمل کرے جو عمل ابھی اُوپر کیا ہے جیسے تو کہے جآء نی مُسلِمیّ۔"

---

قوله واعلم انك الخ چونکہ مضاف اسم صحیح ہوتا ہے اور جاری مجری صحیح اور منقوص واوی اور یائی اور ان میں سے ہر ایک کے لئے سقوط تنوین اور نون کے علاوہ اور بھی علیحدہ علیحدہ احکام ہیں لہٰذا مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ یہاں سے ان کو بیان فرما رہے ہیں کہ جب تم اسم صحیح اور جاری مجری صحیح کو (جن کی تعریف اصناف اعراب کے بیان میں گزر چکی) یاء متکلم کی طرف مضاف کرو تو یاء کی مناسبت کی وجہ سے اسم مذکور کے آخر کو کسرہ دو اور پھر خود یاء متکلم میں دو صورتیں ہوں گی یا تو تم اس کو ساکن کرو کیونکہ سکون میں تخفیف ہے یا اس کو فتحہ دو اس لئے کہ ایک حرفی کلمہ میں اصل حرکت ہے تا کہ افتتاح بساکن نہ لازم آئے اور پھر اس کلمہ میں جس کی بناء حرکت پر ہو اصل فتح ہے کیونکہ یہ ہلکی چیز ہے لیکن اسکنت الیاء کو پہلے لانے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مصنف کے نزدیک مختار سکون ہے جیسے غلامی (میرا غلام) بسکون یاء و فتح اُو اسم صحیح کے یاء متکلم کی طرف مضاف ہونے کی مثال ہے اور جیسے دَلْوِیْ (میرا ڈول) وظَبْیِیْ (میرا ہرن) یہ دونوں جاری مجری صحیح کے یاء متکلم کی طرف مضاف ہونے کی مثالیں ہیں فرق ان میں یہ ہے کہ پہلی مثال کے لام کلمہ میں واو ہے اور دوسری کے لام کلمہ میں یاء۔

قوله وان كان آخر الاسم الفا الخ اور اگر اسم مضاف کے آخر میں الف ہو اور پھر وہ یاء متکلم کی طرف مضاف ہو خواہ وہ الف تثنیہ کا ہو جیسے غلامای (میرے دو غلام) یا غیر تثنیہ کا ہو جیسے عصایَ (میری لاٹھی) اور رحای (میری چکی) تو وہ الف لغت فصیح کی بنا پر ثابت رکھا جاتا ہے اس لئے کہ ابدال کا سبب واو اور یاء کا اجتماع ہے اور وہ یہاں نہیں پایا جاتا لیکن قبیلۂ ہذیل اس الف کو جو تثنیہ کے لئے نہ ہو یاء سے بدل کر یاء متکلم میں ادغام کرتا ہے جیسے عصِیَّ (بتشدید یاء) اور رَحِیَّ (بتشدید یاء) اور ان کی دلیل یہ ہے کہ جیسے یاء متکلم سے پیشتر جب فتح ہوتا ہے تو وہ کسرہ سے بدل جاتا ہے اسی طرح جب یاء متکلم سے پیشتر الف ہوگا تو وہ یاء سے بدل جائے گا اور الف تثنیہ کو وہ اس لئے نہیں بدلتا تا کہ مرفوع کا تثنیہ منصوب اور مجرور کے تثنیہ سے ملتبس نہ ہو۔

قوله وان كان آخر الاسم ياء مكسوراً الخ اور اگر اسم مضاف کے آخر میں جو یاء متکلم کی طرف مضاف ہو ایسی یاء ہو جس کا پیشتر حرف مکسور ہو تو ایسی صورت میں یاء کو یاء میں ادغام کر دو اس لئے کہ دو ہم جنس حرف پائے گئے اور پھر دوسری یاء کو فتحہ دو تا کہ دو ساکنوں کا اجتماع نہ لازم آئے جیسے قاضِیْ میں جب اس کو یاء متکلم کی طرف مضاف کرو تو قاضِیَّ

کہو (بتشدید یاء و بفتح یاء ثانیہ) اور قاض میں اضافت کے وقت یاء محذوفہ لوٹ آئی اس لئے کہ تنوین کہ اس کی اور یاء کی وجہ سے التقاء ساکنین لازم آتا تھا اضافت کی سبب سے گرگئی۔

قولہ وان کان آخرہ واواً الخ اور اگر اس اسم کے آخر میں جو یاء متکلم کی طرف مضاف ہوا ایسا واو ساکن ہو جس کا پیشتر حرف مضموم ہے تو اس واو کو یاء سے بدل لو اور پھر وہ ہی عمل کرو جو تم نے ابھی قاضِیَّ میں کیا ہے یعنی یاء کو یاء میں ادغام کر کے دوسرے یاء کو فتحہ دے دو تا کہ دو ساکنوں کا جمع ہونا نہ لازم آئے جیسے جاء نی مُسْلِمِيَّ (میرے پاس میرے مسلمان آئے) یہ اصل میں مُسْلِمُوْنَ یَ تھا نون بوجہ اضافت گر گیا مُسْلِمُوْیَ ہوا اب قاعدہ مذکورہ پایا گیا واو کو یاء سے بدل کر یاء کو یاء میں ادغام کر دیا مُسْلِمُيّ ہوا پھر میم کے ضمہ کو یاء کی مناسبت کی وجہ سے کسرہ سے بدل لیا اور دوسری یاء کو فتحہ دے دیا مُسْلِمِيَّ ہوا۔

---

وفی الاسماء السِتّةِ مضافةً الی یاء المتکلم تقول اَخِیْ واَبِیْ وحَمِیْ وهَنِیْ وفِیَّ عند الاکثر وَفمِیْ عند قومٍ وذُوْ لایضاف الی مضمر اصلا وقولُ القائل شعر اِنّما یَعْرِفُ ذَا الْفَضْلِ مِنَ النَّاس ذُوُوْهُ شاذٌّ واذا قطعتَ هذه الاسماء عن الاضافة قلتَ اخ واب وحم وهن وفم وذُوْ لا یقطع عن الا ضافة اَلْبَتَّةَ هذا کُلُّه بتقدیر حرف الجرامَّا مایذْ کَرُ فیه حرفُ الجرِ لفظًا فسیا تیك فی القسم الثالث اِنْ شاء اللّٰه تعالٰی.

**ترجمہ:** ''اور اسماء ستہ مکبرہ میں جب کہ وہ یائے متکلم کی طرف مضاف ہوں تو کہے ابی، اخی، حمی، ھنی، اور فی اکثر کے نزدیک اور فمی ایک قوم کے نزدیک اور ذو ضمیر کی جانب بالکل مضاف نہیں ہوتا۔ اور شاعر کا قول۔ (انّما یعرفُ ذا الفضل من النّاس ذُوُوْهُ) شاذ ہے۔ (**ترجمہ:** لوگوں میں سے اہلِ فضل کو فضل والے ہی پہچانتے ہیں) اور جب تو اِن اسماء ستہ کو اضافۃ سے جدا کرے تو کہے اخٌ، ابٌ، حمٌ، ھنٌ اور فمٌ، اور ذو کو اضافۃ سے کبھی جدا نہیں کیا جائے گا۔ مذکورہ تمام استعمال حرفِ جر کی تقدیر کی صورت میں ہے بہر حال وہ اسم جس میں حرفِ جر لفظوں میں مذکور ہو تو اس کا بیان تمہارے سامنے قسمِ ثالث میں ان شاء اللہ تعالیٰ آ جائے گا۔''

---

قولہ وفی الاسماء الستته الخ۔

قولہ عند الاکثر یہ تقول کا ظرف ہے۔ یعنی اسماء ستہ جب یاء متکلم کے علاوہ کسی اور کی طرف مضاف ہوں تو اس وقت ان کا اعراب بحرف ہوتا ہے۔ جیسا کہ گزر چکا لیکن جب یہ یاء متکلم کی طرف مضاف کئے جائیں تو اکثر نحات اَخٌ اور اَبٌ اور حَمٌ اور ھَنٌ میں اَخِیْ اور اَبِیْ اور حَمِیْ اور ھَنِیْ (بتخفیف یاء) اور فَمٌ میں فِیَّ بکسر فا و تشدید یاء کہتے ہیں اور

ایک جماعت فَمٌ میں فَمِیْ بکسر میم وتخفیف یاء کہتی ہے اور فَمٌ اصل میں فَوْہٌ تھا اس لئے کہ اس کی جمع اَفْوَاہٌ آتی ہے کیونکہ جمع اور تصغیر کلمہ کے اصلی حروف ظاہر کر دیتی ہے ھاء کو خلاف قیاس حذف کر دیا فَوْ ہوا۔ پس اگر واو کو میم سے نہ بدلیں اور اسی پر اعراب جاری کریں تو وہ متحرک اور اپنے ماقبل مفتوح ہونے کی وجہ سے الف سے بدل جائے گا اور پھر الف التقاء ساکنین کی وجہ سے جو الف اور تنوین ہیں گر جائے گا۔ اور اسم معرب ایک حرف پر رہ جائے گا اور یہ ناجائز ہے لہٰذا واو کو میم سے اس مناسبت سے بدل لیا کہ وہ دونوں قریب المخرج ہیں پس اکثر استعمال میں واو کو جو میم سے بدلی ہوئی ہے واپس ملا کر اور پھر اس کو یاء سے بدل کر یاء کو یاء میں ادغام کر کے فِيَّ کہتے ہیں اور فاء کلمہ کو یاء کی مناسبت کی وجہ سے کسرہ دیتے ہیں اور اضافت کی صورت میں واو کو اس لئے واپس لاتے ہیں کہ اضافت کے وقت اس کے حذف کا سبب جو التقاء ساکنین ہے نہیں رہتا لہٰذا وہ اپنی اصل کی طرف لوٹایا جاتا ہے لیکن ایک جماعت واو کو واپس لائے بغیر فَمِیْ کہتی ہے۔

قوله عند الاکثر اس سے اختلاف کی طرف اشارہ ہے اس لئے کہ مبرد اَبٌ اور اَخٌ میں اَبِيَّ اور اَخِيَّ (بتشدید یا) کہتے ہیں اور وہ دونوں کے واو محذوفہ کو واپس لا کر اور پھر اس کو یاء سے بدل کر یاء متکلم میں ادغام کرتے ہیں اور فَمٌ میں بعض حضرات فَمِیْ کہتے ہیں جیسا کہ گزر چکا۔

قوله وذُوْ لایضاف الخ اور لفظ ذُوْ ضمیر کی طرف کبھی مضاف نہیں ہوتا بلکہ اسم جنس کی طرف مضاف ہوتا ہے کیونکہ اس کی وضع اس غرض سے ہے کہ اس کے ذریعہ سے اسماء اجناس کو اسماء نکرات کی صفت قرار دے سکیں جیسے کہ مالٌ اسم جنس ہے اگر اس کو اسم نکرہ مثلاً رجلٌ کی صفت قرار دیں تو یوں کہا جاتا ہے کہ جَاءَنِیْ رجلٌ ذو مالٍ نہ کہ جاء نی رجلٌ مالٌ اور ضمیر اسم جنس نہیں ہے لہٰذا ذُوْ کی اضافت اس کی طرف ناجائز ہے۔ لیکن بعض شعر میں جو ذُوْ ضمیر کی طرف مضاف ہو کر مستعمل ہوا ہے جیسے شعر اِنَّما یَعْرِفُ ذَا الْفَضْلِ مِنَ النَّاسِ ذَوُوْہُ میں ذُوْ ضمیرہٗ کی طرف مضاف ہے وہ شاذ ہے (ترجمہ) لوگوں میں سے فضیلت والے کو فضیلت والا ہی پہچانتا ہے اسی طرح اَللّٰھُمَّ صَلِّ علیٰ محمّدٍ وّآلِہٖ وَذَوِیْہِ میں اضافت شاذ ہے۔

قوله و اِذَا قطعت الخ یعنی اور جب تم ان پانچوں اسموں کو کسی کی طرف مضاف نہ کرو تو اَخٌ اور اَبٌ اور حَمٌ اور ھَنٌ اور فَمٌ کہو یعنی ان کے لام کلمہ کو حذف کرو اور عین کلمہ پر اعراب جاری کرو۔ لیکن لفظ ذُوْ اضافت سے منقطع نہیں ہوتا۔ یعنی وہ ہمیشہ مضاف ہو کر مستعمل ہوتا ہے اس لئے کہ وہ اسم جنس مظہر کی طرف اضافت کے لئے وضع کیا گیا ہے۔

قوله ھذا کله بتقدیر حرف الجر الخ یعنی یہ جو کچھ اضافت معنویہ اور اضافت لفظیہ کا ہم نے بیان کیا سب بتقدیر حرف جر ہیں۔ لیکن اس اضافت کا بیان جس میں حرف جر لفظوں میں ذکر کیا جاتا ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ عنقریب تیسری قسم یعنی بحث حروف میں آئے گا۔

## الخاتمة فی التوابع

اِعْلَمْ اَنَّ التی مَرَّتْ مِنَ الْاَسْماءِ المعربةِ کان اعرابُهَا بالا صالة بِاَنْ دَخَلَتْهَا العواملُ من المرفوعاتِ والمنصوباتِ والمجروراتِ فقد یکون اعرابُ الاسمِ بِتَبْعِیَّةِ مَاقَبْلَهٗ ویُسَمّٰی التابع لِاَنَّهٗ یتبع ماقبله فی الاعراب وهو کلُّ ثانٍ معربٍ بِاِعْرابِ سابِقِهٖ مِنْ جهةٍ واحدةٍ والتوابعُ خمسةُ اقسامٍ النعتُ والعطفُ بالحروف والتاکیدُ والبدلُ وعطفُ البیانِ.

ترجمہ: ”خاتمہ، توابع اسم کے بیان میں۔ تو جان لے کہ وہ اسماء معربہ جو گزر گئے اُن کا اعراب اصالۃً تھا اس طور پر کہ اُن اسماء پر عوامل داخل ہوتے ہیں مرفوعات منصوبات اور مجرورات میں سے، پس کبھی اسم کا اعراب اپنے ماقبل کے تابع ہونے کی حیثیت سے بھی آتا ہے اور اس کا نام تابع رکھا جاتا ہے اس لئے کہ وہ اپنے ماقبل کا اعراب میں تابع ہوتا ہے۔ اور تابع وہ دوسرا اسم ہے جو اپنے سابق اسم جیسا اعراب دیا جاتا ہے ایک ہی جہت سے۔ اور توابع کی پانچ اقسام ہیں ① نعت ② عطف بالحروف ③ تاکید ④ بدل ⑤ عطف بیان۔“

---

قولہ الخاتمۃ فی التوابع الخ مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ مقاصد ثلثہ سے جن میں معربات اصلیہ کا بیان تھا۔ فارغ ہونے کے بعد اب خاتمہ کا جس میں معربات تبعیہ کا بیان ہے ذکر فرماتے ہیں۔ کہ اعلم اَنَّ التی مرَّتْ الخ۔

قولہ المرفوعات والمنصوبات والمجرورات یہ اسماء معربہ کا بیان ہے۔

قولہ فقد یکون اس میں فاء تفسیریہ ہے یا شرط محذوف کے جواب میں واقع ہے ای اذا کان ذلک فنقول قد یکون الخ یعنی جان تو کہ اسماء معربہ جو گزر چکے ان کا اعراب بالاصالت تھا۔ (نہ بالتبع) اس طرح پر کہ خود ان اسماء معربہ پر خواہ مرفوعات سے ہوں۔ خواہ منصوبات سے خواہ مجرورات سے رفع اور نصب اور جزم دینے والے عامل داخل ہوتے تھے لیکن کبھی اسم کا اعراب اپنے پیشتر کلمہ کی تبعیت میں ہوتا ہے پس اگر اس کو رفع ہوتا ہے تو اس اسم کو بھی رفع ہوتا ہے اور اگر اس کو نصب ہوتا ہے تو اس اسم کو بھی نصب ہوتا ہے اور اگر اس کو جر ہوتا ہے تو اس اسم کو بھی جر ہوتا ہے۔

قولہ ویسمی ای ذلک الاسم التابع یہ یسمیٰ کا دوسرا مفعول ہے اور اس اسم کو اصطلاح نحات میں تابع کہتے ہیں اس لئے کہ یہ اعراب میں اپنے پیشتر کلمہ کی پیروی کرتا ہے۔

قولہ وهو کلُّ ثان الخ لفظ ثان بمعنی متاخر ہے۔ اصطلاح نحات میں تابع ہر وہ پچھلا کلمہ ہے جو اپنے پہلے کلمہ کے اعراب کے ساتھ معرب ہو درانحالیکہ وہ اعراب ایک جہت سے ہو۔ یعنی اگر پہلا کلمہ کو رفع ہے تو اس کو بھی رفع ہو اور اگر اس کو نصب ہے تو اس کو بھی نصب ہو اور اگر اس کو جر ہے تو اس کو بھی جر ہو۔ اور نیز دونوں کے اعراب کا سبب ایک ہو جیسے قَامَ

رجلٌ عَالِمٌ میں عالِمٌ صفت کا رفع اپنے موصوف رجل کے فاعل ہونے کی جہت سے ہے نہ دوسرے فاعل ہونے کی جہت سے۔ اسی طرح رأیتُ رجلاً عالماً میں عالماً صفت کا نصب اپنے موصوف رجلاً کے مفعول بہ ہونے کی جہت سے ہے۔ نہ دوسرے مفعول ہونے کی جہت سے اسی طرح مررتُ برجلٍ عالمٍ میں عالم صفت کا جر اپنے موصوف رجل کے مجرور بحرف جار ہونے کی جہت سے ہے نہ دوسرے جار کے مجرور ہونے کی جہت سے۔

قوله معرب باعراب سابقه یہ ثان کی صفت ہے۔

قوله من جهت واحدةٍ یہ یا تو اعراب سے حال ہے یا اس کی صفت ہے اس قید سے مبتداء کی خبر اور باب عَلِمْتُ کا دوسرا مفعول اور باب اَعْلَمْتُ کا تیسرا مفعول خارج ہو گیا اس لئے کہ مبتداء کی خبر اگرچہ ثان بھی ہے اور اپنے سابق کے اعراب میں موافق بھی ہے کیونکہ دونوں کو رفع ہے لیکن یہ رفع ایک جہت سے نہیں ہے بلکہ مبتداء کا اعراب اور جہت سے ہے اور خبر کا اور جہت سے اس لئے کہ مبتداء مسند الیہ ہونے کی جہت سے مرفوع ہے اور خبر مسند ہونے کی جہت سے اسی طرح علمتُ زیداً فاضِلاً میں دوسرا مفعول فاضلاً اور اعلمتُ زیداً بکراً عالماً میں تیسرا مفعول عالماً اگرچہ ثان بھی ہیں اور اپنے سابق کے اعراب میں موافق بھی ہیں کیونکہ پہلی مثال میں زیداً اور فاضلاً دونوں کو نصب ہے اور دوسری مثال میں بکراً اور عالماً دونوں کو نصب ہے لیکن زیداً اور فاضلاً کا اعراب اسی طرح بکراً اور عالماً کا اعراب ایک جہت سے نہیں ہے بلکہ زیداً کا نصب محکوم علیہ ہونے کی جہت سے ہے اور فاضلاً کا نصب محکوم بہ ہونے کی جہت سے اسی طرح بکراً کا نصب محکوم علیہ ہونے کی جہت سے ہے اور عالماً کا نصب محکوم بہ ہونے کی جہت سے ہے۔

---

فصل النعتُ تابعٌ یَدُلُّ علی معنیً فی متبوعه نحو جاءنی رجلٌ عالمٌ اوفی متعلق متبوعه نحو جاءنی رجلٌ عالمٌ ابوهُ ویسمی صفةً ایضا والقسمُ الاَوّلُ یتبع متبوعَه فی عشرة اشیاءَ فی الاعراب والتعریفِ والتنکیرِ والا فرادِ والتثنیةِ والجمعِ والتذکیرِ والتانیثِ نحو جاءنی رجلٌ عالِمٌ ورَجُلاَنِ عَالِمَانِ ورِجالٌ عَالِمُوْنَ وزیدُنِ العالمُ وامراةٌ عالمةٌ والقسمُ الثانی اِنَّما یتبعُ متبوعَه فی الخَمْسَةِ الْاُوَلِ فقط اَعْنِیْ الاعرابَ والتعریف والتنکیرَ کقوله تعالٰی مِنْ هٰذِهِ القریة الظالم اهلها.

ترجمہ: ”پہلی فصل۔ نعت کے بیان میں، نعت ایسا اسم تابع ہے جو اپنے متبوع میں کسی معنی پر دلالت کرے جیسے جآء نی رجلٌ عالمٌ یا اپنے متبوع کے متعلق میں کسی معنی پر دلالت کرے جیسے جآء نی رجلٌ قائمٌ ابوہ۔ اور اس کا نام صفت بھی رکھا جاتا ہے۔ اور قسم اوّل دس چیزوں میں اپنے متبوع کے تابع ہوتی ہے اعراب میں تعریف و تنکیر میں افراد تثنیہ وجمع میں اور تذکیر و تانیث میں جیسے جآء نی رجلٌ عالمٌ اور

**جآءنی رجلان عالمان اور جآء نی رجالٌ عالمون اور زیدٌ العالم اور امرأۃٌ عالمۃٌ اور قسم ثانی صرف پہلے پانچ اُمور میں اپنے متبوع کے تابع ہوتی ہے یعنی اعراب اور تعریف و تنکیر میں جیسے اللہ تعالیٰ کا قول من ھٰذہ القریۃ الظالم اھلُھا۔"**

---

قولہ النعت تابع الخ مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے توابع میں سے نعت کو سب پر مقدم کیا۔ اس لئے کہ یہ کثیر الاستعمال اور وافر الفوائد ہے نعت وہ تابع ہے جو اپنے متبوع کے ساتھ مل کر اس معنی پر جو متبوع یا متعلق متبوع میں ہیں دلالت کرے اور نعت کی یہ دلالت کسی مادہ کے ساتھ خاص نہ ہو۔ جیسے جاء نی رجلٌ عالم (میرے پاس عالم مرد آیا) اس میں عالم تابع صفت نے معنی علم پر جو اس کے متبوع موصوف رجلٌ میں ہیں دلالت کی اور اس کو صفت بحال موصوف کہتے ہیں۔ اور جیسے جاء نی رجل عالم ابوہ (میرے پاس مرد آیا جس کا باپ عالم ہے) اس میں رجلٌ موصوف ہے اور عالم ابوہ شبہ جملہ ہو کر رجلٌ کی صفت ہے۔ موصوف اپنی صفت سے مل کر جاءَ فعل کا فاعل ہوا اس مثال میں عالم تابع صفت نے معنی علم پر جو رجل متبوع موصوف کے متعلق اَبٌ میں پائے جاتے ہیں دلالت کی اس لئے کہ صفت علم اَب کی ذات میں قائم ہے نہ رجل کی ذات میں اور اس کو صفت بحال متعلق موصوف کہتے ہیں۔ شرح میں متبوع کے ساتھ مل کر کی قید اس لئے ہے کہ نعت تنہا بغیر متبوع کے معنی وصفی پر دلالت کرتی ہے نہ اپنے متبوع کے معنی پر اور شرح میں نعت کی یہ دلالت کسی مادہ کے ساتھ خاص نہ ہو کی قید اس واسطے ہے کہ مثال اعجبنی زیدٌ علمہ میں علمہ بدل زید سے ہے اور اس معنی پر جو زید متبوع میں ہیں دلالت کرتا ہے لیکن بدل کی یہ دلالت اس مادہ کے ساتھ خاص ہے (تعجب میں ڈالا مجھ کو زید نے اس کے علم نے یعنی زید کے علم نے مجھ کو تعجب میں ڈالا) اگر اس مادہ سے علیحدہ ہو کر اعجبنی زیدٌ غلامُہ کہیں تو یہاں غلامہ بدل زید متبوع کے معنی پر دلالت نہیں کرتا (تعجب میں ڈالا مجھ کو زید نے اس کے غلام نے یعنی مجھ کو زید کے غلام نے تعجب میں ڈالا) بخلاف نعت کے کہ وہ جس مادہ میں بھی ہوگی اپنے متبوع کے معنی پر دلالت کرے گی جیسے جاء نی زیدُ العالِمُ اور جاء نی زید الفاضل اور جاء نی زیدُ الشاعرُ اور جاء نیْ زید الکاتب وغیرہ۔

قولہ ویسمی صفۃ ایضاً الخ یعنی اور نعت کو صفت بھی کہتے ہیں۔

قولہ القسم الاول یتبع الخ یعنی نعت کی پہلی قسم یعنی وہ صفت جو معنی متبوع پر دلالت کرتی ہے اور جس کو صفت بحال موصوف کہتے ہیں۔ اپنے متبوع موصوف کے ساتھ دس چیزوں میں مطابق ہوتی ہے۔ (جن میں سے تین یعنی رفع و نصب و جر کو مجملاً ذکر کیا چنانچہ فی الاعراب فرمایا اور باقی سات کو صراحتاً ذکر کیا) اعراب ثلثہ میں تعریف و تنکیر میں افراد تثنیہ و جمع میں تذکیر و تانیث میں اور ہر ترکیب میں ان دس چیزوں میں سے چار چیزیں پائی جائیں گی اعراب ثلثہ میں سے ایک تعریف و تنکیر میں سے ایک افراد و تثنیہ و جمع میں سے ایک تذکیر و تانیث میں سے ایک جیسا کہ متن کی مثالوں سے ظاہر

ہے۔یادرکھنا چاہئے کہ صفت کا موصوف کے ساتھ ان دس چیزوں میں مطابق ہونا ضروری ہے لیکن جب صیغہ صفت ایسا ہو جس میں مذکر و مؤنث یکساں ہوں جیسے فعیلٌ بمعنی مفعولٌ جیسے رَجُلٌ جَرِيْحٌ وامرأةٌ جريح (مرد جو زخمی ہے، عورت جو زخمی ہے) اور جیسے فَعُوْلٌ بمعنی فاعل جیسے رَجُلٌ صَبُوْرٌ وامرأة صبورٌ (مرد جو صبر کرنے والا ہے اور عورت جو صبر کرنے والی ہے) یا ایسی صفت مؤنث ہو جس کا اطلاق مذکر و مؤنث پر ہوتا ہو جیسے رَجُلٌ عَلَّامَةٌ (مرد جو بہت جاننے والا ہے) یا ایسی صفت مذکر ہو۔ جس کا اطلاق مؤنث ہی پر آتا ہو جیسے امرأة حائضٌ (عورت جو حیض والی ہے) تو ان تینوں صورتوں میں تابع صفت اپنے متبوع موصوف کے ساتھ تانیث میں موافق نہیں ہوگی۔ اسی طرح مصدر جب صفت واقع ہو۔ تو اس میں یہ سب چیزیں برابر ہیں جیسے رَجُلٌ عَدْلٌ و رِجَالٌ عَدْلٌ۔

قوله والقسم الثانی انما يتبع الخ اور صفت کی دوسری قسم یعنی وہ صفت جو معنی متعلق متبوع پر دلالت کرتی ہے اور جس کو صفت بحال متعلق موصوف کہتے ہیں۔ اپنے متبوع موصوف کے ساتھ صرف پہلی پانچ چیزوں میں موافق ہوتی ہے اعراب ثلثہ میں تعریف و تنکیر میں اور ہر ترکیب میں ان پانچ چیزوں میں سے صرف دو چیزیں پائی جائیں گی۔ رفع و نصب و جر میں سے ایک تعریف و تنکیر میں سے ایک جیسے قول باری تعالیٰ مِنْ هذه القرية الظالم اهلُها میں (اس قریہ سے کہ ظالم ہیں اس کے رہنے والے) اس میں القرية موصوف اور الظالم اس کی صفت ہے اور اهلُها فاعل الظالم کا ہے اس آیت میں الظالم صفت اپنے موصوف القرية کے ساتھ پانچ چیزوں میں سے صرف دو چیزوں میں موافق ہے اعراب میں القرية موصوف کو جر ہے تو الظالم صفت کو بھی جر ہے اور تعریف میں القریہ معرفہ ہے تو الظالم بھی معرفہ ہے۔ اور یہ صفت باقی پانچ چیزوں میں اپنے فاعل کا لحاظ رکھے گی اور صفت فعل کی مانند ہوگی۔ پس جیسا فعل اسم ظاہر کی طرف مسند ہوتا ہے تو اس کو مفرد لاتے ہیں خواہ فاعل مفرد ہو خواہ مثنی خواہ جمع اسی طرح صفت کو بھی مفرد لایا جائے گا۔ کیونکہ یہ صفت فعل کی جگہ میں واقع ہے۔ جیسے جاء نی رجلٌ عالِمٌ ابواه اس مثال میں عالمٌ بجائے عَلِمَ ہے اور ابواہ اس کا فاعل ہے جو مثنی ہے اور فاعل جب تثنیہ ہو تو فعل مفرد ہوا کرتا ہے لہٰذا عالِمٌ بھی جو بجائے فعل ہے مفرد رہے گا اور جیسے جاءَ نِی رجُلٌ مُرْتَفِعَةٌ دَارُهُ اور مُرْتَفِعٌ دَارُهُ دونوں طرح صحیح ہے چونکہ دار مؤنث غیر حقیقی ہے اور فعل اس صورت میں مذکر اور مؤنث دونوں طرح آتا ہے لہٰذا مُرْتَفِعٌ جو بجائے فعل اِرْتَفَعَ ہے دونوں طرح آئے گا اور جیسے جاء نی رَجُلٌ عَالِمَةٌ اُمُّهُ میں اُمٌّ مؤنث حقیقی ہے اور اس صورت میں فعل مؤنث آتا ہے لہٰذا عَالِمَةٌ جو بجائے فعل عَلِمَتْ ہے مؤنث آئے گا۔

قوله فقط یہ تاکید حصر کے لئے ہے جو اِنَّمَا سے مستفاد ہو رہا ہے پس ان حضرات کا اعتراض کہ لفظ فقط بے فائدہ ہے اس لئے کہ حصر اِنَّمَا سے مستفاد ہو رہا ہے وارد نہیں ہوگا۔

---

وفائدة النعتِ تخصيصُ المنعوتِ اِنْ كانا نكرَتَيْنِ نحو جاءنی رجلٌ عالمٌ وتوضيحُه اِنْ

كَانَا مَعْرِفَتَيْنِ نحو جاءني زيدُنِ الفاضلُ وقد يكونُ لمجرد الثناء والمدح نحو بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وقد يكون للذّم نحو اَعُوْذ باللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ وقد يكون لتاكيد نحو نَفْخَةٌ واحِدَةٌ واعلم اَنَّ النكرة تَوصف بالجملة الخبرية نحو مررت برجلٍ ابوه عالمٌ اوقام ابوه والمضمَر لا يُوْصَفُ ولا يُوصفُ به.

**ترجمہ:** ''اور نعت کا فائدہ موصوف کی تخصیص ہے اگر دونوں نکرہ ہوں جیسے جآء نی رجلٌ عالمٌ اور اس کی توضیح ہے اگر دونوں معرفہ ہوں جیسے جآء نی زیدُنِ الفاضل اور کبھی صرف مدح اور تعریف کے لئے آتا ہے جیسے بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم۔ اور کبھی برائی بیان کرنے کے لئے آتا ہے جیسے اعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم اور کبھی تاکید کے لئے آتا ہے جیسے نفخۃٌ واحدۃٌ اور تو جان لے کہ نکرہ کی کبھی جملہ خبریہ کے ذریعہ سے صفت لائی جاتی ہے جیسے مررتُ برجلٍ ابُوہ عالم یا مررت برجل قام ابوہ اور مضمر نہ موصوف ہوتا ہے اور نہ صفت واقع ہوتا ہے۔''

---

قولہ وفائدة النعت الخ یعنی نعت کا فائدہ منعوت کی تخصیص ہے۔ اگر نعت اور منعوت دونوں نکرہ ہوں اور تخصیص اصطلاح میں تقلیلُ الْاِشتراكِ فِی النکرات ہے یعنی نکرہ کے افراد میں کمی ہو جانی جیسے جَاءَ نِیْ رجُلٌ عَالِمٌ میں رجلٌ صفت سے پیشتر اپنے افراد میں سے ہر فرد عالم اور جاہل کو شامل تھا لیکن عالم صفت کے آنے سے جاہل نکل گیا اور اشتراک میں کمی آگئی اور منعوت کی توضیح ہے اگر نعت و منعوت دونوں معرفہ ہوں اور توضیح اصطلاح میں رَفْعُ الْاِجْمَال فِی المعارِفِ ہے یعنی معرفہ کے اجمال کو دور کرنا جیسے جَاءَ نِیْ زیدُنِ الفاضل (میرے پاس زید آیا جو فاضل ہے) صفت سے پیشتر زید میں اجمال تھا کہ نہ معلوم کونسا زید آیا۔ فاضل یا غیر فاضل پس الفاضل کہنے سے زید سے یہ اجمال دور ہو گیا۔

قولہ وقد یکون الخ اور کبھی نعت محض ثناء و مدح کے لئے آتی ہے اور اس وقت اس سے مقصود نہ تخصیص ہوتی ہے اور نہ توضیح اور یہ اس وقت ہے جب کہ موصوف مخاطب کے نزدیک اس صفت کے ساتھ معلوم ہو لیکن اگر وہ مخاطب کو معلوم نہ ہو تو اس وقت صفت محض ثناء و مدح کے لئے نہ ہوگی بلکہ ثناء اور توضیح دونوں کے لئے ہوگی۔ جیسے بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم اس میں الرحمٰن اور الرحیم دونوں اللّٰہ کی صفت ہیں۔ جن سے مقصود محض اللّٰہ تعالیٰ کی ثناء ہے۔

قولہ وقد یکون للذم الخ اور کبھی صفت مذمت کے لئے آتی ہے اور یہ بھی اس وقت ہے جب کہ موصوف مخاطب کو اس صفت کے ساتھ معلوم ہو جیسے اَعُوْذُ باللّٰہِ مِنَ الشیطان الرجیم (میں اللّٰہ کی پناہ چاہتا ہوں شیطان مردود سے) اس میں الرجیم جو الشیطان کی صفت ہے صرف مذمت کے لئے ہے۔

قولہ وقد یکون للتاکید الخ اور کبھی نعت محض تاکید کے لئے ہوتی ہے۔ جبکہ منعوت معنی نعت پر دلالت کرتا ہو

جیسے قولہ باری تعالیٰ نَفْخَة واحِدَةٌ (ایک بار پھونکنا) اس میں وحدت نفخة کی تاء سے مفہوم ہو رہی ہے اور لفظ واحدة کا فائدہ محض معنی مذکور کی تاکید ہے۔ چونکہ نعت کی پہلی دونوں قسموں کا استعمال زیادہ تھا اور آخر کی تینوں کا استعمال قلیل تھا لہٰذا ان تینوں کو کلمہ قد سے جو تقلیل کے لئے ہے ذکر کیا۔

قولہ واعلم اَنَّ النکرة الخ یعنی نکرہ کی صفت جملہ خبریہ ہو سکتی ہے نہ معرفہ کی اس لئے کہ جملہ بحیثیت جملہ نکرہ کے حکم میں ہے اور نکرہ معرفہ کی صفت نہیں ہوتا جیسے مررتُ برجلٍ ابوہ عالم (میں مرد کے پاس سے گذرا جس کا باپ عالم ہے) اس میں رجلٍ موصوف ہے اور ابوہ عالم جملہ اسمیہ صفت ہے یہ جملہ اسمیہ کے صفت واقع ہونے کی مثال ہے اور جیسے مررتُ برجلٍ قامَ ابوہُ اس میں رجلٍ موصوف ہے اور قامَ ابوہ جملہ فعلیہ صفت ہے یہ جملہ فعلیہ کے صفت واقع ہونے کی مثال ہے اور جملہ اس لئے صفت واقع ہوتا ہے کہ مفرد کی طرح جملہ بھی معنی متبوع پر دلالت کرتا ہے اور جملہ کو خبریہ کے ساتھ اس واسطے مقید کیا کہ جملہ انشائیہ جیسے امر و نہی واستفہام وغیرہ نہ تو صفت واقع ہوتا ہے اور نہ صلہ اور نہ حال۔

قولہ والمضمر لا یوصف الخ یعنی ضمیر نہ تو موصوف واقع ہوتی ہے اس لئے کہ وہ اعرف المعارف ہونے کی وجہ سے اس توضیح کی جو صفت کا فائدہ ہے محتاج نہیں اس لئے کہ معرفہ کی صفت لانے سے مقصود اس کی توضیح ہوتی ہے اور نہ وہ صفت واقع ہوتی ہے اس لئے کہ وہ معنی متبوع پر دلالت نہیں کرتی بلکہ ذات پر دلالت کرتی ہے اور وصف کے لئے ضروری ہے کہ وہ اس معنی پر جو متبوع میں پائے جاتے ہیں دلالت کرے۔

---

فصل العطفُ بالحروف تابعٌ يُنْسَبُ اليه مانُسِبَ الى متبوعِهٖ وكلا هُما مقصود انِ بتلك النسبةِ ويُسَمّٰى عطفَ النَّسَقِ وشرطُه اَنْ يكُونَ بينَه وبين متبوعِهٖ احد حروف العطفِ وسيأتى ذكرُها فى القسم الثالث اِنْ شاء الله تعالىٰ نحو قام زيد و عمرو واذا عُطِفَ على الضمير المرفوع المتصل يجب تاكيده بالضمير المنفصل نحو ضربت انا وزيدٌ الّا اذا فصل نحو ضربتُ اليومَ وزيدٌ واذا عُطِفَ على الضمير المجرو ريجب اعادةُ حرفِ الجر نحو مررتُ بك وبزيدٍ.

ترجمہ: ''دوسری فصل۔ عطف بالحروف وہ تابع ہے جس کی طرف وہ چیز منسوب ہو جو اس کے متبوع کی طرف منسوب ہو اور دونوں اس نسبت سے مقصود ہوتے ہیں۔ اور اس کا نام عطف نسق رکھا جاتا ہے اور اس کی شرط یہ ہے کہ اس کے اور اس کے متبوع کے درمیان حروفِ عاطفہ میں سے کوئی ایک حرف واقع ہو اور اُن کا ذکر قسم ثالث میں آئے گا ان شاء اللہ تعالیٰ جیسے قام زیدٌ و عمروٌ اور جب ضمیر مرفوع متصل پر عطف کیا جائے تو اس کی تاکید ضمیر منفصل کے ذریعہ واجب ہے جیسے ضربتُ انا وزیدٌ مگر جب کہ دونوں کے

درمیان فصل کر دیا جائے جیسے ضربتُ الیوم وزیدٌ۔ اور جب ضمیر مجرور پر عطف کیا جائے تو حرفِ جر کا اعادہ ضروری ہے جیسے مررتُ بكَ وبزيدٍ۔"

---

قوله العطف بالحروف تابع الخ عطف لغت میں بمعنی مائل کرنا اس تابع کا نام عطف اس لئے رکھا کہ حرف عطف اپنے مابعد کو ماقبل کے حکم کی طرف مائل کر دیتا ہے اور عطف بحرف سے یہاں مراد معطوف بحرف ہے پس معطوف بالحرف وہ تابع ہے جس کی طرف وہ چیز منسوب کی جائے جو اس کے متبوع معطوف علیہ کی طرف منسوب کی گئی ہے اور اس نسبت سے مقصود تابع اور متبوع دونوں ہوں اور اس کو عطف النسق بھی کہتے ہیں۔ نسق کے معنی ترتیب دینا ہیں۔ چونکہ اس جگہ بعض مواضع میں معطوف معطوف علیہ کے بعد ترتیب سے آتا ہے لہٰذا ان کا یہ نام رکھا گیا۔

قوله كلاهما مقصود بتلك النسبة اس قید سے نعت تاکید۔ عطف بیان اور بدل خارج ہو گئے اس لئے کہ پہلے تینوں میں نسبت سے مقصود صرف متبوع ہوتا ہے۔ اور چوتھے میں نسبت سے مقصود صرف تابع ہوتا ہے اور متبوع مبدل منہ صرف تولیہ اور تمہید کے لئے ہوتا ہے۔

قوله وشرطه ان يكون الخ اور تابع معطوف بالحروف کی شرط یہ ہے کہ اس کے اور اس کے متبوع کے درمیان حروف عطف میں سے ایک حرف ضرور ہو اور ان حروف عطف کا بیان انشاء اللہ تعالیٰ تیسری قسم میں آئے گا۔ حرف عطف سے پہلے جو متبوع ہوتا ہے اس کو معطوف علیہ کہتے ہیں۔ بمعنی (اس پر عطف کیا گیا) اور حرف عطف کے بعد جو تابع ہوتا ہے اسے معطوف کہتے ہیں۔ بمعنی (عطف کیا گیا) جیسے قامَ زيدٌ وعمرٌو (زید اور عمرو کھڑے ہوئے) اس مثال میں عمر کا عطف زید پر ہے پس زیدٌ متبوع معطوف علیہ ہے اور واو حرف عطف ہے۔ اور عمرٌو تابع معطوف ہے اور قیام ایک شے ہے جس کی نسبت زید متبوع کی طرف کی گئی ہے۔ اور اسی کی نسبت عمرو تابع کی طرف کی گئی ہے اور زید اور عمرو دونوں کا قیام یعنی کھڑا ہونا مقصود ہے۔

قوله واذا عطف الخ یعنی جب ضمیر مرفوع متصل پر (بارز ہو یا مستتر) عطف کیا جائے تو اس وقت پہلے اس کی تاکید ضمیر منفصل سے لاؤ اور پھر اس پر عطف کرو جیسے ضَرَبْتُ اَنا وزيدٌ (میں نے اور زید نے مارا) اس مثال میں زید کا عطف تُ ضمیر مرفوع متصل پر ہے لہٰذا عطف سے پہلے اس کی تاکید ضمیر منفصل اَنَا سے لائے اور پھر زید کا عطف تُ ضمیر مرفوع متصل پر کیا یہ ضمیر مرفوع متصل بارز کی مثال تھی۔ ضمیر مرفوع متصل مستتر کی مثال جیسے قول باری تعالیٰ اُسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الجنةَ (تم اور تمہاری بیوی جنت میں رہیں) اور عطف مذکور کی صورت میں ضمیر منفصل سے تاکید اس لئے لاتے ہیں کہ ضمیر مرفوع متصل لفظاً اور معنیً جزء فعل ہوتی ہے اور معطوف کلمہ مستقل ہے۔ پس اگر بغیر تاکید اس پر عطف کریں تو کلمۂ مستقل کا بعض حروف کلمہ پر عطف لازم آئے گا اور وہ ناجائز ہے۔ لہٰذا اس کی تاکید منفصل سے لائے تا کہ اس میں انفصال

کی جہت پیدا ہو جائے۔اور من کل وجه جزء کلمہ پر عطف نہ لازم آئے۔ مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے ضمیر مرفوع کہا اس لئے کہ ضمیر منصوب اور مجرور پر بغیر تاکید عطف جائز ہے جیسے ضَرَبْتُكَ و زيداً میں (میں نے تجھ کو اور زید کو مارا) وَمَرَرْتُ بِكَ وبِزَيْدٍ (میں تیرے اور زید کے پاس سے گذرا) اور مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے مرفوع متصل کہا اس لئے کہ ضمیر مرفوع منفصل پر بغیر تاکید عطف جائز ہے جیسے انا وزيدٌ ذاهبانِ (میں اور زید جانے والے ہیں)۔

قوله اِلَّا اذا فصل یہ استثناء مفرغ ہے ای يجب تاكيده بالضمير المنفصل فی جميع الاوقات اِلَّا وقتَ وقوع فصل من المعطوف وبين المرفوع المتصل المعطوف عليه یعنی تاکید مذکور جمیع اوقات میں لائی جائے گی مگر جبکہ ضمیر مرفوع متصل اور اس کے معطوف کے درمیان فصل واقع ہو تو اس وقت ضمیر منفصل سے تاکید نہ لانا جائز ہے اس لئے کہ فاصل عطف کے لئے قائم مقام تاکید ہو جائے گا جیسے ضَرَبْتُ اليومَ وزيدٌ (میں نے اور زید نے دن میں مارا) اس میں ضمیر مرفوع متصل تُ اور اس کے معطوف زید کے درمیان اليوم فاصل واقع ہے لہٰذا تاکید کو ترک کر دیا۔فصل کی صورت میں تاکید نہ لانا جائز ہے اس لئے کہ کبھی فاصل کے باوجود تاکید لائی جاتی ہے جیسے قول باری تعالیٰ فَكُبْكِبُوْا فيها هم والغاوُون اس آیت میں فيها فاصل کے باوجود ضمیر مرفوع منفصل هم سے تاکید لائی گئی ہے اور فاصل عام ہے حرف عطف سے پہلے ہو جیسا کہ متن کی مثال میں ہے یا حرف عطف کے بعد ہو جیسے قول باری تعالیٰ مَا اَشْرَكْنا ولَآ اٰباؤُنَا اس میں لازائدہ حرف عطف کے بعد فاصل ہے۔

قوله واذا عطف على الضمير المجرور الخ اور جب ضمیر مجرور پر عطف کیا جائے تو اس وقت معطوف پر حرف جر کا لانا ضروری ہے اس لئے کہ ضمیر مجرور اپنے جار کے ساتھ بوجہ شدت اتصال بمنزلہ جزء جار ہے اس وجہ سے کہ وہ کبھی اس سے جدا نہیں ہوتی۔ پس اگر بغیر حرف جر لائے عطف کیا جائے گا۔تو کلمہ مستقل کا جزء کلمہ پر عطف لازم آئے گا اور یہ ناجائز ہے جیسے مررتُ بك وبزيدٍ (میں تیرے اور زید کے پاس سے گزرا) مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے اعادة حرف الجر کہا۔اور اعادة الخافض نہیں کہا تا کہ اسم مضاف کو بھی شامل ہو جاتا جیسا کہ ابن حاجب رحمہ اللہ تعالیٰ نے کافیہ میں کہا ہے اور ایسا شاید اس لئے نہیں کیا کہ ان کے نزدیک ان بعض حضرات کا مذہب مختار ہو جو یہ کہتے ہیں کہ جار جب اسم ہو تو اس کا اعادہ ضروری نہیں۔ جاننا چاہئے کہ وسعت کلام میں جار کے اعادہ کا (وجوب اہل بصرہ کا مذہب مختار ہے۔لیکن ضرورت کے وقت جار کے اعادہ کا ترک بھی جائز ہے اور کوفیہ کے نزدیک جار کے اعادہ کا ترک مطلقاً جائز ہے وسعت کلام میں ہو یا حالت اضطرار میں ہو اور جرمی کے نزدیک اگر ضمیر کی تاکید اسم ظاہر سے ہو رہی ہو تو اس وقت بلا اعادہ عطف جائز ہے۔جیسے مررتُ بك نفسك و زيد میں ورنہ نہیں۔

---

و اِعْلَمْ اَنَّ المعطوف فی حكم المعطوف عليه اَعْنِیْ اذا كان الْاَوَّلُ صفة لِشَیْءٍ اوخبراً

لامر اوصلةً اوحالاً فالثانی کذلك ایضا والضابطة فیه انه حیث یجوزاَنْ یقامَ المعطوفُ مقامَ المعطوفِ علیه جاز العطفُ وحیث لا فلا والعطفُ علی معمولَیْ عامِلَیْنِ مختلفینِ جائزٌ اِنْ کان المعطوف علیه مجروراً مقدما والمعطوف کذلك نحو فی الدّار زیدٌ والحجرةِ عمرٌو وفی ھذہ المسئلةِ مذھبانِ اخرانِ وھمَا اَنْ یجوز مطلقًا عند الفراء ولا یجوز مطلقًا عند سیبویه.

ترجمہ: ''اورتو جان لے کہ معطوف معطوف علیہ کے حکم میں شریک ہوتا ہے یعنی جب اوّل کسی چیز کی صفت ہو یا کسی امر کی خبر ہو یا صلہ ہو یا حال واقع ہو تو ثانی بھی ایسا ہی ہوگا۔ اور قاعدہ کلیہ اس کا یہ ہے کہ جس جگہ معطوف کو معطوف علیہ کے قائم مقام کرنا جائز ہے تو عطف جائز ہے اور جہاں ایسا نہ ہو تو عطف بھی جائز نہیں ہے۔ اور دو مختلف عاملوں کے معمولوں کے درمیان عطف جائز ہے اگر معطوف علیہ مجرور مقدم ہو اور معطوف بھی ایسا ہی ہو جیسے فی الدار زید والحجرة عمرو اور اس مسئلے میں دو دوسرے مذاہب بھی ہیں اور وہ یہ ہے کہ فراء کے نزدیک مطلقاً جائز ہے اور سیبویہ کے نزدیک مطلقاً ناجائز ہے۔''

---

قولہ واعلم ان المعطوف الخ یعنی معطوف حکم میں معطوف علیہ کے ہوتا ہے۔ پس اگر پہلا یعنی معطوف علیہ کسی چیز کی صفت ہوگا۔ یا کسی چیز کی خبر ہوگا یا صلہ ہوگا یا حال ہوگا تو دوسرا یعنی معطوف بھی ایسا ہی ہوگا۔ یعنی وہ بھی پہلے (معطوف علیہ) کی طرح صفت اور خبر اور صلہ اور حال ہوگا جیسے قَامَ زَیْدنِ الْعَالِمُ والعَاقِلُ اس میں پہلا یعنی العالم زید کی صفت ہے اور معطوف علیہ ہے اور العاقل دوسرا ہے جو معطوف ہے جس کا عطف العالم پر ہے پس دوسرا یعنی العاقل بھی پہلے یعنی العالم کی طرح زید کی صفت ہوگا۔ اور جیسے زیدٌ عاقِلٌ و شاعِرٌ اس میں عاقِلٌ جو پہلا ہے زید کی خبر ہے اور معطوف علیہ ہے اور شاعر جو دوسرا ہے معطوف ہے۔ جس کا عطف عَاقِلٌ پر ہے۔ پس شاعرٌ جو دوسرا ہے عاقل کی طرح جو پہلا ہے زید کی خبر ہوگا اور جیسے قام الذی صلّی و صَامَ (وہ شخص کھڑا ہوا جس نے نماز پڑھی اور روزہ رکھا) اس میں صَلّیٰ فعل جو پہلا ہے الّذی موصول کا صلہ ہے۔ اور معطوف علیہ ہے اور صَامَ فعل جو دوسرا ہے معطوف ہے جس کا عطف صَلّی پر ہے پس صَامَ بھی صَلّیٰ کی طرح الّذی موصول کا صلہ ہوگا اور جیسے قَعَدَ زَیْدٌ مَشْدُوداً ومَضْروباً (زید بیٹھا درانحالیکہ وہ بندھا ہوا اور پٹا ہوا ہے) اس میں مشدوداً جو پہلا ہے زید سے حال ہے۔ اور معطوف علیہ ہے اور مضروباً جو دوسرا ہے معطوف ہے۔ جس کا عطف مشدوداً ہے پس مضروباً مشدوداً کی طرح زید سے حال ہوگا۔ اسی طرح جب کسی جملہ کا ایسے جملہ پر عطف ہو جو مبتداء کی خبر ہے۔ تو جیسا معطوف علیہ میں ضمیر کا ہونا جو مبتداء کی طرف لوٹتی ہو ضروری ہے اسی طرح معطوف میں بھی ضمیر کا ہونا ضروری ہے۔ پس زیدٌ قَامَ ابوہ وقعدا خوہ جائز ہے (زید کھڑا ہوا

اس کا باپ اور بیٹا اس کا بھائی) اس میں زیدٌ مبتداء ہے اور قامَ ابوہ جملہ اس کی خبر ہے اور معطوف علیہ ہے اور قعد اخوہ جملہ معطوف ہے اور زیدٌ قامَ ابوہ وقعد عمروٌ ناجائز ہے جبکہ قعد عمرٌ کا عطف قام ابوہ پر مانا جائے اس لئے کہ اس وقت جملہ معطوف میں ضمیر کا ہونا ضروری ہے جو زید مبتداء کی طرف لوٹتی ہو جیسا کہ معطوف علیہ قام ابوہ میں ابوہ کی ضمیر ہے حالانکہ وہ ضمیر معطوف میں نہیں ہے پس معطوف معطوف علیہ کے حکم میں نہیں ہوا۔

قولہ والضابطة فیہ انہ الخ اور اس میں قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جہاں معطوف معطوف علیہ کی جگہ میں رکھا جا سکتا ہو تو وہاں عطف جائز ہے اور ایسی صورت میں معطوف تقدیراً معطوف علیہ کے قائم مقام ہوگا اور جو چیز کسی چیز کے قام مقام ہوتی ہے وہ اس کا حکم لے لیتی ہے۔ لہٰذا معطوف معطوف علیہ کا حکم لے لے گا۔

قولہ وحیث لافلا اور جہاں معطوف معطوف علیہ کی جگہ نہیں رکھا جا سکتا وہاں عطف درست نہیں ہوگا۔ پس مثال مَازیدٌ قائماً ولا ذاھبٌ عمرو میں ذاھبٌ کا رفع اس بنا پر کہ وہ عمرٌ مبتدا کی خبر ہے واجب ہے اور جملہ لاذاھبٌ عمر کا عطف جملہ مَازیدٌ قائماً پر ہے۔ پس اگر ذاھبٌ کا عطف قائماً پر لیا جائے اور ذاہب کو منصوب پڑھا جائے تو یہ مَا کی خبر ہوگا اور اس کی تقدیر اس طرح ہوگی کہ مَازیدٌ ذاھباً عمرو اور یہ ناجائز ہے اس لئے کہ معطوف علیہ قائماً میں جو مَا کی خبر ہے ضمیر ہے جو مَا کے اسم زید کی طرف لوٹ رہی ہے اور خبر میں ضمیر کا ہونا جو اسم کی طرف لوٹے ضروری ہے اور یہ ضمیر ذاھباً معطوف میں نہیں ہے جو زید کی طرف لوٹے پس ذاھبٌ عمرو قائم مقام قائماً معطوف علیہ کے نہیں ہو سکتا لہٰذا ذاھباً کا عطف قائماً پر نہیں ہوگا۔

قولہ والعطف علیٰ معمولی عاملین الخ یعنی ایک حرف عطف سے دو عامل مختلف کے دو معمولوں پر دو اسموں کا عطف جائز ہے۔ بشرطیکہ معطوف علیہ مجرور ہو جو مرفوع اور منصوب پر مقدم ہو۔ اور پھر معطوف بھی اسی طرح ہو یعنی اس میں بھی مرفوع اور منصوب پر مجرور مقدم ہو جیسے فی الدار زیدٌ والحجرۃ عمروٌ (گھر میں زید ہے اور حجرہ میں عمر ہے) اس میں الحجرۃ کا عطف الدار پر ہے اور اس میں عامل فی ہے اور عمرٌ کا عطف زیدٌ پر ہے اور اس میں عامل مبتداء ہے۔ اس میں پہلا عامل فی ہے اور اس کا معمول الدار ہے اور دوسرا عامل ابتداء ہے اور اس کا معمول زیدٌ ہے ان دو عامل مختلف کے دونوں معمولوں پر ایک حرف عطف ہے جو واو ہے الحجرۃ کا عطف الدار پر اور عمروٌ کا عطف زیدٌ پر جائز ہے اور اس عطف کے جواز کی شرط بھی پائی جا رہی ہے وہ یہ کہ معطوف علیہ اور معطوف دونوں میں مجرور مرفوع پر مقدم ہے۔ مجرور کے منصوب پر تقدیم کی مثال جیسے اِنَّ فِی الدارِ زیداً والحجرۃِ عمرواً اس میں الحجرۃ کا عطف الدار پر ہے اور اس میں عامل فی ہے اور عمرواً کا عطف زیداً پر ہے اور اس میں عامل اِنَّ ہے۔ اور معطوف علیہ اور معطوف دونوں میں مجرور منصوب پر مقدم ہے۔ یہ عطف اگرچہ قیاساً ناجائز ہونا چاہئے تھا۔ اس لئے کہ ایک حرف عطف اپنے ضعف کی وجہ سے دو عامل مختلف کے قائم مقام نہیں ہو سکتا۔ لیکن چونکہ اس قسم کی تراکیب اہل عرب کے کلام میں کثیر الوقوع ہیں۔

لہٰذا جائز ہے۔

قوله وفی هذا المسئلة الخ مسئلہ مذکورہ یعنی عطف بر معمولی عاملین مختلفین میں دو مذہب اور ہیں۔ایک فراء کا وہ فرماتے ہیں کہ یہ عطف مطلقاً جائز ہے۔خواہ مجرور (مرفوع اور منصوب پر) مقدم ہو جیسا کہ متن کی مثال میں ہے یا مقدم نہ ہو جیسے اِنَّ زیداً فِی الدار وعمرواً الحجرةِ میں اور وہ اس کو العطفُ علیٰ معمولَیْ عاملٍ واحدٍ پر قیاس کرتے ہیں۔دوسرا سیبویہ کا وہ فرماتے ہیں کہ یہ عطف مطلقاً جائز نہیں ہے خواہ مجرور مقدم ہو خواہ نہ ہو اس لئے کہ حرف عطف ایک عامل کے قائم مقام ہو سکتا ہے اور وہ اس قدر قوی نہیں ہے کہ دو عاملوں کے قائم مقام ہو سکے۔پس سیبویہ ان مثالوں میں تاویل کرتے ہیں۔مثلاً فِی الدارِ زیدٌ والحجرةِ عمروٌ میں وہ کہتے ہیں کہ اس جگہ معطوف میں خافض مقدر ہے ای فی الدار زیدٌ وفی الحجرة عمروٌ اور اس وقت جملہ کا عطف جملہ پر ہوگا اور دو عامل مختلف کے دو معمولوں پر نہ ہوگا۔

---

فصل التاکیدُ تابعٌ یدلُّ علی تقریر المتبوع فی مانُسِبَ الیه اوعلی شمول الحکم لکل فردٍ من افراد المَتبوع والتاکیدُ علی قسمیْنِ لفظیٌّ وهو تکریر اللفظ الاوّلِ نحو جاءنی زیدٌ زیدٌ وجاء جاء زیدٌ ومعنویٌّ وهو بالفاظٍ معدودةٍ وهی النفس والعین للواحد والمثنی والمجموع باختلاف الصیغة والضمیر نحو جاءنی زید نفسُهٗ والزیدان انفُسُهما اونفساهما والزیدونَ انفسهم وکذلك عینه واعینهما اوعینا هما واَعْیُنُهُمْ وجاءَتْنِیْ هند نفسُها وجاءَتْنِیْ الهند اِن انفسُهما او نفسا هما وجاءَتْنِیْ الهنداتُ اَنْفُسُهُنَّ وکلا وکلتا للمثنی خاصَّةً نحو قام الرجلانِ کلاهما وقامتِ الْمرأتَان کلتا هما.

ترجمہ:"تیسری فصل تاکید۔تاکید وہ تابع ہے جو اپنے متبوع کی تقریر و تائید پر دلالت کرتا ہے اس چیز میں جو متبوع کی جانب منسوب کی گئی ہے یا متبوع کے افراد میں سے ہر ہر فرد کے لئے حکم کی شمولیت پر دلالت کرتا ہے۔اور تاکید کی دو قسمیں ہیں۔اوّل تاکید لفظی اور وہ پہلے لفظ کو مکرر لانا ہے جیسے جاء نی زید زید، اور جاء جاءِ زیدٌ دوسری قسم تاکید معنوی ہے اور تاکید معنوی وہ تاکید ہے جو چند مخصوص الفاظ کے ذریعہ لائی جاتی ہے اور وہ الفاظ یہ ہیں۔نفس اور عین۔واحد، تثنیہ اور جمع کے لئے ان کے صیغوں اور ضمیروں کی تبدیلی کے ساتھ جیسے جاء نی زید نفسه والزیدان انفسهما یا نفساهما والزیدون انفسهم اسی طرح عینه اور اعینهما اور عیناهما اور اعینهم بھی ہے اور مؤنث کی مثال جاء تنی هند نفسها اور جاء تنی الهندان انفسهما یا نفساهما اور جاء تنی الهندات انفسهن اور کلا اور کلتا خاص تثنیہ کے لئے آتے ہیں۔جیسے قام الرجلان کلاهما اور قامت المرأتان کلتاهما۔"

قولہ التاکید تابع الخ تاکید واو کے ساتھ بھی آیا ہے یعنی التوکید لیکن ہمزہ کے ساتھ زیادہ ہے مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے عطف کے بعد تاکید کو بیان کیا اس لئے کہ بعض حرف عطف مثلاً ثم اور فاتاکید لفظی میں لائے جاتے ہیں جیسے واللّٰہِ ثمَّ وَاللّٰہِ لہٰذا اس کو عطف بالحروف کے بعد لائے چنانچہ فرماتے ہیں کہ تاکید وہ تابع ہے جو سامع کے نزدیک متبوع کے حال کو ثابت اور پختہ کردے فی مانسب الیہ اس چیز کے بارے میں جو متبوع کی طرف منسوب کی گئی ہے تاکہ سامع کے نزدیک یہ امر ثابت ہو جائے کہ یہ چیز متبوع ہی کی طرف منسوب ہے نہ اور کسی کی طرف اوعلی شمول الحکم لکلّ فرد من افراد المتبوع اس کا عطف علی تقریر المتبوع پر ہے یا وہ افراد متبوع کے ہر فرد کے لئے حکم کے شامل ہونے پر دلالت کرے تاکہ سامع کو معلوم ہو جائے کہ تمام افراد متبوع مراد ہیں نہ کہ بعض۔ تقریر المتبوع فی مانسب الیہ کی مثال جیسے جاءَ نی زیدٌ زیدٌ اگر جاء نی زیدٌ کہا جاتا تو اس میں احتمال تھا کہ شاید زید نہ آیا ہو بلکہ اس کا لڑکا یا غلام آیا ہو اور مجیت کی نسبت زید کی طرف یا تو بطریق سہو ونسیان ہوگئی ہے یا بطریق مجاز کردی گئی ہے لیکن زید ثانی کے لانے سے معلوم ہوگیا کہ آنے کی نسبت متبوع یعنی زید اوّل کی طرف بطریق تحقیق ہے نہ کہ بطریق سہو ومجاز شمول الحکم کی مثال جیسے جاء نی القوم کلھم (میرے پاس تمام قوم آئی) لفظ قوم اگرچہ تمام افراد کو شامل ہے لیکن بعض اوقات اکثر افراد پر قوم کا لفظ بول دیتے ہیں کلھم کے لانے سے معلوم ہوگیا کہ قوم کے تمام افراد مراد ہیں نہ کہ بعض۔

قولہ تابع اس سے غیر تابع سے احتراز ہے۔

قولہ یدلّ علیٰ تقریر المتبوع اس سے عطف بالحروف اور بدل خارج ہوگئے اس لئے کہ یہ امر متبوع کی تقریر نہیں کرتے۔

قولہ فیما نسب الیہ اس سے نعت اور عطف بیان خارج ہوگئے کیونکہ یہ اگرچہ امر متبوع کی تقریر کرتے ہیں لیکن وہ تقریر المتبوع فیما نسب الیہ نہیں کرتے بلکہ وہ متبوع کی ذات کی تعیین کرتے ہیں۔

قولہ علی شمول الحکم الخ اس قید سے تاکید بکل واجمع اور ان دونوں کے توابع داخل ہوگئے۔

قولہ التاکید علی قسمین لفظی الخ اور تاکید دو قسم پر ہے ایک لفظی اس میں یاء نسبت کی ہے ای منسوب بسوئے لفظ کیونکہ یہ لفظ کے مکرر لانے سے ہوتی ہے لہٰذا اس کو لفظی کہتے ہیں۔

قولہ وھو تکریر اللفظ الاول اور تاکید لفظی پہلے لفظ کا مکرر لانا ہے خواہ اسم ہو۔ خواہ فعل خواہ حرف خواہ جملہ ہو خواہ مرکب تقییدی جیسے جاءَ نِیْ زیدٌ زیدٌ اس میں زید کو جو پہلا لفظ ہے دوبارہ لانے سے تاکید لفظی ہوگئی یہ اسم کے مکرر لانے کی مثال ہے اور جیسے جَاءَ جَاءَ زَیْدٌ اس میں جاء جو پہلا لفظ ہے اس کو دوبارہ لے آئے تاکید لفظی ہوگئی۔ یہ فعل کے مکرر لانے کی مثال ہے اور جیسے اِنَّ اِنَّ زَیدًا قائِمٌ اس میں پہلے اِنَّ کو دوبارہ لے آئے تاکید لفظی ہوگئی یہ حرف کے مکرر لانے کی مثال ہے اور جیسے جاء زیدٌ جاء زیدٌ اس میں جاء زیدٌ جو پہلا جملہ ہے۔ اس کو دوبارہ لے آئے تاکید لفظی ہوگئی جملہ

فعلیہ کے مکرر لانے کی مثال ہے اور جیسے زیدٌ قائمٌ زیدٌ قائمٌ جملہ اسمیہ کے مکرر لانے کی مثال ہے اور جیسے ھذا رجُلٌ ظَرِیْفٌ رجُلٌ ظَرِیْفٌ اس میں رجل ظریف مرکب توصیفی ہے اس کو مکرر لے آئے۔ اور جیسے ھذا غلامُ زیدٍ غلامُ زیدٍ اس میں غلامُ زیدٍ مرکب اضافی ہے۔ اس کو مکرر لے آئے۔

قولہ ومعنوی دوسری معنوی اس میں یاء نسبت کی ہے ای منسوب بسوئے معنی چونکہ یہ پہلے لفظ کے معنی کے ملاحظہ سے حاصل ہوتی ہے لہٰذا اس کو معنوی کہتے ہیں۔

قولہ وھو بالفاظ معدودۃ اور تاکید معنوی چند الفاظ سے ہوتی ہے۔

قولہ وھی النفس الخ اور وہ الفاظ نفس اور عین ہیں جو باختلاف صیغہ اور ضمیر واحد اور ثنی اور جمع کے لئے آتے ہیں یعنی ان کا صیغہ اور ان کے ساتھ کی ضمیر (جو متبوع کی طرف لوٹتی ہے) دونوں متبوع کے لحاظ سے بدلتے رہیں گے۔ پس اگر متبوع مفرد ہوگا تو یہ بھی مفرد ہوں گے اور اگر متبوع جمع ہوگا تو یہ بھی جمع ہوں گے اور اگر متبوع ثنی ہے تو اس میں اختلاف ہے جمہور کے نزدیک اس صورت میں ان کو صیغہ جمع لایا جائے گا اور ضمیر جو متبوع کی طرف لوٹے گی ثنی ہی ہوگی۔ اور بعض عرب کے نزدیک اس صورت میں ان کو بصیغہ تثنیہ لایا جائے گا اسی طرح اگر ان کا متبوع مفرد ہوگا تو ان کے ساتھ کی ضمیر جو متبوع کی طرف لوٹتی ہے مفرد ہوگی اور اگر وہ ثنی ہے تو ضمیر بھی ثنی ہوگی اور اگر وہ جمع ہے تو ضمیر بھی جمع ہوگی اور اگر وہ مذکر ہے تو ضمیر بھی مذکر کی ہوگی اور اگر وہ مؤنث ہے تو ضمیر بھی مؤنث کی ہوگی۔ نفس کی جمع اَنْفُسٌ اور عین کی جمع اَعْیُنٌ بمعنی ذات جیسے:

قولہ جائنی زیدٌ نفسہ (آیا میرے پاس زید نفس اس زید کا یعنی میرے پاس زید بذات خود آیا) اس میں زیدٌ متبوع موکد ہے اور نفسہ مرکب اضافی اس کی تاکید ہے۔ موکد اپنی تاکید سے مل کر جاء نی کا فاعل ہے یہاں زید متبوع مفرد ہے۔ لہٰذا تاکید بھی جو نفس سے لائی گئی ہے مفرد ہے اور نفسہ میں جو ہ مفرد مذکر کی ضمیر ہے زید متبوع کے ساتھ افراد و تذکیر میں مطابق ہے یعنی زید مفرد ہے تو ضمیر بھی مفرد ہے اور وہ مذکر ہے تو ضمیر بھی مذکر کی ہے اس پر آئندہ متن کی مثالوں کو قیاس کر لو جیسے جاء نی الزیدان انفسھما الزیدان جو متبوع ہے مذکر اور ثنی ہے اور انفسھما جو تاکید ہے بصیغہ جمع ہے (یہ جمہور کے نزدیک ہے) اور اس کی ضمیر ھما جو الزیدان کی طرف لوٹ رہی ہے تثنیہ کی ہے۔

قولہ اونفسا ھما ای جائنی الزیدان نفساھما اس میں نفسا جو تاکید ہے بصیغہ تثنیہ ہے۔ یہ بعض عرب کے نزدیک ہے جیسا کہ ہم بیان کر آئے ہیں۔ اور نفسا اصل میں نفسان تھا نون تثنیہ اضافت کی وجہ سے گر گیا۔ اور جیسے جاء نی الزیدون انفسھم جمع مذکر کی مثال ہے۔

قولہ وکذلك عینہ الخ یعنی نفس کی مانند عینہ اور اعینھما یا عیناھما اور اعینھم ہیں۔ عینہ مفرد مذکر کے لئے ہے جیسے جاء نی زیدٌ عینہ (آیا میرے پاس زید ذات اس کی یعنی زید بذات خود میرے پاس آیا) اور

اعینهما اور عیناهما بنابر اختلاف مذکور تثنیہ مذکر کے لئے ہیں جیسے جائنی الزیدان اعینهما او عیناهما جمہور کے نزدیک اعینهما ہوگا۔ اور بعض عرب کے نزدیک عیناهما اور عینا اصل میں عینان تھا۔ نون تثنیہ بوجہ اضافت گر گیا اور اعینهم جمع مذکر کے لئے ہے جیسے جاء نی الزیدون اعینهم یہ سب مثالیں نفس اور عین سے مذکر کی تاکید کے لئے تھیں اب مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ جَاءَ تْنِیْ هِنْدٌ نَفْسُهَا سے نفس اور عین سے مؤنث کی تاکید کی مثالیں بیان فرما رہے ہیں یہ مفرد مؤنث کی مثال ہے اور جاء تنی الهندان انفسهما ونفساهما تثنیہ مؤنث کی مثال ہے انفسهما جمہور کے نزدیک ہے۔ اور نفساهما بعض عرب کے نزدیک ہے اور جاء تنی الهندات انفسهن جمع مؤنث کی مثال ہے اسی طرح مؤنث کے لئے عین کی مثالیں ہیں جاء تنی هند عینها اور جائتنی الهندانِ اعینهما اوعیناهما اور جاء تنی الهنداتُ اعینهنَّ۔

قوله وکلا وکلتا الخ یعنی اور کلا اور کلتا دونوں خاص تثنیہ کی تاکید کے لئے آتے ہیں اور ان کی ضمیر متبوع کے غائب اور مخاطب اور متکلم ہونے کے اعتبار سے بدلتی رہے گی۔ کِلا تثنیہ مذکر کے لئے ہے اور کلتا تثنیہ مؤنث کے لئے جیسے قام الرجلانِ کلاهما اور قامتِ المرأتانِ کلتاهمَا اور جیسے قمتما کلا کما اور قمتما کلتا کما اور جیسے قمنا کلانا اور قمنا کلتانا۔

قوله المثنیٰ مثنیٰ عام ہے خواہ اصطلاحی ہو جیسا کہ مثالوں میں گزر چکا خواہ مفرد ہو جو بواسطہ حرف عطف دو پر دلالت کرتا ہو جیسے قامَ زیدٌ وبکرٌ کلاهما۔

قوله خاصَّة ای یستعملان لتاکید المثنی خاصَّة یہ المثنی سے جو یستعملان مقدر کا مفعول بہ ہے حال ہے اور تاء اس میں تانیث کی نہیں ہے بلکہ مبالغہ کے لئے ہے جیسا علاّمَة میں ہے۔ اور لفظ خاصة سے مفرد اور جمع سے احتراز ہے کہ ان کی تاکید کلا اور کلتا سے نہیں آتی۔

---

وکل واجمع واکتع وابتع وابصع لغیر المثنیٰ باختلاف الضمیر فی کُلّ والصیغة فی البواقی تقول جاءنی القوم کُلُّهم اجمعون اکتعون ابتعون ابصعون وقامت النساء کلُّهنّ جُمَعُ کُتَعُ بُتَعُ بُصَعُ واذا اَرَدْتَّ تاکید الضمیر المرفوع المتصل بالنفس والعین یجب تاکیدُه بالضمیر المنفصل نحو ضَرَبْتَ اَنْتَ نَفْسَكَ ولا یوکد بکل واجمع الاماله اجزاء وابعاض یصح افتراقُهَا حسًا کالقوم اوحکمًا کما تقول اشتریتُ العبدَ کلَّهٗ ولا تقول اکرمتُ العبدَ کلَّهٗ واعلم اَنَّ اکتع وابتع وابصَعَ اَتبَاعٌ لاجمع ولیس لها معنی ههنا بدونه فلا یجوز تقدیمها علی اجمع ولا ذکرُها بدونه.

ترجمہ: ''اور کل، اجمع، اکتع، ابتع اور ابصع غیر مثنی کے لئے آتے ہیں لفظ کل میں ضمیر کے اختلاف کے ساتھ اور باقی سب میں صیغوں کی تبدیلی کے ساتھ جیسے تو کہے جاء نی القوم کلھم اجمعون اکتعون ابتعون ابصعون اور قامت النساء کلھن جمع کتع بتع بصع اور جب تو ضمیر مرفوع متصل کی تاکید نفس اور عین کے ذریعہ لانے کا ارادہ کرے تو اس کی تاکید ضمیر منفصل سے ضروری ہے جیسے ضربت انت نفسك اور کل اور اجمع کے ذریعہ تاکید نہیں لائی جاتی مگر اس چیز کی جس کے اجزاء ہوں اور ایسے بعض ہوں جن کا ایک دوسرے سے جدا ہونا حسی طور پر صحیح ہو جیسے قوم یا حکماً صحیح ہو جیسے اشتریت العبد کله اور اکرمت العبد کله کہنا درست نہیں۔ اور تو جان لیکہ اکتع، ابتع، ابصع سب کے سب اجمع کے تابع ہیں ان کے یہاں اجمع کے علاوہ کوئی معنی نہیں پس ان سب کا اجمع پر مقدم کرنا اور اجمع کے بغیر ان کا ذکر کرنا جائز نہیں ہے۔''

---

قوله وکل واجمع الخ یعنی اور یہ پانچوں الفاظ غیر مثنی یعنی صرف مفرد اور جمع کے لئے آتے ہیں۔ مذکر ہو یا مؤنث البتہ فرق اتنا ہے کہ لفظ کل کے صیغہ میں کوئی اختلاف نہیں ہوتا لیکن اس کی ضمیر جو اس کا مضاف الیہ ہوگی اور متبوع کی طرف لوٹے گی متبوع کے لحاظ سے بدلتی رہے گی۔ اگر متبوع مفرد مذکر ہے تو ضمیر بھی مفرد مذکر کی ہوگی اور وہ مفرد مؤنث ہے تو ضمیر بھی مفرد مؤنث کی ہوگی وعلی ہذا القیاس اور باقی چار الفاظ کا صرف صیغہ بدلتا رہے گا نہ ضمیر پس اَجْمَعُ اور اَکْتَعُ اور اَبْتَعُ اور اَبْصَعُ مفرد مذکر کے لئے ہیں۔ سب بمعنی تمام ہیں اور جَمْعَاءُ اور کَتْعَاءُ اور بَتْعَاء اور بَصْعَاءُ واحد مؤنث کے لئے ہیں اور اَجْمَعُوْنَ اور اَکْتَعُوْنَ اور اَبْتَعُوْنَ اور اَبْصَعُوْنَ جمع مذکر عاقل کے لئے ہیں۔ اور جُمَعُ اور کُتَعُ اور بُتَعُ اور بُصَعُ جمع مؤنث عاقل اور غیر عاقل کے لئے ہیں۔ ان کا اشتقاق کہ یہ کس سے مشتق ہیں اور مشتق مشتق منہ میں کیا مناسبت ہے تم کو مطولات سے معلوم ہو جائے گا۔

قوله جائنی القومُ کلھم اجمعون اکتعون ابتعون ابصعون جمع مذکر کی تاکید کے لئے ہیں (میرے پاس قوم آئی سب کی سب یعنی میرے پاس اس کا ہر ایک فرد آیا)۔

قوله قامَتِ النساء کلھنَّ جُمَعُ کُتَعُ بُتَعُ بُصَعُ (عورتیں کھڑی ہوئیں سب کی سب یعنی عورتوں کا ہر فرد کھڑا ہوا) جمع مؤنث کی تاکید کے لئے ہیں واحد مذکر کی مثال جیسے قَرَأْتُ الْکتابَ کُلَّهٗ (میں نے تمام کتاب کو پڑھا) اور جیسے اِشْتَرَیْتُ الْعَبْدَ اَجْمَعَ وَاَکْتَعَ وَاَبْتَعَ وَاَبْصَعَ واحد مؤنث کی مثال جیسے قَرَأْتُ الصحِیْفَةَ کلَّھا (میں نے تمام صحیفہ کو پڑھا) اور جیسے اِشْتَرَیْتُ الجَارِیَةَ جَمْعَاءَ وَکَتْعَاءَ وبَتْعَاء وَبَصْعَاءَ۔

قوله واذا اردتَّ الخ یعنی جب کہ تم ضمیر مرفوع متصل بارز مستتر کی تاکید نفس اور عین سے کرو تو اولاتم ضمیر مذکور کی

ضمیر منفصل سے تاکید لاؤ اور پھر نفس اور عین سے اس کی تاکید لاؤ اس لئے کہ نفس اور عین اکثر فاعل واقع ہوتے ہیں۔ جیسے زَيْدٌ ضَرَبَ نَفْسَهُ وبشرٌ جاء عَيْنُهُ میں پس اگر ان دونوں سے ضمیر متصل مستتر کی تاکید ضمیر منفصل سے تاکید لائے بغیر لائیں تو تاکید کا فاعل سے التباس ہوگا۔ جیسے زيدٌ اكرمنى نفسه میں معلوم نہیں ہوتا۔ کہ اکرمنی کا فاعل نفسہ ہے یا ضمیر مستتر اس کا فاعل ہے اور نفسہ اس کی تاکید ہے لہٰذا اس التباس سے بچنے کے لئے پہلے ضمیر منفصل سے متصل کی تاکید لانا ضروری ہے۔ جیسے زيدٌ ضرب هو نفسُه میں ہو ضمیر مستتر کی تاکید پہلے ہو ضمیر منفصل سے لائے اور پھر اس کی تاکید نفسہ سے لائے لیکن عدم التباس کی صورت میں (یعنی اس صورت میں جب کہ ضمیر متصل بارز کی تاکید نفس اور عین سے لائیں) منفصل سے تاکید لانا طرد اللباب ہے۔ جیسے قول مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ ضَرَبْتَ اَنْتَ نَفْسُكَ میں مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے ضمیر مرفوع کہا اس لئے کہ ضمیر منصوب اور مجرور کی تاکید نفس اور عین سے منفصل سے تاکید لائے بغیر کر سکتے ہیں جیسے ضربتُكَ نفسَكَ اور مررتُ بك نفسِكَ مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے مرفوع متصل کہا اس لئے کہ ضمیر مرفوع منفصل کی تاکید نفس اور عین سے منفصل سے تاکید لائے بغیر کر سکتے ہیں۔ جیسے انت نفسك قائمٌ۔

قوله ولا يوكد بكل الخ یعنی لفظ كُلٌّ واجْمَعُ سے اس چیز کی تاکید کی جاتی ہے (خواہ وہ چیز مفرد ہو خواہ جمع) جس کے ایسے اجزاء اور ابعاض ہوں جو یا تو بروئے حس ایک دوسرے سے جدا ہو سکتے ہوں جیسے قوم اور رجال کہ ان دونوں کے اجزاء از روئے حس جدا ہیں اور وہ اجزاء زید بکر عمر اور خالد وغیرہ ہیں۔ پس کہہ سکتے ہیں اكرمتُ القومَ كلهم اور اكرمتُ الرجال كلهم یا حکماً ایک دوسرے سے جدا ہو سکتے ہیں۔ جیسے عبد کہ اس کے اجزاء اگرچہ حساً جدا نہیں ہو سکتے لیکن اس کے اجزاء از روئے حکم بعض افعال کے لحاظ سے جدا ہو سکتے ہیں۔ جیسے شراء اور بیع کے لحاظ سے کیونکہ ممکن ہے کہ نصف غلام کو ایک شخص خریدے اور باقی نصف کو کوئی دوسرا شخص پس کہہ سکتے ہیں کہ اشتريتُ العبدَ كله (میں نے پورا غلام خریدا) اور اس کے اجزاء از روئے حکم بعض افعال کے لحاظ سے جدا نہیں ہو سکتے پس اكرمتُ العبدَ كله نہیں کہہ سکتے۔ کیونکہ اس کے اجزاء کا افتراق اکرام کے لحاظ سے صحیح نہیں ہے۔ اس لئے کہ نصف غلام کا اکرام کرنا اور باقی نصف کا نہ کرنا ناممکن ہے۔ اسی طرح جاء زيدٌ كله اور ذهب زيدٌ كله نہیں کہہ سکتے کیونکہ زید کے اجزاء کا افتراق نہ تو حساً ہو سکتا ہے۔ اور نہ حکماً۔

قوله حساً یہ یا تو یصح کے فاعل سے تمیز ہے یا کان محذوف کی خبر ہے۔

قوله حكماً اس کا عطف حساً پر ہے۔ واعلم ان اكتع الخ اور اکتع اور ابتع اور ابصع استعمال میں اجمع کے تابع ہیں۔ یعنی یہ جب معنی تاکید میں مستعمل ہوتے ہیں تو بغیر اجمع مستعمل نہیں ہوتے کیونکہ یہ تینوں معنی جمع پر اسی وقت دلالت کرتے ہیں کہ جب یہ اَجْمَعُ کے ساتھ مستعمل ہوں جیسا خود مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ وليس لها معنى ههنا بدونه سے فرما رہے ہیں کہ معنی تاکید کے لئے جب یہ اجمع کے بغیر استعمال کئے جائیں تو ان کے کوئی معنی نہیں ہیں۔ مصنف

رحمہ اللہ تعالیٰ نے ھھنا فرمایا اس لئے کہ یہ تینوں الفاظ اصل میں غیر معنی جمع کے لئے موضوع ہیں۔

قوله فلا یجوز تقدیمها الخ اس میں فا نتیجہ کی ہے یعنی پس ان تینوں الفاظ کی تقدیم اجمع جائز نہیں ہے۔ یعنی جس ترکیب میں یہ اجمع کے ساتھ جمع ہوں گے۔ اجمع ہمیشہ ان پر مقدم ہوگا۔ کیونکہ یہ اجمع کے تابع ہیں پھر فصیح لغت میں اتبع اور ابصع پر اکتع مقدم ہوتا ہے (اور زمخشری کے نزدیک ابصع پر ابتع مقدم ہوتا ہے) لیکن ابن کیسان فرماتے ہیں کہ اَجْمَعُ کے بعد ان تینوں میں سے جس کو چاہو پہلے لے آؤ۔

قوله ولا ذکرها بدونه اس کا عطف تقدیمها پر ہے۔ یعنی اور اکتع اور ابتع اور ابصع کا ذکر اجمع کے بغیر ناجائز ہے ورنہ تابع کا ذکر بغیر متبوع لازم آئے گا جو ناجائز ہے۔

---

فصل البدل تابع ینسب الیه مانسب الی متبوعه وهو المقصود بالنسبة دون متبوعه واقسام البدل اربعة بدل الکلّ من الکلِّ وهوما مَدْلُوْلُه مدلولُ المتبوع نحو جاءنی زیدٌ اخُوْكَ وبدل البعض من الکلِ وهو ما مَدْلُوْلُه جُزءُ مَد لولِ المتبوعِ نحو ضربُت زیداً راسَه وبدل الاشتمال وهوما مدلولُه متعلقُ المتبوعِ کَسُلِبَ زیدٌ ثوبُه وبدل الغلط وهوما یذکر بعد الغلط نحو جاءنی زیدٌ جعفر ورایت رجلاً حماراً والبدل اِنْ کان نکرةً من معرفةٍ یجب نعتُه کقوله تعالی بالنّاصیةِ ناصیةٍ کاذبَةٍ ولا یجب فی عکسه ولا فی المتجانسیْن.

ترجمہ: ''چوتھی فصل بدل۔ اور بدل ایسا تابع ہے جس کی طرف وہی چیز منسوب کی جائے جو اس کے متبوع کی جانب منسوب کی گئی ہے۔ اور نسبت سے مقصود بدل ہی ہوتا ہے نہ کہ اس کا متبوع اور بدل کی چار قسمیں ہیں اول بدل الکل من الکل۔ اور وہ وہ بدل ہے جس کا مدلول بعینہ اس کے متبوع کا مدلول ہو جیسے جاء نی زید اخوك دوسری قسم بدل البعض عن الکل۔ اور بدل بعض وہ بدل ہے جس کا مدلول متبوع کے مدلول کا جزء ہو جیسے ضربت زیدا رأسه اور تیسری قسم بدل اشتمال۔ اور بدل اشتمال وہ بدل ہے جس کا مدلول متبوع کا متعلق ہو جیسے سُلِبَ زَیدٌ ثوبه اور چوتھی قسم بدل غلط اور بدل غلط وہ بدل ہے جو غلطی کے بعد ذکر کیا گیا ہو جیسے جاء نی زیدٌ جعفرُ اور رأیت رجلاً حماراًاور اگر کسی معرفہ کا بدل نکرہ واقع ہو تو اس کی صفت لانا واجب ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا قول بالناصیةِ ناصیةٍ کاذبةٍ اور اس کے برعکس میں اور متجانسین میں یہ واجب نہیں ہے۔''

---

قوله البدل تابع الخ بدل وہ تابع ہے جس کی طرف وہ چیز منسوب کی گئی ہو جو اس کے متبوع کی طرف منسوب کی گئی ہے اور نسبت سے مقصود تابع بدل ہوتا ہے نہ متبوع مبدل منہ اور یہ متبوع مبدل منہ اپنے تابع بدل کی محض توطیہ اور تمہید

ہوتا ہے جیسے جاء نی زیدٌ اخوكَ (میرے پاس زید تیرا بھائی آیا) اس مثال میں زید متبوع مبدل منہ ہے اور اخوك تابع بدل ہے۔ اور زید کی طرف جو مجیئت منسوب کی گئی ہے وہ ہی اخوک کی طرف منسوب کی گئی ہے۔ اور مجیئت کی نسبت سے مقصود اخوک ہے اور زید محض توطیہ اور تمہید کے لئے آیا ہے۔

قوله تابع جنس ہے تمام توابع کو شامل ہے۔

قوله وهو المقصود بالنسبة اس قید سے نعت اور تاکید اور عطف بیان خارج ہو گئے اس لئے کہ نسبت سے مقصود یہ نہیں ہوتے۔ بلکہ ان کے متبوعات ہوتے ہیں۔

قوله دونه اس سے عطف بحرف خارج ہو گیا۔ اس لئے کہ اس میں وہ اور اس کا متبوع دونوں مقصود ہوتے ہیں۔

قوله واقسامُ البدل اربعة بدل الكل من الكل الخ اور بدل چار قسم پر ہے ایک بدل الکل من الکل ہے۔

قوله وهوما مدلوله مدلول المتبوع اور بدل الکل من الکل وہ ہے کہ اس کا مدلول متبوع کا مدلول ہو یعنی بدل کل وہ ہے جس میں بدل اور مبدل منہ کا مصداق ایک ہو۔ جیسے جاء نی زیدٌ اخوكَ میں زیدٌ مبدل منہ ہے اور اخوك بدل کل ہے اور دونوں کا مصداق ایک ہے مبدل منہ اپنے بدل سے مل کر جاء نی کا فاعل ہوا۔

قوله وبدل البعض من الكل وهوما الخ دوسرے بدل البعض من الکل ہے اور بدل البعض وہ ہے کہ اس کا مدلول متبوع کے مدلول کا جز ہو جیسے ضَرَبْتُ زیداً راسَهٗ (میں نے زید کو اس کے سر کو مارا) اس میں زیداً متبوع مبدل منہ ہے اور راسه تابع بدل البعض ہے جو زید کے بدل کے اجزاء میں سے ایک جز ہے۔

قوله بدل الاشتمال وهوما الخ تیسرے بدل الاشتمال ہے اور بدل الاشتمال وہ ہے کہ اس کا مدلول متبوع کا متعلق ہو جیسے سُلِبَ زیدٌ ثوبهٗ (چھینا گیا زید اس کے کپڑے) یعنی زید کے کپڑے چھینے گئے اس مثال میں زید متبوع مبدل منہ ہے اور ثوبه تابع بدل اشتمال ہے جو نہ زید کا کل ہے اور نہ اس کا جزء بلکہ اس کے متعلقات سے ہے۔

قوله بدل الغلط وهوما الخ چوتھے بدل الغلط ہے اور بدل الغلط وہ ہے جو مبدل منہ کو غلطی سے ذکر کرنے کے بعد اس غلطی کے تدارک کے لئے ذکر کیا جائے جیسے جاء نی زیدٌ جعفر (میرے پاس زید آیا (نہیں) جعفر آیا) اس میں زیدٌ متبوع مبدل منہ ہے اور جعفر تابع بدل الغلط ہے۔ متکلم جعفر کہنا چاہتا تھا کہ ناگاہ غلطی سے زید زبان سے نکل گیا اس غلطی کا تدارک جعفر کے ذکر سے کر دیا۔ اور جیسے رأیْتُ رجلاً حماراً (میں نے مرد کو دیکھا (نہیں) گدھے کو) اس میں رجلاً متبوع مبدل منہ ہے اور حماراً تابع بدل الغلط ہے۔

قوله والبدل ان كان نكرةً الخ یعنی اگر بدل نکرہ ہو اور مبدل منہ معرفہ تو اس وقت مصنف کے نزدیک بدل کی صفت لانا ضروری ہے لیکن اوروں کے نزدیک احسن اور اولی ہے نہ ضروری جیسے قول باری تعالیٰ بالناصيةِ ناصيةٍ كاذبةٍ

اس میں الناصیة مبدل منہ ہے اور معرفہ اور دوسرا ناصیة بدل ہے اور نکرہ اور کاذبة دوسرے ناصیة کی صفت ہے اور نکرہ کی نعت اس لئے لاتے ہیں کہ نسبت سے مقصود بدل ہوتا ہے۔ پس اگر نکرہ کی نعت نہ لائیں تو مقصود جو نکرہ ہے غیر مقصود سے جو معرفہ ہے من کل وجہ ناقص ہو جائے گا۔ لہٰذا نکرہ کی نعت لائے تا کہ وہ نکرہ مخصصہ ہو کر معرفہ کے قریب ہو جائے لیکن مبدل منہ کے معرفہ اور بدل کے نکرہ ہونے کی صورت میں نکرہ کی صفت لانا صرف بدل کل میں ہے نہ کہ اوروں میں جیسے مررتُ بزیدٍ حمارٍ۔

قوله ولا یجب فی عکسه الخ اور بدل کی نعت اس کے عکس میں لانا یعنی جبکہ مبدل منہ نکرہ ہو اور بدل معرفہ واجب نہیں جیسے جاء نی اخٌ لَكَ (میرے پاس تیرا بھائی آیا)۔

قوله ولا فی المتجانسین اور نیز متماثلین میں بدل کی نعت لانا واجب نہیں یعنی جبکہ دونوں معرفہ ہوں جیسے ضربتُ زیداً اخاكَ یا نکرہ ہوں۔ جیسے جاء نی رجلٌ غلام لكَ اس لئے کہ پہلی صورت میں مقصود اکمل ہے اور دوسری صورت میں برابر ہے۔

---

فصل عطفُ البیانِ تابعٌ غیر صفةٍ یوضح متبوعه وهو اشهر اسمَیْ شیءٍ نحو قَام ابوحفصٍ عُمَرُ وقام عبدُاللّٰهِ ابنُ عَمْرٍ ولا یلتبس بالبدل لفظًا فی مثل قول الشاعر شعر انا ابن التارك البکری بشر، علیه الطیر ترقبهُ وقوعا.

**ترجمہ:** ''پانچویں فصل عطف بیان اور عطف بیان ایسا تابع ہے جو صفت کا صیغہ نہ ہو اور اپنے متبوع کی وضاحت کرے اور تابع کسی چیز کے دو ناموں میں سے مشہور نام ہوتا ہے جیسے قام ابوحفص عمر اور قام عبداللّٰه بن عمر اور وہ بدل سے لفظوں میں ملتبس نہیں ہوتا شاعر کے قول میں شعر: انا ابن التارك البکری بشر ÷ علیه الطیر ترقبه وقوعاً۔''

---

قوله عطف البیان تابع الخ عطف بیان وہ تابع ہے جو صفت نہ ہو۔ (یعنی اس معنی پر جو ذات متبوع میں ہیں دلالت نہ کرے جیسا کہ صفت دلالت کرتی ہے) اور اپنے متبوع کی وضاحت کرے۔

قوله وهو اشهر اور عطف بیان وہ ہوتا ہے جو کسی چیز کے دو ناموں میں سے زیادہ مشہور ہو۔ صاحب مفصل کی عبارت سے یہ ہی معلوم ہوتا ہے لیکن اور کتابوں میں ہے کہ عطف بیان کا متبوع سے اشہر ہونا ضروری نہیں اور وجیز میں ہے کہ عطف بیان کا متبوع سے اوضح ہونا جائز ہے۔ جیسے قام ابو حفص عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں اس میں ابوحفص متبوع مبیَّن ہے اور عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کا عطف بیان ہے۔ اور ابوحفص حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کنیت ہے اور ان دونوں میں سے آپ کا نام عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو عطف بیان ہے کنیت سے زیادہ مشہور ہے۔ اور ان دونوں کے مجموعہ سے وہ

وضاحت ہوگئی جو ایک کے ہونے سے نہ ہوتی یہ نام کے عطف بیان واقع ہونے کی مثال ہے اور جائز ہے کہ متبوع عطف بیان سے اوضح اور اشہر ہو جیسے قام عبد الله ابن عمر میں اس میں عبداللہ متبوع مبین ہے اور ابن عمر عطف بیان ہے...... اور ابن عمر عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کنیت ہے ان دونوں میں نام (جو عبداللہ ہے) کنیت سے (جو ابن عمر ہے) زیادہ مشہور ہے لیکن ان دونوں کے مجموعہ سے پوری وضاحت ہوگئی۔ یہ کنیت کے عطف بیان ہونے کی مثال ہے۔

قوله تابع جنس ہے تمام توابع کو شامل ہے غیر صفة اس سے صفت خارج ہوگئی۔

قوله یوضح متبوعه اس سے باقی توابع خارج ہوگئے اس لئے کہ صفت کے علاوہ اور توابع متبوع کی وضاحت نہیں کرتے۔

قوله ولا یلبتس بالبدل الخ بعض نحات کا مسلک ہے کہ توابع صرف چار ہیں اور عطف بیان کوئی علیحدہ تابع نہیں ہے بلکہ وہ بدل ہے اور ان دونوں میں وہ کوئی فرق نہیں کرتے۔ مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ اس مسلک کے خلاف ہیں اور ولا یلبتس بالبدل سے فرق بیان کرتے ہیں کہ عطف بیان از روئے احکام لفظی بدل سے انا ابن التارك الخ جیسی ترکیب میں ملتبس نہیں ہورہا ہے۔ رہا معنوی فرق وہ ظاہر ہے کہ بدل میں نسبت سے مقصود بدل ہوتا ہے اور عطف بیان میں نسبت سے مقصود عطف بیان نہیں ہوتا بلکہ متبوع مُبیَّن ہوتا ہے اور عطف بیان کا ذکر محض متبوع کی وضاحت کے لئے ہوتا ہے مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے لفظاً کی قید اسی لئے لگائی ہے کہ ان دونوں میں فرق باعتبار معنی تو ظاہر ہے اور باعتبار معنی عطف بیان بدل سے ملتبس نہیں ہوتا۔ جیسا کہ ہم نے بیان کیا لیکن چونکہ فرق باعتبار لفظ مخفی تھا لہٰذا مصنف نے لفظی فرق کو بیان کیا اور مثل سے مراد ہر وہ ترکیب ہے جس میں عطف بیان کا متبوع وہ معرف باللام ہو جو صفت معرف باللام کا مضاف الیہ ہو۔ جیسے الضارب الرجل زیدٌ میں پس ایسی صورت میں عطف بیان جائز ہے اور بدل جائز نہیں اس لئے کہ شعر مذکور میں بشر عطف بیان البکری کا ہے اور البکری جو متبوع ہے التارك صفت معرف باللام کا مضاف الیہ ہے اور اس وقت اس میں کوئی خرابی نہیں ہے لیکن اگر بشر کو البکری سے بدل قرار دیں تو خرابی لازم آتی ہے وہ یہ کہ بدل تکریر عامل کے حکم میں ہوتا ہے اور التارک مضاف البکری کی طرف ہے پس اگر بشر اس سے بدل ہوگا تو تقدیر عبارت اس طرح ہوگی۔ کہ التارك بشر اور یہ ممتنع ہے جیسے کہ الضارب زیدٍ ممتنع ہے بخلاف عطف بیان کے کہ اس میں چونکہ عامل مکرر نہیں ہوتا۔ لہٰذا تقدیر عبارت التارك بشر نہیں ہوگی بلکہ صرف التارك البکری بشر ہوگی جو جائز ہے کیونکہ یہ ترکیب الضارب الرجل کی طرح ہے جو جائز ہے۔ شعر مذکور میں انا مبتداء ہے اور ابن خبر ہے جو التارک کی طرف مضاف ہے۔ اور التارك مضاف البکری کی طرف ہے جو اس کا مفعول بہ ہے اور عرب کے ایک بہادر کا نام ہے اور البکری معطوف علیہ ہے اور بشر اس کا عطف بیان ہے اور علیه الطیر میں الطیر مبتداء ہے اور علیه متعلق کائن کے ہو کر خبر یہ جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر البکری سے حال ہے ترقبه یہ علیہ کی ضمیر مستکن سے حال ہے اور وقوعاً جمع واقع کی ہے یہ ترقبہ کی ضمیر فاعل سے حال

ہے۔ای فوقه الطیر فی الهواء ینتظر خروج روحه۔(ترجمہ) میں اس شخص کا بیٹا ہوں جو بکری بشر جیسے بہادر کو میدان کارزار میں قتل کر کے چھوڑ دیتا ہے اس حال میں کہ پرند اس کے مرنے کا انتظار کر رہے ہیں درانحالیکہ وہ پرند اس کے اوپر ہوا میں موجود ہیں۔یعنی پرند اس کے اوپر ہوا میں ہیں اور اس کے مرنے کا انتظار کر رہے ہیں کہ روح اس کے جسم سے نکلے اور ہم اس کو کھائیں اس لئے کہ انسان کے بدن میں جب تک تھوڑی سی بھی روح ہوتی ہے پرند اس کے پاس نہیں جاتے۔

---

## الباب الثانی فی الاسم المَبْنِیّ

وھو اسمٌ وقع غیر مرکبٍ مع غیرہ مثل اب ت ث و مثل واحدٍ واثنانٍ وثلثةٍ وکلفظة زید وحده فانهٗ مَبْنِیٌّ بالفعل علی السّکون ومعربٌ بالقوة اوشابه مبنیَّ الاَصلِ بان یکون فی الدلالة علی معناه محتاجا الی قرینة کالا شارة نحو ھؤلاء ونحوھا اویکونَ علی اقل من ثلثة اَحْرُفٍ اوتضمنَّ معنی الحرف نحوذا ومَنْ واَحَدَ عشر الی تِسْعَةَ عَشَرَ وھٰذَا القسمُ لا یصیر معربًا اصلا وحکمهٗ ان لا یختلفَ اٰخرُہ باختلاف العوامل وحرکاتُه تسمی ضمًا و فتحًا وکسراً وسکونُه وقفا وھو علی ثمانیةِ انواعِ المضمراتُ واسماءُ الاشاراتِ والموصولات واسماءُ الافعالِ والاصواتِ والمرکباتِ والکنایاتُ وبعضُ الظروفِ.

ترجمہ: ''دوسرا باب اسم مبنی کے احکام کے بیان میں مشتمل ہے۔مبنی وہ اسم ہے جو اپنے غیر کے ساتھ مرکب نہ ہو جیسے ا ب ت ث اور جیسے واحد، اثنان و ثلاثة اور جیسے لفظ زید تنہا۔پس یہ بالفعل مبنی بر سکون ہے اور بالقوۃ معرب ہے یا مبنی اصل کے مشابہ ہو اس طور پر کہ اپنے معنی پر دلالت کرنے میں قرینہ کا محتاج ہو جیسے اشارہ مثلاً ھٰؤلاء اور اس جیسے دوسرے اسماء اشارات یا وہ تین حروف سے کم ہو یا حرف کے معنی کو متضمن ہو جیسے ذا اور من اور احد عشر سے تسعة عشر تک اور یہ قسم بالکل معرب نہیں ہوتی اور اس کا حکم یہ ہے کہ عوامل کے بدلنے سے اس کا آخر مختلف نہ ہو اور اس کی حرکتوں کا نام ضمہ، فتحہ، کسرہ اور وقف رکھا جاتا ہے۔ اور اس کی آٹھ اقسام ہیں۔ (۱) مضمرات (۲) اسماء اشارات (۳) اسماء موصولات (۴) اسماءِ افعال (۵) اسماء اصوات (۶) مرکباب (۷) کنایات (۸) بعض ظروف۔''

---

قوله الباب الثانی فی الاسم المبنی الخ مبنی اسم مفعول کا صیغہ ہے بروزن مَرْمِیٌّ اور وہ بناء بمعنی قرار اور عدم تغیر سے ماخوذ ہے مبنی کا آخر بھی مختلف عوامل کے آنے سے متغیر نہیں ہوتا اور ایک ہی حال پر رہتا ہے یہ اصل میں مَبْنُوْیٌ

طرح ہے لِیْ لَنَالَكَ لَكُمَا لَكُمْ لَكِ لَكُمَا لَكُنَّ لَهٗ لَهُمَا لَهُمْ لَهَا لَهُمَا لَهُنَّ۔

قوله ومنفصل وهومَا الخ اس کا عطف متصل پر ہے یعنی مضمر دوقسم پر ہے ایک متصل جو گزر چکی۔ دوسرے منفصل بمعنی جدا ہونے والا اصطلاح میں وہ ضمیر ہے جو تنہا مستعمل ہوتی ہو۔ یعنی جس کا تلفظ تنہا اصطلاحاً صحیح ہو اور وہ باعتبار اعراب دوقسم پر ہے ایک مرفوع جیسے اَنَا سے لے کر هُنَّ تک گردان اس طرح ہے اَنَا نَحْنُ اَنْتَ اَنْتُمَا انتم انتِ انتما انتنَّ هُوَ هُمَا هُمْ هِیَ هُمَا هُنَّ دوسرا منصوب جیسے اِیَّایَ سے لے کر اِیَّاهُنَّ تک گردان اس طرح ہے اِیَّایَ اِیَّانَا اِیَّاكَ اِیَّاكُمَا اِیَّاكُمْ اِیَّاكِ اِیَّاكُمَا اِیَّاكُنَّ اِیَّاهُ اِیَّاهُمَا اِیَّا هُمْ اِیَّاهَا اِیَّاهُمَا اِیَّا هُنَّ۔ پس یہ کل ساٹھ ضمیریں ہوئیں۔ بارہ مرفوع متصل۔ بارہ مرفوع منفصل۔ بارہ منصوب متصل۔ بارہ منصوب منفصل۔ بارہ مجرور متصل۔ اور ضمیر مجرور منفصل کلام عرب میں نہیں آئی۔ تاکہ مجرور کی جار پر تقدیم نہ لازم آئے۔ کیونکہ منفصل کے معنی یہ ہیں کہ اس کے تلفظ میں کسی چیز کی طرف احتیاج نہ ہو اور جب اس کا تلفظ مستقل طور پر ہوا تو اس کا عامل سے مقدم ہونا اور مؤخر ہونا جائز ہوگا اور جب اس کی تقدیم عامل پر جائز ہوئی تو مجرور کی تقدیم جار پر لازم آئے گی جو جائز نہیں ہے۔

---

واعلم ان المرفوع المتصل خاصةً یکون مستتراً فی الماضی للغائب والغائبة کضَرَبَ ای هو وضَرَبَتْ ای هی وفی المضارِعِ المتکلمِ مطلقًا نحو اَضْرِبُ اَیْ اَنَا ونَضْرِبُ ای نحن وللمخاطبِ کتَضْرِبُ اَنْتَ وللغائب والغائبة کیضرِبُ ای هو وتَضْرِبُ ای هی وفی الصفة اعنی اسم الفاعل والمفعول وغیرهما مطلقا ولا یجوز استعمال المنفصل الّا عند تعذُرِ المتصل کاِیَّاكَ نَعْبُدُ وَمَا ضَرَبَكَ اِلَّا انا وانا زیدٌ وما انت الا قائمًا.

ترجمہ: ''اور تو جان لے کہ ضمیر مرفوع متصل خاص طور پر ماضی غائب اور غائبہ میں پوشیدہ ہوتی ہے جیسے ضرب میں هو اور ضربت میں هی اور مضارع متکلم میں مطلقاً پوشیدہ ہوتی ہے۔ اضرب میں انا اور نضرب میں نحن اور مخاطب کے لئے جیسے تضرب یعنی انت اور غائب اور غائبہ کے لئے جیسے یضرب یعنی هو اور تضرب یعنی هی اور صیغہ صفت میں یعنی اسم فاعل اور اسم مفعول اور ان دو کے علاوہ میں مطلقاً پوشیدہ ہوتی ہے اور ضمیر منفصل کا استعمال کرنا جائز نہیں ہے مگر متصل کے متعذر ہونے کے وقت جیسے ایاك نعبد اور ماضربك الا انا اور انا زید اور ما انت الا قائما میں ضمیروں کو منفصل لایا گیا ہے۔''

---

واعلم انَّ المرفوع المتصل الخ یہاں سے مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ ضمیر کے احکام بتلاتے ہیں کہ صرف ضمیر مرفوع متصل (نہ کہ منصوب متصل اور مجرور متصل اس لئے کہ وہ مستتر نہیں ہوتیں) ماضی کے صیغۂ واحد مذکر اور واحد مؤنث میں جبکہ یہ دونوں کسی اسم ظاہر کی طرف مسند نہ ہوں۔ مستتر ہوتی ہے جیسے زیدٌ ضَرَبَ اور هِندٌ ضَرَبَتْ پس ضَرَبَ

میں ضمیر ھُوَ مستتر ہے جو زید کی طرف لوٹ رہی ہے اور ضَرَبَتْ میں ضمیر ھِیَ مستتر ہے جو ھِنْدٌ کی طرف لوٹ رہی ہے لیکن ضَرَبَ زیدٌ اور ضَرَبَتْ ھِنْدٌ میں کوئی ضمیر مستتر نہیں ہے۔ اس لئے کہ ان کا فاعل خود اسم ظاہر ہے۔

قولہ وفی المضارع المتکلم مطلقاً الخ اس کا عطف فی الماضی پر ہے اور اسی طرح ضمیر مرفوع متصل مضارع متکلم میں مطلقاً مستتر ہوتی ہے۔ خواہ وہ واحد ہو خواہ ثنی خواہ مجموع خواہ مذکر ہو خواہ مؤنث جیسا کہ مضارع متکلم ان معانی کے لئے آتا ہے جیسے اَضْرِبُ کہ اس میں ہمیشہ اَنَا مستتر ہوتی ہے اور نضرِبُ کہ اس میں ہمیشہ نحن مستتر ہوتا ہے۔

قولہ والمخاطبُ اس کا عطف المتکلم پر ہے اور اسی طرح وہ مضارع مخاطب کے واحد مذکر کے صیغہ میں مستتر ہوتی ہے جیسے تضرِبُ میں اَنْتَ مستتر ہے۔

قولہ والغائب والغائبۃ اس کا بھی عطف المتکلم پر ہے اور اسی طرح وہ مضارع کے واحد مذکر غائب اور واحد مؤنث غائب کے صیغہ میں مستتر ہوتی ہے جیسے یضرب میں ھُوَ اور تضرب میں ھی۔

قولہ وفی الصفت اس کا عطف فی الماضی پر ہے یعنی اور ضمیر مرفوع متصل صیغہ صفت یعنی اسم فاعل اور اسم مفعول اور صفت مشبہ اور اسم تفضیل میں مطلقاً مستتر ہوتی ہے۔ خواہ واحد ہو خواہ ثنی خواہ جمع خواہ مذکر ہو خواہ مؤنث بشرطیکہ صیغۂ صفت اسم ظاہر کی طرف مسند نہ ہو جیسے زیدٌ ضَارِبٌ اس میں ضارِبٌ میں ضمیر ھُوَ مستتر ہے جو اس کا فاعل ہے اور جیسے الزیدان ضَارِبَانِ اس میں ضاربان میں ضمیر ھما مستتر ہے جو اس کا فاعل ہے اور جیسے ھِنْدٌ ضَارِبَۃٌ ضاربۃ میں ضمیر ھی مستتر ہے جو اس کا فاعل ہے اور جیسے الھندان ضَارِبتان ای ھُمَا اور جیسے الھندات ضاربات ای ھُنَّ اور ضَارِبَانِ اور ضَاربون میں جو الف اور واو ہے وہ ضمیر نہیں ہیں بلکہ یہ تثنیہ اور جمع کے حرف ہیں کیونکہ اگر یہ ضمیریں ہوتیں تو یاء سے نہ بدلتے کیونکہ ضمیر میں تغیر کبھی نہیں ہوتا۔ جیسا کہ تضرِبِیْنَ کی یاء اور تضرِبْنَ کا نون اور تضربان کا الف کبھی نہیں بدلتے اس لئے کہ یہ ضمیر ہیں۔

قولہ ولایجوز استعمال المنفصل الخ اور ضمیر منفصل کا لانا خواہ وہ مرفوع ہو خواہ منصوب جائز نہیں ہے لیکن اس وقت جبکہ ضمیر متصل کا لانا متعذر ہو اس لئے کہ ضمیر متصل اخف اور اخصر ہوتی ہے پس جب تک کہ مقصود اخف اور اخصر سے حاصل ہو سکتا ہے اس وقت تک اثقل کی جانب رجوع کرنا مناسب نہیں ہے۔ پس ضَرَبْتُ ایاك نہیں کہیں گے اس لئے کہ یہاں ضمیر متصل کا لانا متعذر نہیں ہے۔ بلکہ ضَرَبْتُكَ کہیں گے اور تعذر اتصال ضمیر یا تو ضمیر کا اپنے عامل سے مقدم ہونے کی وجہ سے ہے جیسے اِیَّاكَ نَعْبُدُ میں (تیری ہی ہم عبادت کرتے ہیں) اس لئے کہ اتصال عامل کے آخر میں ہوتا ہے۔ لہٰذا تقدیم کی صورت میں اتصال ناممکن ہے پس اگر ضمیر مؤخر ہوتی تو نَعْبُدُكَ کہا جاتا یا تعذر مذکور ضمیر اور اس کے عامل میں فصل واقع ہونے کی وجہ سے ہے جیسے ضربك الّا انا (نہیں مارا تجھ کو مگر میں نے) اس میں کلمۂ اِلَّا نے ضمیر اَنَا اور اس کے عامل ضَرَبَ کے درمیان فصل کر دیا یا تعذر مذکور اس وجہ سے ہے کہ ضمیر کا عامل معنوی ہے بایں طور کہ ضمیر مبتداء یا خبر

جس کا ذکر پہلے گزر چکا ہو خواہ لفظاً یا معنیً یا حکماً اور مضمر دو قسم پر ہے اوّل متصل اور متصل وہ ضمیر ہے جو منفرد استعمال نہ کی جاتی ہو اور ضمیر متصل یا مرفوع ہوگی جیسے ضربتُ سے ضربن تک یا منصوب ہوگی جیسے ضربنی سے ضربھن تک یا مجرور ہوگی جیسے غلامی اور لی سے غلامھن اور لھن تک دوسری قسم منفصل اور منفصل وہ ضمیر ہے جو منفرداً استعمال کی جاتی ہو اور ضمیر منفصل یا مرفوع ہوگی جیسے انا سے ھن تک یا منصوب ہوگی جیسے ایای سے ایاھن تک پس یہ ساٹھ ضمیریں ہیں۔"

---

قوله المضمر اسم وضع الخ مبنیات کو شمار کرانے کے بعد اب مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ یہاں سے ہر ایک کی تعریف کو بیان فرماتے ہیں کہ المضمر اسم وضع الخ مضمر یہ اضمار بمعنی پوشیدہ رکھنا سے ہے۔ مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کو تمام مبینات پر اس لئے مقدم کیا کہ اس کے تمام افراد بغیر کسی اختلاف کے مبنی ہیں اور اس کے مبنی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہ احتیاج میں حروف (جو مبنی اصل ہیں) کے ساتھ مشابہ ہیں حروف اپنے معنی پر دلالت کرنے میں متعلق کے محتاج ہیں۔ اور ضمیر اگر غائب کی ہے تو تقدم ذکر کی طرف محتاج ہے۔ جیسے ضَرَبَ زیدٌ غلامَہ میں اور اگر ضمیر متکلم یا مخاطب کی ہے تو تکلم اور خطاب کی طرف محتاج ہے اور اصطلاح نحات میں مضمر وہ اسم ہے جو متکلم یا مخاطب یا غائب پر جس کا ذکر (یعنی مرجع) پہلے لفظاً یا معنیً یا حکماً مذکور ہو چکا ہے۔ دلالت کرنے کے لئے وضع کیا گیا ہو۔

قوله تقدم ذکرہ یہ غائب کی صفت ہے۔

قوله اسم مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے اسم کہا تا کہ اس سے کاف خطاب جو ذلکَ اور ذینك وغیرہ میں ہے خارج ہو جائے اس لئے کہ یہ حرف ہے۔

قوله لیدل متکلم اور مخاطب پر دلالت کرنے کے یہ معنی ہیں کہ یہ دلالت بر سبیل کنایہ ہو پس لفظ متکلم اور لفظ مخاطب تعریف سے خارج رہیں گے کیونکہ یہ اگرچہ متکلم اور مخاطب پر دلالت کرتے ہیں لیکن بر سبیل کنایہ دلالت نہیں کرتے۔

قوله تقدم ذکرہ اس قید سے اسماء ظاہرہ خارج ہو گئے۔ اس لئے کہ یہ اگرچہ غائب کے لئے وضع کئے گئے ہیں۔ لیکن غائب کا پہلے مذکور ہونا ان میں شرط نہیں ہے۔

قوله لفظاً مرجع کا لفظاً مقدم ہونا عام ہے کہ وہ حقیقتاً مقدم ہو۔ جیسے ضَرَبَ زیدٌ غلامَہ میں (زید نے اپنے غلام کو مارا) اس میں ضمیر غائب ہ کا مرجع زید پہلے لفظاً گزر چکا ہے۔ یا تقدیراً مقدم ہو جیسے ضَرَبَ غلامَہ زیدٌ میں غلامہ کی ضمیرہ کا مرجع جو زید ہے ضمیر پر تقدیراً مقدم ہے اس لئے کہ زید فاعل فعل ہے جو مفعول بہ غلامَہٗ پر رُتبۃً مقدم ہے۔

قوله معنیً تقدم معنوی یہ ہے کہ ضمیر غائب کا مرجع باعتبار معنی مقدم ہو نہ باعتبار لفظ جیسے اِعْدِلُوا ھو اَقْرَبُ لِلتقویٰ (تم عدل کرو کہ عدل تقویٰ سے زیادہ قریب ہے) اس میں ھو ضمیر غائب اس عدل کی طرف لوٹ رہی ہے جو اعدلوا

سے سمجھا جاتا ہے اور یہ عدل پہلے لفظاً مذکور نہیں ہے بلکہ صیغۂ اعدلوا سے سمجھا جاتا ہے۔

قولہ حکماً تقدم حکمی ضمیر شان اور ضمیر قصہ میں ہوتا ہے جو مَا حَضَرَ فِي الذهن کی طرف لوٹا کرتی ہیں۔ جیسے قول باری تعالیٰ قُل هو الله احد (اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ فرمادیجئے کہ شان یہ ہے کہ اللہ ایک ہے) اس میں ضمیر شان ھو کا مرجع اگرچہ لفظاً اور معنیً پہلے مذکور نہیں ہوالیکن حکماً پہلے مذکور ہے اس لئے کہ مضمون جملہ کو پہلے خیال کرلیا ہے اور اس کے بعد پھر اس سے خبر دی گئی ہے پس وہ حکماً مقدم ہوا۔

قولہ وھو علٰی قسمین متصل وھو الخ اور مضمر اپنے ماقبل کے لحاظ سے دو قسم پر ہے ایک متصل بمعنی (ملنے والا) اصطلاح میں وہ ضمیر ہے جو تنہا مستعمل نہ ہوتی ہو۔ یعنی جس کا تلفظ تنہا اصطلاحاً صحیح نہ ہو یعنی وہ اپنے پیشتر کلمہ کے جز اور بعض حروف کی مانند ہو۔ ہم نے اصطلاحاً کی قید اس لئے لگائی ہے۔ کہ ضمیر متصل بارز کا تلفظ عقلاً بھی صحیح ہے۔

قولہ امّا مرفوع الخ یعنی ضمیر متصل انواع اعراب کے لحاظ سے تین قسم پر ہے ایک مرفوع وہ ہے جو مسند الیہ واقع ہو خواہ فاعل ہو خواہ مبتداء چونکہ مسند الیہ مذکور مرفوع ہوتا ہے۔ لہٰذا اس کو مرفوع کہتے ہیں۔ جیسے ضَرَبْتُ (بصیغۂ معروف و مجہول) سے لے کر ضَرَبْنَ تک پوری گردان اس طرح ہے ضَرَبْتُ ضَرَبْنَا ضَرَبْتَ ضَرَبْتُمَا ضَرَبْتُمْ ضَرَبْتِ ضَرَبْتُمَا ضربْتُنَّ ضَرَبَ ضَرَبَا ضَرَبُوْا ضَرَبَتْ ضَرَبَتَا ضَرَبْنَ۔ اسی طرح ماضی مجہول کی گردان کرلو۔ نحات کا طریقہ ہے کہ وہ ضمیر متکلم کو مخاطب پر مقدم کرتے ہیں اور مخاطب کو غائب پر اس لئے کہ وہ تعریف وتنکیر سے بحث کرتے ہیں اور ضمائر میں سب سے اعرب ضمیر متکلم ہے اس کے بعد ضمیر مخاطب اس کے بعد ضمیر غائب لہٰذا مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے ضمیر متکلم کو سب سے مقدم کیا اور ضمیر غائب کو سب سے مؤخر۔

قولہ اومنصوب دوسرے منصوب وہ ضمیر ہے جو مفعول واقع ہو۔ یا کوئی عامل ناصب ان وغیرہ اس کے شروع میں آئے چونکہ مفعول اور عامل ناصب کے معمول کو نصب ہوتا ہے۔ لہٰذا اس کو منصوب کہتے ہیں۔ اور یہ ضمیر منصوب یا تو فعل سے متصل ہوتی ہے جیسے ضَرَبَنِیْ سے لے کر ضَرَبَهُنَّ تک گردان اس طرح ہے ضَرَبَنِیْ ضَرَبَنَا ضَرَبَكَ ضَرَبَكُمَا ضَرَبَكُمْ ضَرَبَكِ ضَرَبَكُمَا ضَرَبَكُنَّ ضَرَبَهُ ضَرَبَهُمَا ضَرَبَهُمْ ضَرَبَهَا ضَرَبَهُمَا ضَرَبَهُنَّ یا حرف سے متصل ہوتی ہے جیسے اِنَّنِیْ سے لے کر اِنَّهُنَّ تک گردان اس طرح ہے اِنَّنِیْ اِنَّنَا اِنَّكَ اِنَّكُمَا اِنَّكُمْ اِنَّكِ اِنَّكُمَا اِنَّكُنَّ اِنَّهُ اِنَّهُمَا اِنَّهُمْ اِنَّهَا اِنَّهُمَا اِنَّهُنَّ۔

قولہ اومجرور تیسرے مجرور وہ ہے جس کے شروع میں کوئی عامل جار آئے چونکہ عامل جار کے معمول کو جر ہوتا ہے لہٰذا اس کو مجرور کہتے ہیں اور یہ ضمیر یا تو اسم مضاف سے متصل ہوتی ہے جیسے غلامی سے لے کر غلَامُهُنَّ تک گردان اس طرح ہے غُلَامِیْ غُلَامُنَا غُلَامُكَ غُلَامُكُمَا غُلَامُكُمْ غُلَامُكِ غُلَامُكمَا غُلَامُكُنَّ غُلَامُهُ غلَامُهُمَا غلَامُهُمْ غُلَامُها غُلَامُهُمَا غلَامُهُنَّ یا حرف جار سے جیسے لِیْ سے لے کے لَهُنَّ تک گردان اس

وعَشَرٌ، سِتَّةٌ وعَشَرٌ، سَبْعَةٌ وعَشَرٌ، ثَمَانِيَةٌ وَعَشَرٌ، تِسْعَةٌ وَعَشَرٌ تھے ان سب کی واو کو حذف کر کے دونوں اسموں کو بمنزلہ ایک کلمہ کے کرلیا اور ان سب کے دونوں جز مبنی بر فتح ہیں اس لئے کہ یہ واو حرف عطف کے معنی کو متضمن ہیں۔ لیکن اثنان وَعَشَرٌ میں نون اور واو دونوں کو حذف کر دیا اور اس میں صرف دوسرا جز مبنی بر فتح ہے اور پہلا جز معرب جیسے جاءَنِیْ اِثْنَا عَشَرَ رَجُلاً ورأَیْتُ اِثْنَیْ عَشَرَ رَجُلاً وَمَرَرْتُ بِاِثْنَیْ عَشَرَ رَجُلاً جاننا چاہئے کہ وجوہ مشابہت بنا بر استقراء سات ہیں۔ اوّل یہ کہ اسم معنی مبنی اصل کو متضمن ہو جیسے اَیْنَ کہ ہمزہ استفہام کے معنی کو متضمن ہے۔ دوم یہ کہ اسم اپنے معنی پر دلالت کرنے میں قرینہ کا محتاج ہو جیسے اسم اشارہ اور اسم موصول اپنے معنی پر دلالت کرنے میں قرینہ اشارہ حسیہ اور صلہ کے محتاج ہیں سوم یہ کہ اسم مبنی اصل کے موقع میں واقع ہو جیسے کہ نَزَالِ اسم فعل اِنْزِلْ امر حاضر کے موقع میں واقع ہوتا ہے۔ چہارم یہ کہ کوئی اسم ہمشکل اس اسم کے ہو جو مبنی اصل کے موقع میں واقع ہوتا ہے۔ جیسے فَجَارِ (بمعنی) کہ نَزَالِ کے ہم شکل اور ہم وزن ہے اور نَزَالِ موقع میں اِنْزِلْ کے واقع ہوتا ہے جیسا کہ گزر چکا۔ پنجم یہ کہ کوئی اسم موقع میں اس اسم کے واقع ہو جو مبنی اصل کے مشابہ ہے۔ جیسے منادی مضموم یا زیدُ اور یا رجلُ میں کہ وہ موقع میں کاف خطاب اَدْعُوْكَ کے واقع ہے اور کاف خطاب جو اسم ہے مشابہ کاف حرفیہ کے ہے۔ ششم یہ کہ کوئی اسم مبنی اصل کی طرف مضاف ہو خواہ بواسطہ مضاف ہو۔ خواہ بلا واسطہ جیسے یَوْمَئِذٍ میں کہ اصل میں یَوْمَ اِذْكَانَ كَذَا تھا اس میں یَوْمَ بفتح میم بواسطہ اِذْ جملہ کان کذا کی طرف مضاف ہے۔ اور مبنی ہے۔ اور جملہ صاحب مفصل کے نزدیک مبنی اصل ہے۔ ہفتم یہ کہ اسم کی بناء تین حرف سے کم ہو۔ جیسا کے گزر چکا۔

قولہ وھذا القسم الخ اور مبنی کی یہ قسم یعنی وہ جو مبنی اصل کے ساتھ مشابہ ہو۔ کبھی معرب نہیں ہوتی۔ نہ تو بالفعل معرب ہوتی ہے اور نہ بالقوہ بخلاف پہلی قسم کے یعنی جو اپنے غیر کے ساتھ مرکب نہ ہو۔ بالفعل مبنی ہے اور بالقوہ معرب جیسا کہ گذر چکا۔

قولہ وحكمه اَنْ لا يختلف الخ اور اسم مبنی کا حکم یعنی اسم مبنی کا اثر جو اس کے مبنی ہونے پر مترتب ہوتا ہے۔ یہ ہے کہ اس کا آخر لفظا اور تقدیراً مختلف عوامل کے آنے سے نہ بدلے۔

قولہ وحركاته تسمی الخ اور مبنی کے حرکات کا نام ضمہ اور فتحہ اور کسرہ رکھا گیا ہے اور اس کے سکون کا نام وقف۔ ان کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ ضمہ چونکہ ضم شفتین یعنی دونوں ہونٹوں کے ملنے سے پیدا ہوتا ہے لہٰذا اس کا نام ضمہ رکھا گیا اور فتحہ کے تلفظ میں چونکہ دونوں ہونٹ کھلتے ہیں لہٰذا اس کا نام فتحہ رکھا گیا اور کسرہ کے تلفظ میں چونکہ نیچے کا ہونٹ منکسر ہو جاتا ہے۔ یعنی اس کے تلفظ میں نیچے کا ہونٹ اوپر کے ہونٹ سے علیحدہ ہو جاتا ہے۔ لہٰذا اس کا نام کسرہ رکھا گیا۔ اور سکون کا نام وقف اس لئے رکھا گیا کہ اس کی وجہ سے سانس ٹھہر جاتا ہے۔ اور معرب کے حرکات کا نام رفع اور نصب اور جر ہے اور یہ فرق نحات بصرہ کے نزدیک ہے لیکن نحات کوفہ ان میں کوئی فرق نہیں کرتے پس یہ معرب کے حرکات کو مبنی کے حرکات پر بول دیتے ہیں

اور مبنی کے حرکات کو معرب کے حرکات پر مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے وحرکاته تسمی کہا۔ اس لئے کہ اسم کبھی الف کے ساتھ اور کبھی یاء کے ساتھ مبنی ہوتا ہے۔ جیسے یا زیدان اور لا رجلَیْن میں اور ان کو حقیقتاً ضمہ اور فتحہ نہیں کہا جاتا۔ لیکن متقدمین کے کلام میں ان کو مجازاً ضمہ اور فتحہ کہا گیا ہے۔

قوله وهو علیٰ ثمانية أنواع الخ ضمیر ھو مطلق مبنی کی طرف لوٹ رہی ہے۔ خواہ وہ غیر کے ساتھ مرکب نہ ہو خواہ مبنی اصل کے ساتھ مشابہ ہو۔ جن حضرات نے ھُوَ ضمیر کو مبنی کی دوسری قسم مشابہ مبنی اصل کی طرف لوٹایا ہے۔ ان سے اس میں سہو ہوا ہے اس لئے کہ اس تقدیر پر اصوات مقسم سے خارج ہو جائیں گے کیونکہ ان کا مبنی ہونا مبنی اصل کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے نہیں ہے۔ بلکہ غیر کے ساتھ مرکب نہ ہونے کی وجہ سے ہے۔ (ترکیب) ھو مبتداء ہے اور علیٰ ثمانیه انواع اس کی خبر ہے اور المضمر ات کو اگر انواع سے بدل قرار دیں تو یہ مجرور ہوگا اور اگر اس کو احدھا مقدر کی خبر قرار دیں تو مرفوع ہوگا۔ اسی طرح اس کے مابعد واسماء الاشارات والموصولات وغیرہ کا اعراب ہے جو اس پر معطوف ہیں۔

قوله الاصوات یہ یا تو بنا پر بدل مجرور ہوگا یا اس بنا پر کہ یہ اسماء پر معطوف ہے مرفوع ہوگا۔ اور الاصوات کا جر اس بنا پر کہ وہ الافعال پر معطوف ہو صحیح نہیں ہے اس لئے کہ بحث اصوات کے شروع میں مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے الاصوات فرمایا ہے نہ اسماء الاصوات۔ مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے بعض الظر وف فرمایا۔ اس لئے کہ تمام ظروف مبنی نہیں ہیں بلکہ بعض مبنی ہیں اور بعض معرب اور مصنف نے بعض الموصولات نہیں فرمایا حالانکہ اَیٌّ اور اَیَّة جو موصولات میں سے ہیں معرب بھی ہوتے ہیں اسی طرح بعض الکنایات نہیں فرمایا۔ حالانکہ کنایات میں سے فلان اور فلانۃ معرب ہیں اس لئے کہ موصولات اور کنایات میں سے اکثر مبنی ہیں لہذا بقاعدۂ للاکثر حکم الکل الموصولات اور الکنایات فرمایا بخلاف ظروف کے کہ ان میں سے اکثر معرب ہیں۔ لیکن مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ کو مناسب تھا کہ بعض المرکبات فرماتے اس لئے مرکبات دو قسم پر ہیں ایک مبنی جیسے احد عشر اور ثلثة عشر وغیرہ دوسرے معرب جیسے بعلبك۔

---

فصل المضمر اسم وُضِعَ لیدُلَّ علی متکلّمٍ اومخاطبٍ اوغائبٍ تَقَدَّمَ ذکْرہ لفظًا اومعنیً اوحکماً وهو علی قسمَیْنِ متصلٌ وهو مالا یستعمل وحده اِمّا مرفوع نحو ضَرَبْتُ الی ضَرَبْنَ او منصوب نحو ضَرَبَنِیْ الی ضَرَبَهُنَّ واَنَّنِیْ الی انَّهُنَّ ومجرور نحو غلامی ولِیْ الی غُلامهنّ ولَهُنَّ ومنفصل وهوما یُستعمل وحده اما مرفوع نحو انا الی هُنَّ اومنصوب نحو ایَّایَ الی ایَّاهُنّ فذلك سِتُّوْنَ ضميراً۔

ترجمہ: ”پہلی فصل مضمر۔ اور مضمر وہ اسم ہے جو وضع کیا گیا ہوتا کہ متکلم یا مخاطب یا غائب پر دلالت کرے

تھاہَنیٰ یَبْنَیٰ سے واواور یاء جمع ہوئے پہلا ساکن تھا واو کو یاء سے بدل لیا پھر یاء کو یاء میں ادغام کر دیا اور ضمہ کو یاء کی مناسبت کی وجہ سے کسرہ سے بدل لیا۔

قوله وهو اسم وقع الخ یعنی مبنی وہ اسم ہے جو اپنے غیر کے ساتھ اس طرح پر کہ اس کا عامل اس کے ساتھ پایا جائے مرکب نہ ہو یا مبنی اصل کے ساتھ مشابہ ہو۔ پس یہ دو قسم کے اسم مبنی ہوتے ہیں۔

قوله وقع غير مركب مع غيره مثل اب ت الخ مبنی وہ اسم ہے جو اپنے غیر کے ساتھ اس طرح پر کہ اس کا عامل اس کے ساتھ پایا جائے مرکب نہ ہو جیسے اب ت ث ج وغیرہ اور ان حروف سے مراد ان کے اسماء الف با تا ثا جا ہیں نہ ان کے مسمیات اب ت ث ج وغیرہ اس لئے کہ اگر مسمیات مراد ہوں۔ تو حروف ہجا کے ساتھ مثال صحیح نہیں ہوگی۔ کیونکہ یہ بحث اسم مبنی کے بارے میں ہے اور ان کے مسمیات یعنی حروف ہجا حروف ہیں نہ اسم۔ اور جیسے اسماء عدد میں سے واحد اور اثنان اور ثلثه اور اربعه وغیرہ اور جیسے لفظ زید تنہا یعنی عامل کے ساتھ نہ ہو۔

قوله فانه اى نحو هذه الاسماء مبنى بالفعل الخ پس اس قسم کے اسماء بالفعل یعنی موجودہ صورت میں کہ یہ عامل کے ساتھ واقع نہیں ہو رہے ہیں مبنی بر سکون ہیں اور بالقوہ معرب ہیں یعنی ان میں اعراب کی صلاحیت ہے کہ جب یہ عامل کے ساتھ نہیں ہوتے تو ان میں کوئی تغیر نہیں ہوتا لیکن جب یہ عامل کے ساتھ واقع ہوتے ہیں تو ان میں تغیر آجاتا ہے جیسے جَاءَ الفٌ میں الف اور جاء واحدٌ میں واحد اور جاء زیدٌ میں زید اپنے عامل جاء کے ساتھ ہیں اور بنا بر فاعلیت مرفوع ہیں۔ اور رأیتُ الفًا میں الفًا اور رأیتُ واحداً میں واحداً اور رأیتُ زیداً میں زیداً اپنے عامل رأیت کے ساتھ ہیں اور بنا بر مفعولیت منصوب ہیں پس اس وقت عامل کے آنے سے زید پر کبھی رفع آیا اور کبھی نصب لہٰذا اس وقت یہ معرب ہیں۔ لیکن جب یہ عامل کے ساتھ نہیں ہوتے۔ تو اس وقت یہ صرف ایک ہی حالت پر ہوتے ہیں اور ان میں کوئی تغیر نہیں ہوتا اور مبنی بر سکون ہوتے ہیں۔

قوله او شابه مبنى الاصل الخ اى نَاسَبَ مناسبةً موثرةً فى البناء اس کا عطف وقع غیر مرکب پر ہے یا وہ مبنی اصل کے ساتھ مشابہ ہو یعنی وہ مبنی اصل کے ساتھ ایسی مناسبت رکھتا ہو جو مناسبت کہ اسم کے مبنی ہونے میں موثر ہو بایں طور کہ وہ یا تو اپنے معنی پر دلالت کرنے میں کسی قرینہ کا محتاج ہو یا وہ تین حرف سے کم ہو یا وہ معنی حرف کو متضمن ہو پس جب اسم میں ان تینوں چیزوں میں سے کوئی چیز پائی جائے گی تو اس میں مبنی اصل کے ساتھ مناسبت پائی جائے گی اور اس مناسبت کی وجہ سے وہ مبنی ہوگا۔ شَابَهَ کی تفسیر نَاسَبَ کے ساتھ اس لئے کی تا کہ اس میں وہ چیز داخل ہو جائے جو یا تو مبنی اصل کے معنی کو متضمن ہے جیسے اَیْنَ کہ یہ ہمزہ استفہام (جو مبنی اصل ہے) کے معنی کو متضمن ہے یا مبنی اصل کے موقع میں واقع ہوتی ہے جیسے نَزَالِ کہ یہ اسم فعل ہے جو اِنْزِلْ امر حاضر کی جگہ میں واقع ہوتا ہے۔ (بمعنی اتر تو) یا مبنی اصل کی طرف مضاف ہے جیسے یَومَئِذٍ کہ اصل میں یَومَ اِذْ کَانَ کذا تھا اس میں یوم بفتح میم مبنی ہے جو بواسطہ اِذْ جملہ کان کذا کی

طرف مضاف ہے اور جملہ صاحب مفصل کے نزدیک مبنی اصل ہے۔ پس ان میں سے ہر ایک مبنی اصل کے ساتھ مناسب ہے نہ کہ مشابہ اور مناسبت کو موثرۃ فی البناء کے ساتھ اس لئے مقید کیا تا کہ وہ مناسبت جو ضعف یا کسی عارض کی وجہ سے بناء میں مؤثر نہ ہو خارج ہو جائے جیسے اسم فاعل بمعنی ماضی کہ یہ اگرچہ معنی ماضی کے ساتھ جو مبنی اصل ہے مناسبت رکھتا ہے لیکن لفظاً ماضی کے مخالف ہے اس لئے کہ وہ لفظاً مضارع کے ساتھ جو معرب ہے حرکات وسکنات میں مناسب ہے۔ پس یہ معنی ماضی کے ساتھ مناسبت رکھتا ہے اور لفظاً مضارع کے ساتھ پس اسم فاعل کی ماضی کے ساتھ مناسبت میں ضعف آ گیا۔ اور وہ اس ضعف کی وجہ سے اس کے مبنی ہونے میں موثر نہیں ہوئی۔ عارض کی مثال جیسے لفظ اَیٌّ کہ یہ حرف کے ساتھ مناسبت رکھنے کی وجہ سے مبنی ہونے کا مستحق تھا لیکن اس مناسبت کے ساتھ ایک عارض موجود ہے۔ اور وہ اضافت ہے جو بنا کے لئے مانع ہے اس لئے کہ ای ہمیشہ اضافت کے ساتھ مستعمل ہوتا ہے۔

قولہ بان یکون فی الدلالۃ الخ شابَہَ کے متعلق ہے۔ مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ یہاں سے اسم کے مبنی اصل کے ساتھ مشابہت کے وجوہ بیان فرما رہے ہیں۔ مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہاں مشابہت کے تین وجوہ بیان کئے ہیں۔ لیکن بروئے استقراء سات ہیں جن کو ہم آگے بیان کریں گے۔

قولہ کالاشارۃ یہ قرینہ کی مثال ہے۔ یعنی جیسے قرینۂ اشارہ حسیہ کہ اس کی طرف اسم اشارہ ھٰؤلاء محتاج ہے پس یہ حروف کے ساتھ مشابہ ہو گیا جیسے حروف اپنے مدخول کے محتاج ہیں اسی طرح ھٰؤلاء اور ذا اور ذان اور تا اسماء اشارہ قرینۂ اشارہ کی طرف محتاج ہیں۔

قولہ ونحوھا ای ونحو قرینۃِ الاشارۃ کقرینۃ الصلۃ یعنی اور مثل قرینۂ اشارہ کے جیسے قرینۂ صلہ جو موصولات میں ہوتا ہے کہ یہ صلہ کے محتاج ہوتے ہیں جیسے الذی قام فلہ درھم (جو شخص کھڑا ہوا اس کے لئے ایک درہم ہے) اس میں الذی موصول ہے اور قام جملہ فعلیہ اس کا صلہ ہے موصول صلہ سے مل کر مبتداء ہوا اور فلہ درھم جملہ اس میں اس کی خبر ہے۔

قولہ اویکون علیٰ اقل الخ اس کا عطف یکون فی الدلالۃ پر ہے۔ یا وہ تین حرف سے کم ہو یا معنی حرف کو متضمن ہو۔ جیسے ذا اور مَنْ یہ دونوں تین حرف سے کم ہونے کی مثالیں ہیں۔ چونکہ یہ حرف فِیْ اور عَنْ کے ساتھ بناء میں مشابہ ہیں۔ لہٰذا مبنی ہیں اور جیسے احد عشر سے لے کر تسعۃ عشر تک یہ واو حرف عطف کے معنی کو متضمن ہونے کی مثالیں ہیں۔ اس لئے کہ اَحَدَ عَشَرَ اصل میں احدٌ وعشرٌ تھا یہ واو حرف عطف کے معنی کو متضمن ہے اس کے معنی ایک اور دس ہیں یعنی گیارہ پس یہ معنی حرف کو متضمن ہونے کی وجہ سے مبنی ہے۔ اَحَدَ عَشَرَ سے لے کر تِسْعَۃَ عَشَرَ تک کی تفصیل یہ ہے اَحَدَ عَشَرَ، اِثْنَا عَشَرَ، ثَلٰثَۃَ عَشَرَ، اَرْبَعَۃَ عَشَرَ، خَمْسَۃَ عَشَرَ، سِتَّۃَ عَشَرَ، سَبْعَۃَ عَشَرَ، ثَمَانِیَۃَ عَشَرَ، تِسْعَۃَ عَشَرَ، یہ سب اصل میں اَحَدٌ و عَشَرٌ، اِثْنَانِ وَعَشَرٌ، ثَلٰثَۃٌ وَعَشَرٌ، اَرْبَعَۃٌ وعَشَرٌ، خَمْسَۃٌ

قبول نہیں کرتا اور صلہ اپنے موصول سے مربوط ہوتا ہے۔

قولہ ولا بد من عائدٍ الخ عائد اسم فاعل ہے بمعنی لوٹنے والا مصدر عَوْدٌ ہے بمعنی لوٹنا یعنی صلہ میں ایک عائد کا ہونا جو اکثر ضمیر ہوتی ہے اور موصول کی طرف لوٹتی ہے ضروری ہے اس لئے کہ صلہ ایک جملہ مستقلہ ہوتا ہے۔ اور صلہ اپنے موصول سے مرتبط ہوتا ہے لہٰذا صلہ میں ضمیر کا ہونا ضروری ہے تا کہ وہ صلہ کا موصول سے ربط پیدا کر دے اور جملہ اجنبی نہ رہے کیونکہ صلہ بغیر عائد کے موصول سے اجنبی رہے گا جیسے جاء الذی ابوہ قائم میں الذی (وہ شخص آیا جس کا باپ کھڑا ہونے والا ہے) اس مثال میں الذی موصول ہے اور ابوہ قائم جملہ اسمیہ خبریہ اس کا صلہ ہے اور اس صلہ میں ابوہ کی ضمیر عائد ہے جو الذی کی طرف لوٹ رہی ہے موصول اپنے صلہ سے مل کر جاء کا فاعل ہے اور جملہ کا جزء تام یعنی فاعل ہے۔ یہ جملہ اسمیہ کے صلہ ہونے کی مثال ہے اور جیسے جاء الذی قام ابوہ (آیا وہ شخص جس کا باپ کھڑا ہوا) اس میں قام ابوہ جملہ فعلیہ خبریہ الذی موصول کا صلہ ہے اور اس جملہ فعلیہ میں ابوہ کی ضمیر عائد ہے جو الذی موصول کی طرف لوٹ رہی ہے اور موصول اپنے صلہ سے مل کر جملہ کا جزء تام یعنی فاعل ہو رہا ہے۔ یہ جملہ فعلیہ کے صلہ ہونے کی مثال ہے۔ یاد رکھنا چاہئے کہ عائد اکثر ضمیر ہوتی ہے۔ لیکن کبھی اسم مظہر اسم مضمر کی جگہ میں عائد ہو جاتا ہے جیسے جاء نی الذی ضَرَبَ زیدٌ میں اس میں زیدٌ جو اسم مظہر ہے ضمیر کی جگہ میں عائد ہے اس لئے کہ الذی سے مراد زید ہی ہے ورنہ اگر زیدٌ جو ضرب کا فاعل ہے نہ ہوتا تو ضرب میں ضمیر ھو ہوتی جو الذی کی طرف لوٹتی اور اس وقت جملہ اس طرح ہوتا کہ جاء نی الذی ضرب ای ھو۔

قولہ وھو الذی الخ اور اسم موصول الذی ہے جو مفرد مذکر کے لئے ہے اور اللذانِ حالت رفعی میں اور اللذین حالت نصبی و جری میں تثنیہ مذکر کے لئے ہیں اور التی مفرد مؤنث کے لئے ہے۔ اور اللتان بحالت رفعی اور اللتین بحالت نصبی و جری تثنیہ مؤنث کے لئے ہیں اور الذین اور اَلْأُلیٰ بروزن عُلیٰ بضم عین و فتح لام جمع مذکر کے لئے ہیں۔ جاننا چاہئے کہ الذین جو جمع مذکر کے لئے ہے ایک لام کے ساتھ لکھا جاتا ہے۔ اور اللذان اور اللذین جو تثنیہ مذکر کے لئے ہیں دو لام کے ساتھ لکھے جاتے ہیں۔ تا کہ جمع مثنی کے ساتھ حالت نصبی و جری میں خطاً ملتبس نہ ہو۔ اور برعکس اس لئے نہیں کیا کہ مثنی جمع سے پہلے ہے۔ لہٰذا وہ اپنے اصل پر جو دو لاموں کا جمع ہونا ہے باقی رہا۔ اور اَللّاتی اور اللواتی اور اللاء بہمزہ مکسورہ فقط اور اللائی بہمزہ و بیاء ساکنہ جمع مؤنث کے لئے ہیں اور مَا اور مَنْ بمعنی الذی یہ دونوں باعتبار لفظ مفرد ہیں۔ لیکن باعتبار معنی مفرد اور تثنیہ اور جمع اور مذکر اور مؤنث سب کے لئے آتے ہیں۔ فرق صرف اس قدر ہے کہ مَا غیر ذوی العقول کے لئے آتا ہے۔ جیسے عرفتُ ماعرفتَہٗ (میں نے اس چیز کو پہچانا جس چیز کو تو نے پہچانا) اور مَنْ ذوی العقول کے لئے آتا ہے لیکن کبھی مجازاً ایک دوسرے کی جگہ مستعمل ہو جاتا ہے۔ جیسے قول باری تعالیٰ والسماء ومابناھا ای وَمَنْ بناھا۔ اور اَیٌّ بمعنی الذی مذکر کے لئے ہے جیسے اِضْرِبْ اَیُّھُمْ فی الدار ای الذی فی الدار اور اَیَّۃ

بمعنی التی مؤنث کے لئے ہے جیسے اِضرِبْ اَیَّتَھُنَّ فی الدار ای التی فی الدار اور ذُوْ لغت بنی طے میں اسم موصول ہے اور بمعنی الذی یا التی ہوتا ہے۔ لغت بنی طے کی تخصیص اس لئے ہے کہ یہ انہی کی لغت میں اسم موصول ہے۔ جاننا چاہئے کہ کلمہ ذُوْ دو معنی کے لئے آتا ہے۔ ایک بمعنی صاحب جیسے ذُوْمالٍ بمعنی صاحب مال یہ معرب ہے۔ اور اسماء ستہ مذکورہ میں سے ہے۔ دوسرے بمعنی الذی یا التی اور یہ صرف لغت بنی طے میں اسم موصول آیا ہے۔ اور یہاں مبینات میں یہ ہی مراد ہے اور یہ مبنی ہوتا ہے اور واحد اور تثنیٰ اور جمع اور مذکر اور مؤنث اور غائب اور حاضر سب کے لئے آتا ہے۔ جیسے جاء نی ذُوْ قام اور رأیتُ ذوقام اور مررتُ بِذُوْ قام اور جیسے شاعر کا قول ۔

فَاِنَّ الماء ماءَ اَبِیْ وَجَدِّیْ
وَبِئرِی ذُوْ حَفَرْتُ وذُوْ طَوَیْتُ

ای وَبِئرِی الذی حَفَرْتُہٗ والذی طَوَیْتُہٗ۔

یہ شعر سنان بن الفحل الطائی کا ہے۔ بعضوں نے کہا ہے کہ یہ عبدالمطلب کا شعر ہے۔ مطلب یہ ہے کہ پانی جس کے بارے میں نزاع ہو رہا ہے میرے باپ دادے کا ہے۔ یعنی مجھ کو وہ وراثت میں ملا ہے اور کنواں جس کے بارے میں نزاع ہے وہ کنواں ہے جس کو میں نے کھودا ہے اور پتھر سے اس کو میں نے مدور کیا ہے طَوَیٰ بمعنی مدور کردن چاہ است بسنگ۔ اور مجموعہ الف و لام اسم موصول ہے جو اپنے مدخول کے اعتبار سے بمعنی الذی یا اللتی یا اللذان یا اللتان یا اللذین یا اللاتی ہوتا ہے۔ اور اس کا صلہ اسم فاعل اور اسم مفعول ہوتا ہے جو معنی میں فعل کے ہوتے ہیں۔ جیسے جاء نی الضاربُ زیداً (میرے پاس وہ شخص آیا جو زید کو مارنے والا ہے) اس میں الضارب پر الف ولام بمعنی الذی ہے۔ ای جاء نی الذی یضرب زیداً اور جیسے جاء نی المضروب غلامُہ (میرے پاس وہ شخص آیا جس کا غلام مارا گیا ہے) ای جاء نی الذی یُضْرَبُ غلامُہ (بصیغہ مضارع مجہول)۔

قولہ صلتہ یہ الالف واللام کی صفت ہے اور اس کی ضمیر مفرد الف و لام کی طرف لوٹ رہی ہے اس لحاظ سے کہ وہ ایک اسم موصول ہے۔ مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے صلتہ اسم الفاعل و اسم المفعول کہا اس لئے کہ الف ولام اسم موصول کا صلہ یہ ہی دونوں ہوتے ہیں اور صفت مشبہ اور اسم تفضیل نہیں ہوتے۔

قولہ ویجوز حذف العائد الخ اور اس ضمیر کا جو صلہ میں موصول کی طرف لوٹتی ہے لفظاً سے (نہ معنیً سے) حذف کرنا جائز ہے بشرطیکہ وہ ضمیر عائد مفعول کی ہو جیسے قام الذی ضربت ای الذی ضربتُہ۔

قولہ یجوز حذف العائد لیکن الف ولام کی ضمیر عائد کا حذف کرنا جائز نہیں ہے۔ اس لئے کہ ان کے موصول ہونے میں خفاء ہے اور ضمیر ان کے موصول ہونے کے دلیلوں میں سے ایک دلیل ہے اور نیز وہ ضمیر منفصل جو اِلَّا کے بعد واقع ہو محذوف نہیں ہوتی جیسے الذی ماضربت اِلَّا ایّاہ اس لئے کہ اگر وہ حذف کردی جائے۔ تو ضمیر منفصل کا جو اِلَّا

لے کر ذانکن تک اوراسی طرح باقی اسماء اشارہ ہیں۔ جیسا کہ ذیل کے نقشہ میں درج ہیں۔

| اقسام مشار الیہ | جبکہ مخاطب واحد مذکر ہو | جبکہ مخاطب تثنیہ مذکر و مؤنث ہو | جبکہ مخاطب جمع مذکر ہو | جبکہ مخاطب واحد مؤنث ہو | جبکہ مخاطب جمع مؤنث ہو |
|---|---|---|---|---|---|
| جبکہ مشار الیہ واحد مذکر ہو | ذاكَ | ذاكُما | ذاكُمْ | ذاكِ | ذاكُنَّ |
| جبکہ مشار الیہ تثنیہ مذکر ہو | ذانِكَ | ذانِكُمَا | ذانِكُمْ | ذانِكِ | ذانِكُنَّ |
| جبکہ مشار الیہ واحد مؤنث ہو | تاكَ | تاكُما | تاكُمْ | تاكِ | تاكُنَّ |
| جبکہ مشار الیہ تثنیہ مؤنث ہو | تانِكَ | تانِكُمَا | تانِكُمْ | تانِكِ | تانِكُنَّ |
| جبکہ مشار الیہ جمع مذکر و مؤنث ہو | اولائِكَ | اولائِكُمَا | اولائِكُمْ | أُولائِكِ | اولائِكُنَّ |

قولہ واعلم اَنَّ ذا الخ یعنی ذا اسم اشارہ مشار الیہ قریب کے لئے ہے اور ذلك مشار الیہ بعید کے لئے ہے اور ذاكَ مشار الیہ متوسط کے لئے ہے یعنی جو قریب اور بعید کے درمیان ہو۔ جاننا چاہئے کہ جمہور نحات کے نزدیک جو اسم اشارہ کاف اور لام یا قائم مقام لام سے جو تشدید ہے خالی ہو تو وہ مشار الیہ قریب کے لئے ہے جیسے ذا اور اگر وہ صرف کاف کے ساتھ ہو تو وہ مشار الیہ متوسط کے لئے جیسے ذاك اور تاك اور ذانِك بتخفیف نون اور تانِك بتخفیف نون اور اولاك بغیر لام اور اگر وہ کاف اور لام یا قائم مقام لام کے ساتھ ہو تو وہ مشار الیہ بعید کے لئے ہے جیسے ذلك اور تلك اور ذانِك بتشدید نون اور تانّك بتشدید نون اور اولائك بلام۔ مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے اسم اشارہ کو جو متوسط کے لئے ہے قریب اور بعید کے بعد ذکر کیا حالانکہ ظاہر اس کو مقتضی تھا کہ اس کو وسط میں ذکر کرتے اس لئے کہ متوسط کا سمجھنا طرفین یعنی قریب اور بعید کے سمجھنے پر موقوف ہے۔

---

فصل الموصول اسم لایصلح اَنْ یَکُونَ جزأًتامًّا مِنْ جملةٍ الّاَ بصلةٍ بعده والصلةُ جملةٌ خبريةٌ ولا بدمِنْ عائد فيها يعود الى الموصول مثالُه الذى فى قولنا جاء الذى ابوه قائم اوقام ابوه وهوالذى للمذكّر واللذ اِن واللذَيْنِ لمثناه والتى للمونث واللّتان واللتَيْنِ لمثناهَا والّذِيْنَ والالى لجمع المذكرو اللاتى واللواتى واللاء واللائى لجمع المؤنث وما ومَنْ واىّ وايّة وذو بمعنى الذى فى لغة بنى طى كقول الشاعر شعر فَاِنَّ الماءَ ماءُ اَبِىْ وَجَدِّىْ وَبِئرِىْ ذُوْ حَفَرْتُ وَذُوْطَوَيْتُ اى الذى حَفَرْتُهُ والذى طَوَيْتُهُ والالف واللام بمعنى الذى صلتُه اسْمُ الفاعِلِ واسمُ المفعولِ نحو جاءَنى الضاربُ زيداً اى الذى يَضْرِبُ زيداً اوجاءَنى المضروبُ غُلَامُهُ ويجوز حذف العائدِ من اللفظ اِنْ كان مفعولاً نحو قام الذى

ضربْتُ ای الّذی ضربْتهٗ واعلم اَنَّ ایًّا وایّةً معربةٌ الا اذا حُذِفَ صدر صلتها کقوله تعالی ثم لننزعَنَّ من کل شیْعَةٍ اَیُّهُمْ اَشَدُّ عَلَی الرَّحْمٰنِ عِتِیًّا ای هواشدّ.

**ترجمہ:** ''تیسری فصل موصول۔ موصول وہ اسم ہے جو جملہ کا جزء تام بننے کی صلاحیت نہ رکھتا ہو مگر اس صلہ کے ذریعہ جو اس کے بعد ہو اور صلہ جملہ خبریہ ہوتا ہے اور اس جملے میں ایک ضمیر کا ہونا ضروری ہے جو موصول کی طرف راجع ہو۔ اس کی مثال الذی ہے ہمارے قول جاء الذی ابوہ قائم یاقام ابوہ میں اور الذی مذکر کے لئے اور اللذان اور اللذین اس کے تثنیہ کے لئے التی مؤنث کے لئے اور اللتان اور اللتین اس کی تثنیہ کے لئے اور الذین اور اُلی جمع مذکر کے لئے اور اللاتی، اللواتی، اللاء اور اللائی جمع مؤنث کے لئے اور ماء، من، ایٌّ، ایّةٌ اور ذو بمعنی الذی بنی طے کی لغت میں جیسے شاعر کا قول شعر: فان الماء ماء ابی و جدی ÷ وبیری ذو حفرت وذو طویت یعنی الذی حفرته اور الذی طویته اور الف لام جو الذی کے معنی میں ہو اس کا صلہ اسم فاعل اور اسم مفعول ہوتا ہے جیسے جاء نی الضارب زیداً یعنی الذی یضرب زیدا اور جاء نی المضروب غلامه اور لفظوں سے ضمیر کا حذف کر دینا جائز ہے اگر وہ مفعول واقع ہو جیسے قام الذی ضربت یعنی الذی ضربته اور تو جان لے کہ ایٌّ اور ایّةٌ معرب ہیں مگر جب کہ اس کے صلہ کا شروع حصہ حذف کر دیا جائے جیسے اللہ تعالیٰ کا قول ثم لننزعن من کل شیعة ایهم اشد علی الرحمن عتیا یعنی هو اشد۔''

---

قوله الموصول اسم الخ موصول وہ اسم ہے جو جملہ کا جزء تام (یعنی مسند الیہ یا مسند یا فاعل یا مفعول بہ وغیرہ) بغیر صلہ کے جو اس کے بعد ہوتا ہے نہ ہو سکے۔

قوله الابصلة بعده اس قید سے وہ اسماء خارج ہو گئے جو جملہ کا جزء تام بغیر صلہ کے ہوتے ہیں جیسے جاء نی زیدٌ میں زیدٌ جملہ کا جزء تام یعنی فاعل ہے۔

قوله جزأً تامًا اس سے اس طرف اشارہ ہے کہ موصول بغیر صلہ کے جملہ کا جزء تو ہو سکتا ہے لیکن بغیر صلہ کے جزء تام نہیں ہو سکتا۔ جیسے قام الذی ضربك میں الذی اپنے صلہ ضربك سے مل کر جملہ کا کامل جزء تو ہو رہا ہے اس لئے کہ جب موصول اور صلہ مجموعہ جملہ کا جزء ہے تو صرف موصول جملہ کا جزء لامحالہ ہوگا۔ لیکن کامل جزء نہیں ہے۔ اور صلہ سے یہاں مراد اس کے معنی لغوی ہیں نہ کہ اصطلاحی اور معنی لغوی یہ ہیں کہ وہ ایک جملہ ہے جو ایسی شئے کے بعد مذکور ہو کہ وہ شئے اس جملہ کے بغیر پوری نہ ہو سکتی ہو۔

قوله والصلة جمله خبرية الخ اور موصول کا صلہ ہمیشہ جملہ خبریہ ہوتا ہے نہ جملہ انشائیہ اس لئے کہ انشائیہ ربط کو

ہے درانحالیکہ ان پر عامل لفظی کان داخل ہے اور خبر افعل مِنْ کذا ہے۔

قولہ کُنْتَ اَنْتَ الرقیبَ علیھم (آپ ان پر نگہباں تھے) یہ مبتداء اور خبر کے درمیان صیغۂ مرفوع منفصل کے داخل ہونے کی مثال ہے درانحالیکہ ان پر عامل لفظی کان داخل ہے اور خبر الرقیب معرفہ ہے۔

---

فصل اسماءُ الاشارۃِ ماوضع لیدُلَّ علی مُشَارٍ الیہ وھی خمسۃُ الفاظٍ لستَّۃِ معانٍ وذلک ذاللمذکر وذانِ وذَیْنِ لمثناہ وتاوتی وذی وتہ وذہ وتھی وذھی للمؤنث وتان وتین لمثناہ واولاء بالمدّ والقصر لجمعھما وقد یلحق باوائلھاھاء التنبیہ نحو ھذا وھذان وھؤلاء ویتَّصل باواٰخرھا حرفُ الخطاب وھو ایضاً خمسۃُ الفاظٍ لِستَّۃِ معانٍ نحوکَ کُمَاکُمْ کِ کُنَّ فذلک خمسۃ وعشرون الحاصلُ من ضَرْبِ خمسۃٍ فی خمسۃٍ وھی ذاکَ الی ذاکن وذانک الی ذانکن وکذلک البواقی واعلم انّ ذاللقریب وذالک للبعید وذاک للمتوسط.

**ترجمہ:** ”دوسری فصل اسماء اشارہ۔ اشارہ وہ اسم ہے جو وضع کیا گیا ہے تاکہ مشار الیہ پر دلالت کرے اور وہ پانچ الفاظ ہیں، چھ معانی کے لئے آتے ہیں اور وہ ذا واحد مذکر کے لئے اور ذان اور ذین تثنیہ مذکر کے لئے اور تا، تی، ذی، تہ، ذہ، تھی اور ذہی واحد مؤنث کے لئے اور تان اور تین تثنیہ مؤنث کے لئے اور اولاء مد کے ساتھ اور قصر کے ساتھ ان دونوں کی جمع کے لئے۔ اور کبھی ان کے شروع میں ہاء تنبیہ لاحق کر دی جاتی ہے۔ جیسے ھٰذا، ھٰذان اور ھٰؤلاء اور ان کے آخر میں حرف خطاب شامل کر دیا جاتا ہے اور وہ بھی پانچ الفاظ ہیں چھ معنی کے لئے جیسے کَ، کُمَا، کُمْ کِ کُنّ پس یہ سب پانچ کو پانچ میں ضرب دینے سے پچیس ہو گئے اور وہ ذاكَ سے ذاکن تک اور ذانك سے ذانکن تک، اسی طرح باقی کی گردان ہیں اور تو جان لے کہ ذا اشارہ قریب کے لئے ہے اور ذالك اشارہ بعید کے لئے ہے اور ذاك اشارہ متوسط کے لئے ہے۔“

---

قولہ اسماء الاشارۃ ماوضع الخ اسماء اشارہ وہ اسماء ہیں۔ جن میں سے ہر ایک معنی مشار الیہ پر دلالت کرنے کے لئے وضع کیا گیا ہو۔ یعنی یہ ان معانی کے لئے وضع کئے گئے ہیں جن کی طرف اشارہ حسیہ کیا جائے پس جہاں اشارہ حسیہ نہ ہوگا وہ مجاز پر محمول ہوگا جیسے قول باری تعالیٰ ذلکم اللّٰہ ربُّکم (یہ ہے اللہ جو تمہارا پالنے والا ہے) اس لئے کہ اللہ تعالیٰ اشارہ حسیہ سے منزہ ہے۔

قولہ ما جنس ہے۔

قولہ لیدل علی مشار الیہ فصل ہے اس سے اسماء اشارہ کے علاوہ سب خارج ہو گئے۔ شرح میں اشارہ حسیہ کی قید سے ضمیر غائب اور لام ذہنی خارج ہو گئے اس لئے کہ یہ مشار الیہ کے لئے جس کی طرف اشارہ ذہنیہ کیا جائے۔ وضع کئے

گئے ہیں۔ یہ حروف (جو مبنی اصل ہیں) کے ساتھ احتیاج میں مشابہ ہونے کی وجہ سے مبنی ہیں جیسے حروف اپنے معنی پر دلالت کرنے میں متعلق کے محتاج ہیں۔اسی طرح یہ بھی اپنے معنی پر دلالت کرنے میں قرینہ اشارہ کی طرف محتاج ہیں۔

قوله وهی خمسة الفاظ الخ اور اسماء اشارہ کے پانچ لفظ ہیں جو چھ معنی کے لئے ہیں اس لئے کہ مشارٌ الیه مذکر ہوگا یا مؤنث اور پھران دونوں میں سے ہر ایک مفرد ہوگا۔ یا مثنی یا مجموع تین کو دو میں ضرب دینے سے چھ ہوئے اور جمع کا لفظ مذکر ومؤنث میں مشترک ہے۔ یہ پانچ لفظ ہوئے جو چھ معانی کے لئے ہیں۔

قوله وذالك ذاللمذكر الخ اور وہ پانچ الفاظ یہ ہیں ذا واحد مذکر کے لئے ہے اور ذان حالت رفعی میں اور ذَیْنِ حالت نصبی وجری میں تثنیہ مذکر کے لئے ہیں اور تا اور تِیْ اس میں تا کے الف کو یاء سے بدل لیا اور ذِیْ اس میں ذا کے الف کو یاء سے بدل لیا اور تِہْ اور ذِہْ الف تا اور ذا کو ہا سے بدل لیا یا یاء تی اور ذی کو ہا سے بدل لیا اور تِھِیْ اور ذِھِیْ کلمہ تہ اور ذِہ میں یاء کو اور ملا دیا یہ ساتوں کلمات مفرد مؤنث کے لئے ہیں لغات مؤنث واحد میں اصل تا ہے اس لئے کہ ان میں سے تثنیہ حرف تا کا آتا ہے۔ بعضوں نے کہا ہے کہ ان میں اصل ذی ہے کیونکہ یہ ذا مفرد مذکر کے مقابلہ میں ہے اور بعضوں نے کہا ہے کہ تا اور ذی دونوں اصل ہیں۔ اور تان حالت رفعی میں اور تَیْنِ حالت نصبی اور جری میں مثنی مؤنث کے لئے ہیں اور اولاء (مد کے ساتھ) اور اُولیٰ (قصر کے ساتھ) دونوں حالت رفع اور نصب اور جر میں جمع مذکر اور جمع مؤنث کے لئے آتے ہیں عاقل ہوں یا غیر عاقل۔

قوله وقد يلحق باوائلها الخ یہاں یلحق بمعنی یدخل مجازاً ہے اس لئے کہ لحوق آخر میں ہوتا ہے اور یہاں ہاء تنبیہ شروع میں آتی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ان اسماء اشارہ کے شروع میں کبھی ہاء تنبیہ آتی ہے جس سے مخاطب کو مشارالیہ پر تنبیہ کرنی ہوتی ہے تاکہ مخاطب اس سے غافل نہ ہو۔ جیسے هذا اور هذان اور هئولاء۔

قوله ويتصل با واخرهَا الخ اور ان اسماء اشارہ کے آخر میں حرف خطاب جو کاف ہے لاحق ہوتا ہے تاکہ وہ مخاطب کے مفرد اور تثنیہ اور جمع اور مذکر اور مؤنث ہونے پر دلالت کرے اور یہ کاف حرف ہے نہ کہ اسم۔

قوله وهو ايضاً خمسة الفاظ الخ اور حرف خطاب کے بھی پانچ لفظ ہیں جو چھ معنی کے لئے ہیں اور قیاس یہ تھا کہ چھ معنی کے لئے چھ ہی لفظ ہوتے لیکن کما جو مثنی مخاطب ہے مذکر اور مؤنث میں مشترک ہے۔ پس کَ مفتوح واحد مذکر کے لئے ہے۔ اور کما مثنی مذکر اور مؤنث کے لئے ہے اور کم جمع مذکر کے لئے ہے اور کِ مکسور واحد مؤنث کے لئے ہے اور کُنَّ جمع مؤنث کے لئے ہے۔

قوله فذلك خمسة وعشرون الخ پس یہ تمام اسماء اشارہ مع حروف خطاب کے پچیس ہوئے پانچ اسماء اشارہ اور پانچ حروف خطاب پانچ کو پانچ میں ضرب دینے سے پچیس ہوئے۔

قوله وهی ذاك الخ اور وہ اسماء اشارہ مع حرف خطاب کے یہ ہیں۔ ذاک سے لے کر ذاکن تک اور ذانک سے

واقع ہو اس لئے کہ مبتداء اور خبر میں عامل معنوی (جو ابتداء ہے) ہوتا ہے جیسے انا زیدٌ میں انا مبتداء ہے جس کا عامل معنوی ابتداء ہے اس لئے کہ ضمیر ملفوظ کا اتصال عامل معنوی کے ساتھ ناممکن ہے یا تعذر مذکور اس سبب سے ہے کہ عامل ضمیر حرف ہے اور ضمیر مرفوع جیسے مَا اَنْتَ قائماً اور یہ اس لئے ہے کہ ضمیر مرفوع لغت عرب میں حرف کے ساتھ متصل نہیں ہوتی۔ بخلاف منصوب اور مجرور کے کہ وہ حرف کے ساتھ متصل ہوتی ہے جیسے اِنَّكَ اور اِنَّهُ اور لِیْ اور لَكَ میں پس ان تمام صور مذکورہ میں ضمیر متصل کا لانا متعذر ہے۔ لہٰذا ضمیر منفصل لاتے ہیں۔

---

واعلم اَنَّ لَهُمْ ضميراً يقع قبل جملة تُفَسِّرُهُ ويسمى ضمير الشان فى المذكر وضميرَ القصة فى المؤنث نحو قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ وانهازينب قائمة ويدخل بين المبتدأ والخبر صيغةُ مرفوعٍ منفصلٍ مطابقٍ للمبتدأ اذا كان الخبر معرفةً اوا فعل مِنْ كذا ويسمى فَصْلاً لانه يفصل بين الخبر والصفة نحو زيدٌ هو القائمُ وكان زيدٌ هو اَفْضَلَ مِنْ عمرٍو وقال اللّٰه تعالىٰ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ.

ترجمہ: ”اور تو جان لے کہ نحویوں کے لئے ایک ضمیر ہے جو جملہ سے پہلے واقع ہوتی ہے جو اس ضمیر کی تفسیر کرتا ہے اور اس کا نام مذکر میں ضمیر شان اور مؤنث میں ضمیر قصہ رکھا جاتا ہے۔ جیسے قل هو اللّٰه احد اور انها زينبُ قائمة اور مبتداء اور خبر کے درمیان صیغہ مرفوع منفصل داخل ہوتا ہے جو مبتدا کے مطابق ہوتا ہے جب کہ خبر معرفہ ہو یا افعل من كذا ہو اور اس کا نام فصل رکھا جاتا ہے کیونکہ وہ خبر اور صفۃ کے درمیان فصل کرتی ہے جیسے زيد هو القائم اور كان زيد هو افضل من عمرو اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا كنت انت الرقيب عليهم۔“

---

قوله واعلم اَنَّ لهم الخ یعنی نحات کے نزدیک ایک ضمیر ہوتی ہے جو مفرد غائب کی ہوتی ہے۔ جس کا مرجع پہلے مذکور نہیں ہوتا اور وہ ایسے جملہ سے پہلے واقع ہوتی ہے جو اس کی تفسیر کرتا ہے اس لئے کہ وہ ضمیر مرجع مذکور نہ ہونے کی وجہ سے مبہم ہوتی ہے لہٰذا یہ جملہ جو اس کے بعد واقع ہوتا ہے۔ اس کی تفسیر کرتا ہے اور یہ جملہ اسمیہ خبریہ ہوگا۔ یا فعلیہ خبریہ۔

قوله تفسره یہ جملۃ کی صفت ہے۔

قوله ويسمى ضمير الشان۔ یعنی اگر وہ ضمیر مفرد مذکر غائب کی ہے تو اس کو ضمیر الشان کہتے ہیں۔ جیسے هو زيدٌ قائمٌ میں (شان یہ ہے کہ زید کھڑا ہے) اس میں هو ضمیر شان ہے اور مبہم ہے جو جملہ اسمیہ زيدٌ قائمٌ سے پہلے واقع ہے اور یہ جملہ اس ضمیر کی تفسیر کر رہا ہے۔ اور اگر وہ مفرد مؤنث غائب کی ہے تو اس کو ضمير القصه کہتے ہیں جیسے هِیَ هندٌ مليحةٌ (قصہ یہ ہے کہ ہندہ ملیحہ ہے) اس میں هِیَ ضمیر قصہ ہے جس کی تفسیر جملہ هند مليحة کر رہا ہے اور جیسے قول

باری تعالیٰ قُلْ هو اللّٰہ احدٌ میں (آپ فرما دیجئے شان یہ ہے کہ اللہ ایک ہے) اس میں ھو ضمیر شان ہے اور مبہم ہے جس کی تفسیر جملہ اللّٰہ احد کر رہا ہے اور جیسے انها زینب قائمة میں تحقیق قصہ یہ ہے کہ زینب کھڑی ہے) اس میں ھا ضمیر مفرد مؤنث غائب کی ہے جو ضمیر قصہ ہے اور مبہم ہے جس کی تفسیر جملہ قائمة کر رہا ہے۔ اور اس ضمیر کو ضمیر شان اور ضمیر قصہ اس لئے کہتے ہیں کہ یہ ضمیر معهود فی الذهن کی طرف جو شان یا قصہ ہوتا ہے لوٹتی ہے جس کی تفسیر آئندہ جملہ کرتا ہے۔ جاننا چاہئے کہ ضمیر شان اور ضمیر قصہ کسی واقعہ کی عظمت اور منزلت کے لئے مفید ہوتی ہے اس لئے کہ کسی چیز کو بصورت ابہام ذکر کرنا اور پھر اس کو بصورت تفسیر ذکر کرنا ذہن سامع میں اس کی عظمت اور منزلت کو بٹھاتا ہے۔

قوله ویدخل بین المبتداء والخبر الخ یعنی مبتداء اور خبر کے درمیان عوامل لفظی کے داخل ہونے سے پیشتر یا عوامل لفظی کے داخل ہونے کے بعد مرفوع منفصل کا صیغہ واقع ہوتا ہے جو افراد اور تثنیہ اور جمع میں اور تذکیر اور تانیث میں اور تکلم اور خطاب اور غیبت میں مبتداء کے مطابق ہوتا ہے بشرطیکہ خبر معرفہ ہو جیسے زیدٌ هو القائِم میں یا خبر اَفعَلُ مِنْ کذا ہو یعنی خبر اسم تفضیل کا وہ صیغہ ہو جو کلمہ مِنْ سے مستعمل ہوتا ہے۔ جیسے زیدٌ هو اَفْضَلُ مِنْ خالدٍ میں۔

قوله ویسمی فصلا لانه الخ اور اس صیغۂ مرفوع منفصل کا نام فصل ہے۔ فصل لغت میں بمعنی جدا کرنا کیونکہ یہ صفت اور خبر کے درمیان فرق کر دیتا ہے۔ لہٰذا اس کا نام فصل رکھا گیا ہے مثال زیدٌ هو القائِمُ میں اگر ھو ان کے درمیان نہ آتا تو یہ نہ معلوم ہوتا کہ القائم زید کی خبر ہے یا اس کی صفت اور خبر محذوف ہے لیکن جب صیغۂ فصل ھو ان کے درمیان آگیا تو یقینی طور سے معلوم ہوگیا کہ القائم زید کی خبر ہے۔ کیونکہ موصوف اور صفت کے درمیان فصل ممتنع ہے۔

قوله صیغة مرفوع منفصل مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے صیغہ کہا ضمیر نہیں کہا اس لئے کہ اس میں اختلاف ہے بعض اس کو حرف کہتے ہیں اور بعض اس کو اسم کہتے ہیں مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس میں توقف فرمایا اور دونوں مذہبوں میں سے کسی ایک کو دوسرے پر ترجیح نہیں دی لہٰذا صیغہ کہا کہ اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔

قوله مطابق للمبتداء یہ صیغہ مبتداء کے مطابق ہوتا ہے اس لئے کہ صیغہ ھو سے مراد یہی مبتداء ہوتا ہے لہٰذا یہ مبتداء کے مطابق ہوگا جیسے زیدٌ هو القائم اور الزیدان هما القائمان اور الزیدون هم القائمون اور هندٌ هی القائمة اور کبھی یہ صیغہ خبر کے بھی مطابق ہوتا ہے۔

قوله اذا کان الخبر معرفة لیکن اگر خبر معرفہ نہ ہو تو اس وقت اس صیغہ کو نہیں لاتے ہیں کیونکہ اس وقت خبر صفت کے ساتھ ملتبس نہیں ہوتی۔ اور افعل من کذا معرفہ کے ساتھ ملحق ہے۔ اس لئے کہ اس پر لام تعریف داخل نہیں ہوتا۔

قوله زیدٌ هو القائم یہ مبتداء اور خبر کے درمیان صیغہ مرفوع کے داخل ہونے کی مثال ہے۔ اور وہ عوامل لفظیہ سے خالی ہیں اور خبر معرفہ ہے۔

قوله کان زیدٌ هو افضل مِنْ عمروٍ یہ مبتداء اور خبر کے درمیان صیغۂ مرفوع منفصل کے داخل ہونے کی مثال

کے بعد ہے محذوف ہونا معلوم نہیں ہوگا۔ کیونکہ احتمال ہے کہ ضمیر متصل جو اِلّا سے پیشتر ہے محذوف ہو اور اس وقت وہ غرض جس کی وجہ سے ضمیر منفصل لائے ہیں جاتی رہے گی۔

قوله اِنْ کانَ مفعولاً اس قید سے ضمیر فاعل سے احتراز ہے کہ اس کا حذف جائز نہیں ہے۔

قوله اعلم اَنَّ ایّا الخ یعنی موصولات میں سے تنہا اَیٌّ اور اَیَّةٌ اپنے موصولات کی تمام صورتوں میں بالاتفاق معرب ہیں۔ لیکن صرف ایک صورت میں یہ مبنی برضم ہوتے ہیں۔ اور وہ صورت یہ ہے کہ ان کے صلہ کا صدر محذوف ہو اور وہ مضاف ہوں اور صدر صلہ جو محذوف ہوتا ہے ضمیر ہو جو موصول کی طرف لوٹتی ہو۔ جیسا کہ متن کی مثال ثم لننزعَنَّ من کل شیعةٍ اَیُّهُمْ اَشَدُّ علی الرحمٰن عتیًا میں صدر صلہ محذوف ہے (پھر ہم کھینچیں گے ہر گروہ میں سے اس کو جو ان میں سے رحمٰن پر ازروئے نافرمانی کے زیادہ سخت ہے) اس میں اَیٌّ موصول ہے جو ضمیر ہم کی طرف مضاف ہے اور اشد علی الرحمٰن عتیًا اس کا صلہ ہے اور اس صلہ کا صدر جو ضمیر ھو ہے اور اَیٌّ موصول کی طرف لوٹ رہی ہے محذوف ہے ای اَیُّھم ھو اشد علی الرحمن عتیا۔ جاننا چاہئے کہ اَیٌّ اور اَیَة کی چار حالتیں ہیں اس لئے کہ ایٌّ اور ایة دو حال سے خالی نہیں یا تو وہ مضاف ہوں گے یا نہیں اور اگر مضاف نہ ہوں تو پھر دو حال سے خالی نہیں یا تو صدر صلہ مذکور ہوگا یا نہیں اسی طرح اگر مضاف ہوں گے تو بھی دو حال سے خالی نہیں یا تو صدر صلہ مذکور ہوگا یا نہیں یہ کل چار حال ہوئے کہ جس میں سے اوّل کے تین معرب ہیں اور چوتھا مبنی برضم جیسے اس نقشہ سے ظاہر ہے۔

| معرب یا مبنی | مرفوع | منصوب | مجرور |
|---|---|---|---|
| معرب | جَاءَ نِیْ اَیٌّ ھُوَ قَائِمٌ | رَأَیْتُ اَیًّا ھُوَ قَائِمٌ | مَرَرْتُ بِاَیٍّ ھُوَ قَائِمٌ. |
| معرب | جَاءَ نِیْ اَیٌّ قَائِمٌ | رَأَیْتُ اَیًّا قَائِمٌ | مَرَرْتُ بِاَیٍّ قَائِمٌ. |
| معرب | جَاءَ نِیْ اَیُّھم ھُوَ قَائِمٌ | رَأَیْتُ اَیَّھُمْ ھُوَ قَائِمٌ | مَرَرْتُ بِاَیِّھِمْ ھُوَ قَائِمٌ. |
| مبنی | جَاءَ نِیْ اَیُّھُمْ قَائِمٌ | رَأَیْتُ اَیُّھم قَائِمٌ | مَرَرْتُ بِاَیُّھم قَائِمٌ. |
| معرب | جَاءَ تْنِیْ اَیَّةٌ ھِیَ قَائِمَةٌ | رَأَیْتُ اَیَّةً ھِیَ قَائِمَةٌ | مَرَرْتُ بِاَیَّةٍ ھِیَ قَائِمَةٌ. |
| معرب | جَاءَ تْنِیْ اَیَّةٌ قَائِمَةٌ | رَاَیْتُ اَیَّةً قائمة | مَرَرْتُ بِاَیَةٍ قَائِمَةٌ. |
| معرب | جَاءَ تْنِیْ اَیَّتھُنَّ ھِیَ قَائِمَةٌ | رَاَیْتُ اَیَّتھُنَّ ھِیَ قَائِمَةٌ | مَرَرْتُ بِاَیَّتھِنَّ ھِیَ قَائِمَةٌ. |
| مبنی | جَاءَ تْنِیْ اَیَّتھُنَّ قَائِمَةٌ | رَأَیْتُ اَیَّتھُنَّ قَائِمَةٌ | مَرَرْتُ بِاَیَّتھُنَّ قَائِمَةٌ. |

اَیٌّ اور اَیَّة کی چوتھی صورت مبنی ہے اور اس کے مبنی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ جب ان کے صلہ کا جزء اوّل حذف ہوگیا تو اس وقت ان کی حرف کے ساتھ احتیاج بسوئے دیگر میں مشابہت زیادہ قوی ہوگئی۔ اس لئے کہ وہ اس وقت غیر صلہ کی طرف

بھی محتاج ہیں اور وہ قرینہ ہے کیونکہ حذف بغیر قرینہ نہیں ہوتا لہٰذا حذف کی وجہ سے مشابہت زیادہ قوی ہوگئی۔

فصل اسماء الافعال ھوکل اسم بمعنی الامر والماضی نحو روید زیداً ای اَمْھِلْهُ وھیھَات زیدٌ ای بَعُدَ اوکان علی وزن فَعَالِ بمعنی الامر وھومن الثلاثی قیاس کنزال بمعنی انزلْ وَتَراكِ بمعنی اتْرُكْ ویلحق به فَعَال مصدراً معرفةً کفَجَار بمعنی الفجور اوصفة للمؤنث نحو یا فَسَاق بمعنی فاسقة ویا لکاعِ بمعنی لاکِعَةٍ اوعلمًا للاعیان المؤنثة کقطام وغلاب وحضارِ وھذہ الثلاثةُ لیست من اسماء الافعال وانما ذُکِرت ھٰھنا للمناسبة.

ترجمہ: ''چوتھی فصل اسماء افعال۔ اور اسم فعل ہر وہ اسم ہے جو امر اور ماضی کے معنی میں ہو جیسے روید زیداً یعنی امھله اور ھیھات زیدٌ یعنی بَعُدَ یا وہ اسم فعالِ کے وزن پر ہو امر کے معنی میں اور وہ ثلاثی سے قیاسی ہے جیسے نزال جو معنی میں انزل کے ہے اور لفظ تراك جو اترك کے معنی میں ہے۔ اور اس کے ساتھ فعال بھی لاحق کر دیا گیا ہے جو مصدر معرفہ ہے جیسے فجار فجور کے معنی میں ہے۔ یا مؤنث کی صفت واقع ہو جیسے یا فساق معنی میں یا فاسقه کے معنی میں ہے اور یا لکاع یا لاکعة کے معنی میں ہے۔ یا خاص مؤنث کا علم ہو جیسے قطام غلاب اور حضار اور یہ تینوں اسماء افعال میں سے نہیں ہیں صرف مناسبت کی وجہ سے یہاں ذکر کر دیئے گئے ہیں۔''

قوله اسماء الافعال ھو کل اسمٍ الخ اسماء الافعال مرکب اضافی مبتدا ہے اور ھُو ضمیر فصل ہے جس کا اعراب میں سے کوئی محل نہیں ہے۔ اور یہ ضمیر اسم الفعل کی طرف جو اسماء الافعال سے سمجھا جا رہا ہے۔ لوٹ رہی ہے اس لئے کہ تعریف جنس اور ماہیت کی ہوتی ہے نہ افراد کی اور کل اسمٍ الخ خبر ہے مطلب یہ ہے کہ اسم فعل (جو اسماء افعال سے سمجھا جا رہا ہے) ہر وہ اسم ہے جو وضعاً امر حاضر معروف یا ماضی کے معنی میں ہو۔

قوله کل اسم اس قید سے نفس امر اور ماضی خارج ہو گئے اور شرح میں وضعاً کی قید سے زید ضاربٌ امس میں جو ضارب ہے خارج ہو گیا اس لئے کہ ضارب اس جگہ اگرچہ بمعنی ماضی ہے لیکن باعتبار وضع نہیں ہے۔ بلکہ بقرینہ امس ہے (زید نے کل گذشتہ مارا) اور ان کے اسماء ہونے کی دلیل یہ ہے کہ ان کے صیغے افعال کے صیغے سے مغائر ہیں اور نیز ان میں سے بعض اسماء افعال پر نکارت کے وقت تنکیر آتی ہے جیسے صہٍ و مہٍ میں اور بعض ان میں سے ایسے ہیں جو جار و مجرور سے منقول ہیں۔ جیسے علیك بمعنی اَلْزِمْ (تو لازم پکڑ) اور ان کے مبنی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہ مبنی اصل امر حاضر معروف یا ماضی کے معنی میں ہیں چونکہ اکثر اسماء افعال بمعنی امر ہوتے ہیں لہٰذا مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ پہلے اسم فعل بمعنی امر کی مثال لائے

جیسے:

قولہ رُوَیْدَ زیداً ای اَمْھِلْہُ یہ اسم فعل بمعنی امر کی مثال ہے اس میں رُوَیْدَ بمعنی اَمْھِلْ ہے اور زیداً اس کا مفعول بہ ہے (چھوڑ تو زید کو) اور جیسے ھَیھَاتَ زیدٌ ای بعد یہ اسم فعل بمعنی ماضی کی مثال ہے جو لازم ہے اس میں ہیہات بمعنی ماضی بَعُدَ ہے اور زیدٌ اس کا فاعل ہے (دور ہوا زید)۔

قولہ او کان علی وزن فعال بمعنی الامر الخ بمعنی الامر متعلق کائنٍ کے ہو کر فعال کی صفت ہے ای فعال الکائن بمعنی الامر یا اسم فعل فعال بمعنی امر کے وزن پر ہوتا ہے۔

قولہ وھو من الثلاثی الخ اور فعال بمعنی امر ہر ثلاثی مجرد سے قیاسی ہے۔ یعنی ہر فعل ثلاثی مجرد سے فعال بمعنی امر کو مشتق کرنا صحیح ہے جیسے نزال بمعنی اِنْزِلْ (تو اتر) اور تراك بمعنی اُتْرُكْ (تو چھوڑ) اور ضراب بمعنی اِضْرِبْ (تو مار) اور کتاب بمعنی اُکْتُبْ (تو لکھ) اس پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ قَوَامِ بمعنی قُمْ (تو کھڑا ہو) اور قَعَادِ بمعنے اُقْعُدْ (تو بیٹھ) نہیں بولا جاتا۔ حالانکہ تم کہتے ہو کہ فَعَالِ بمعنی امر ہر فعل ثلاثی مجرد سے آتا ہے جواب یہ ہے کہ چونکہ اس وزن پر اسماء افعال ثلاثی مجرد کے کثرت سے آتے ہیں۔ لہٰذا کثرت سے آنے کی وجہ سے کہہ دیا کہ گویا قیاسی ہے اور غیر ثلاثی مجرد سے سماعی ہے۔

قولہ ویلحق بہ فَعَالِ مصدراً معرفۃً الخ۔

قولہ مصدراً یہ فعال سے جو یلحق کا فاعل ہے حال ہے اور معرفۃ صفت مصدراً کی ہے۔ یعنی اور فعال بمعنی امر کے ساتھ فعال درانحالیکہ وہ مصدر ہو اور معرفہ بناء میں ملحق ہے۔ یعنی جیسے فعال بمعنی امر مبنی ہوتا ہے ایسے ہی فعال مصدر معرفہ مبنی ہوتا ہے۔ جیسے فَجَارِ بمعنی الفجور (بمعنی جھوٹ بولنا نافرمانی کرنا) مصنف نے مصدر کہا اس لئے کہ عدل صیغہ کو متغیر کرتا ہے نہ معنی کو لہٰذا وہ بمعنی مصدر ہوگا اور مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے معرفہ کہا اس لئے کہ عرب اس کی صفت معرف باللام لاتے ہیں۔ اور فَجَارِ الْقَبِیْحَۃُ کہتے ہیں جس سے اس کا معرفہ ہونا معلوم ہوتا ہے۔ اور معرفہ سے مراد علم ہے اس لئے کہ وہ معانی کا علم ہوتا ہے جیسے فجار علم الفجور یا الفجرۃ کا ہے اور یہ دونوں معانی میں سے ہیں۔

قولہ اوصفۃ للمونث الخ اس کا عطف مصدراً پر ہے ای یلحق بہ فعال حال کونہ صفۃً للمونث یعنی اور فعال بمعنی امر کے ساتھ فعال درانحالیکہ وہ مؤنث کی صفت ہو بناء میں ملحق ہے۔ یعنی جیسے فعال بمعنی امر مبنی ہے اسی طرح یہ بھی مبنی ہے جیسے یَافَسَاقِ بمعنے یا فاسقۃ اے خدا کی نافرمان عورت اور یَالَکَاعِ بمعنی یالاکعۃ (اے زن خوار ولئیم) اور اس فعال کا استعمال نداء میں ہوتا ہے۔

قولہ اوعلماً للاعیان المونثۃ الخ اس کا عطف صفۃً پر ہے ای یلحق بہ فعال حال کونہ علماً الخ اور للاعیان متعلق کائناً کے ہو کر علماً کی صفت ہے۔ اور المونثۃ صفت الاعیانِ کی ہے یعنی اور فعال بمعنی امر کے

ساتھ فعال درانحالیکہ وہ ذوات میں سے کسی ذات مونثہ کا علم ہو۔ بناء میں ملحق ہے۔ یعنی جیسے فعال بمعنی امر مبنی ہے اسی طرح یہ بھی مبنی ہے۔

قولہ علماً اس سے باب فساق خارج ہو گیا اس لئے کہ وہ علم نہیں ہوتا۔

قولہ للاعیان اس قید سے باب مجاز خارج ہو گیا اس لئے کہ وہ اگرچہ علم ہوتا ہے لیکن معانی کا ہوتا ہے نہ اعیان کا۔

قولہ قطام ایک عورت کا نام ہے۔

قولہ غلاب یہ بھی ایک عورت کا نام ہے۔

قولہ حضار یہ ایک ستارہ کا نام ہے۔ اس کی تانیث بتاویل کوکبۃ ہے یقال کوکب وکوکبۃ۔

قولہ وھذہ الثلاثۃ الخ اور یہ تینوں یعنی فعال مصدری اور فعال صفتی اور فعال علمی اسماء افعال میں سے نہیں ہیں۔ لیکن ان تینوں کو یہاں اس لئے ذکر کیا ہے کہ یہ تینوں فعال بمعنی امر کے ساتھ عدل اور وزن میں مناسبت رکھتے ہیں۔ لہٰذا یہ تینوں اس کے ساتھ بنا میں ملحق کر دیئے گئے۔ ان تینوں کی فعال بمعنی امر کے ساتھ وزن میں تو مناسبت ظاہر ہے۔ لیکن عدل میں مناسبت یہ ہے کہ فعال بمعنی امر مبالغہ کے لئے امر سے معدول ہے پس مثلاً صیغۂ نَزَالِ اِنْزِلْ سے امر میں مبالغہ کے لئے معدول ہے اسی طرح فعال مصدری اور فعال صفتی اور فعال علمی بھی معدول ہیں۔ پس فجار معدول الفجرۃ یا الفجور سے ہے اور فساق معدول فاسقہ سے ہے۔ اور قطام معدول قاطمہ سے ہے اور غلاب معدول غالبہ سے ہے۔

---

فصل الاصوات کل لفظٍ حُکِیَ به صوتٌ کغَاقِ لصوت الغراب اوصُوِّتَ به البهائم کنخ لاناخة البعیر فصل المرکّبات کلُّ اسْمٍ رُکِّبَ من کلمتین لیست بینهما نسبة فان تضمن الثانی حرفًا یجب بناؤ هما علی الفتح کاحد عشر الی تسعة عشر الّا اثنی عشر فانها معربة کالمثنیٰ وان لم یتضمن ذٰلك ففیها لغات افصَحُها بناء الاول علی الفتح واعراب الثانی غیر منصرف کبَعْلَبَكَّ نحو جاءنی بَعْلَبَكُّ ورأیتُ بَعْلَبَكَّ ومَرَرْتُ بِبَعْلَبَكَّ.

ترجمہ: ''پانچویں فصل اسماء اصوات۔ اسم صوت ہر وہ لفظ ہے جس کے ذریعہ کسی آواز کی حکایت کی گئی ہو جیسے غاق کوے کی آواز کے لئے یا وہ الفاظ جن کے ذریعہ جانوروں کو آواز دی جاتی ہے جیسے نخَّ اونٹ کے بٹھانے کے لئے۔

چھٹی فصل مرکبات۔ مرکب ہر وہ اسم ہے جو دو کلموں سے مرکب کیا گیا ہو جن دونوں کے درمیان کوئی نسبت نہ ہو پس اگر دوسرا اسم حرف کے معنی کو مشتمل ہو تو دونوں کی بناء فتحہ پر واجب ہے جیسے احد عشر سے تسعة عشر تک سوائے اثنی عشر کے کیونکہ وہ معرب ہے جیسے مثنیٰ معرب ہے اور اگر دوسرا اسم حرف کے معنی

کو متضمن نہ ہو تو اس میں کئی لغات ہیں زیادہ فصیح لغت پہلے جزء کا فتح پر مبنی ہونا اور دوسرے جزء کا اعراب غیر منصرف کا اعراب ہوگا جیسے بعلبك مثال جآء نی بعلبك رایت بعلبك مررت ببعلبك۔"

قوله الاصوات کل لفظ الخ اور کل لفظ خبر کا حمل الاصوات مبتداء پر صحیح نہیں ہے۔ اس لئے کہ الاصوات جمع ہے اور کل لفظ مفرد لہٰذا الاصوات پر لام جنس کا ہے جس سے اس کی جمعیت باطل ہوگئی۔ پس معنی یہ ہوں گے کہ الصوت کل لفظ الخ یعنی صوت ہر وہ لفظ ہے جس سے کسی کی آواز کو نقل کیا جائے یا اس سے کسی چوپائے وغیرہ کو آواز دی جائے جیسے غاق (کوے کی آواز کو جس کو انسان نقل کرتا ہے کہتے ہیں) اور جیسے نخ بتشدید خاء وتخفیف او (وہ آواز جس سے اونٹ کو سلاتے یا بٹھاتے ہیں) شرح میں وغیرہ کی قید اس لئے ہے کہ بہائم سے متبادر چوپائے سمجھ میں آتے ہیں اور اس وقت تعریف اس آواز کو جس کو انسان پرندے اڑانے یا بلانے کے لئے نکالتا ہے شامل نہ ہوگی لہٰذا وغیرہ کی قید بڑھائی تاکہ تعریف سب کو شامل ہو جائے ان کے مبنی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہ غیر کے ساتھ ترکیب میں واقع نہیں ہوتے پس یہ مبنی کی قسم وقع غیر مرکب مع غیرہ میں داخل ہوں گے۔

قوله المرکبات کل اسم الخ یہاں پر بھی کل اسم خبر کا حمل المرکبات مبتداء پر صحیح نہیں ہے۔ لہٰذا المرکبات پر لام جنس کا ہے جس سے اس کی جمعیت باطل ہوگئی پس معنی یہ ہوں گے کہ المرکب کل اسم الخ۔

قوله لیست بینهما نسبة یہ جملہ کلمتین کی صفت ہے۔ مطلب یہ ہے کہ مرکب ہر وہ اسم ہے جو ایسے دو کلموں حقیقی یا حکمی سے مرکب ہو جن کے درمیان نہ تو ترکیب کے وقت اور نہ ترکیب سے پیشتر کوئی نسبت ہو نہ اسنادی ہو نہ اضافی اور نہ توصیفی۔ مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے من کلمتین کہا من اسمین نہیں کہا تاکہ اس میں بخت نصر اور سیبویہ جیسا مرکب داخل رہے اس لئے کہ پہلے کا دوسرا جز نصر فعل ہے نہ اسم۔ اور دوسرے کا دوسرا جز ویہ صوت ہے نہ اسم۔

قوله لیست بینهما نسبة اس سے تَأَبَّطَ شراً اور عبداللہ جیسی ترکیبیں بحالت علمیت خارج ہوگئیں اس لئے کہ ان دونوں میں علمیت سے پیشتر نسبت تھی۔ پہلی میں نسبت اسنادی تھی اور دوسری میں نسبت اضافی اور چونکہ ہماری گفتگو اس مرکب میں ہے جس کا سبب بناء ترکیب ہو لہٰذا یہ اعتراض کہ تَأَبَّطَ شراً جو مرکب ہے مبنیات سے ہے وارد نہیں ہوگا۔ اس لئے کہ اس کا سبب بناء ترکیب نہیں ہے۔ بلکہ اس کا سبب بناء اور چیز ہے جیسا تم کو نحو کی بڑی کتابوں سے معلوم ہو جائے گا۔

قوله فان تضمن الثانی الخ یہاں سے مصنف انواع مرکب کی تفصیل اور ہر ایک کے احوال بیان فرمارہے ہیں۔ کہ اگر مرکب کا دوسرا جز کسی حرف کو متضمن ہو یعنی دوسرا جز جو اسم ہے کسی حرف کے بعد لایا گیا ہو خواہ وہ حرف عطف ہو جیسے متن کی مثالوں میں ہے۔ خواہ اس کے علاوہ کوئی اور حرف ہو جس کی مثال آگے آرہی ہے تو اس وقت مرکب کے دونوں جزوں کا فتح پر مبنی ہونا ضروری ہے پہلا جز تو اس لئے مبنی ہے کہ وہ ترکیب کی وجہ سے وسط کلمہ ہوگیا ہے اور وسط کلمہ محل

اعراب نہیں ہے اور دوسرا جز اس لئے مبنی ہے کہ وہ حرف کو جو مبنی اصل ہے متضمن ہے جیسے اَحَدَ عَشَرَ سے لے کر تِسْعَةَ عَشَرَ تک کے دونوں جز مبنی بر فتح ہیں مگر ان میں سے اثنی عشر کا صرف پہلا جز یعنی اثنی ثنی کی طرح معرب ہے۔ یعنی جیسے ثنی معرب ہے اسی طرح اثنا عشر کا پہلا جز معرب ہے لیکن دوسرا جز مبنی بر فتح ہے اس لئے کہ دوسرا جز حرف عطف واو کو متضمن ہے۔ جیسے جاءَنِی اِثْنَا عَشَرَ رَجُلاً ورأیتُ اِثنَیْ عَشَرَ رَجُلاً ومَرَرْتُ بِاِثْنَیْ عَشَرَ رَجُلاً تفصیل یہ ہے اَحَدَ عَشَرَ، اِثْنَا عَشَرَ، ثَلٰثَةَ عَشَرَ، اَرْبَعَةَ عَشَرَ، خَمْسَةَ عَشَرَ، سِتَّةَ عَشَرَ، سَبْعَةَ عَشَرَ، ثَمَانِیَةَ عَشَرَ، تِسْعَةَ عَشَرَ، یہ سب اصل میں اَحَدٌ وعَشَرٌ، اِثْنَانِ وعَشَرٌ، ثَلٰثَةٌ وعَشَرٌ، اَرْبَعَةٌ وعَشَرٌ، خَمْسَةٌ وعَشَرٌ، سِتَّةٌ وعَشَرٌ، سَبْعَةٌ وعَشَرٌ، ثَمَانِیَةٌ وعَشَرٌ، تِسْعَةٌ وعَشَرٌ تھے ان سب کی واو کو حذف کر کے دونوں اسموں کو بمنزلہ ایک کلمہ کے کرلیا اور ان دونوں کے جز مبنی بر فتح ہیں مگر اثنان وعشر اور اثنتان وعشر کے نون اور واو دونوں کو حذف کر کے ایک اسم کرلیا اور ان میں پہلا جز معرب ہے اس لئے کہ یہ حذف نون کی وجہ سے مضاف کے ساتھ مشابہ ہوگئے لہٰذا ان کو مضاف کا حکم دے دیا۔ اور دوسرا جز مبنی بر فتح ہے، دوسرے جز کے غیر حرف عطف کو متضمن ہونے کی مثال جیسے بَیْتَ بَیْتَ ای بیتی ملاصقٌ لبیتك اس میں حرف جر لام مقدر ہے جس کے بعد دوسرا بیت لایا گیا ہے۔

قولہ وان لم یتضمن ذلك الخ اور اگر مرکب کا دوسرا جز کسی حرف کو متضمن نہ ہو تو اس کلمہ میں چند لغت ہیں۔ جن میں سے افصح لغت یہ ہے کہ پہلا جز مبنی بر فتح ہو اور دوسرا جز معرب غیر منصرف ہو جیسے بعلبك (ایک شہر کا نام ہے) بعْل ایک بت کا نام ہے اور بَكٌّ ایک بادشاہ کا نام ہے جو اس شہر کا بانی تھا جب شہر کی بنا ختم ہوگئی تو اس شہر کا نام بت اور اپنے نام سے ترکیب دے کر رکھ دیا جیسے جاءَ نِی بَعْلَبَكُّ ورأیتُ بَعْلَبَكَّ ومَرَرْتُ بِبَعْلَبَكَّ پہلا جز اس لئے مبنی ہے کہ اس کا آخر ترکیب کی وجہ سے وسط میں واقع ہے اور اعراب وسط میں نہیں آتا اور دوسرا جز اس لئے مبنی نہیں ہے کہ اس میں بناء کا سبب نہیں پایا جاتا اور غیر منصرف اس لئے ہے کہ اس میں دو سبب ترکیب اور علمیت پائے جاتے ہیں۔ اور اس میں دو قول اور ہیں ایک یہ کہ دونوں جز معرب ہوں اور پہلا جز دوسرے کی طرف مضاف ہو اور دوسرا جز معرب غیر منصرف ہو جیسے هذا بَعْلُبَكَّ وَرأیْتُ بَعْلَبَكَّ وسرتُ الیٰ بَعْلِبَكَّ دوسرا یہ کہ دونوں معرب ہوں اور پہلا جز دوسرے کی طرف مضاف ہو اور دوسرا معرب منصرف ہو۔ جیسے هذا بَعْلُبَكٍّ ورأیْتُ بَعْلَبَكٍّ وسِرْتُ الیٰ بَعْلِبَكٍّ۔

قولہ غیر منصرف یا تو مرفوع ہے اس بنا پر کہ وہ ھو مبتداء محذوف کی خبر ہے ای وھو یعنی الجزء الثانی غیر منصرف یا مجرور ہے اس بنا پر کہ وہ الثانی کی صفت ہے یا منصوب ہے اس بنا پر کہ وہ الثانی کی صفت ہے یا منصوب ہے اس بنا پر کہ وہ مصدر کے جو مضاف ہے اور فعل مقدر کا منصوب ہے قائم مقام ہے ای أُعْرِب اعرابَ غیر منصرفٍ۔

---

فصل الکنایات هی اسماء تدلّ علی عددٍ مبهمٍ وهی کم وکذا او حدیثٍ مبهمٍ وهو

كيتَ وذيتَ واعلم اَنَّ كم على قِسْمَيْنِ استفها ميّةٌ وما بعدها منصوبٌ مفردٌ على التمييز نحو كم رجلاً عندكَ وخبريةٌ وما بعدها مجرورٌ مفردٌ نحوكم مالٍ اَنْفَقْتُهُ اومجموعٌ نحو كم رجالٍ لَقِيْتُهم ومعناه التكثير وتدخل مِنْ فيهما تقول كم مِنْ رجلٍ لقيتَه وكم مِنْ مالٍ انفقْتُه وقد يحذف التمييز لقيام قرينةٍ نحوكم مالكُ اى كم دينارًا مالُكَ وكم ضربتُ اى كم ضربةٍ ضربتُ.

**ترجمہ:** ''ساتویں فصل کنایات۔ کنایات وہ اسماء ہیں جو عدد مبہم پر دلالت کرتے ہوں اور وہ کم اور کذا ہیں یا کسی مبہم بات پر دلالت کرتے ہوں اور اس کے لئے کیت وذیت ہے۔ اور تو جان لے کہ کم دو قسم پر ہے اول استفہامیہ اور اس کا مابعد تمیز ہونے کی بناء پر مفرد منصوب ہوتا ہے جیسے کم رجلاً عندك دوسری قسم کم خبریہ اور اس کا مابعد مفرد مجرور ہوتا ہے جیسے کم مال انفقتهٗ یا مجموع ہوتا ہے جیسے کم رجالٍ لقیتھم اور اس کے معنی کثرت بیان کرنے کے ہیں۔ اور ان دونوں میں لفظ مِنْ داخل ہوتا ہے جیسے تو کہے کم من رجل لقیتهٗ اور کم من مالٍ انفقتهٗ اور کبھی قرینے کے موجود ہونے کے وقت تمیز کو حذف کر دیا جاتا ہے جیسے کم مالك یعنی کم دینارا مالك اور کم ضربت یعنی کم ضربة ضربت۔''

---

قولہ الکنایات الخ یہ کنایہ کی جمع ہے اور اس سے مراد معنی مصدری نہیں ہیں بلکہ حاصل بالمصدر مراد ہیں ای مَایُکَنٰی بها یعنی وہ جس سے کنایہ کیا جائے۔ اور پھر کنایات سے مراد سب نہیں ہیں بلکہ بعض کنایات مراد ہیں۔ اس لئے کہ تمام کنایات مبنی نہیں ہیں جیسے فلان اور فلانه جو کسی علم سے کنایہ کے لئے آتے ہیں اور جیسے هنٌ اور هَنَةٌ جو کسی جنس سے کنایہ کے لئے آتے ہیں معرب ہیں۔

قولہ ھی اسماء تدل الخ یعنی لغت اور اصطلاح میں کنایات وہ اسماء ہیں جو عدد مبہم یا حدیث مبہم پر دلالت کریں۔

قولہ وھی کم وکذا الخ یعنی وہ کنایات جو عدد مبہم پر دلالت کرتے ہیں کم اور کذا ہیں جیسے کم مَالٍ انفَقتُ (میں نے بہت مال خرچ کیا) اور جیسے عندی کذا در هماً (میرے پاس اتنے درہم ہیں) کم استفہامیہ کے مبنی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہ ہمزہ استفہام کے معنی کو متضمن ہے اور کم خبریہ اس پر محمول ہے اور کذا کاف تشبیہ اور ذا اسم اشارہ سے مرکب ہے ترکیب کے بعد ان سے تشبیہ اور اشارہ کے معنی جاتے رہے اور مجموعہ بمعنی کم ہو گیا پس ذا جو بنی ہے اپنی اصل پر باقی ہے اور کذا کبھی غیر عدد سے کنایہ کے لئے بھی آتا ہے جیسے خرجتُ یوم کذا جبکہ کسی دن مثلاً جمعہ یا ہفتہ وغیرہ سے کنایہ ہو۔

قولہ اوحدیثٍ مبهمٍ اس کا عطف مبہم پر ہے۔

قولہ وھو کیت وذیت الخ اور وہ جو حدیث مبہم پر دلالت کرتے ہیں کیت، اور ذیت ہیں۔ اور یہ دونوں اصل میں بتشدید یاء تھے بعد میں تخفیف کر لی گئی اور یہ ہمیشہ واو عطف کے ساتھ مکرر مستعمل ہوتے ہیں جیسے سمعتُ کیت وکیت (میں نے ایسا اور ایسا سنا) اور جیسے کان بینی وبین فلان ذیت وذیت (میرے اور فلاں کے درمیان ایسی اور ایسی باتیں ہوئیں) اور ان دونوں کی تاء کو ضمہ اور فتحہ اور کسرہ کے ساتھ تینوں طرح پڑھ سکتے ہیں۔ یہ دونوں مبنی اس لئے ہیں کہ یہ جملہ کی جگہ میں واقع ہوتے ہیں اور جملہ صاحب مفصل کے نزدیک مبنی اصل ہے۔

---

واعلم ان کم فی الوجھین یقع منصوبا اذا کان بعدَہ فعل غیر مشتغل عنہ بضمیرہ نحو کم رجلاً ضربتَ وکم غلام ملکتُ مفعولاً بہ ونحوکم ضربۃً ضربتَ وکم ضربۃٍ ضربْتُ مصدراً وکم یومًا سِرتَ وکم یوم صمتُ مفعولاً فیہ ومجروراً اذا کان قبلہ حرف جرٍ اومضافٌ نحو بکم رجلاً مررتَ وعلی کم رجلٍ حکمتُ وغلامَ کم رجلاً ضربتَ ومال کم رجلٍ سلَبْتُ ومرفوعا اذا لم یکن شیءٌ من الا مرینِ مبتدأ اِنْ لم یکن ظرفًا نحو کم رجلاً اخوكَ وکم رجلٍ ضربتُہ وخبراً ان کان ظرفًا نحو کم یوما سَفَرُكَ وکم شھرٍ صَوْمی.

ترجمہ: ''اور تو جان لے کہ کم دونوں صورتوں میں منصوب واقع ہوتا ہے جب کہ اس کے بعد ایسا فعل ہو جو اس سے اعراض کر کے اس کی ضمیر میں مشغول ہونے والا نہ ہو۔ جیسے کم رجلاً ضربتَ اور کم غلامٍ ملکت مفعول بہ ہونے کی بناء پر اور جیسے کم ضربۃً ضربتَ اور کم ضربۃٍ ضربتُ مصدر ہونے کی بناء پر اور کم یومٍ صرت اور کم یوما صمت مفعول بہ ہونے کی بناء پر اور کم مجرور واقع ہوتا ہے جب کہ اس سے پہلے حرف جر یا مضاف ہو جیسے بکم رجلا مررت اور علی کم رجلٍ حکمتُ اور غلامَ کم رجلا ضربت اور مال کم رجلٍ سلبت اور کم مرفوع واقع ہوتا ہے جب کہ مذکورہ دونوں امر میں سے کوئی شی نہ ہو مبتدا ہونے کی بناء پر اگر ظرف نہ ہو جیسے کم رجلا اخوكَ اور کم رجلٍ ضربتہٗ اور خبر ہونے کی بناء پر اگر ظرف ہو جیسے کم یوما سفرك و کم شھر صومی۔''

---

قولہ واعلم اَنَّ کم الخ یعنی کم دو قسم پر ہے ایک استفہام کے معنی میں آتا ہے اور اس کا مابعد مفرد ہوتا ہے۔ اور بنابر تمیز منصوب ہوتا ہے جیسے کم رجلاً عندك (تیرے پاس کتنے مرد ہیں) اس میں رجلاً تمیز کم کی ہے۔ اور مفرد منصوب ہے۔ دوسرے خبر یہ جو خبر پر دلالت کرتا ہے اور اس کا مابعد کبھی مجرور مفرد ہوتا ہے اور کبھی مجرور مجموع جیسے کَمْ مَالٍ اَنْفَقْتُہٗ (بہت مال میں نے خرچ کیا) اس میں مال مجرور ہے اور مفرد اور جیسے کَمْ رِجَالٍ لَقِیْتُھُمْ (میں نے بہت سے آدمیوں سے ملاقات کی) اس میں رجال مجرور ہے اور مجموع۔

قولہ ومعناہ التکثیر یعنی اور کم خبریہ کے معنی انشاء تکثیر ہیں۔ جاننا چاہئے کہ کم نحات کے نزدیک مؤنث ہے اسی واسطے مصنف دونوں جگہ مابعدھا میں ضمیر مؤنث کی لائے ہیں۔ لیکن مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے معناہ کی ضمیر مذکر جو کم کی طرف لوٹائی ہے وہ باعتبار لفظ یا باعتبار اسم ہے ای معنی ھذا اللفظ اور معنی ھذا لاسم۔

قولہ وتدخلُ مِنْ فیھما الخ اور کلمہ مِنْ بیانیہ کم استفہامیہ اور کم خبریہ دونوں کی تمیز کے شروع میں آجاتا ہے اور اس وقت ان کی تمیز مجرور ہوگی اور اس وقت قرینہ سے معلوم ہوگا کہ کم استفہامیہ ہے یا خبریہ جیسے کَمْ مِنْ رجلٍ لَقِیتَہ (کس قدر آدمیوں سے تم نے ملاقات کی) یہاں کم استفہامیہ کی تمیز پر مِنْ داخل ہے اور جیسے کَمْ مِنْ مالٍ اَنْفَقْتُہٗ (بہت مال میں نے خرچ کیا) یہاں کم خبریہ کی تمیز پر من داخل ہے۔ لیکن جب کم اور اس کی تمیز کے درمیان فعل متعدی ہو تو اس وقت دونوں کی تمیز پر من کا داخل ہونا واجب ہے تا کہ اس کی تمیز اس فعل متعدی کے مفعول سے ملتبس نہ ہوجائے۔ جیسے ارشاد باری تعالیٰ کَمْ اَھْلَکْنَا مِنْ قَرْیَۃٍ میں (بہت سے شہروں کو ہم نے ہلاک کر دیا)۔

قولہ وقد یحذف التمییز الخ اور کبھی کم خبریہ اور استفہامیہ کی تمیز قرینہ پائے جانے کے وقت حذف کر دی جاتی ہے جیسے کم مالك ای کم دیناراً مالك (تیرا مال کتنے دینار ہیں) کم استفہامیہ کی تمیز کے حذف کی مثال ہے حذف تمیز پر قرینہ یہ ہے کہ کم معرفہ پر داخل نہیں ہوتا لہٰذا معلوم ہوا کہ یہاں تمیز محذوف ہے اور وہ دیناراً ہے اور جیسے کم ضربتُ ای کم ضربۃٍ ضربتُ (بہت مرتبہ مارا میں نے مارنا) کم خبریہ کی تمیز کے حذف کی مثال ہے۔ حذف تمیز پر قرینہ یہ ہے کہ کم فعل پر داخل نہیں ہوتا لہٰذا معلوم ہوا کہ یہاں تمیز محذوف ہے اور وہ ضربۃ ہے۔

قولہ واعلم اَنَّ کم الخ جاننا چاہئے کہ کم استفہامیہ اور خبریہ دونوں محلاً منصوب اور مجرور اور مرفوع ہوتے ہیں مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ وَاعْلَمْ سے ہر ایک کا موقعہ بتلاتے ہیں کہ کم دونوں صورتوں میں استفہامیہ ہو یا خبریہ منصوب ہوتا ہے جبکہ اس کے بعد ایک ایسا فعل یا شبہ فعل ہو جو اس کی (یعنی کم کی) ضمیر یا اس کے (یعنی کم کے) متعلق ضمیر کی سبب سے کم میں عمل کرنے سے اعراض نہ کر رہا ہو۔ مطلب یہ ہے کہ وہ فعل یا شبہ فعل کم کی ضمیر یا اس کی ضمیر کے متعلق میں عمل نہ کر رہا ہو تو اس وقت کم فعل مذکور کے عمل کے موافق محلاً منصوب ہوگا اور پھر فعل کا یہ عمل تمیز کے اعتبار سے ہوگا مثلاً اگر کم کی تمیز میں مفعول بہ ہونے کی صلاحیت ہے تو کم فعل مذکور کا مفعول بہ ہوگا۔ اور اگر اس میں مفعول مطلق ہونے کی صلاحیت ہے تو کم فعل مذکور کا مفعول مطلق ہوگا وعلیٰ ھذا القیاس وہ مفعول فیہ بھی ہوگا۔ جیسے کم رجلاً ضَرَبْتَ (کتنے آدمی کو تو نے مارا) کم استفہامیہ کے مفعول بہ واقع ہونے کی مثال ہے اس میں کم بنا بر مفعول بہ ضَرَبْتَ کا معمول منصوب ہے اس لئے کہ اس کی تمیز رجلا میں مفعول بہ ہونے کی صلاحیت ہے اور جیسے کم (غلامٍ ملکتُ بہت سے غلام کا میں مالک ہوا) کم خبریہ کے مفعول بہ ہونے کی مثال ہے۔

قولہ مفعولا بہ یہ یکون فعل محذوف کی خبر ہے اسی طرح مصدراً اور مفعولا فیہ ہیں۔ تقدیر عبارت اس طرح

ہے کہ ویکون کم فی ھذین المثالین مفعولا به الخ اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ مفعولا به کم رجلاً اور کم غلام میں سے ہرایک سے حال ہو یعنی جیسے کم رجلاً ضربتَ اور کم غلام ملکتُ درانحالیکہ کم ان دونوں مثالوں میں مفعول بہ ہے۔ اسی طرح مصدراً کم ضربةً اور کم ضربةٍ میں سے ہرایک سے حال ہوسکتا ہے۔ اسی طرح مفعولاً فیه کم یوماً اور کم یومٍ میں سے ہرایک سے حال ہوسکتا ہے اور جیسے کم ضربةً ضربتَ کم استفہامیہ کے مفعول مطلق ہونے کی مثال ہے کم ممیّز اور ضربة تمییز ممیّز اپنی تمیز سے مل کر ضربتَ فعل کا مفعول مطلق ہے۔ اس لئے کہ کم کی تمیز ضربةً میں مفعول مطلق ہونے کی صلاحیت ہے اور جیسے کم ضربةٍ ضربتُ کم خبریہ کے مفعول مطلق ہونے کی مثال ہے۔

قوله مصدراً اس سے مفعول مطلق مراد ہے اس کی ترکیب گذر چکی اور جیسے کم یوماً سرتَ کم استفہامیہ کے مفعول فیہ ہونے کی مثال ہے اس میں کم یوماً مفعول فیہ سرتَ کا ہے۔ اس لئے کہ کم کی تمیز یوماً میں...... مفعول فیہ ہونے کی صلاحیت ہے اور جیسے کم یومٍ صمتُ کم خبریہ کے مفعول فیہ ہونے کی مثال ہے۔

قوله مفعولاً فیه اس کی ترکیب گذر چکی۔

قوله او مجروراً الخ اس کا عطف منصوباً پر ہے ای تقع کم فی الوجھین مجروراً اذا کان قبله الخ یعنی کم دونوں صورتوں میں استفہامیہ ہو یا خبریہ محلاً مجرور ہوتا ہے جبکہ اس سے پیشتر حرف جر ہو یا اسم مضاف جیسے بکم رجلاً مررتَ (تو کتنے آدمیوں کے پاس سے گذرا) کم استفہامیہ کے مجرور بحرف جر ہونے کی مثال ہے اور جیسے علیٰ کم رجلٍ حکمتُ (کتنے ہی آدمیوں پر میں نے حکم کیا) کم خبریہ کے مجرور بحرف جر ہونے کی مثال ہے اور جیسے غلامَ کم رجلاً ضربتَ (کتنے غلاموں کو تو نے مارا) کم استفہامیہ کے مجرور باسم مضاف ہونے کی مثال ہے۔ اس میں غلام مضاف کم مضاف الیہ ممیّز رجلاً تمییز ممیّز اپنے تمیز سے مل کر مضاف الیہ ہوا غلام کا مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر ضربتَ فعل کا مفعول بہ ہوا اور جیسے مال کم رجلٍ سلبتُ (بہت سے آدمیوں کا مال میں نے چھین لیا) کم خبریہ کے مجرور باسم مضاف ہونے کی مثال ہے۔ مال مضاف کم مضاف الیہ ممیّز رجلٍ تمیز۔

قوله ومرفوعاً اذا لم یکن شیئٌ الخ اس کا عطف مجروراً پر ہے ای تقع کم فی الوجھین مرفوعاً اذا لم یکن شیئٌ الخ یعنی استفہام اور خبر دونوں صورتوں میں کم بنا بر مبتداء مرفوع ہوتا ہے جب کہ امرین مذکورین میں سے کوئی شئے نہ پائی جائے یعنی نہ تو اس کے بعد وہ فعل ناصب ہو جو مذکور ہوا اور نہ اس سے پیشتر حرف جر ہو اور نہ اسم مضاف ہو۔ بشرطیکہ کم بمعنی ظرف نہ ہو اس لئے کہ اس وقت اس پر مبتداء کی تعریف صادق آتی ہے کہ وہ عوامل لفظیہ سے خالی ہے جیسے کم رجلاً اخوكَ (کتنے مرد تیرے بھائی ہیں) کم رجلاً مبتداء اور اخوكَ اس کی خبر اور جیسے کم رجلٍ ضربتُهٗ (بہت سے مردوں کو میں نے مارا) کم رجلٍ مبتداء ضربتُهٗ جملہ فعلیہ اس کی خبر ہے۔

قولہ وخبراً الخ اس کا عطف مبتداء پر ہے اور مبتداء یکن محذوف کی خبر ہے۔ یعنی اور اگر کم بمعنی ظرف ہو تو اس وقت وہ خبر ہوگا اور مرفوع اور اس کا مابعد مبتداء ہوگا اس لئے کہ اس وقت اس پر خبر کی تعریف صادق آتی ہے اور کم کا ظرف ہونا اس کی تمیز سے معلوم ہوگا اگر اس کی تمیز ظرف ہے تو کم ظرف ہوگا اور اگر تمیز ظرف نہ ہوگی تو کم بھی ظرف نہ ہوگا جیسے کم یوماً سفرك (تیرا سفر کتنے دن ہیں) اس میں کم یوماً خبر ہے اور سفرك مبتداء اور جیسے کم شهر صومی (میرا روزہ رکھنا بہت سے مہینے ہیں) یعنی میں نے بہت روزے رکھے ہیں) اس میں کم شہر خبر ہے اور صومی مبتداء ہے۔

---

فصل الظروف المبنية على اقسام منها ماقُطع عن الاضافه بأنْ حُذِفَ المضافُ اليه كقبلُ وبعدُ وفَوْقُ وتحتُ قال الله تعالى لِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْ بَعْدُ اى من قبلِ كلّ شیءٍ ومن بعد كل شیءٍ هذا اذا كان المحذوف منويا للمتكلّم والا لكانت معربةً وعلى هذا قُرِئَ لِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلٍ ومن بَعْدٍ وتسمى الغايات.

ترجمہ: ''آٹھویں فصل ظروف مبنیہ۔ اور وہ چند قسموں پر ہے ان میں سے وہ اسماء ظروف ہیں جو اضافت سے قطع کر لئے گئے ہوں اس طور پر کہ اس کا مضاف الیہ حذف کر دیا گیا ہو جیسے قبل بَعْد، فوق اور تحت اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا للّٰہ الامر من قبل ومن بعد یعنی من قبل کل شیئ ومن بعد کل شیی ء یہ جب کہ اسم محذوف متکلم کی نیت میں موجود ہو ورنہ یہ معرب ہوں گے اور اس وجہ سے پڑھا گیا ہے للّٰہ الامر من قبلٍ ومن بعدٍ اور اس کا نام غایات رکھا جاتا ہے۔''

---

قولہ الظروف المبنیۃ الخ یعنی ظروف مبنیہ چند قسم پر ہے۔ منها ما قطع ظروف مبنیہ میں سے بعض ظروف وہ ہیں جو اضافت سے قطع کر دیئے گئے ہیں۔ بایں طور کہ ان کا مضاف الیہ لفظوں سے حذف کر دیا گیا ہو لیکن نیت میں موجود ہو پس اس وقت وہ مبنی برضم ہوتے ہیں جیسے قَبْلُ اور بَعْدُ اور فَوقُ اور تحتُ اور ان کے اشباہ فَوْقُ اور قدامُ اور خلفُ اور وراءُ جیسے باری تعالیٰ کا فرمان لِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبلُ ومِنْ بَعْدُ ای مِنْ قبل کل شیءٍ ومِنْ بعد کل شیءٍ اس میں کل شیء مضاف الیہ لفظ سے حذف کر دیا گیا ہے لیکن نیت میں موجود ہے (اللہ ہی کے لئے ہے حکم ہر چیز سے پہلے اور ہر چیز کے بعد)۔

قولہ وهذا اذا كان الخ یعنی اور ان ظروف کا جو اضافت سے مقطوعہ ہیں مبنی ہونا اس وقت ہے جبکہ مضاف الیہ لفظوں سے تو محذوف ہو لیکن متکلم کی نیت میں موجود اور مقصود ہو۔ و الّا لكانت معربة ورنہ اگر ایسا نہ ہو یعنی اگر ان کا مضاف الیہ لفظ سے محذوف ہو اور ذہن میں بھی موجود نہ ہو جیسے رُبَّ بَعْدٍ كان خيراً مِنْ قبلٍ میں (بہت سی بعد کی چیزیں پہلے سے بہتر ہوتی ہیں) یا ان کا مضاف الیہ لفظ میں مذکور ہو جیسے جِئْتُ قَبْلَ زيدٍ وبَعْدَ عمرٍ میں (میں زید سے

پہلے اور عمرو کے بعد آیا) اور جیسے جِئْتُ مِنْ قَبْلِ زَیْدٍ ومِنْ بَعْدِ عمرٍو میں تو ان دونوں صورتوں میں یہ معرب ہوتے ہیں۔

قوله وعلىٰ هذا قرئ الخ یعنی اور مضاف الیہ کے نیت میں موجود اور مقصود نہ ہونے کی تقدیر پر آیت مذکورہ لِلّٰه الا مرمِنْ قبلٍ ومِنْ بعدٍ میں قبل اور بعد کو معرب مجرور پڑھا گیا ہے۔ پس آیت مذکورہ میں اگر قبل اور بعد کے مضاف الیہ کو ذہن میں موجود اور مقصود مانا جائے تو ان کو مبنی پڑھا جائے گا اور اگر اس کو ذہن میں موجود اور مقصود نہ مانا جائے۔ اور ذہن سے بالکل نسیاً منسیاً ہو تو ان کو معرب پڑھا جائے گا۔

قوله وتسمى الغايات اور ان ظروف مقطوعۃ عن الاضافت کا نام غایات رکھا گیا ہے اس لئے کہ کلام کی غایت اور انتہا ان کا مضاف الیہ تھا لیکن جب اس کو حذف کر دیا گیا تو یہ ظروف کلام کی غایت ہو گئے لہٰذا ان کا نام غایات رکھا گیا۔ یہ ظروف مبنی اس لئے ہیں کہ یہ مضاف الیہ کی طرف محتاج ہونے میں حروف کے ساتھ مشابہ ہیں۔ حروف دلالت میں متعلق کی طرف محتاج ہیں اور یہ مضاف الیہ کی طرف۔

---

ومنها حَيثُ بُنِيَتْ تشبِيهًا لها بالغايات لملا زمتها الاضافة الى الجملة فى الا كثر قال الله تعالى سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ لَايَعْلَمُوْنَ وقد يضاف الى المفرد كقول الشاعر اَمَا تَرىٰ حَيْثُ سُهَيْلٍ طالعًا، اى مكان سهيلٍ فحيثُ هذا بمعنى مكان وشرطه اَنْ يّضاف الى الجملة نحو اجْلِسْ حيث يجلسُ زيدٌ.

ترجمہ: ”اور ان میں سے حیث ہے اس کو مبنی کیا گیا ہے غایات کے ساتھ اس کو تشبیہ دیتے ہوئے اس کے اضافت الی الجملہ کی طرف لازم ہونے کی وجہ سے اکثر استعمال میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا سنستدرجهم من حيث لا يعلمون اور کبھی وہ مفرد کی طرف مضاف کر دیا جاتا ہے جیسے شاعر کا قول اما ترىٰ حيث سهيل طالعا یعنی مکان سہیل پس یہ اس جگہ مکان کے معنی میں ہے اور اس کی شرط یہ ہے کہ وہ جملہ کی طرف مضاف کیا جائے جیسے اجلسِ حيث يجلس زيدٌ۔“

---

قوله ومنها حيث الخ اور ظروف مبنیہ میں سے حیثُ ہے جو مبنی برضم ہوتا ہے۔ یہ جمہور نحات کے نزدیک مکان کے لئے آتا ہے۔ لیکن اخفش کے نزدیک کبھی زمان کے لئے بھی آجاتا ہے۔

قوله بنيت الخ یعنی کلمہ حیث غایات کے ساتھ مشابہ ہونے کی وجہ سے مبنی ہے اس لئے کہ وہ معنیً (نہ لفظاً) اکثر جملہ کی ظرف مضاف ہوتا ہے کیونکہ اجْلِسْ حيْث زيدٌ جالِسٌ کے معنی اِجلِسْ مكانَ جلوسِ زيدٍ ہیں اور وہ چیز جو جملہ کی طرف مضاف ہوتی ہے حقیقت میں اس مصدر کی طرف مضاف ہوتی ہے جس کو جملہ متضمن ہوتا ہے پس

مضاف الیہ کے محذوف ہونے کی وجہ سے (اور وہ مصدر ہے جس کو جملہ متضمن ہے) وہ حذف مضاف الیہ میں غایات کے ساتھ جن کا مضاف الیہ محذوف ہوتا ہے مشابہ ہوگیا۔ لہٰذا یہ بھی ان کی طرح مبنی بر ضم ہوگیا۔

قولہ سَنَسْتَدْ رِجُهُمْ مِنْ حيثُ لايعلمون اس آیت میں حیثُ معنیً جملہ لا یعلمون کی طرف مضاف ہے۔

قولہ وقد يضاف الخ اور حیثُ کبھی مفرد کی طرف مضاف ہو جاتا ہے جیسے مصرعہ مذکورہ میں حیث مفرد کی طرف جو سہیل ہے مضاف ہے پورا شعر اس طرح ہے

أَمَا تَرَىٰ حَيْثُ سُهَيْلٍ طَالِعاً
نجمٌ يضيىءُ كالشهاب ساطعا

سہیل ستارہ کا نام ہے شہاب بمعنی آگ کا شعلہ سَاطِعاً بمعنی بلند ہونے والا (کیا تو سہیل کی جگہ کو نہیں دیکھتا اس حال میں کہ وہ سہیل طلوع......اور بلند ہو رہا ہے اور وہ ایک ستارہ ہے۔ جو آگ کے شعلہ کی مانند چمک رہا ہے۔

قولہ وشرطه ان يضاف الخ یعنی اکثر استعمال کی بنا پر اس کی شرط یہ ہے کہ وہ جملہ کی طرف مضاف ہو۔ خواہ جملہ اسمیہ ہو خواہ فعلیہ جیسے اِجْلِسْ حيث يجلس زيدٌ اى اجلس مكان جلوس زيدٍ (زید کے بیٹھنے کی جگہ تو بیٹھ) اس میں حیث جملہ فعلیہ يجلس زيدٌ کی طرف مضاف ہے اور جیسے اجلس حيث زيدٌ جالسٌ (تو بیٹھ اس جگہ کہ جہاں زید بیٹھنے والا ہے) اس میں حیث جملہ اسمیہ زید جالس کی طرف مضاف ہے اور حیث کی یہ شرط اس لئے ہے کہ وہ اس مکان کے لئے وضع کیا گیا ہے جس میں نسبت واقع ہو لہٰذا وہ اپنے معنی کی تعیین کے لئے جملہ کا محتاج ہے جیسا کہ موصول صلہ کی طرف محتاج ہوتا ہے۔

---

ومنها اذا وهى للمستقبل واذا دَخَلَتْ على الماضى صار مستقبلا نحو اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وفيها معنى الشرط ويجوزان تقع بعدها الجملةُ الاسميَّةُ نحو اٰتيك اذا الشمسُ طالعةٌ والمختار الفعلية نحو آتيك اذا طلعتِ الشمسُ وقد تكون للمفا جاة فيختارُ بعدها المبتدأُ نحو خرجتُ فاذا السَّبُعُ واقفٌ.

ترجمہ: ”اور ان میں سے اذا ہے اور یہ مستقبل کے لئے آتا ہے اور جب فعل ماضی پر داخل ہو تو مستقبل کے معنی دیتا ہے جیسے اذا جاء نصر اللّٰه اور اس میں شرط کے معنیٰ ہوتے ہیں اور اس کے بعد جملہ اسمیہ کا واقع ہونا جائز ہے جیسے آتيك اذا الشمس طالعة اور مختار فعلیہ ہے جیسے آتيك اذا طليعت الشمس اور کبھی مفاجات کے لئے بھی آتا ہے پس اس کے بعد مبتداء کا لانا مختار ہے جیسے خرجت فاذا السبع واقف۔“

---

قولہ ومنها اذا الخ اورظروف مبینہ میں سے اِذَا ہےاوروہ زمانہ مستقبل کے لئے آتا ہے۔

قولہ و اِذا دخلت الخ اور جب وہ ماضی پرداخل ہوتا ہےتو ماضی اکثر مستقبل کے معنی میں ہوجاتی ہے جیسے اذا جاء نصر اللّٰہ (جب اللہ کی مدد آئے گی)اور کبھی اِذَا ماضی پرداخل ہوتا ہےلیکن ماضی مستقبل کے معنی میں نہیں ہوتی۔ جیسےقول باری تعالیٰ حتی اِذَا بَلَغَ مَغْرِبَ الشمس۔

قولہ وفیها معنی الشرط الخ اورکلمہ اذا میں شرط کے معنی ہیں یعنی مضمون جملہ کا دوسرے مضمون جملہ پرمترتب ہونا اوراسی وجہ سے کہ اس میں شرط کے معنی ہیں اس کے بعد جملہ فعلیہ کالانا مختار ہے۔

قولہ ویجوز ان تقع الخ اوراذا کے بعد جملہ اسمیہ کاواقع ہونا جائز ہے کیونکہ یہ معنی شرط کے لئے موضوع نہیں ہے اوراس میں شرط کے معنی راسخ نہیں ہیں۔کبھی معنی شرط کو متضمن ہوتا ہےاور کبھی نہیں۔جیسے آیتك اذا الشمسُ طالعةٌ (میں تیرے پاس آؤں گا۔جب سورج طلوع ہوگا)لیکن چونکہ اس میں شرط کے معنی پائے جاتے ہیں اور شرط فعل کومقتضی ہے لہٰذا اس کے بعد جملہ فعلیہ کالانا مختار ہےاور چونکہ یہ معنی شرط کے لئے موضوع نہیں ہےاورمعنی شرط اس میں راسخ نہیں ہیں۔کبھی پائے جاتے ہیں اور کبھی نہیں۔لہٰذا اس کے بعد فعل کا آنا واجب نہیں ہوا بلکہ مختار ہوا جیسے آتیك اذا طلعت الشمسُ (میں تیرے پاس آؤں گا جب سورج نکلے گا)۔

قولہ وقد یکون الخ اوراذا کبھی مفاجات کے لئے آتا ہےاوراس وقت اس میں شرط کے معنی نہیں ہوتے اور مفاجات فجأۃ مهموز اللام سے باب مفاعلت کامصدر ہے بمعنی کسی چیز کواچانک لے لینا یا کسی چیز کواچانک پالینا یعنی اذاکبھی کسی چیز کے اچانک ہونے یا ملنے پردلالت کرنے کے لئے آتا ہے۔

قولہ فیختار بعدها المبتداء اس میں فایاتو عطف کے لئے ہے یا شرط محذوف کے جواب میں ہے ای اذا کان اذا للمفا جاۃ فالحکم کذا فرقاً بین اذا هذه وبین اذا الشرطیة یعنی اور کبھی اذا صرف معنی مفاجات کے لئے آتا ہےاوراس وقت اس میں شرط کے معنی نہیں ہوتے لہٰذا اس کے بعد مبتداء کا آنا اولی اور مختار ہے تاکہ اذا شرطیہ اوراذا مفاجاتیہ میں فرق ہوجائے جیسے خرجتُ فاذا السبع واقف (میں نکلا کہ ناگاہ درندہ کھڑا ہوا ہے)السبع مبتداء ہے اور واقف اس کی خبر ہے۔مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ کے لفظ فیختار سے اس طرف اشارہ ہے کہ اذا مفاجاتیه کے بعد مبتداء کاآنا واجب نہیں ہے بلکہ اولی اور مختار ہے۔

---

ومنها اذوهی للماضی وتقع بعدها الجملتانِ الاسمیةِ والفعلیةِ نحو جئتك اذطلعتِ الشمسُ واذ الشمسُ طالعةٌ ومنها این وانّٰی للمکان بمعنی الاستفهام نحو این تَمشِیْ وانّٰی تَقْعُدْ وبمعنی الشرط نحو این تجلس اَجْلِسْ وَاَنّٰی تقم اقم ومنها متی للزمان شرطًا

او استفهامًا نحو مَتیٰ تَصُم اَصُم ومتی تسافر ومنها کیف للاستفهام حالاً نحوکیف انت ای فی اَیِّ حالٍ انتَ ومنها اَیَّانَ للزمان استفهامًا نحو اَیَّان یَوْمُ الدِّیْنِ.

ترجمہ: ''اورظروف مبنیہ میں سے اذ ہے اور وہ ماضی کے لئے آتا ہے اور اس کے بعد دونوں جملے واقع ہوتے ہیں جملہ اسمیہ اور جملہ فعلیہ جیسے جئتك اذ طلعت الشمس واذا الشمس طالعۃ اور ان میں سے این اور انّٰی ہیں مکان کے لئے استفہام کے معنی میں جیسے این تمشی اور انی تقعد اور شرط کے معنی کے لئے بھی آتا ہے جیسے این تجلس اجلس اور انّٰی تقُم اقُم اور ان میں سے متی ہے زمانہ کے لئے شرط یا استفہام میں جیسے متی تصم اصم اور متی تسافر اور ان میں سے کیف ہے استفہام کے لئے حال معلوم کرنے کے لئے جیسے کیف انت یعنی فی ایِّ حال انت اور ان میں سے ایان ہے زمان کے لئے استفہام کی صورت میں جیسے ایَّان یوم الدین۔''

---

قولہ ومنها اذ وهی للماضی الخ اورظروف مبینہ میں سے اذ ہے اور وہ زمانہ ماضی کے لئے آتا ہے اور اگر مستقبل پر داخل ہوتو وہ بمعنی ماضی ہوجاتا ہے جیسے اَتَیْت اذ یقوم زیدٌ ای اذقام زیدٌ۔

قولہ وتقع بعدها الخ اور کلمہ اذ کے بعد جملہ اسمیہ اور جملہ فعلیہ دونوں آتے ہیں جیسے جِئتُكَ اِذ طلعت الشمس (میں تیرے پاس آیا جب سورج نکلا) جملہ فعلیہ کی مثال ہے اور جیسے جِئتُكَ اذ الشمس طالعة (میں تیرے پاس آیا جب سورج نکلا) جملہ اسمیہ کی مثال ہے۔

قولہ ومنها این وانی الخ للمکان یا تو این وانی کی صفت ہے ای این وانی الکائنتان للمکان یا مبتداء محذوف کی خبر ہے ای هما کائنتان للمکان اور بمعنی الاستفهام حال ہے ای حال کونہما متلبسین بمعنی الاستفہام مطلب یہ ہے کہ ظروف مبینہ میں سے این اور انی ہیں جو مکان کے لئے ہیں اور استفہام اور شرط کے معنی میں آتے ہیں جیسے این تمشی (تو کہاں جارہا ہے) اور انّٰی تقعد (تو کہاں بیٹھا ہے) یہ دونوں استفہام کے معنی میں ہونے کی مثالیں ہیں۔

قولہ وبمعنی الشرط الخ یہ بمعنی الاستفهام پر معطوف ہے جیسے این تجلس اجلس (تو جہاں بیٹھے گا میں وہاں بیٹھوں گا) اور جیسے انّٰی تقم اقم (تو جہاں کھڑا ہوگا میں وہاں کھڑا ہوں گا) یہ دونوں مبنی برفتحہ ہیں اور حرف استفہام اور حرف شرط کے (جو مبنی اصل ہیں) معنی کو متضمن ہونے کی وجہ سے مبنی ہیں۔ یادرکھنا چاہئے کہ انی بمعنی کیف بھی آتا ہے جب کہ وہ کسی فعل کے بعد واقع ہو۔ جیسے فاتو احرثکم انی شئتم ای کیف شئتم (تم اپنی کھیتی پر جس طرح سے چاہو آؤ۔

قوله ومنها متی الخ اورظروف مبینہ میں سے متی ہے جواستفہام زمانی اورشرط زمانی کے لئے آتا ہے جیسے متی تصم اصم (جس وقت تو روزہ رکھے گا میں روزہ رکھوں گا) شرط زمانی کی مثال ہےاور جیسے متی تسافر (تو کس وقت سفر کرے گا) استفہام زمانی کی مثال ہے......

قوله شرطاً او استفهاماً یہ دونوں یا تو بنابر تمیز منصوب ہیں ای من حیث الشرط والاستفهام یا بنابر حال ای حال کون الزمان ذا استفهام وشرط یہ حرف شرط اور حرف استفہام کے معنی میں ہونے کی وجہ سے مبنی ہے۔

قوله ومنها کیف الخ اورظروف مبینہ میں سے کیف ہے جو استفہام حالی یعنی کسی چیز کی حالت اور صفت کے دریافت کرنے کے لئے آتا ہے جیسے کیف انت (تم کیسے ہو)۔

قوله حالاً اس سے مراد زمانہ حال نہیں ہے بلکہ کسی چیز کی صفت اور شان مراد ہے۔ یہ حرف استفہام کے معنی کو متضمن ہونے کی وجہ سے مبنی ہے۔

قوله ومنها ایان الخ اورظروف مبینہ میں سے ایان ہے جو استفہام زمانی کے لئے آتا ہے جیسے ایَّانَ یوم الدین (جزاء کا دن کب ہے) ایان اور متی میں فرق یہ ہے کہ ایان صرف زمانہ مستقبل کے لئے اور امور عظمیہ کے دریافت کرنے کے لئے آتا ہے جیسے ایان یوم الدین پس ایان یوم قیام زیدٍ (زید کے کھڑے ہونے کا دن کون سا ہے) اور ایان قدم الحاج (حاجی کب آئے) نہیں کہا جاتا بخلاف متی کے کہ وہ عام ہے زمانہ ماضی اور مستقبل کے لئے اور امور عظمیہ اور غیر عظمیہ کے دریافت کرنے کے لئے آتا ہے۔ یہ حرف استفہام کے معنی کو متضمن ہونے کی وجہ سے مبنی ہے۔ اس میں لغت مشہورۃ ہمزہ اور نون دونوں کا فتحہ ہے اور ہمزہ اور نون دونوں کا کسرہ بھی آیا ہے۔

---

ومنها مذومنذ بمعنی اول المدة اِنْ صلح جوابًا لمتی نحو مارایتهُ مُذْ اومنذ یومِ الجُمُعَة فی جواب مَنْ قال مَتٰی مارایتَ زیدًا ای اوّلُ مدةِ انقطاعِ رویتِیْ ایَّاهُ یومُ الجُمُعَةِ وبمعنی جمیع المُدّة اِنْ صَلَحَ جوابًا لِکَم نحوما رایته مذْ اومنذُ یومانِ فی جواب مَنْ قال کم مدةً مارایتَ زیدًا ای جمیعُ مدةٍ مارایتهُ یومَانِ.

ترجمہ: ''اوران میں سے مذ اور منذ ہیں جو اوّل مدت کو بیان کرتے ہیں اگر متی کا جواب بننے کی صلاحیت رکھتے ہوں جیسے مارأیته مذ یامنذ یوم الجمعة اس شخص کے جواب میں جو کہے کب سے تو نے زید کو نہیں دیکھا یعنی اس کو میرے نہ دیکھنے کی اوّل مدت جمعہ کا دن ہے۔ اور جمیع مدت کے معنی میں بھی آتا ہے اگر وہ کم کا جواب بننے کی صلاحیت رکھتا ہو جیسے مارأیته مذ یامنذ یومان اس شخص کے جواب میں جو کہے کتنی مدت سے تو نے زید کو نہیں دیکھا یعنی تمام مدت جس میں میں نے اس کو نہیں دیکھا دو دن ہے۔''

---

قولہ ومنها مذو منذ الخ اور ظروف مبینہ میں سے مذ اور منذ ہیں جو اوّل مدت کے معنی میں آتے ہیں۔ یعنی زمانہ فعل متقدم کی اوّل مدت بتانے کے لئے اگر وہ زمانہ جو ان دونوں کے بعد ہوتا ہے متی کے جواب میں واقع ہونے کی صلاحیت رکھتا ہو۔ جیسے متیٰ مَا رَأَیتَ زیداً (کس وقت سے تو نے زید کو نہیں دیکھا) کے جواب میں کہا جائے کہ مَارَأَیتُهُ مذ اور منذ یوم الجمعة (میں نے اس کو جمعہ کے دن سے نہیں دیکھا)۔

قولہ ای اَوَّلُ مدتِ انقطاعِ رویتی ایاہ یومُ الجمعة یہ مارأیته مذا و منذیوم الجمعة کی تفسیر ہے میرے اس کو نہ دیکھنے کی اوّل مدت جمعہ کا دن ہے)۔

قولہ وبمعنی جمیع المدة الخ اس کا عطف بمعنی اوّل المدت پر ہے یعنی اور مذ اور منذ جمیع مدت کے معنی میں آتے ہیں یعنی زمانہ فعل متقدم کی جمیع مدت بتانے کے لئے بشرطیکہ وہ زمانہ جو ان دونوں کے بعد ہوتا ہے کم کے جواب میں واقع ہونے کی صلاحیت رکھتا ہو جیسے کم مدةً مارأیتَ زیداً (کتنی مدت تو نے زید کو نہیں دیکھا) کے جواب میں کہا جائے کہ مارأیتُه مذ اور منذ یومان (میں نے اس کو دو دن سے نہیں دیکھا)۔

قولہ ای جمیع مدة مارأیتُه یومان یہ مارأیته مذ اور منذ یومان کی تفسیر ہے (تمام مدت کہ میں نے اس کو نہیں دیکھا دو دن ہیں)۔

---

ومنها لَدَیٰ ولدُن بمعنی عند نحو المالُ لدیك والفرق بینهما انَّ عند لا یُشتَرَطُ فیه الحضورُ ویشترط ذٰلك فی لدیٰ ولَدُن وجاء فیه لغاتٌ أُخر لَدْنِ ولَدُنْ ولَدَنْ ولَدْ ولُدْ وَلُدُ ومنها قَطُّ للماضی المنفی نحو مارایتُه قَطُّ ومنها عوضُ للمستقبل المنفی نحو لا اضربُهٗ عَوْضُ.

**ترجمہ:** "اور ان میں سے لدیٰ اور لَدُن ہیں جو عند کے معنی دیتے ہیں جیسے المال لدیك اور ان دونوں کے درمیان فرق یہ ہے کہ عند کے لئے شی کا حاضر ہونا ضروری نہیں ہے اور لدیٰ اور لدن میں حاضر ہونا ضروری ہے اور لَدُن میں دوسری لغات بھی منقول ہیں لَدْن لَدُنْ، لَدَنْ، لَدْ، لُدْ، لُدُ اور لد اور ان میں سے قط ہے جو ماضی منفی کے لئے آتا ہے جیسے مارأیته قط اور ان میں سے عوض ہے جو مستقبل منفی کے لئے آتا ہے جیسے لا اضربه عوض۔"

---

قولہ ومنها لدیٰ ولدُن الخ اور ظروف مبینہ میں سے لدیٰ ہے (بالف مقصورہ) اور لدُن بفتح لام وضم دال وسکون نون اور یہ بمعنی عند ہیں جیسے المالُ لَدَیْكَ ای عندك (مال تیرے پاس ہے)۔

قولہ بمعنی عند یہ الکائنتان کے متعلق ہو کر لدیٰ ولدن کی صفت ہے ای لدیٰ ولدُن الکائنتان

بمعنی عند۔

قولہ والفرق بینھما الخ لدیٰ اور عند میں استعمالاً یہ فرق ہے کہ عند میں حضور شرط نہیں ہے اور لدیٰ اور لدُن میں حضور شرط ہے۔ پس المال عندك اس وقت بھی کہہ سکتے ہیں کہ جب مال اس کے سامنے ہو اور اس وقت بھی کہہ سکتے ہیں کہ جب مال اس کے خزانہ میں ہو اور اس کے سامنے نہ ہو۔ اور المال لَدَیْكَ صرف اسی وقت کہہ سکتے ہیں کہ جب مال اس کے سامنے ہو۔

قولہ وجاء فیہ لغات الخ لَدُن میں چند لغت اور بھی آئے ہیں لَدْنِ بفتح لام وسکون دال وکسر نون اور لَدُنْ میں بفتح لام وضم دال وسکون نون اور لَدَنْ بفتح لام ودال وسکون نون اور لَدْ بفتح لام وسکون دال اور لُدْ بضم لام وسکون دال اور لُدُ بضم لام ودال۔ اور ان کے مبنی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ان میں سے بعض تو قلت بناء میں حروف کے ساتھ مشابہ ہیں اور باقی ان پر محمول ہیں۔

قولہ ومنھا قطّ للماضی الخ اور ظروف مبنیہ میں سے قَطُّ ہے۔ (بفتح قاف وضم طاء مشددہ) یہ لغت مشہورہ ہے) جو ماضی منفی کے لئے بطریقۂ استغراق آتا ہے جیسے مَارَأیتُہ قطُّ (میں نے اس کو کبھی نہیں دیکھا) اور قط میں دو لغت اور ہیں اوّل بضم قاف وتشدید طاء مضمومہ دوم بفتح قاف وسکون طاء یہ قلت بناء میں حرف کے ساتھ مشابہ ہونے کی وجہ سے مبنی ہے۔

قولہ ومنھا عوض الخ اور ظروف مبنیہ میں سے عوض ہے (بفتح عین وضم ضاد معجمہ) جو مستقبل منفی کے لئے بطریقۂ استغراق آتا ہے جیسے لا اضربہ عوض (میں اس کو کبھی نہیں ماروں گا) اس کے مبنی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ عوض کا مضاف الیہ قبل اور بعد کی طرح محذوف منوی ہوتا ہے کیونکہ لا اضربہ عوض کے معنی لا اضربہ عوض العائضین ای دھر الداھرین ہیں۔ پس یہ مضاف الیہ کی طرف محتاج ہوا اور احتیاج میں حرف کے ساتھ مشابہ ہوا لہٰذا مبنی ہوا۔

---

واعلم اَنّہ اذا اُضِیْفَ الظروفُ الی الجملۃ اوالی اِذْجازبناؤھا علی الفتح کقولہ تعالی ھٰذَا یَوْمَ یَنْفَعُ الصَّادِقِیْنَ صِدْقُھُمْ وکَیَوْمَئِذٍ وحِیْنَئِذٍ وکذٰلك مثل وغیر مع ماواَنْ واَنَّ تقول ضَرَبْتُہ مثل ماضرب زیدٌ وغیرَ اَنْ ضَرَبَ زیدٌ ومنھا اَمْسِ بالکسر عند اھل الحَجاز.

ترجمہ: ''اور تو جان لے کہ جب ظروف کی اضافت کی جائے جملہ کی طرف یا اذ کی جانب تو ان کا مبنی برفتحہ ہونا جائز ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ کا قول ھٰذا یوم ینفع الصادقین صدقھم اور جیسے یومئذٍ اور حینئذٍ اور اسی طرح کلمہ مثل اور غیر لفظ ما اور اَنْ کے اور اَنَّ کے ساتھ تو کہے ضربتہ مثلَ ما ضرب زیدٌ اور غیر اَنْ ضَرَبَ زَیْدٌ اور ان میں سے اَمس ہے اور اہل حجاز کے نزدیک کسرہ کے ساتھ ہے۔''

---

قوله واعلم انه الخ یعنی ظروف جو مبنی نہیں ہیں۔ جب جملہ کی طرف مضاف ہوں یا کلمہ اِذْ کی طرف (جو جملہ کی طرف مضاف ہوتا ہے) تو ان کا مبنی بر فتح ہونا جائز ہے اس لئے کہ یہ مضاف الیہ سے جو جملہ ہے اور مبنی اصل میں سے ہے بناء کو حاصل کر لیتے ہیں اگرچہ حصول بناء بواسطہ ہی کیوں نہ ہو جیسے هذا يَوْمَ ينفع الصادقين صدقهم (یہ دن ہے کہ سچ بولنے والوں کو ان کا سچ نفع دے گا) اس میں یوم کا مبنی بر فتح ہونا جائز ہے۔ اس لئے کہ یوم جملہ ینفع الصادقین صدقھم کی طرف مضاف ہے اور اس میں یوم جملہ مذکورہ کی طرف بلاواسطہ مضاف ہے اور جیسے يَوْمَئِذٍ اور حينئذٍ میں ان میں یوم اور حین اِذْ کی طرف مضاف ہیں اور اِذْ جملہ اذا كان كذا کی طرف مضاف ہے تقدیر کلام اس طرح ہے کہ يَوْمَ اِذْ كان كذا اور حِيْنَ اذ كان كذا پس ان میں یوم اور حین بواسطہ اِذْ جملہ کی طرف مضاف ہیں۔

قوله جاز بناء ها اس سے اس طرف اشارہ ہے کہ ان کا معرب ہونا بھی جائز ہے۔ کیونکہ یہ اسم ہیں اعراب کے مستحق ہیں اور اسم مضاف کا مضاف الیہ سے جو مبنی ہو بناء کا حاصل کرنا واجب نہیں ہے۔

قوله وكذلك مثل الخ اور اسی طرح یعنی ظروف مذکورہ کی طرح مثل اور غیر کا مبنی بر فتح اور معرب ہونا جائز ہے جب کہ یہ ما مصدریہ اور اَنْ مفتوحہ مخففہ اور اَنَّ مفتوحہ مثقلہ کے ساتھ واقع ہوں۔ یعنی یہ ان تینوں میں سے کسی ایک کی طرف مضاف ہوں جیسے ضَربتُه مثلَ ماضَرَبَ زيدٌ (بفتح لام مثل) میں نے اس کو مارا مثل مارنے زید کے اور جیسے ضربته غيرَ اَنْ ضَرَبَ زيدٌ (بفتح راء غیر) میں نے اس کو مارا بغیر مارنے زید کے۔ مثل اور غیر کا فتح پر مبنی ہونا اس لئے جائز ہے کہ یہ احتیاج میں حروف کے ساتھ مشابہ ہیں حروف اپنے معنی پر دلالت کرنے میں متعلق کے محتاج ہیں اور یہ مضاف الیہ کی طرف محتاج ہیں اور چونکہ اصل اسم میں اعراب ہے لہذا ان کا معرب ہونا بھی جائز ہے یاد رکھو کہ مثل اور غیر ظرف نہیں ہیں لیکن ان کے مبنی ہونے کا کہ یہاں ذکر صرف اس وجہ سے ہے کہ یہ مضاف الیہ کی طرف محتاج ہونے میں ظروف کے ساتھ مشابہ ہیں۔

قوله ومنها امس الخ اور ظروف مبنیہ میں سے امس ہے (بکسر سین مہملہ بمعنی کل گذشتہ) اور یہ اہل حجاز کے نزدیک مبنی بر کسرہ ہے اور معرفہ ہے اور بعض کے نزدیک معرب ہے اور معرفہ لیکن یہ جب مضاف ہو یا اس پر الف ولام آئے یا وہ نکرہ کرلیا جائے تو اس وقت وہ بالاتفاق معرب ہوگا جیسے مَضَى اَمْسُنَا اور مضى الامسُ المباركُ اور كل غدٍ صَارَ امساً۔

---

والخاتمه فى سائر احكامِ الاسم ولو احِقِه غيرِ الاعرابِ والبناءِ وفيها فصول فصل اعلم اَنَّ الاسم على قسمَيْنِ معرفةٍ ونكرةٍ المعرفةُ اسْمٌ وُضِعَ لشىءٍ مُعَيَّنٍ وهى ستَّةُ اقسامٍ المضمراتُ والاعلامُ والمبهماتُ اَعْنِىْ اسماءَ الاشاراتِ والموصولاتِ والمعرف باللام

والمضاف الی احدها اضافةً معنويةً والمعرف بالنّداء والعَلَمُ ماوضع لشیء معین لایتناول غیره بوضعٍ واحدٍ واعرف المعارف المضمر المتكلم نحوانا ونحن ثم المخاطبُ نحو انت ثم الغائبُ نحو هُوَ ثم العَلَمُ ثم المبهماتُ ثم المعرف باللام ثم المعرف بالنّداء والمضاف فی قوة المضاف الیه والنكرة ماوضع لشیء غیر معین كرجل وفرس.

**ترجمہ:** ''خاتمہ: معرب اور مبنی کے علاوہ اسم کے باقی احکام اور اس کے ملحقات کے بیان میں۔ اور اس میں چند فصلیں ہیں۔ پہلی فصل۔ تو جان لے کہ اسم کی دو قسمیں ہیں معرفہ اور نکرہ۔ معرفہ وہ اسم ہے جو شیء معین کے لئے وضع کیا گیا ہو اور اس کی چھ قسمیں ہیں۔ ① مضمرات ② اعلام ③ مبہمات یعنی اسمائے اشارات اور اسمائے موصولات ④ معرف باللام ⑤ ان میں سے کسی ایک کی جانب اضافتِ معنوی کا ہونا ⑥ معرف بالنداء۔ اور علم وہ اسم ہے جو شیء معین کے لئے وضع کیا گیا ہو کہ اس کے غیر کو ایک وضع سے شامل نہ ہو اور معرفہ میں سے سب سے زیادہ کامل ضمیرِ متکلم ہے جیسے انا ونحن پھر ضمیر مخاطب جیسے انت پھر ضمیر غائب جیسے ھو۔ پھر علم پھر مبہمات پھر معرف باللام پھر معرف بالنداء۔ اور مضاف مضاف الیہ کی قوۃ میں ہوتا ہے۔ اور نکرہ وہ اسم ہے جو شیء غیر معین کے لئے وضع کیا گیا ہو۔ جیسے رجلٌ اور فرسٌ۔''

---

قوله والخاتمة فی سائر الاحكام الخ سائر مشتق سور سے ہے جو بمعنی بَقِيَّةُ مَا اُكِلَ ہے (باقی اس چیز کا جو کھائی گئی ہو یعنی بچا ہوا) پس سائر بمعنی باقی ہے۔

قوله غیر الاعراب والبناء یہ احکام کی صفت ہے۔

قوله اعلم ان الاسم الخ چونکہ معرفہ مطلوب اصلی اور کثیر الاستعمال ہے لہٰذا مصنف نے معرفہ کو نکرہ پر مقدم کیا۔

قوله المعرفة اسمٌ الخ یعنی معرفہ وہ اسم ہے جو وضع جزئی یا وضع کلی کے ساتھ کسی شے معین کے لئے وضع کیا گیا ہو۔

قوله وضع لشیء جنس ہے معرفہ اور نکرہ دونوں کو شامل ہے۔

قوله معین فصل ہے نکرہ کو خارج کرتی ہے اور وضع جزئی وہ ہے جس میں موضوع لہ جزئی بعینہ کا لحاظ کیا جائے جیسے زید اور بکر اور وضع کلی سے یہاں مراد یہ ہے کہ جس میں موضوع لہ کو عنوان اعم کے ساتھ لحاظ کیا جائے۔ جیسے مضمرات پس اَنَا میں مثلاً واضع نے اوّل امر کلی یعنی متکلم واحد کے مفہوم کا لحاظ کیا...... اور اس کو افراد کے ملاحظہ کے لئے آلہ بنایا اور پھر اس مفہوم کلی کے افراد میں سے ہر ہر فرد بخصوصہ کے لئے اَنَا کو وضع کیا۔

قولہ وھی ستۃ اقسام الخ یعنی معرفہ چھ قسم پر ہے۔ اوّل مضمرات، دوم اعلام یہ علم کی جمع ہے۔ سوم مبہمات یعنی اسماء اشارات اور موصولات ان کو مبہمات اس لئے کہتے ہیں کہ اسم اشارہ بغیر اشارہ حسیہ کے مخاطب کے نزدیک مبہم ہوتا ہے۔ متکلم جب تک مشار الیہ کی طرف اشارہ حسیہ نہ کرے اس وقت تک مخاطب یہ نہیں کہہ سکتا کہ متکلم کی اسم اشارہ سے کیا مراد ہے کیونکہ متکلم کے پاس چند اشیاء ہیں جن میں سے ہر ایک مشار الیہ کا احتمال رکھتی ہے اور موصول بغیر صلہ کے مبہم رہتا ہے۔ چہارم معرف باللام خواہ وہ لام عہدی ہو جیسے اَدْخُلُ السُّوْقَ پس السوق پر لام عہد ذہنی ہے (میں داخل ہوں گا اس بازار میں جو میرے اور تیرے درمیان معہود ذہنی ہے) اور جیسے قول باری تعالیٰ کَمَا اَرْسَلْنَا الیٰ فرعون رسولاً فَعَصَیٰ فِرعَوْنُ الرسولَ اس آیت میں الرسول پر لام عہد خارجی ہے خواہ لام جنس ہو جیسے الرجلُ خیرٌ مِنْ المرأۃ (ماہیت مرد بہتر ہے ماہیت عورت سے) خواہ لام استغراق ہو جیسے اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خسرٍ ای جمیع الانسان (تحقیق تمام انسان ٹوٹے میں ہیں) پنجم وہ اسم جو امور مذکورہ میں سے کسی ایک کی طرف اضافت معنویہ کے ساتھ مضاف ہو جیسے غلَامُنَا اور غلامُ زیدٍ اور غلام الذی عندی اور غلامُ الرجل۔

قولہ اضافت معنویۃ اس سے اضافت لفظیہ سے احتراز ہے اس لئے کہ اضافت لفظیہ تعریف کا فائدہ نہیں دیتی۔ ششم معرف بحرف نداء جیسے یا رجلُ۔

قولہ والعلم ماوضع الخ علم وہ اسم ہے جو شئی معین کے لئے وضع کیا گیا ہو۔ درانحالیکہ وہ وضع واحد کے ساتھ اس شے کے غیر کو نہ شامل ہو خواہ وہ مفرد ہو جیسے زید خواہ مرکب جیسے عبداللّٰہ خواہ کسی کا نام ہو جیسے خالد خواہ لقب ہو جیسے صدیق خواہ کنیت ہو جیسے ابوبکر اور خواہ وہ کسی معنی ذات کے لئے وضع کیا گیا ہو جیسے خالد اور خواہ وہ کسی معنی حدث کے لئے وضع کیا گیا ہو جیسے سبحان جو تسبیح مصدر کا عَلَم ہے اور خواہ وہ منقول ہو جیسے اَفْضَلُ خواہ وہ مرتجل ہو جیسے عمران اور خواہ اس سے مراد محض لفظ ہو جیسے سعید اور کرز۔

قولہ ماوضع لشیء معین جنس ہے تمام معارف کو شامل ہے۔

قولہ لایتناول غیرہ فصل ہے اس سے علم کے سوا تمام معارف خارج ہو گئے۔

قولہ بوضع واحد اس سے تعریف میں اعلام مشترکہ داخل ہو گئے جیسے زید جبکہ دو شخصوں کا نام ہو تو وہ اس وقت اگرچہ غیر کو شامل ہے لیکن نہ ایک وضع سے بلکہ دو وضع سے بخلاف انا اور ھذا اور الرجل کے کہ یہ ایک ہی وضع سے امور متعددہ کو شامل ہیں جیسا کہ نحو کی بڑی کتابوں سے تم کو معلوم ہو جائے گا۔

قولہ واعرف المعارف الخ جمہور نحات کے نزدیک معارف میں سے اعرف ضمیر متکلم ہے جیسے انا اور نحن اس لئے کہ اس سے مخاطب کو بالکل التباس نہیں ہوتا اس کے بعد ضمیر مخاطب ہے جیسے انت اس لئے کہ اس سے مخاطب کو التباس کا امکان ہے اس کے بعد ضمیر غائب ہے جیسے ھو اور ھی اس کے بعد عَلَم ہے اس کے بعد مبہمات ہیں یعنی

اسماء اشارة اور موصولات اس کے بعد معرف باللام ہے اس کے بعد معرف بحرف نداء۔

قوله والمضاف فی قوت المضاف الیه الخ یعنی اور وہ اسم جو مضاف ہو مرتبۂ تعریف میں مضاف الیہ کی قوت میں ہے کیونکہ مضاف مضاف الیہ سے تعریف حاصل کرتا ہے پس مضاف کی تعریف مضاف الیہ کی تعریف کی مانند ہے پس جو مرتبۂ تعریف مضاف الیہ کو ہوگا وہی مرتبۂ تعریف اس کے مضاف کو ہوگا۔

قوله والنکرة ماوضع الخ اور نکرہ وہ اسم ہے جو شے غیر معین کے لئے وضع کیا گیا ہو جیسے رجل (مرد) فرس (گھوڑا)۔

قوله ماوضع لشئی یہ جنس ہے نکرہ اور معرفہ کو شامل ہے۔

قوله غیر معیّن یہ فصل ہے اس سے معرفہ خارج ہوگیا اور نکرہ کی علامات میں سے یہ ہے کہ اس پر لام تعریف داخل ہو جاتا ہے اور اس کی علامات میں سے رُبَّ اور کم خبریه کا داخل ہونا ہے اور اس کا حال اور تمیز اور لا بمعنی لیس کا اسم ہونا۔

---

فصل اسماء العدد ماوضع لیدل علی کمیة اٰحاد الاشیاء واصول العدد اثنتا عشرة کَلمةً واحدة الی عشرةٍ ومائةٌ والفٌ وَاستعماله مِنْ واحد الی اثنین علی القیاس اعنی للمذکر بدون التاء وللمؤنث بالتاء تقول فی رجلٍ واحدٌ وفی رجلَیْنِ اثنان وفی امراةٍ واحدةٌ وفی امْرَأتَیْنِ اثنتان وثنتان ومن ثلٰثةٍ الی عشرة علی خلاف القیاس اَعْنِیْ للمذکر بالتاء تقول ثلٰثة رجالٍ الی عشرة رجالٍ وللمؤنث بدونها تقول ثلث نسوةٍ الی عشر نسوةٍ.

**ترجمہ:** ’’دوسری فصل۔ اسمائے عدد۔ اسم عدد وہ اسم ہے جو وضع کیا گیا ہو تا کہ اشیاء کے افراد کی مقدار پر دلالت کرے اور بنیادی عدد بارہ کلمات ہیں واحد سے عشر تک اور مائۃ اور الف اور ان کا استعمال واحد سے اثنین تک قیاس کے مطابق ہے یعنی مذکر کے لئے بغیر تاء کے اور مؤنث کے لئے تاء کے ساتھ۔ جیسے تو کہے ایک مرد کے لئے واحد اور دو مردوں کے لئے اثنان۔ اور ایک عورت کے لئے واحدۃُ اور دو عورتوں کے لئے اثنتان و ثنتان۔ اور تین سے دس تک قیاس کے خلاف آئے گا یعنی مذکر کے لئے تاء کے ساتھ جیسے تو کہے ثلٰثة رجالٍ سے عشرةُ رجالٍ تک۔ اور مؤنث کے لئے بغیر تاء کے جیسے ثلٰثُ نسوةٍ سے عشرُ نسوةٍ تک۔‘‘

---

قوله اسماء العدد ماوضع الخ کمیت بمعنی مقدار ہے اور آحاد جمع احد کی ہے بمعنی افراد یعنی اسماء عدد وہ اسماء ہیں جو افراد اشیاء یعنی معدودات کی مقدار بیان کرنے کے لئے وضع کئے گئے ہوں۔ جیسے ثلثة رجال میں ثلثہ اس سے

معلوم ہوا کہ رجل کے تین افراد ہیں تعریف میں وضع کی قید سے رجلٌ اور رجلان خارج ہو گئے اس لئے کہ ان سے صرف مقدار مقصود نہیں ہے۔ بلکہ کیت مع ذات مقصود ہے۔

قوله واصول العدد الخ اصول العدد مبتداء ہے اور اثنا عشرة کلمة خبر ہے اور واحدة یا تو احدٰھا مبتداء محذوف کی خبر ہے یا اثنا عشرة کلمة سے بدل بعض ہے اور قوله ومأة والف کا عطف واحدة پر ہے۔ اور اسماء عدد کے اصول یعنی وہ اسماء عدد جن سے دوسرے اسماء عدد مرکب ہوتے ہیں بارہ کلمات ہیں واحدة سے عشرة تک اور مائة اور الف باقی مراتب اعداد انہی بارہ کلمات سے بنتے ہیں یا تو ترکیب کے ساتھ بذریعہ عطف کے جیسے ثلثة وعشرون یا بذریعہ اضافت کے جیسے ثلث مائة یا تثنیہ کے ساتھ جیسے مئتین اور الفین یا جمع کے ساتھ جیسے مئات اور الوف اور عشرون اور ثلثون اور اربعون وغیرہ۔

قوله واستعماله من واحدٍ الخ یعنی اور عدد کا استعمال واحد سے لے کر اثنین تک کا موافق قیاس ہے یعنی مذکر کے لئے بدون تاء اور مؤنث کے لئے تاء کے ساتھ پس واحد مذکر کے لئے واحد ہے اور تثنیہ مذکر کے لئے اثنان اور واحد مؤنث کے لئے واحدة اور تثنیہ مؤنث کے لئے اثنتان اور ثنتان اس لئے کہ قیاس تذکیر مذکر اور تانیث مؤنث کو مقتضی ہے۔

قوله ومن ثلثة الخ اور ثلثہ سے لے کر عشرہ تک خلاف قیاس ہے یعنی مذکر کے لئے عدد میں تاء تانیث لائی جائے گی۔ جیسے ثلاثة رجالٍ اور اربعة رجالٍ اور خمسة رجالٍ اور ستة رجالٍ اور سبعة رجالٍ اور ثمانية رجالٍ اور تسعة رجالٍ اور عشرة رجالٍ اور مؤنث کے لئے تاء نہیں لائی جائے گی جیسے ثلاث نسوةٍ اور اربع نسوةٍ اور خمس نسوةٍ اور ستُ نسوةٍ اور سبع نسوةٍ اور ثمانی نسوةٍ اور تسع نسوةٍ اور عشر نسوةٍ اور یہ اس لئے ہے کہ مذکر اعتبار میں مؤنث پر مقدم ہے اور جب مذکر تین کو پہنچا تو وہ جماعت کے حکم میں ہو گیا اور لفظ جماعت مؤنث ہے لہٰذا اس کی رعایت کی وجہ سے مذکر میں تاء تانیث لے آئے لیکن مذکر و مؤنث میں فرق کرنے کے لئے مؤنث میں تاء تانیث کو ترک کر دیا۔

---

وبعد العشرة تقول احد عشر رجُلاً واثنا عشرَ رجُلا وثلثة عشر رجُلا الی تسعة عشر رجُلا واِحْدَیٰ عشرة امرأةً واثنتا عشرة امرأةً وثلث عشرة امرأةً الی تسع عشرة امرأةً وبعد ذلك تقول عشرون رجلاً وعشرون امرأةً بلا فرقٍ بین المذكرِ والمؤنثِ الی تسعین رجلا وامرأةً واحد وعشرون رجلا واحدی وعشرون امرأةً واثنان وعشرون رجلاً واثنتان وعشرون امرأةً وثلثة وعشرون رجلا وثلث وعشرون امرأةً الی تسعة وتسعین رجلاً وتسع

وتسعين امرأةً ثم تقول مائةُ رَجُلٍ ومائةُ امرأةٍ وألْفُ رَجُلٍ وألْفُ امرأةٍ ومائِتَا رَجُلٍ ومائتا امرأةٍ وألْفَارجلٍ وألْفَا امرأةٍ بلا فرقٍ بين المذكر والمؤنث .فاذازاد على المائةِ والالفِ يستعمل على قياس ماعَرَفْتَ ويَقَدَّمُ الالفُ على المائةُ والمائة على الاٰ حاد والاحادُ على العشرات تقول عندى الف ومائة واحد وعشرون رجلاً والفان ومائتان واثنان وعشرون رجلا واربعة الاٰف وتسعمائة وخمس واربعون امرأةً وعليك بالقياس.

ترجمہ: ''اورعشرۃ کے بعدتو کہے احدَ عشر رجلاًاور اثنا عشر رجلاًاور ثلٰثةَ عشر رجلاً سے تسعة عشر رجلاً تک اور مؤنث کے لئے احدیٰ عشرة امرأة اور اثنتا عشرة امراةًاور ثلٰث عشرة امراة سے تِسعَ عشرة امرأة تک۔اوراس کے بعدتو کہے عشرون رجلا اور عشرون امرأة سے تسعُون رجلاًاور تسعُون امرأةً تک مذکر اور مؤنث میں فرق کے بغیر۔اور احدٌ و عشرون رجلا اور احدیٰ و عشرون امرأةًاور اثنان و عشرون رجلااور اثنتان و عشرون امرأةاور ثلٰثة و عشرون رجلا اور ثلٰث و عشرون امرأة سے تسعة وتسعون رجلا اور تسع و تسعون امرأةٍ تک۔اس کے بعدتو کہے مائة رجلٍ اور مائة امرأةٍاور الف رجلٍ اور الف امرأةٍ اور مأتا رجل اور مأتا امرأةاور الفا رجلٍ اور الفا امرأة مذکر اور مونث میں فرق کئے بغیر۔پھر جب عدد مائۃ اور الف پر بڑھ جائے تو اس کا استعمال اسی طریق پر کیا جائے گا جو تو نے پہچان لیا۔اور لکھتے وقت الف کو مائۃ پر مقدم کیا جائے گا اور مائۃ کو احاد پر مقدم کیا جائے گا اور احاد کو عشرات پر مقدم کیا جائے گا جیسے تو کہے عندی الف و مائة واحد و عشرون رجلاًاور الفان و مأتان و اثنان و عشرون رجلااور اربعة الاف و تسع مائة و خمس واربعون امرأة۔اور اسی پر تو قیاس کرلے۔''

قوله وبعد العشرة الخ اور عشرہ کے بعد احد عشر سے لے کر تسعۃ عشر تک ترکیب کے ساتھ بغیر حرف عطف ہوگا پس احد عشر اور اثنا عشر میں مطابق قیاس ہوگا۔مذکر کے لئے دونوں جز بغیر تاء آئیں گے۔جیسے احد عشر رجلاً اور اثنا عشر رجلاً اور مؤنث کے لئے دونوں جز تاء کے ساتھ آئیں گے جیسے احدیٰ عشرة امرأة اور اثنتا عشرة امرأة (تنبیہ) صورت ترکیب میں واحد کو احد کی طرف اور واحدۃ کو احدی کی طرف تخفیف کی وجہ سے متغیر کرلیا ہے۔اور ثلٰثۃ عشر سے لے کر تسعۃ عشر تک پہلا جز خلاف قیاس ہوگا۔جیسا کہ ترکیب سے پیشتر تھا تا کہ فرع اپنی اصل کے ساتھ موافق رہے اور دوسرا جز موافق قیاس ہوگا۔یعنی مذکر کی صورت میں پہلے جز میں تاء آئے گی۔اور دوسرے جزء میں تانہیں آئے گی۔جیسے ثلثة عشر رجلاً اور اربعة عشر رجلاً تاتسعة عشر رجلاً اور مؤنث کی صورت میں پہلے جز میں تانہیں آئے گی۔اور

دوسرے جز میں تا آئے گی جیسے ثلث عشرة امرأة اور اربع عشرة تا تسع عشر امرأة۔

قوله وبعد ذلك تقول الخ ای بعد تسعة عشر تقول یعنی تسعۃ عشر کے بعد آٹھوں عقود یعنی عشرون اور ثلثون اور اربعون اور خمسون اور ستون اور سبعون اور ثمانون اور تسعون مذکر اور مؤنث کے لئے بلا کسی فرق کے آتے ہیں جیسے عشرون رجلاً اور عشرون امرأة اور ثلاثون رجلاً اور ثلا ثون امرأةً اور تسعون رجلاً اور تسعون امرأةً۔

قوله واحد وعشرون رجلاً الخ یعنی جب تم عقود یعنی عشرون اور ثلثون اور اربعون اور خمسون اور ستون اور سبعون اور ثمانون اور تسعون کا عطف واحد اور اثنان اور ثلث اور اربع اور خمس اور ست اور سبع اور ثمانٍ اور تسعٌ پر کرو تو احد وعشرون رجلاً مذکر کے لئے ہوگا اور احدی وعشرون امراة مؤنث کے لئے اور اثنان وعشرون رجلاً مذکر کے لئے اور اثنتان وعشرون امراةً مؤنث کے لئے اور ثلثة وعشرون رجلاً مذکر کے لئے اور ثلث وعشرون امرأةً مؤنث کے لئے اسی طرح تسعة وعشرون رجلاً اور تسع وتسعين امرأةً تک پس ان صورتوں میں دوسرا جز مذکر اور مؤنث دونوں صورتوں میں ایک حالت پر رہے گا۔ اور پہلا جز مذکر اور مؤنث کی صورت میں بدل جائے گا پس اَحدٌ مذکر کے لئے ہے اور احدیٰ مؤنث کے لئے اور اثنان مذکر کے لئے اور اثنتان مؤنث کے لئے اور ثلاثۃ اور اربعۃ اور خمسۃ اور ستۃ اور سبعة اور ثمانية اور تسعة (تاء کے ساتھ) مذکر کے لئے اور ثلث اور اربع اور خمس اور ست اور سبع اور ثمانٍ اور تسعٌ (بدون تاء) مؤنث کے لئے جیسا کہ احد سے لے کر تسع تک آتے ہیں۔ جن کا بیان گزر چکا۔

قوله ثم تقول مأة رجل الخ قول مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ بلا فرق بين المذكر والمونث متعلق تقول کے ہے یعنی مأة اور الف اور مائتان اور الفان بلا کسی فرق کے مذکر اور مؤنث دونوں کے لئے آتے ہیں جیسا کہ متن کی مثالوں سے ظاہر ہے۔

قوله فاذا زاد على المائة الخ یعنی جب عدد مائۃ اور الف سے تجاوز کرے تو اس وقت جو عدد مائۃ اور الف پر زائد ہوگا اس کا استعمال اسی طریقہ پر ہوگا۔ جس کو تم واحد سے لے کر تسعۃ وتسعین تک پہچان چکے ہو اور اس عدد کا عطف مائۃ پر کرو پس واحد اور اثنان میں بحسب قیاس جیسے ماة و واحد اور مائة و واحدة اور مائة واثنانٍ اور مائة واثنتان اور ثلثہ سے لے کر تسعۃ تک خلاف قیاس جیسے مائة وثلثة رجالٍ اور مائة وثلث نسوة اسی طرح گذشتہ قاعدہ کے موافق کہا جائے۔ مائة واحد عشر رجلاً اور مائة واحدیٰ عشر امراة اور مائة وثلثة عشر رجلاً اور مائة وثلث عشرة امراةً اور مائة واحد وعشرون رجلاً اور مائة واحدیٰ وعشرون امرائة اور مائة واثنان وعشرون رجلاً اور مائة واثنتان وعشرون امرأة اور مائة وثلثة وعشرون رجلاً اور مائة وثلث

وعشرون امراۃً تا مائة وتسعة وتسعین رجلاً اور مائة وتسع وتسعین امراۃً اور اسی طرح استعمال اس عدد کا ہوگا جو الف پر زائد ہوگا جیسے الف ومائة و واحد اور الف ومائة وواحدة اور الف ومائة وثلثة رجال اور الف ومائة وثلث امرأة اور الف ومائة واحد عشر رجلاً اور الف ومائة واحدی عشر امرأةً اور الف ومائة وثلثة عشر رجلاً اور الف ومائة وثلث عشرة امرأة اور الف ومائة واحد وعشرون رجلاً اور الف ومائة واحدی وعشرون امرأةً اور اسی طرح مائة اور الف کے تثنیہ اور جمع کا حال ہے اور ان سب صورتوں میں عدد زائد کا عطف مائة پر ہوگا لیکن برعکس بھی جائز ہے یعنی مائة اور الف کا عطف عدد زائد پر جیسے واحد ومائة رجلٍ اور واحدة ومائة امرأة اسی طرح آخر تک کہہ جاؤ۔

قوله ویقدم الالف الخ یعنی اور الف مائة پر مقدم ہوتا ہے اور مائة احاد پر اور احاد عشرات پر جیسے عندی الف ومائة واحد وعشرون رجلاً (میرے پاس ایک ہزار ایک سو اکیس مرد ہیں) اور جیسے عندی اربعة آلاف وتسعمائة وخمس واربعون امرأةً (میرے پاس چار ہزار نو سو پینتالیس عورتیں ہیں)۔

قوله وعلیك بالقیاس الخ علیك اسم فعل ہے بمعنی اَلْزِمْ (تو لازم پکڑ) یعنی تو قیاس ماسبق کو اختیار کر پس حالت افراد میں کہا جائے گا۔ الف و مائة وواحد اور الف ومائة وواحدة اور الف ومائة واثنان اور الف ومائة واثنتان اور حالت اضافت میں کہا جائے گا الف ومائة وثلثة رجالٍ اور الف الف ومائة وثلث نسوة اور حالت ترکیب میں کہا جائے گا الف ومائة واحد عشر رجلاً اور الف ومائة واحدی عشرة امراة اور الف ومائة وثلثه عشر رجُلاً ......اور الف و مائة وثلث عشرة امرأةً اسی قیاس پر آخر تک کہتے چلے جاؤ۔

---

واعلم اَنّ الواحد والاثنین لامُمَیِّزَ لهما لانّ لفظ الممیز یُغْنِیْ عن ذکر العدد فیهما تقول عندی رجلٌ ورَجُلَانِ وامّا سائر الاعداد فلا بُدَّلها مِنْ مُمَیِّزٍ فتقول ممیز الثلثة الی العشرة محفوضٌ مجموعٌ تقول ثلثةُ رجالٍ وثلثُ نسوةٍ اِلَّا اذا کان الممیز لفظَ المائة فحینئذٍ یکونُ مخفوضًا مفردًا تقول ثلثمائة وتسع مائة والقیاس ثلٰث مأت اومِئِیْنَ ومميزاحد عشر الی تسعة وتسعین منصوبٌ مفردٌ تقول احد عشر رجلاً واحدی عشرة امرأةً وتسعة وتسعون رجلاً وتسع وتسعون امرأةً ومميز مائة والف وتثنیتهُما وجمع الالف مخفوضٌ مفردٌ تقول مائةُ رجلٍ ومائةُ امرأةٍ والفُ رجلٍ والفُ امرأةٍ ومائتا رجلٍ ومائتا امرأةٍ والفارَجلٍ والفا امرأةٍ وثلثة الافِ رَجلٍ وَثلث الاٰف امرأةٍ وقِسْ علٰی هذا.

ترجمہ: ''اور تو جان لے کہ واحد اور اثنین ان دونوں کے لئے کوئی ممیز نہیں ہے اس لئے کہ ممیز کا لفظ ان

دونوں میں عدد کے ذکر سے مستغنی کرتا ہے جیسے تو کہے عندی رجل اور عندی رجلان اور بہر حال باقی اعداد کے لئے ممیز کا ہونا ضروری ہے۔ پس ثلثۃ سے عشرۃ تک کی تمیز جمع مجرور ہوگی جیسے تو کہے ثلثۃ رجال اور ثلث نسوۃ مگر جب ممیز لفظ مائۃ ہو تو اس وقت تمیز مفرد مجرور ہوگی جیسے تو کہے ثلث مائۃ اور تسع مائۃ حالانکہ قیاس ثلث مئین تھا یا ثلث مأت یا ثلث مئین تھا اور احد عشر سے تسعۃ و تسعین کی تمیز مفرد منصوب ہوگی جیسے تو کہے احد عشر رجلاً اور احدیٰ عشرۃ امرأۃ اور تسعۃ و تسعون رجلاً اور تسع و تسعون امرأۃ۔ اور مائۃ اور الف اور ان دونوں کا تثنیہ اور الف کی جمع کی تمیز مجرور ہوگی جیسے تو کہے مائۃ رجل اور مائۃ امرأۃ اور الفُ رجلٍ اور الف امرأۃٍ اور مأتا رجلٍ اور مأتا امرأۃ اور الفا رجل اور الفا امرأۃٍ اور ثلثۃ الاف رجلٍ اور ثلثۃ الاف امرأۃ اور اسی پر باقی عدد کو قیاس کر لے۔"

---

قولہ واعلم اَنَّ الواحد الخ یعنی واحد اور اثنان اسی طرح واحدۃ اور اثنتان کی تمیز ذکر نہیں کی جاتی۔ اس لئے کہ ممیز یعنی تمیز کے لئے آنے سے عدد کے ذکر سے استغنا ہو جاتا ہے پس واحد رجل اور اثنا رجلٍ نہیں کہا جاتا بلکہ واحد اور اثنان کو متروک کرتے ہیں اور اس اسم کو استعمال کرتے ہیں جو ان کی تمیز ہونے کی صلاحیت رکھتا ہے کیونکہ لفظ تمیز مثلاً رجلٌ اور رجلانِ باعتبار مادہ جنس پر اور باعتبار صیغہ وحدت اور تثنیہ پر دلالت کرتے ہیں لہٰذا تمیز کو ذکر کر دینے کے بعد واحد اور اثنان سے استغناء ہو جاتا ہے اس واسطے کہ تمیز اس صراحت کا فائدہ دیتی ہے جو عدد سے مقصود ہے اور وہ بیان کمیت ہے پس عندی رجل اور عندی رجلان کہا جائے گا اور عرب کا قول رجلٌ واحدٌ اور رجلان اثنان اور نفخۃ واحدۃ اور الھین اثنین تاکید پر محمول ہے نہ بیان کمیت عدد پر۔

قولہ وامّا سائر الاعداد الخ لیکن واحد اور اثنان کے علاوہ باقی اعداد کے لئے تمیز کا ہونا ضروری ہے پس ثلثۃ سے لے کر عشرۃ تک کی تمیز مجرور اور مجموع ہوتی ہے اور پھر مجموع یا تو لفظاً ہوگی یا معنیً جیسے ثلثۃُ رجالٍ اور ثلث نسوۃٍ اور ثلثۃ رھطٍ اور ثلثۃ نفرٍ اس تمیز کا مجرور ہونا اس وجہ سے ہے کہ وہ عدد کا مضاف الیہ ہوتی ہے اور اس کا جمع ہونا اس لئے ہے کہ ثلثۃ اور اس کے مافوق کا مدلول جماعت ہے لہٰذا ان کی تمیز کا جمع لانا عدد اور معدود کی مطابقت کی وجہ سے ہے۔

قولہ الّا اذا کان الخ یہ مجموع سے استثناء ہے یعنی ثلثۃ سے لے کر عشرۃ تک کی تمیز مجموع ہوتی ہے لیکن اس وقت کہ جب ثلثۃ سے لے کر تسعۃ تک کی تمیز لفظ مائۃ واقع ہو تو اس وقت ان کی تمیز مجرور ہوتی ہے اور مفرد نہ مجموع جیسے ثلث مائۃ رجل سے لے کر تسعمائۃ رجل تک حالانکہ قیاس یہ تھا کہ ان کی تمیز یا تو جمع مؤنث سالم ہوتی یعنی مئات جبکہ غیر مذکر عاقل کا ارادہ کیا جائے یا جمع مذکر سالم ہوتی یعنی مئین جبکہ مذکر عاقل کا ارادہ کیا جائے لیکن یہ قیاس بوجہ متروک الاستعمال ہونے کے نہیں آتا۔ اور عشر مائۃ نہیں کہا جاتا اس لئے کہ لفظ الف کی وجہ سے اس کی ضرورت نہیں رہی۔

قولہ وممیز احد عشر الخ اور احد عشر سے لے کر تسعۃ وتسعین تک کی تمیز منصوب اور مفرد ہوتی ہے منصوب تو اضافت کے متعذر ہونے کی وجہ سے ہے جیسا کہ تم کو نحو کی بڑی کتابوں سے معلوم ہو جائے گا۔ اور تمیز کا مفرد لانا اس وجہ سے ہے کہ تمیز میں اصل افراد ہے اور نیز اس سے بیان جنس بھی حاصل ہو جاتا ہے۔ لہٰذا بغیر حاجت اصلی حالت سے عدول کرنا ناجائز ہے۔

قولہ وممیز مائۃ و الف الخ یعنی اور مائۃ اور الف کی تمیز اور ان دونوں کے تثنیہ مائتان اور الفان کی تمیز اور صرف الف کی جمع آلاف اور الوف کی تمیز مجرور اور مفرد ہوتی ہے مجرور تو اضافت کی وجہ سے ہے اور مفرد اس لئے کہ عدد بہت ہے لہٰذا انہوں نے تمیز میں بیان جنس کی وجہ سے مفرد پر اکتفا کیا۔ مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے جمع الالف کہا جمعھما ای جمع المائۃ والالف نہیں کہا جیسا کہ تثنیتھما کہا اس لئے کہ مائۃ کہ جمع کا استعمال مع اس کی تمیز کے اعداد میں متروک ہے پس ثلث مئات اور ثلث مئین نہیں کہا جاتا جیسے کہ ثلثۃ آلاف رجلٍ کہا جاتا ہے بلکہ ثلث مائۃ رجلٍ کہا جاتا ہے۔

---

فصل الاسم امَّا مذكرٌ وامَّا مونثٌ فالمؤنث مافيه علامة التانيث لفظًا اوتقديراً والمذكر مابخلافه وعلامَةُ التانيث ثلثةٌ التَّاء كطلحة والالف المقصورة كحُبْلى والالف الممدودة كحمراء والمقدرة انما هوالتاء فقط كارض ودار بدليل أُرَيْضَةٍ ودُوَيْرةٍ ثم المؤنث على قسمين حقيقيٌّ وهو مابازائه ذَكَرٌ مِنَ الْحَيَوان كامرأةٍ وناقة ولفظيٌّ وهوما بخلافه كظلمة وعين وقد عرفتَ احكام الفعلِ اذا أُسْنِدَ الى المونث فلا نُعِيْدُها.

ترجمہ: ”تیسری فصل۔ اسم مذکر ہوگا یا مؤنث ہوگا۔ پس مؤنث وہ اسم ہے جس میں علامت تانیث لفظاً یا تقدیراً موجود ہو اور مذکر وہ اسم ہے جو اس کے برخلاف ہو۔ اور علامتِ تانیث تین ہیں۔ اوّل تا جیسے طلحۃ دوم الف مقصورہ جیسے حبلی سوم الف ممدودہ جیسے حمراء اور علامت تانیث مقدرہ صرف تاء ہوتی ہے جیسے ارض اور دار اس کی دلیل یہ ہے کہ ان کی تصغیر اُرَیْضَۃٌ اور دُوَیْرَۃٌ آتی ہے۔ پھر مؤنث دو قسم پر ہے۔ مؤنث حقیقی اور وہ مؤنث ہے جس کے مقابلے میں حیوان مذکر ہو جیسے امرأۃ اور ناقۃ اور مؤنث لفظی وہ مؤنث ہے جو اس کے خلاف ہو جیسے ظلمۃ اور عین اور تحقیق تو نے فعل کے احکام جب وہ مؤنث کی طرف مسند ہو پہچان لئے ہیں اس لئے ہم ان کا اعادہ نہیں کریں گے۔“

---

قولہ الاسم اما مذکر الخ مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے تقسیم میں مذکر کو مؤنث پر مقدم کیا اس لئے کہ مذکر خلقۃً اور رتبۃً مؤنث پر مقدم ہے اور آگے تعریف میں مؤنث کو مذکر پر مقدم کیا تا کہ تعریف میں اختصار حاصل ہو جائے چنانچہ فرماتے

ہیں کہ فالمونث مافیه الخ یعنی مؤنث وہ اسم ہے جس کے آخر میں علامت تانیث ہو خواہ علامت تانیث لفظاً ہو خواہ تقدیراً اور پھر علامت لفظی عام ہے کہ وہ حقیقتاً ہو جیسے امرأة اور ناقة میں یا حکماً ہو جیسے عقرب میں (بچھو) اس میں اس کا چوتھا حرف تانیث کے حکم میں ہے اسی واسطے اس کی تصغیر عُقَیْرِبٌ میں تاء ظاہر نہیں ہوتی تا کہ دو تاء نہ جمع ہوں اور جیسے حائض کہ یہ ایسی صفت ہے جو مؤنث کے ساتھ خاص ہے۔ علامت تقدیری کی مثال جیسے دار اور نارٌ وغیرہ جو مونثات سماعیہ میں سے ہوں۔

قوله لفظاً او تقدیراً یہ علامتِ تانیث کی تفصیل ہے۔

قوله والمذکر مابخلافه الخ اور مذکر وہ اسم ہے جو مؤنث کے خلاف ہو یعنی اس میں علامت تانیث نہ تو لفظاً ہو اور نہ تقدیراً۔

قوله وعلامت التانیث الخ اور علامت التانیث تین ہیں اوّل تاء جو حالت وقف میں ھا ہو جاتی ہے۔ جیسے طلحة میں (مرد کا نام ہے) دوم الف مقصورہ جو تین حرف کے بعد ہو اور الحاق کے لئے نہ ہو اور نہ محض زیادت کے لئے ہو پس ان قیود کی وجہ سے فَتٰی (کہ اس میں الف مقصورہ دو حرف کے بعد ہے) اور ارطی (جو جعفر کے ساتھ ملحق ہے اور اس میں الف مقصورہ الحاق کا ہے) اور قبعثریٰ (کہ اس میں الف محض زیادت کے لئے ہے) جیسے کلمات سے اعتراض وارد نہ ہوگا۔ جیسے حبلیٰ اس میں الف مقصورہ علامت تانیث ہے۔ سوم الف ممدودۃ یعنی وہ الف زائدہ جس کے بعد ہمزہ زائدہ ہو جیسے حمراء (سرخ رنگ کی عورت) مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ کے ذکر تاء میں نحات کوفہ پر رد ہے اس لئے کہ وہ ھاء اور تاء دونوں کو جداگانہ علامت تانیث قرار دیتے ہیں۔ یاد رکھنا چاہئے کہ بعض نحات کے نزدیک ذی اور ھذی میں یاء علامت تانیث ہے لیکن مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کو علامات تانیث میں سے شمار نہیں کیا اس لئے کہ ممکن ہے کہ ان کلمات کی تانیث صیغی وضعی ہو اور علامتی نہ ہو جیسے کلمات ھِیَ اور اَنْتِ کی تانیث صیغی وضعی ہے۔

قوله والمقدرة انما هو التاء فقط الخ مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے پہلے علامت تانیث کے متعلق فرمایا ہے کہ وہ لفظاً ہوتی ہے یا تقدیراً لیکن علامت تانیث میں سے صرف تاء ہے جو مقدر ہوتی ہے باقی ملفوظ ہوتی ہیں لہٰذا یہاں سے مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ علامت تانیث میں سے جو مقدر ہوتی ہے وہ صرف تاء ہوتی ہے اور پھر یہ بھی سہ حرفی کلمات میں مقدر ہوتی ہے جیسے ارض اور دار کہ ان میں تاء تانیث مقدر ہے اس لئے کہ ان کی تصغیر اُرَیْضَةٌ اور دُوَیْرَةٌ آتی ہے کیونکہ تصغیر میں اسماء کے تمام حروف ظاہر ہو جاتے ہیں اور اپنی اصلی حالت پر آجاتے ہیں۔

قوله ثم المونث علیٰ قسمین الخ یعنی مؤنث دو قسم پر ہے اوّل حقیقی اور مؤنث حقیقی وہ اسم مؤنث ہے جس کے مقابلہ میں جاندار مذکر ہو۔ عام ازیں کہ اس میں الف ممدودہ ہو جیسے نفساء یا الف مقصورہ ہو جیسے حبلیٰ یا تاء لفظاً ہو جیسے امرأة کہ اس کے مقابلہ میں رجلٌ ہے اور ناقة کہ اس کے مقابلہ میں جملٌ ہے یا تقدیراً ہو جیسے ھندٌ مصنف رحمہ

اللہ تعالیٰ نے مِنَ الحیوان فرمایا تا کہ نخل کی مؤنث سے احتراز ہو جائے اس لئے کہ اس کے مقابلہ میں اگر چہ اس کی جنس سے مذکر ہے لیکن اس کی تانیث حقیقی نہیں ہے کیونکہ وہ حیوان سے نہیں ہے۔ اور اس کو مؤنث حقیقی اس لئے کہتے ہیں کہ اس کی تانیث حقیقتاً اور خلقۃً ہے دوم لفظی اور مؤنث لفظی وہ اسم مؤنث ہے جو مؤنث حقیقی کے خلاف ہو یعنی اس کے مقابلہ میں جاندار مذکر نہ ہو۔ عام ازیں کہ علامت تانیث لفظ میں حقیقتاً ہو جیسے ظلمة (اندھیری) کے اس کے مقابلہ میں اگر چہ نورٌ مذکر ہے لیکن وہ حیوان نہیں ہے اور نیز اس میں تاء علامت تانیث لفظ میں حقیقتاً ہے یا تقدیراً ہو جیسے عین اس لئے کہ اس کی تصغیر عیینة آتی ہے یا حکماً ہو جیسے عقرب کہ اس کا چوتھا حرف تانیث کے حکم میں ہے اور یہ اگر چہ حیوان ہے۔ لیکن اس کے مقابل میں مذکر نہیں ہے اور اس کو مؤنث لفظی اس لئے کہتے ہیں کہ اس کی تانیث لفظ کے اعتبار سے ہے اور اس میں تانیث حقیقتاً اور خلقۃً نہیں ہے۔

قوله وقد عرفت الخ یعنی فعل کے احکام جب اس کو مؤنث کی طرف مسند کیا جائے پہچان چکے ہو لہٰذا ہم اب ان احکام کو نہیں لوٹائیں گے۔

---

فصل المثنى اسمٌ اُلحِقَ بآخره الفٌ اوياءٌ مفتوحٌ مَاقَبلَها ونونٌ مكسورةٌ لِيَدُلَّ على اَنَّ معه آخرُ مثلُه نحو رَجُلَانِ ورَجُلَيْنِ هذا فى الصحيح امّا المقصور فان كانت الفه منقلبةً عن واوٍ وكان ثلاثيًارُدَّالى اصله كعَصَوَانِ فى عصًا و اِنْ كانتْ عن ياءٍ اوواوٍ وهو اكثر من الثلاثى اوليست منقلبة عن شىء تقلب ياءً كَرحَيَانِ فى رَحًى ومُلْهَيَان فى مُلْهًى وحُبَارَيَانِ فى حُبَارٰى وحُبْلَيَان فى حُبْلٰى واما الممدود فاِنْ كانت همزتُه اصليّة تثبت كُقرَّا ان فى قُرَّاءٍ و اِنْ كانتْ للتانيث تُقْلَبُ واواً كحمرا وان فى حمراء و اِنْ كانتْ بدلا مِنْ اصلٍ واواً اوياءً جَاز فيه الوجهان بِكسا وانِ وكسا انِ ويجب حذفُ نونِه عند الاضافة تقول جاءنى غُلَامَا زيدٍ ومُسْلِمَا مصرٍ وَكذلك تحذف تاء التانيث فى تثنية الخُصْيَةِ وَالاِلْيَةِ خَاصَّةً تقول خُصْيَانِ و اِلْيَانِ لانهما متلا زمان فكانهما شىء واحد واعلم انه اذا اريد اضافة مثنىٰ الى المثنىٰ يعبر عن الاول بلفظ الجمع كقوله تعالى فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا وفَاقْطَعُوْآ اَيْدِيَهُمَا وذلك لكراهة اجتماع تَثْنِيَتَيْنِ فيما تاكدالا تصال بينهما لفظًا ومعنى.

ترجمہ: ''چوتھی فصل مثنیٰ۔ مثنیٰ وہ اسم ہے جس کے آخر میں الف یا یاء ماقبل مفتوح اور نون مکسور لاحق کیا گیا ہو تا کہ اس بات پر دلالت کرے کہ اس کے ساتھ اس کا مثل دوسرا بھی ہے۔ جیسے رجلان اور رجلین یہ الحاق

صحیح میں ہے۔ بہر حال اسم مقصور میں تو اگر اس کا الف واو سے بدلا ہوا ہو اور ثلاثی ہو تو اپنی اصل کی جانب لوٹا دیا جائے گا جیسے عصا میں عصوان اور اگر وہ الف واو یا یاء سے بدلا ہوا ہو اور ثلاثی سے زائد ہو یا کسی چیز سے بدلا ہوا نہ ہو تو یاء سے بدل دیا جائے گا جیسے رَحیٰ میں رَحَیَان اور مُلْهیً میں مُلْهَیَان اور حُبَاریٰ میں حُبَارَیَان اور حُبْلٰی میں حُبْلَیَان اور بہر حال ممدودہ پس اگر اس کا ہمزہ اصلی ہو تو باقی رکھا جائے گا جیسے قُرَّاءٌ میں قُرَّآن اور اگر تانیث کے لئے تھا تو وہ واو سے بدل جائے گا جیسے حمراء میں حمراوان اور اگر اصل سے ہی واو یا یاء سے بدلا ہوا تھا تو اب تثنیہ میں دونوں وجہ جائز ہیں جیسے کساوان اور کساان اور تثنیہ کا نون اضافت کے وقت حذف کر دینا واجب ہے تو کہے جاء نی غلاما زید اور مسلما مصر اور اسی طرح تاء تانیث بھی حذف کر دی جاتی ہے۔ خصیۃ اور الیۃ کی تثنیہ میں خاص کر جیسے تو کہے خصیان اور الیان کیونکہ دونوں ایک دوسرے کے لئے لازم ہیں پس گویا وہ دونوں شیء واحد ہیں۔ اور تو جان لے کہ جب مثنی کا مثنی کی جانب اضافت کا ارادہ کیا جائے تو اوّل کو جمع سے تعبیر کیا جائے گا۔ جیسے اللہ تعالیٰ کا قول فقد صغت قلوبکما اور فاقطعوا ایدیھما اور یہ دو تثنیہ کے اجتماع کے ناپسندیدہ ہونے کی وجہ سے ہے اس مقام پر جہاں دونوں کا اتصال مؤکد ہو لفظاً بھی اور معنیً بھی۔"

---

قوله المثنی اسم الخ اسم کی پہلی تقسیم باعتبار تذکیر و تانیث کے تھی۔ اب مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ یہاں سے اسم کی دوسری تقسیم باعتبار افراد و تثنیہ و جمع کرتے ہیں پس اسم تین قسم پر ہے مفرد اور مثنیٰ اور مجموع مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے صرف مثنی اور مجموع کو جو مفرد کی فرع ہیں ذکر کیا تاکہ معلوم ہو جائے کہ ان کے ماسوا مفرد ہے اور بیان میں اختصار ہو جائے۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ مثنی وہ اسم ہے جس کے مفرد کے آخر میں الف اور نون مکسورہ (بحالت رفعی) یا یاء ماقبل مفتوح اور نون مکسورہ بحالت نصبی و جری لاحق کیا گیا ہو۔ تاکہ یہ لحوق اس امر پر دلالت کرے کہ اس مفرد کی مثل اس کے ساتھ ایک اور بھی ہے جیسے رَجُلَان (دو مرد) حالت رفعی کی مثال ہے اور رجلین حالت نصبی و جری کی مثال ہے۔

قوله اسم الحق بآخره ای بآخر مفرده اس قید سے اثنین اور کلیھما سے احتراز ہے اس لئے کہ ان کا مفرد نہیں ہے۔

قوله لیدلّ یہ اُلْحِقَ کے متعلق ہے اور اس کی ضمیر فاعل یا تو لحوق کی طرف لوٹ رہی ہے یا لاحق کی طرف ای لیدل ذلك اللحوق او اللاحق وحده۔

قوله مفتوح یہ یاء کی صفت ہے۔

قوله مثلُه اس سے اس طرف اشارہ ہے کہ اسم مشترک کا تثنیہ دو معنی مختلف کے اعتبار سے نہیں کر سکتے پس قرأ ان

سے مراد طہر اور حیض نہیں ہو سکتے بلکہ دو طہر یا دو حیض مراد ہوں گے۔ رہا یہ اعتراض کہ قمران سے جو قمر کا تثنیہ ہے چاند اور سورج مراد ہوتا ہے۔ حالانکہ یہ دو مختلف چیزیں ہیں اور عمران سے جو عمر کا تثنیہ ہے ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مراد ہوتے ہیں حالانکہ یہ دو مختلف چیزیں ہیں اور ابوان جو اَبٌ کا تثنیہ ہے ماں باپ مراد ہیں جو دو مختلف چیزیں ہیں وارد نہیں ہو سکتا اس لئے کہ یہ دو لفظوں میں سے ایک لفظ کے دوسرے پر تغلیباً اطلاق کرنے کے قبیل سے ہے۔

قوله هذا فی الصحیح الخ ای الحاق الالف والیاء المفتوح ماقبلهما والنونِ المکسورة بآخر المفرد من غیر تغیر ثابتٌ فی الاسم الصحیح۔ یعنی الف اور یاء جس کا ماقبل مفتوح ہو اور نون مکسور کا مفرد کے آخر میں الحاق بغیر کسی تغیر و تبدل کے اسم صحیح میں ہوتا ہے لیکن اسم منقوص اور اسم ممدود وغیرہ میں الحاق مذکور کے وقت کچھ نہ کچھ تغیر ہوتا ہے جس کو مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ آگے بیان فرما رہے ہیں لیکن یاد رہے کہ الحاق مذکور بغیر کسی تغیر کے جیسا اسم صحیح میں ہوتا ہے اسی طرح جاری مجریٰ صحیح اور منقوص یائی میں ہوتا ہے نہ معلوم مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس حکم کو صحیح کے ساتھ کیوں خاص کیا۔

قوله امّا المقصور فان کانت الفه الخ اور اسم مقصور یعنی وہ اسم جس کے آخر میں الف مفردہ لازمہ ہو اگر اس کا الف واو سے بدلا ہوا ہو اور پھر وہ ثلاثی بھی ہو تو التقاء ساکنین لازم آنے کی وجہ سے تثنیہ کے وقت یہ اسم اپنی اصل کی طرف لوٹا دیا جائے گا یعنی وہ واو واپس آجائے گی۔ ایسے اسم کو مقصور اس لئے کہتے ہیں کہ اس کا آخر حرکت سے رکا ہوا ہوتا ہے اور قصر بمعنی رکنا ہے۔ جیسے عصا کہ اصل میں عَصَوٌ تھا جب اس کا تثنیہ کریں گے تو واو واپس آجائے گی اور عَصَوَانِ کہیں گے۔ اور ثلاثی سے یہاں مراد معنی لغوی ہیں یعنی وہ جس میں تین حرف ہوں اصطلاحی مراد نہیں ہے پس ثلاثی مزید اور رباعی اس سے خارج رہیں گے۔ شرح میں اسم مقصور کی تعریف میں مفردہ کی قید سے اس الف سے احتراز ہے جو ہمزہ کے ساتھ ہو جیسے حمراء میں اور لازمہ کی قید سے زیدا جیسے الف سے جو حالت وقف میں آتا ہے احتراز ہے اس لئے کہ وہ حالت نسبت میں ثابت نہیں رہتا پس ایسے اسم کو مقصور نہیں کہا جاتا۔

قوله وانْ کانت عن یاء الخ اور اگر اسم مقصور کا الف یاء سے بدلا ہوا ہو اور وہ ثلاثی ہو جیسے رحیٰ میں یا واو سے بدلا ہوا ہو در انحالیکہ وہ اسم مقصور ثلاثی سے زائد ہو۔ بایں طور کہ اس میں چار حرف ہوں یا اس سے زیادہ یا وہ کسی سے بدلا ہوا نہ ہو نہ یاء سے بدلا ہوا ہو اور نہ واو سے تو ان تینوں صورتوں میں تثنیہ کے وقت اس کا الف یاء سے بدل جائے گا جیسے رَحیٰ کے تثنیہ کے وقت رَحَیَان کہیں گے بمعنی چکی اس اسم مقصور کی مثال ہے جس کا الف یاء سے بدلا ہوا ہے اور وہ اسم ثلاثی بھی ہے۔ اور جیسے مُلْھٰی کے تثنیہ کے وقت مُلْھَیَان کہیں گے اس اسم مقصور کی مثال ہے جس کا الف واو سے بدلا ہوا ہے اور وہ تین حرف سے زیادہ ہے اور مُلْھٰی اسم مفعول کا صیغہ ہے مصدر اِلْھَاءٌ ہے مادہ لَھْوٌ ہے اور جیسے حُبَارَیٰ (بضم حاء) کے

تثنیہ کے وقت حُبَارَیانِ کہیں گے (ایک قسم کا پرندہ ہے) اور جیسے حُبْلیٰ کے تثنیہ کے وقت حبلیان کہیں گے (بمعنی حاملہ عورت) یہ دونوں اس اسم مقصور کی مثالیں ہیں جن کا الف کسی سے بدلا ہوا نہیں ہے۔ ان تینوں صورتوں میں الف مذکور یاء سے اس لئے بدلا تا کہ التقاء ساکنین نہ لازم آئے پہلی صورت میں الف یاء سے اس وجہ سے بدلا کہ اس کی اصل یاء تھی لہٰذا تثنیہ کے وقت وہ اصل کی طرف لوٹایا گیا اور دوسری اور تیسری صورت میں اگرچہ الف کی اصل یاء نہیں ہے لیکن تخفیف حاصل کرنے کی وجہ سے الف کو یاء سے بدل لیا۔

قولہ واَمَّا الممدود فان کانت الخ اور اسم ممدود یعنی وہ اسم جس کے آخر میں الف ممدودہ ہو اگر اس کا ہمزہ اصلیہ ہے یعنی نہ تو وہ زائدہ ہے اور نہ وہ واو اور یاء اصلیہ اور زائدہ سے بدلا ہوا ہے تو وہ تثنیہ کے وقت اصل کی رعایت کی وجہ سے باقی رکھا جاتا ہے جیسے قُرَّاء بضم قاف وتشدید راء کے تثنیہ کے وقت قُرَّاءِ ان کہا جائے گا۔

قولہ وان کانت للتانیث الخ اور اگر اسم ممدود کا ہمزہ تانیث کے لئے ہے تو تثنیہ کے وقت وہ واو سے بدل جائے گا جیسے حمراء کے تثنیہ میں حمراوان اور اس ہمزہ کو اس لئے ثابت نہیں رکھا گیا کہ علامت تانیث کا وسط میں ہونا مکروہ ہے اور وہ واو سے بدلا گیا نہ یاء سے تا کہ حالت نصب اور جر میں دو یاء کا اجتماع نہ لازم آئے۔

قولہ و اِنْ کانت بدلا الخ اور اگر اسم ممدود کا ہمزہ واو اصلیہ یا یاء اصلیہ سے بدلا ہوا ہے تو اس میں دو وجہ ہیں۔ اوّل یہ کہ ہمزہ کو ثابت رکھا جائے اس لئے کہ یہ ہمزہ اگرچہ اصلی نہیں ہے لیکن چونکہ وہ واو اور یاء اصلیہ سے بدلا ہوا ہے تو گویا اصلی ہے لہٰذا اس کو اصل کا حکم دے کر ثابت رکھا گیا۔ دوم اس کو حمراء کے ہمزہ سے مشابہت کی وجہ سے واو سے بدلا جائے۔ مشابہت یہ ہے کہ جیسے حمراء کا ہمزہ اصلیہ نہیں ہے۔ اسی طرح اس میں ذات ہمزہ اصلی نہیں ہے بلکہ بدلا ہوا ہے جیسے کساء کے تثنیہ میں کساءان اور کساوان دونوں طرح جائز ہے اور کساء اصل میں کساوٌ تھا بمعنی کمبل اور جیسے رداء کے تثنیہ میں رداءانِ اور رداوانِ دونوں طرح جائز ہے اور رداء اصل میں ردایٌ تھا۔

قولہ ویجب حذف نونہ الخ اور اضافت کے وقت تثنیہ کے نون کا حذف ضروری ہے اس لئے کہ تنوین کی طرح نون تثنیہ بھی موجب انفصال ہے اور اضافت موجب اتصال لہٰذا ان دونوں میں منافات کی وجہ سے نون کو اضافت کے وقت حذف کر دیا جاتا ہے۔ جیسے غَلَامَا زَیْدٍ (زید کے دو غلام) غلاما اصل میں غلامان تھا اور جیسے مُسْلِمَا مصرٍ (شہر کے دو مسلمان) مُسْلِمَا اصل میں مُسْلِمَانِ تھا۔ وکذالکَ تحذف الخ یعنی مثنیٰ کے نون کی طرح صرف خصیۃ اور الیہ کی تاء تانیث تثنیہ میں حذف کر دی جاتی ہے اور ان کی اس تاء کا حذف خلاف قیاس ہے۔ پس خصیان اور الیان کہیں گے اس لئے کہ قیاس یہ تھا کہ تاء حذف نہ کی جاتی جیسے شجرتان میں تا کہ مؤنث کا تثنیہ مذکر کے تثنیہ سے ملتبس نہ ہو۔ لیکن قیاساً بالاتفاق ان کی تاء کا ثابت رکھنا بھی جائز ہے پس خصتیان اور الیتان بھی کہہ سکتے ہیں۔ اور ان میں حذف تاء کا سبب یہ ہے کہ خصیان اگرچہ دو چیزیں ہیں اسی طرح الیان اگرچہ دو چیزیں ہیں۔ لیکن دونوں خصیوں میں سے ہر

ایک دوسرے کو لازم ہے اور ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوتے۔ اسی طرح دونوں جوڑوں میں سے ہر ایک دوسرے کو لازم ہے اور ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوتے پس دونوں خصیہ اور دونوں الیہ شدت اتصال کی وجہ سے شئی واحد ہیں۔ لہٰذا اس شدت اتصال کی وجہ سے ان کا تثنیہ بمنزلہ کلمۂ مفردہ کے کرلیا گیا۔ پس اگر تاء تانیث کو ثابت رکھا جائے گا تو اس کا وسط میں مفرد حکمی کے واقع ہونا لازم آئے گا اور یہ ناجائز ہے کیونکہ علامت تانیث کلمہ مفردہ میں وسط میں نہیں آتی۔

قوله خاصَةً یعنی خاص خصیۃ اور الیۃ کے تثنیہ میں تاء حذف ہوجاتی ہے ان دونوں کے علاوہ دوسرے کلمات کے تثنیہ میں تاء تانیث حذف نہیں ہوتی۔ جیسے شجرتان اور تمرتان اور جارحتان وغیرہ میں۔

قوله واعلم اَنَّه الخ یعنی جب کسی مثنی کی ضمیر مثنی کی طرف اضافت کی جائے عام ازیں کہ وہ مذکر ہو یا مؤنث مرفوع ہو یا منصوب یا مجرور تو پہلے مثنی مضاف کو جمع یا مفرد لایا جائے گا (نہ مثنی) جیسے قول باری تعالیٰ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا ای قَلْبَا كُمَا (تحقیق تم دونوں کے دل ٹیڑھے ہوگئے ہیں) اور جیسے قول باری تعالیٰ فَاقْطَعُوْا اَیْدِیَهُمَا ای یَدَیْهما (تم ان دونوں کے ہاتھ کاٹ ڈالو)۔

قوله وذلك لكراهت الخ یعنی صورت مذکورہ میں پہلے مضاف کو جمع یا مفرد لایا جاتا ہے نہ مثنی اس لئے کہ مضاف اور مضاف الیہ کے درمیان لفظا اور معنی اتصال موکد ہے اور ایسی دو چیزوں میں جن میں لفظا اور معنی اتصال موکد ہو۔ دو مثنی کا جو مماثلین ہیں جمع ہونا مکروہ ہے۔ ان میں لفظاً اتصال تو باعتبار اضافت ہے اور معنی اتصال اس اعتبار سے ہے کہ معنی مضاف مضاف الیہ کا جز ہوتا ہے۔ پھر لفظاً مفرد سے لفظ جمع لانا اولی ہے اس لئے کہ جمع کو تثنیہ سے مناسبت ہے کیونکہ جمع میں اس کی مثال اور ہیں بلکہ بعض اصولیوں نے مثنی کو جمع کہا ہے اور جب مضاف الیہ مثنی کی مثل ہو تو اس وقت مضاف کو مفرد لانا اولی ہے جیسے قول باری تعالیٰ علی لسان داؤد و عیسیٰ ابن مریم لیکن ابو مالک رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ایسی صورت میں مضاف کو مفرد لانا واجب ہے۔

---

فصل المجموع اسمٌ دَلَّ علی آحاد مقصودة بحروف مفردة بتغیرمّا امّا لفظیّ کرجالٍ فی رجلٍ او تقدیریّ کفُلْكٍ علی وزن اُسْدٍ فانّ مفرده ایضا فُلْكٌ لكنّه علی وزنِ قُفْلٍ فقومٌ ورهطٌ ونحوه و اِنْ دلَّ علی اَحاد لكنه لیس بجمعٍ اِذْ لامفر دَله ثم الجمع علی قسمین مصححّ وهو مالم یتغیر بناءُ واحده ومکسر وهو مایتغیر فیه بناءُ واحدِه.

ترجمہ: ''پانچویں فصل مجموع۔ مجموع وہ اسم ہے جو ایسے افراد پر دلالت کرے جو حروف مفردہ سے مقصود ہوں، معمولی تغیر کے ساتھ، تغیر لفظی ہو جیسے رجل میں رجال یا تقدیری ہو جیسے فُلك اُسْد کے وزن پر اس لئے کہ اس کا مفرد بھی فلك ہے لیکن وہ قُفْل کے وزن پر ہے۔ پس قوم اور رہط اور اس کے مانند اگر چہ وہ

افراد پر دلالت کرتے ہیں لیکن وہ جمع کے صیغے نہیں ہیں اس لئے کہ ان کا کوئی مفرد نہیں ہے۔ پھر جمع دو قسم پر ہے۔ جمع صحیح اور صحیح وہ جمع ہے جس کے واحد کا وزن متغیر نہ ہوا ہو اور جمع مکسر اور مکسر وہ جمع ہے جس میں اس کے واحد کا وزن بدل گیا ہو۔"

---

قوله المجموع اسم دلّ الخ مجموع وہ اسم ہے جو افراد مقصورہ کے مجموعہ پر اپنے حروف مفرد کے ساتھ مع ان کے تھوڑے تغیر کے دلالت کرے۔ یعنی صیغہ جمع میں صیغہ مفرد کے تمام حروف اصلیہ موجود ہوں اور صیغۂ جمع صیغۂ مفرد کے مغائر ہو خواہ وہ مغائرت لفظی ہو جیسے رِجالٌ میں جو رَجُلٌ کی جمع ہے پس رَجُلٌ میں لفظوں میں تغیر کیا گیا ہے بایں طور کہ راء کو کسرہ دیا اور جیم کو فتحہ اور اس کے بعد ایک الف زائد کیا رجالٌ ہو گیا خواہ تقدیری جیسے فُلْكٌ بمعنی بہت کشتیاں کہ اس کا مفرد بھی فلک ہے بمعنی کشتی جمع اور مفرد دونوں میں لفظوں میں کچھ فرق نہیں ہے صرف فرقِ تقدیری ہے وہ یہ کہ جمع کی صورت میں اس کا وزن اُسْدٌ ہوگا اور یہ جمع اَسَدٌ بفتحتین کی ہے بمعنی (شیر) اور مفرد کی صورت میں اس کا وزن قُفْلٌ ہوگا (تالہ)۔

قوله آحاد یہ احد کی جمع ہے اور احد بمعنی فرد ہے۔

قوله بحروف مفرده یہ یا تو دَلَّ کے متعلق ہے یا مقصورة کے متعلق ہے۔

قوله بتغيرما یہ متلبسةً کے متعلق ہو کر حروف سے حال ہے۔ اور کلمہ مَا تنکیر کے لئے ہے۔

قوله اسم دل جنس ہے جمع اور اسم جنس جیسے تمر اور اسم جمع جیسے رھط کو شامل ہے۔

قوله دلّ علىٰ آحاد مقصودة اس سے اسم جنس خارج ہو گیا اس لئے کہ وہ آحاد غیر مقصودة پر دلالت کرتا ہے کیونکہ اسم جنس سے وضعاً جنس مقصود ہے رہا اس سے افراد کا مراد ہونا سو وہ جنس کے اپنے افراد پر صادق آئے اور اس کا اس میں استعمال ہونے کے اعتبار سے ہے۔

قوله بحروف مفرده اس سے اسم جمع خارج ہو گیا کیونکہ اس کا مفرد ہی نہیں ہے تا کہ اس مفرد کے حروف اس اسم میں پائے جائیں۔ اور لفظ تغیر مَا سے اس طرف اشارہ ہے کہ مجموع کے لئے جمع اور اس کے مفرد میں تھوڑا سا تغیر کافی ہے۔

قوله فقوم ورهط الخ یہ بحروف مفرده پر تفریع ہے۔ یعنی قوم اور رھط اور ان کی مثل نفر اور رکب وغیرہ جمع نہیں ہیں (بلکہ اسم جمع ہیں) اس لئے کہ ان کا مفرد نہیں ہے اور جمع میں مفرد کے تمام حروف کا ہونا ضروری ہے۔ اسی طرح تَمْرٌ اور نَخْلٌ وغیرہ اسم جنس ہیں جمع نہیں ہیں جیسا کہ قول مصنف آحاد مقصودة کے تحت میں گزر چکا۔ ثم الجمع علىٰ قسمين الخ یعنی جمع دو قسم پر ہے ایک مصحح اور اس کو جمع سالم بھی کہتے ہیں۔

قولہ وھو مَا الخ اور جمع مصحح وہ جمع ہے۔جس میں اس کے واحد کا وزن متغیر نہ ہو جیسے مُسْلِمُوْنَ میں یہ مُسْلِمٌ کی جمع ہے اس میں اس کے واحد مُسْلِمٌ کا وزن بعینہٖ موجود ہے اس میں کوئی تغیر نہیں ہوا۔اور مُصَحَّحٌ باب تفعیل سے اسم مفعول ہے۔مصدر تصحیح ہے چونکہ اس جمع میں مفرد کا وزن صحیح وسالم رہتا ہے۔لہٰذا اس کا نام مصحح رکھا گیا۔دوسرے مکسر اور اس کو جمع تکسیر بھی کہتے ہیں اور جمع مکسر وہ جمع ہے جس میں اس کے واحد کا وزن متغیر ہو جائے جیسے رِجَالٌ میں یہ رَجُلٌ کی جمع ہے اس میں اس کے واحد رجل کا وزن ٹوٹ گیا ہے اور مکسر باب تفعیل سے اسم مفعول ہے مصدر تکسیر ہے (توڑنا) چونکہ اس جمع میں واحد کا وزن ٹوٹ جاتا ہے لہٰذا اس کا نام مکسر رکھا گیا۔

---

والمصحّح علی قسمین مذکر وھو ماأُلْحِقَ بآخرہ واوٌمضمومٌ ماقبلھا ونونٌ مفتوحة کمُسْلِمُوْنَ اَویاءٌ مکسورٌ ماقبلھا ونُوْنٌ کذلك لِیَدُلَّ علی انَّ معه اکثر منه نحو مُسْلِمِیْنَ وھذا فی الصحیح امَّا المَنْقُوْصُ فتحذف یاؤہ مثل قَاضُوْنَ ودَا عُوْنَ والمقصور یحذف الفُه ویَبْقیٰ ماقبلَھا مفتوحاً لِیَدُلَّ علی الفٍ محذوفة مثل مصطَفَوْنَ ویختصُّ بأُوْلی العِلْم واما قولھم سِنُوْن واَرْضُوْنَ وثُبُوْنَ وقلون فشَاذٌّ.

ترجمہ: ''اور جمع صحیح دو قسم پر ہے۔اوّل مذکر اور مذکر وہ جمع ہے جس کے آخر میں واؤ ماقبل مضموم اور نون مفتوح لاحق کیا گیا ہو جیسے مسلمون یا یاء ماقبل مسکور اور نون مفتوح لاحق کیا گیا ہو تا کہ دلالت کرے کہ اس کے ساتھ اس سے زائد ہیں جیسے مسلمین اور یہ صحیح میں ہے۔اور بہر حال اسم منقوص تو اس میں یاء کو حذف کر دیا جاتا ہے جیسے قاضون اور داعون اور اسم مقصور میں اس کا الف حذف کر دیا جاتا ہے اور اس کا ماقبل مفتوح باقی رکھا جاتا ہے تا کہ الف محذوفہ پر دلالت کرے جیسے مصطفون اور یہ جمع اہل علم کے لئے خاص ہے اور بہر حال ان کا قول سنون، ارضون، ثبون اور قلون تو یہ شاذ ہیں۔''

---

قولہ والمصحح علیٰ قسمین الخ اور جمع مصحح دو قسم پر ہے ایک مذکر۔

قولہ وھو ما الحق اور جمع مصحح مذکر وہ جمع ہے جس کے مفرد کے آخر میں واو ماقبل مضموم اور نون مفتوح لاحق ہو (یہ حالت رفعی میں ہے) جیسے مُسْلِمُوْنَ میں یا یاء ماقبل مکسور اور نون مفتوح لاحق ہو (یہ حالت نصبی و جری میں ہے) جیسے مُسْلِمِیْنَ میں اور یہ اس لئے ہے تا کہ یہ لحوق اس امر پر دلالت کرے کہ اس کے واحد کے ساتھ اس واحد کی جنس سے اکثر ہے۔جاننا چاہئے کہ واحد سے اکثر اسی وقت متحقق ہو گا جب کہ وہ واحد سے دو چند ہو نہ کہ واحد کی مثل اس لئے کہ مافوق الواحد نحات کے نزدیک جمع نہیں ہے۔جیسے مسلمون اور مسلمین یہ اس پر دلالت کرتے ہیں کہ ایک مسلم کے ساتھ ایک مسلم سے زائد دو یا اس سے زائد ہیں۔

قولہ وھذا فی الصحیح الخ یعنی واو اور نون مفتوح یا یاء اور نون مفتوح کا مفرد کے آخر میں الحاق بغیر کسی تغیر کے صحیح میں ہے۔

قولہ امّا المنقوص الخ اور اسم منقوص یعنی وہ اسم مفرد جس کے آخر میں یاء ہو اور اس کا ماقبل مکسور ہو خواہ وہ یاء ملفوظ ہو خواہ مقدر جیسے القاضی اور قاضٍ میں تو اس کی یاء جمع سالم کے وقت حذف ہو جاتی ہے جیسے قاضون اصل میں قَاضِیُوْن تھا یاء کے ماقبل کی حرکت دور کر کے یاء کا ضمہ اس پر ثقیل ہونے کی وجہ سے ماقبل کو دے دیا پھر یاء التقاء ساکنین کی وجہ سے گرگئی۔ اور جیسے دَاعُوْنَ جمع دَاعٍ کی ہے اصل میں دَاعِوُوْنَ تھا پہلی واو طرف میں کسرہ کے بعد واقع ہونے کی وجہ سے یاء سے بدل گئی دَاعِیُوْنَ ہوا اب قاعدہ مذکورہ پایا گیا۔ یاء پر ضمہ ثقیل تھا اس کے ماقبل کی حرکت دور کر کے ضمہ اس کو دے دیا۔ یاء اور واو میں التقاء ساکنین ہوا یاء کو حذف کر دیا دَاعُوْنَ ہوا۔

قولہ والمقصور یحذف الخ اور اسم مقصور یعنی وہ اسم مفرد جس کے آخر میں الف مقصورہ ہو خواہ وہ ملفوظ ہو جیسے المصطفٰی خواہ مقدر جیسے مصطفًی تو اس کا الف جمع سالم کے وقت التقاء ساکنین کی وجہ سے حذف کر دیا جاتا ہے اور اس کا ماقبل مفتوح رہتا ہے تا کہ وہ فتحہ الف کے حذف پر دلالت کرے جیسے مُصْطَفَوْن حالت رفعی میں یہ مُصْطَفٰی کی جمع سالم ہے اور مُصْطَفَیْنَ حالت نصبی وجری میں پہلا اصل میں مُصْطَفَیُوْنَ تھا اور دوسرا اصل میں مُصْطَفَیِیْنَ تھا یاء متحرک تھی اور اس کا ماقبل مفتوح تھا یاء الف سے بدل گئی پھر الف التقاء ساکنین کی وجہ سے گرگیا۔

قولہ ویختصُّ الخ یعنی جمع مذکر یعنی وہ جمع جس کے آخر میں واو ماقبل مضموم اور یاء ماقبل مکسور اور نون مفتوح لاحق ہو۔ اولی العلم یعنی ذوی العقول کے ساتھ خاص ہے۔

قولہ واما قولھم سنون الخ یہ ایک اعتراض کا جواب ہے اعتراض یہ ہے کہ سنة (سال) اور ارضٌ (زمین) اور ثبةٌ (جماعت وگروہ) اور قلة (گلی ڈنڈا) نہ تو مذکر ہیں اور نہ ذوی العقول میں سے ہیں حالانکہ ان کی جمع واو اور نون کے ساتھ آتی ہے جیسے سِنُوْنَ اور اَرضون اور ثبون اور قلون لہٰذا جمع سالم کے لئے ذوی العقول کی شرط لگانا صحیح نہیں رہا۔ جواب یہ ہے کہ یہ جمع شاذ اور خلاف قیاس ہیں۔

---

ویجب ان لا یکون افعل مؤنثہ فعلاء کا حمر حمراء ولا فعلان مونثہ فعلی کسکران وسکرٰی ولا فعیلا بمعنی مفعولٍ کجریح بمعنی مجروحٍ ولا فعولاً بمعنی فاعلٍ کصَبُوْرٍ بمعنی صابرٍ ویجب حَذْفُ نُونِہ بالاضافة نحو مُسْلِمُوْ مِصْرٍ.

ترجمہ: ''اور واجب ہے کہ وہ (اسم جس کی جمع لانے کا ارادہ کیا گیا ہے) افعل نہ ہو جس کی مؤنث فعلاء آتی ہو جیسے احمر کی مؤنث حمراء آتی ہے اور نہ فعلان ہو جس کی مؤنث فعلٰی آتی ہو جیسے سکران کی مؤنث سکرٰی

آتی ہے اور نہ وہ فعیل ہو جو مفعول کے معنی میں ہو جیسے جریحٌ مجروح کے معنی میں ہے اور نہ فعول ہو جو فاعل کے معنی میں ہو جیسے صبور، صابر کے معنی میں ہے اور جمع صحیح کا نون اضافت کی وجہ سے حذف کرنا واجب ہے جیسے مسلمو مصر۔"

---

قوله ویجب ان لایکون الخ جاننا چاہئے کہ وہ اسم جس کی جمع سالم بنائیں یا تو اسم ذات ہوگا یعنی وہ جو صرف ذات پر دلالت کرے جیسے زید یا اسم صفت یعنی وہ اسم جو ذات کے علاوہ کسی صفت پر بھی دلالت کرے جیسے قائم اور کاتب پس اگر وہ اسم ذات ہے تو اس کی جمع سالم بنانے کیلئے تین شرطیں ہیں۔ اوّل یہ کہ وہ مذکر ہو یعنی اس میں تاء تانیث نہ تو ملفوظ ہو اور نہ مقدر پس طلحة اور عین کی جمع سالم نہیں ہوسکتی۔ دوم یہ کہ وہ عَلَم ہو پس رَجُلٌ کی جو مذکر عاقل ہے جمع سالم نہیں کرسکتے۔ سوم یہ کہ اس اسم کا مسمّی عاقل ہو۔ پس اَعْوَجُ کی جو گھوڑے کا عَلَم ہے جمع سالم نہیں ہوگی۔ اور یہ تمام قیود اس وجہ سے اعتبار کی گئی ہیں کہ جمع سالم تمام جمعوں سے اشرف ہے اور وہ اسم جو مذکر ہو اور عاقل کا عَلَم ہو تمام اسموں سے اشرف ہے۔ لہٰذا اشرف کے لئے اشرف کو خاص کیا جیسے زید کی جمع سالم زیدون اور اگر اسم مذکور صفت ہے جیسے اسم فاعل اور اسم مفعول وغیرہ تو اس کے جمع سالم بنانے کے لئے پانچ شرطیں ہیں۔ اوّل یہ کہ وہ مذکر عاقل ہو۔ دوم یہ کہ وہ اسم صفت تاء تانیث کے ساتھ نہ ہو جیسے عَلَّامَةٌ اس لئے کہ اگر اس کی واو اور نون کے ساتھ جمع کریں تو صیغہ جمع مذکر کا تاء تانیث کے ساتھ جمع ہونا لازم آئے گا۔ اور اگر تاء کو حذف کریں تو اس کا اس جمع کے ساتھ جس کا مفرد تاء تانیث سے خالی ہے التباس لازم آئے گا۔ باقی تین شرطیں وہ ہیں۔ جن کو مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ ویجب ان لایکون افعل الخ سے بیان فرما رہے ہیں کہ وہ اسم صفت اس اَفْعَلُ کے وزن پر نہ ہو۔ جس کی مؤنث فعلاء کے وزن پر آتی ہے۔ جیسے اَحْمَرُ کہ اس کی مؤنث حمراء ہے تاکہ اس میں اور افعل تفضیل میں جس کی جمع واو اور نون کے ساتھ آتی ہے فرق ہوجائے چہارم یہ کہ وہ اسم صفت اس فعلان کے وزن پر نہ ہو جس کی مؤنث فعلیٰ آتی ہے جیسے سکران کہ اس کی مؤنث سکریٰ آتی ہے۔ تاکہ اس میں اور فعلان فعلانۃ میں جس کی جمع واو اور نون کے ساتھ آتی ہے فرق ہوجائے جیسے ندمان کہ اس کی مؤنث ندمانة آتی ہے۔ اور اس میں ندمانون جائز ہے۔ پنجم یہ کہ وہ اسم صفت اس فعیلٌ کے وزن پر نہ ہو۔ جو بمعنی مفعول آتا ہے جیسے جریحٌ بمعنی مجروح (زخمی ہوا ہوا) اور نہ وہ اس فعول کے وزن پر ہو جو بمعنی فاعل آتا ہے جیسے صبورٌ بمعنی صابر (صبر کرنے والا) اس لئے کہ فعیل اور فعول دونوں میں مذکر و مؤنث مساوی ہیں۔ کہا جاتا ہے رجلٌ جریح اور امرأة جریح اور رجل صبور اور امرأة صبورٌ پس ان کی جمع نہ تو واو اور نون سے بنا سکتے ہیں اور نہ الف اور تاء سے اس لئے کہ جب ان میں تذکیر و تانیث مساوی ہیں تو ان کا دونوں جمع میں سے کسی ایک کے ساتھ جمع کرنا مناسب نہیں ہے بلکہ مناسب یہ ہے کہ ان کی جمع بھی ایسی ہی ہو۔ جس میں تذکیر و تانیث برابر ہوں۔ جیسے جرحیٰ اور صبرٌ۔

قولہ ویجب حذف نونہ الخ اور جمع مذکر سالم کے نون کا حذف اضافت کے وقت واجب ہے جیسے مسلمو مصرٍ اصل میں مسلمون تھا۔ اس کی اضافت جب مصر کی طرف کی گئی تو نون حذف ہو گیا۔

---

ومؤنث ،ہو ماالحق باٰخرہ الفٌ وتاءٌ نحو مسلمات وشرطُہ اِنْ کان صفةً ولہ مذکرٌ اَنْ یکون مذکرہ قد جُمِعَ بالواو والنون نحو مُسْلِمُوْنَ وان لم یکن لہ مذکر فشرطہ ان لایکون مؤنثا مجرداً عن التّاء کالحائض والحامل و اِنْ کان اسما غَیر صِفَةٍ جُمِعَ بالالف والتّاء بلا شرط کھندات.

ترجمہ: "دوسری قسم مؤنث اور جمع مؤنث وہ جمع ہے جس کے آخر میں الف اور تاء کو لاحق کیا گیا ہو جیسے مسلمات اور اس کی شرط اگر صفت کا صیغہ ہو اور اس کے لئے مذکر بھی ہو تو یہ ہے کہ اس کے مذکر کی جمع واو اور نون کے ساتھ لائی گئی ہو۔ جیسے مسلمون اور اگر اس کے لئے مذکر نہ ہو تو پس شرط یہ ہے کہ وہ اسم ایسا مؤنث نہ ہو جو تاء سے خالی ہو جیسے حائض اور حامل اور اگر وہ اسم مؤنث ایسا اسم ہو جو صفت کا صیغہ نہ ہو تو الف اور تاء کے ساتھ بلا کسی شرط کے جمع لایا جائے گا جیسے ھندات۔"

---

قولہ ومونث الخ اس کا عطف مذکر پر ہے جمع مصحح دو قسم پر ہے ایک مذکر جس کا بیان گزر چکا۔ دوسرا مؤنث۔

قولہ وھوما الحق الخ یعنی جمع مؤنث سالم وہ جمع ہے جس کے مفرد کے آخر میں الف اور تاء لاحق کیا گیا ہو۔ جیسے مسلمات جو مُسْلِمَةٌ کی جمع مؤنث سالم ہے اور ھندات جو ہند کی جمع مؤنث سالم ہے وھذا یعم لغیر اولی العلم وان کان مذکراً نحو الکواکب الطالعات۔

قولہ وشرطہ ان کان صفة الخ یعنی اس اسم مؤنث کی شرط جس کی جمع الف اور تاء کے ساتھ آتی ہے جب کہ وہ صیغۂ صفت ہو اور اس کا مذکر بھی ہو یہ ہے کہ اس کے مذکر کی جمع واو اور نون کے ساتھ کی گئی ہو جیسے مسلمات یہ مسلمة کی جمع ہے جو صیغۂ صفت ہے اور اس کے مذکر مسلم کی جمع واو اور نون کے ساتھ مُسْلِمُوْنَ آتی ہے۔ اور یہ شرط اس لئے ہے کہ مذکر اصل ہے اور مؤنث اس کی فرع جب فرع کی جو مؤنث ہے جمع سالم الف وتاء کے ساتھ آئے تو ضروری ہوا کہ اس کے اصل یعنی مذکر کی بھی جمع واو اور نون کے ساتھ آئے اس لئے کہ اگر فرع کی جمع الف وتا کے ساتھ آئی اور اصل کی جمع تکسیر آئی تو فرع کی زیادتی اصل پر لازم آئے گی جو ناجائز ہے۔

قولہ وان لم یکن لہ مذکر الخ اس کا عطف ولہ مذکر پر ہے یعنی اور اگر اس مؤنث کا جو بصیغۂ صفت ہے مذکر نہ ہو تو اس کے جمع مؤنث سالم بنانے کی شرط یہ ہے کہ وہ تاء تانیث سے خالی نہ ہو جیسے حائض اور حامل کہ یہ مؤنث ہیں اور صیغۂ صفت ہیں۔ اور ان کا مذکر بھی نہیں ہے لیکن وہ تاء تانیث سے خالی ہیں لہٰذا ان کی جمع حائضات اور

حاملات نہیں آئے گی بلکہ حوائض اور حوامل آئے گی اور حائضۃ کی جمع حائضات اور حاملۃ کی جمع حاملات آئے گی اور یہ اس لئے ہے کہ اگر حائض اور حامل کی جمع حائضات اور حاملات آئے تو التباس لازم آئے گا او، یہ بات معلوم نہیں ہوگی کہ حائضات اور حاملات حائض اور حامل کی جمع ہیں یا حائضۃ اور حاملۃ کی۔ اور برعکس نہیں کیا اس لئے کہ جمع مذکور مؤنث کے لئے موضوع ہے اور جس میں تاء ظاہرہ موجود ہو اس کی جمع الف وتاء کے ساتھ کرنا زیادہ مناسب ہے۔

قوله ون کان اسماً الخ اور اگر مؤنث مذکور اسم محض ہو تو اس وقت اس کی جمع بغیر کسی شرط کے الف وتاء کے ساتھ آئے گی جیسے ہندات جمع ہند کی ہے اور طلحات جمع طلحۃ کی ہے اور زینبات جمع زینب کی ہے۔

---

والمکسّر صیغته فی الثلاثی کثیرةٌ تُعْرَفُ بالسماع کرجالٍ وافراسٍ وفلوسٍ وفی غیر الثلاثی علی وزن فعالل وفعالیل قیاسًا کما عَرفتَ فی التصریف ثم الجمع ایضا علی قسمین جمع قِلَّةٍ وهو مایطلق علی العشرة فما دونها واَبْنِیَتُهٗ افعُلٌ وافعال وافعلَة وفعلة وجمعا الصحیح بدون اللام کزیدون ومسلمات وجَمْعُ کَثْرَةٍ وهوما یطلق علی مافوق العشرة واَبْنِیَتُهٗ ماعدا هٰذه الْاَبْنِیَةِ.

ترجمہ: ”جمع کی دوسری قسم جمع مسکر ہے اور اس کے صیغے ثلاثی میں کثیر ہیں جو سماع سے معلوم ہوتے ہیں جیسے رجال، افراس اور فلوس اور غیر ثلاثی میں فعالل اور فعالیل کے وزن پر قیاساً آتے ہیں جیسا کہ تو نے صرف میں ان کو پہچان لیا۔ پھر جمع بھی دو قسم پر ہے اوّل جمع قلت اور جمع قلت وہ جمع ہے جو دس اور اس سے کم پر بولی جاتی ہو۔ اور اس کے اوزان یہ ہیں افعل، افعال، افعلۃ اور فعلۃ اور صحیح کی دونوں جمع بغیر لام کے جیسے زیدون اور مسلمات اور دوسری قسم جمع کثرت ہے اور یہ وہ جمع ہے جو دس سے زائد پر بولی جاتی ہو۔ اور اس کے اوزان مذکورہ اوزان کے ماسواء ہیں۔“

---

قوله والمکسر صیغته الخ جمع صحیح کی دونوں قسمیں بیان کرنے کے بعد اب مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ جمع مکسر کا بیان فرمارہے ہیں کہ جمع مکسر کے صیغے ثلاثی مجرد میں بہت ہیں جو سماع سے معلوم ہوتے ہیں جیسے رجالٌ جمع رجلٌ کی ہے اور افراسٌ جمع فرسٌ کی ہے اور فلوسٌ جمع فلسٌ کی ہے۔

قوله وفی غیر الثلاثی الخ اس کا عطف فی الثلاثی پر ہے اور جمع مکسر کے صیغے غیر ثلاثی مجرد میں قیاساً فعالل اور فعالیل کے وزن پر آتے ہیں جیسا کہ تم علم صرف میں جان چکے ہو جیسے دراھم جمع درہم کی ہے اور دنانیر جمع دینار کی ہے۔ مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے فی التصریف کہا فی الصرف نہیں کہا حالانکہ مشہور اور معروف الصرف ہے اس لئے کہ تصریف میں صرف سے مبالغہ ہے لہٰذا بہتر یہ ہے کہ اس لفظ کو ذکر کریں جس میں مبالغہ ہو کیونکہ علم تصریف ایک شریف علم

ہے جس میں تصرفات بہت ہیں۔

قولہ ثم الجمع ایضاً علیٰ قسمین الخ جمع کی پہلی تقسیم لفظ کے اعتبار سے تھی، اور اب جمع کی تقسیم معنی کے اعتبار سے ہے یعنی جمع مطلقاً دو قسم پر ہے۔ ایک جمع قلت وہ ہے جس کا اطلاق دس پر اور اس سے کم پر (تین تک ہو) یعنی جس کا اطلاق تین سے لے کر دس تک کیا جائے۔

قولہ وابنیتہ افعل الخ اور جمع قلت کے وزن چھ ہیں۔ ایک اَفْعَلٌ جیسے اَفْلُسٌ جمع فلس کی ہے۔ دوسرے اَفْعَال جیسے افراس جمع فرس کی ہے۔ تیسرے افعلة جیسے اَرْغِفَةٌ جمع رغیف کی ہے۔ چوتھے فِعْلَةٌ جیسے غِلْمَةٌ جمع غلام کی ہے اور دونوں جمع صحیح یعنی جمع مذکر سالم اور جمع مؤنث سالم جیسے زیدون جمع زید کی ہے اور مسلمات جمع مسلمۃ کی ہے۔

قولہ جمعا الصحیح یہ اصل میں جمعان تھا نون تثنیہ الصحیح کی طرف اضافت کی وجہ سے گر گیا اور اس کا عطف وفعلة پر ہے۔

قولہ بدون اللام یعنی یہ چاروں وزن اور دونوں جمع صحیح کا اطلاق تین سے لے کر دس تک جب ہوگا۔ جب کہ یہ بغیر لام تعریف ہوں لیکن جب ان پر لام تعریف ہوگا تو اس وقت ان کا یہ حکم نہیں ہے اس لئے کہ معرف باللام میں جمع ہو یا مفرد اصل استغراق ہے اور اس قید کی ضرورت جمع قلت اور جمع کثرت دونوں میں ہے اسی وجہ سے بعض مصنفین رحمہ اللہ تعالیٰ نے جمع قلت کی تعریف میں کہا ہے کہ ھو ما غلب استعالُہ منکراً فی العشرة وما دونھا اور جمع کثرت کی تعریف میں کہا ہے کہ ھُوَمَا غَلَبَ استعمالہ منکراً فیما فوق العشرة۔ مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس قید کو جمع قلت میں بیان کرنے پر اکتفاء کرتے ہوئے جمع کثرت میں ذکر نہیں کیا۔

قولہ وجمع کثرت وھو مایطلق الخ دوسرے جمع کثرت وہ ہے جس کا اطلاق دس سے اوپر مالانہایت تک ہو اور اس کے اوزان جمع قلت کے اوزان کے علاوہ ہیں۔ اس لئے کہ اسم میں جمع قلت اور جمع کثرت کے اوزان کے علاوہ اور اوزان نہیں پائے جاتے۔ لیکن یاد رکھنا چاہئے کہ کبھی بطریق استعارہ ایک دوسرے کی جگہ مستعمل ہو جاتا ہے جیسے قول باری ثلثة قروء میں قروء جمع کثرت قرء کی ہے اور جمع قلت کی جگہ مستعمل ہوا ہے حالانکہ اس کی جمع قلت اقراء آتی ہے۔

---

فصل المصدر اسم یدل علی الحدث فقط ویشتَقُّ منه الافعالُ کالضرب والنصر مثلا وابنیتهٗ من الثلاثی المجرد غیر مضبوطة تعرف بالسماع ومن غیره قیاسیة کالافعال والانفعال والاستفعال والفعللة والتفعلل مثلا فالمصدرُاِنْ لم یکن مفعولاً مطلقًا یعمل عملَ فعله اعنی یرفع الفاعلَ اِنْ کان لازمًا نحو اعجبنی قیامُ زیدٌ و ینصب مفعولاً ایضًا

اِنْ كان متعدِّيًا نحو اَعْجَبَنِیْ ضربُ زيدٌ عمراً ولا يجوز تقديمُ معمول المصدر عليه فلا يقال اعجبنى زيدٌ ضربُ عمراً ولا عمراً ضربُ زيدٌ ويجوز اضافته الیٰ الفاعل نحو كرهتُ ضَرْبَ زيدٍ عمراً والى المفعول نحو كرهتُ ضَرْبَ عمرٍ وزيدٌ واما ان كان مفعولاً مطلقًا فالعمل للفعل الذى قبله نحو ضربْتُ ضربًا عمراً فعمر ومنصوب بضربت.

**ترجمہ:** ''چھٹی فصل۔ مصدر، مصدر ایسا اسم ہے جو صرف حدوث پر دلالت کرے اور اس سے افعال مشتق ہوتے ہیں جیسے الضرب والنصر۔ اور ثلاثی مجرد سے اس کے اوزان منضبط نہیں ہیں سماع سے پہچانے جاتے ہیں اور اس کے علاوہ سے قیاسی ہیں جیسے افعال، انفعال، استفعال، فعللۃ اور تفعلل وغیرہ، پس مصدر اگر مفعول مطلق واقع نہ ہو تو وہ اپنے فعل جیسا عمل کرتا ہے یعنی فاعل کو رفع کرتا ہے اگر وہ لازم ہو جیسے اعجبنی قیامُ زیدٌ اور مفعول کو نصب بھی دیتا ہے اگر وہ متعدی ہو جیسے اعجبنی ضربُ زیدٌ عمرواً اور مصدر کے معمول کی مصدر پر تقدیم جائز ہے پس نہیں کہا جائے گا اعجبنی زیدٌ ضربُ عمرواً اور نہ ہی عمرواً ضربُ زیدٌ کہنا درست ہوگا اور مصدر کی اضافت فاعل کی طرف جائز ہے۔ جیسے کرھت ضربَ زیدٍ عمرواً۔ اور مفعول بہ کی جانب جیسے کرھت ضربَ عمرٍو زیدٌ اور بہرحال مصدر اگر مفعول مطلق واقع ہو تو اس وقت عمل اُس فعل کا ہوتا ہے جو اس سے پہلے مذکور ہو جیسے ضربتُ ضربًا عمرواً۔ پس عمروا ضربت کی وجہ سے منصوب ہے۔''

---

قوله المصدر اسم يدلُّ الخ مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے مصدر کو تمام متعلقات فعل پر مقدم کیا اس لئے کہ وہ نحات بصرہ کے مسلک پر اشتقاق میں سب کی اصل ہے پس مصدر وہ اسم ہے جو صرف معنی حدث پر دلالت کرے نہ اور کسی چیز پر بھی مثلاً زمانہ اور نسبت بسوئے فاعل پر اور حدث اس معنی کا نام ہے جو غیر کے ساتھ قائم ہوں۔ عام ازیں کہ وہ معنی اس غیر سے صادر ہوں۔ جیسے ضربٌ اور مشیٌ اور نہ ہوں جیسے موت اور جسامت اور طول مصنف نے حدث کو بجریانه علی الفعل سے مقید نہیں کیا جیسا کہ اوروں نے اس کو مقید کیا ہے چنانچہ انہوں نے کہا ہے کہ المصدر اسمٌ للحدث الجاری علی الفعل اس لئے کہ حدث کو الجاری علی الفعل سے مقید کرنے سے تعریف مصدر سے وہ مصادر نکل جاتے ہیں۔ جن سے فعل مشتق نہیں ہوتا جیسے وَیْحَكَ اور وَیْلَكَ لہٰذا مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کو ذکر نہیں کیا تا کہ اس قسم کے مصادر بھی تعریف میں داخل ہو جائیں۔

قوله فقط اس سے تمام مشتقات خارج ہوگئے۔

قوله ويشتق منه الافعال الخ اور مصدر سے افعال مشتق ہوتے ہیں اور اسی طرح...... اس سے متعلقات فعل بھی

مشتق ہوتے ہیں۔ اس لئے کہ جب مصدر افعال کی اصل ہوا تو وہ متعلقات فعل کی بھی اصل ہوگا۔ جیسے ضَربٌ اور نصرٌ مصدر سے افعال وغیرہ مشتق ہوتے ہیں۔ مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہاں نحات بصرہ کا مذہب اختیار کیا اس لئے کہ ان کے نزدیک اشتقاق میں اصل مصدر ہے بخلاف نحات کوفہ کے کہ ان کے نزدیک اشتقاق میں اصل فعل ہے۔ اشتقاق مصدر ہے بمعنی نکالنا اور چیرنا یہ شق بمعنی پھاڑنا سے ہے اور اصطلاح نحات میں ایک لفظ کا دوسرے لفظ سے تھوڑے تغیر کے ساتھ نکلنا ہے بشرطیکہ لفظ اور معنی میں مناسبت باقی رہے اور وہ تین قسم پر ہے ایک اشتقاق صغیر وہ ہے جس میں مشتق منہ اور مشتق کے درمیان جملہ حروف اصلیہ کا اشتراک انحفاظ ترتیب کے ساتھ پایا جائے جیسے ضرب سے ضاربٌ۔ دوسرے اشتقاق کبیر وہ ہے جس میں مشتق منہ اور مشتق کے درمیان جملہ حروف اصلیہ کا اشتراک بدون انحفاظ ترتیب ہو جیسے جذب سے جبذ تیسرے اشتقاق اکبر وہ جس میں مشتق منہ اور مشتق کے درمیان اکثر حروف میں اشتراک کے ساتھ ساتھ بعض کا بعض کے ساتھ مخرج میں اتحاد ہو جیسے نہق سے نعق لیکن اس جگہ اشتقاق سے مراد اشتقاق صغیر ہے۔

قوله وابنيته الخ یعنی مصدر کے اوزان ثلاثی مجرد سے منضبط نہیں ہیں اور سماعی ہیں جو اہل عرب سے سننے سے معلوم ہوتے ہیں۔ جن پر قیاس نہیں کیا جاسکتا تتبع اور تلاش کرنے سے سیبویہ کے نزدیک ثلاثی مجرد کے مصادر کے اوزان بتیس تک پہنچے ہیں اور بعض کے نزدیک پچاس تک اور بعض کے نزدیک پینتیس تک اور غیر ثلاثی مجرد یعنی ثلاثی مزید اور رباعی مجرد مزید سے مصدر کے اوزان قیاسی ہیں یعنی ان کے وزن مقرر ہیں کہ فلاں باب کا مصدر فلاں فلاں وزن پر آتا ہے اور فلاں باب کا مصدر فلاں وزن پر مثلاً جس کی ماضی اَفعَلَ کے وزن پر ہو اس کا مصدر اِفعَال کے وزن پر آتا ہے اور جس کی ماضی اِنفَعَلَ کے وزن پر ہو اس کا مصدر اِنفِعَال کے وزن پر آتا ہے اور جس کی ماضی اِستَفعَلَ کے وزن پر ہو اس کا مصدر اِستِفعَال کے وزن پر آتا ہے اور جس کی ماضی فعْلَلَ کے وزن پر ہو اس کا مصدر فَعْلَلَةٌ کے وزن پر آتا ہے اور جس کی ماضی تفَعْلَلَ کے وزن پر ہو اس کا مصدر تَفَعْلُل کے وزن پر آتا ہے۔

قوله فالمصدر اِنْ لم يكن الخ یعنی مصدر اگر مفعول مطلق نہ ہو تو اپنے فعل کا سا عمل کرتا ہے اگر اس کا فعل لازم ہے تو یہ فعل لازم کا سا عمل کرے گا اور فاعل کو رفع دے گا جیسے اَعْجَبَنِىْ قيامُ زيدٌ برفع زيدٍ (مجھ کو زید کے کھڑے ہونے نے تعجب میں ڈالا) اس مثال میں قیام مصدر ہے جو لازم ہے جس نے زید کو بنا بر فاعل رفع دیا اور اگر اس کا فعل متعدی ہے تو یہ فعل متعدی کا سا عمل کرے گا۔ فاعل کو رفع اور مفعول بہ کو نصب دے گا جیسے اَعْجَبَنِىْ ضَربُ زَيْدٌ عمرواً برفع زيد و بنصب عمرو (مجھ کو زید کے عمرو کو مارنے نے تعجب میں ڈالا) اس مثال میں ضرب مصدر متعدی ہے جس نے زید کو بنا بر فاعل رفع دیا اور عمرو کو بنا بر مفعول بہ نصب اور مصدر کا یہ عمل ہر حالت میں ہے خواہ وہ مصدر بمعنی ماضی ہو خواہ بمعنی حال خواہ بمعنی استقبال جیسے اَعْجَبَنِىْ ضَربُ زَيْدٌ عمرواً امس اور اَعْجَبَنِىْ اِكْرَامُ زيدٌ عمرواً غداً او اَلآنَ اور اگر مصدر مفعول مطلق ہے تو اس وقت عمل فعل کے لئے ہوگا۔ نہ مصدر کے لئے جیسا کہ آگے متن میں آرہا ہے۔

قولہ ولا یجوز تقدیم معمول المصدر الخ یعنی مصدر کے معمول کی تقدیم (خواہ فاعل ہو خواہ مفعول بہ) مصدر پر ناجائز ہے اس لئے کہ مصدر عمل کرنے میں ضعیف ہے اور عامل ضعیف معمول مقدم میں عمل نہیں کیا کرتا۔ پس اَعْجَبَنِیْ زَیْدٌ ضربٌ عمرواً نہیں کہا جاتا اس میں زید فاعل کی تقدیم ضربٌ مصدر پر ہے جو ناجائز ہے۔ اسی طرح اَعْجَبَنِیْ عمرواً ضربٌ زیدٌ نہیں کہا جاتا اس میں عمرواً مفعول بہ کی تقدیم ضربٌ پر ہے جو ناجائز ہے۔

قولہ ویجوز اضافتہ الخ یعنی مصدر کی اضافت فاعل کی طرف جائز ہے اور اس وقت فاعل لفظاً مجرور ہوگا اور معنیً مرفوع اس لئے کہ وہ اس کا فاعل ہے اور اگر مفعول بہ مذکور ہوگا تو وہ منصوب ہوگا جیسے کرھتُ ضَرْبَ زیدٍ عمرواً (بجر زید و بنصب عمرو) اس میں ضرب مصدر زید فاعل کی طرف مضاف ہے (میں نے زید کے عمر کو مارنے کو مکروہ جانا) لیکن مصدر کا منون ہو کر عمل کرنا اور مضاف نہ ہونا اولیٰ ہے اور مصدر کی اضافت مفعول بہ کی طرف جائز ہے اور اس وقت اگر فاعل مذکور ہوگا تو وہ مرفوع ہوگا جیسے کرھتُ ضَرْبَ عمرٍ وزیدٌ (بجر عمرو و برفع زید) اس میں ضرب مصدر عمرو مفعول بہ کی طرف مضاف ہے۔ اس مصدر کی مثال جو فاعل کی طرف مضاف ہو اور مفعول بہ مذکور نہ ہو جیسے کرھتُ مجیئی زیدٍ (میں نے زید کے آنے کو مکروہ جانا) اس مصدر کی مثال جس کا مفعول بہ مذکور ہو اور فاعل مذکور نہ ہو۔ جیسے قول باری تعالیٰ لا یَسْأَمُ الانسانُ مِنْ دُعاء الخیر (انسان خیر کے مانگنے سے نہیں تھکتا) خلاصہ یہ ہے کہ مصدر کا عمل دو طرح پر ہے ایک تو منون ہو کر عمل کرنا اور اس وقت فاعل لفظاً مرفوع ہوگا اور اگر مفعول بہ مذکور ہوگا تو لفظاً منصوب ہوگا۔ دوسرا یہ کہ وہ فاعل کی طرف مضاف ہو اور اس وقت فاعل لفظاً مجرور ہوگا اور معنیً مرفوع اور اگر مفعول بہ مذکور ہوگا تو وہ منصوب ہوگا یا مفعول بہ کی طرف مضاف ہو اور اس وقت مفعول بہ لفظاً مجرور ہوگا اور معنیً منصوب اور اگر فاعل مذکور ہوگا تو وہ لفظاً مرفوع ہوگا۔

قولہ واَمّا ان کان مفعولاً مطلقاً الخ یعنی اور اگر مصدر مفعول مطلق واقع ہو تو اس وقت عمل اس فعل کا ہوگا جو اس سے پیشتر مذکور ہے۔ جیسے ضَرَبْتُ ضَرْباً عمرواً (میں نے مارا عمر کو مارنا) اس میں ضرباً مصدر مفعول مطلق واقع ہو رہا ہے پس اس وقت عمل مصدر کے لئے نہیں ہوگا۔ بلکہ ضَرَبْتُ فعل کے لئے ہوگا اور عمرواً کا عامل ناصب ضربت فعل ہے۔ اور اس وقت فعل کو عمل اس لئے ہے کہ فعل عامل قوی ہے اور مصدر عامل ضعیف اور قوی کے ہوتے ہوئے ضعیف کو عمل دینا ناجائز ہے۔

---

فصل اسم الفاعل اسمٌ مشتقٌّ مِنْ فِعْلٍ لیدلَّ علی مَنْ قام به الفعلُ بمعنی الحدوث وصیغته من الثلاثی المجرد علیٰ وزن فاعل کضارب وناصر ومن غیره علی صیغة المضارع من ذلك الفعل بمیمٍ مضمومٍ مکان حرف المضارعة وکسر ماقبلَ الاٰخرِ کمُدْخِلٌ ومُسْتَخْرِجٌ وهو یَعْمَلُ عَمَلَ فعلِه المعروفِ اِنْ کان بمعنی الحال والاستقبالِ

ومعتمداً علی المبتدأ نحوزیدٌ قائمٌ ابوہ اوذیِ الحالِ نحو جاءنی زیدٌ ضارباً ابوہ عمراً اوموصولٍ نحو مررتُ بالضّارب ابوہ عمراً او موصوفٍ نحو عندی رجلٌ ضاربٌ ابوہ عمراً اوھمزۃِ الاستفھام نحواً قائمٌ زیدٌ اوحرفِ النفیِ نحو ما قائمٌ زیدٌ فَاِنْ کان بمعنی الماضی وجبتِ الاضافۃُ معنیً نحو زیدٌ ضَاربُ عمرٍ واَمْسِ ھذا اذا کان منکّراً اما اذا کان معرفًا باللام یستوی فیہ جمیع الازمنۃ نحو زیدٍ الضارب ابوہ عمراً الآن او غداً او اَمْسِ.

ترجمہ: ''ساتویں فصل، اسم فاعل، اسم فاعل وہ اسم ہے جوفعل سے مشتق ہوتا کہ اُس ذات پر دلالت کرے جس کے ساتھ فعل قائم ہے حدوث کے معنی میں۔ اور ثلاثی مجرد سے اس کا صیغہ فاعلٌ کے وزن پر آتا ہے جیسے ضاربٌ اور ناصرٌ اور اس کے علاوہ سے اُس فعل کے مضارع کے صیغہ کے مطابق ہوتا ہے حرفِ مضارع کی جگہ میم مضمون لانے اور آخر کے ماقبل کو کسرہ دینے کے ساتھ جیسے مُدخِل اور مُستخرِجٌ اور اسم فاعل اپنے فعلِ معروف جیسا عمل کرتا ہے اگر وہ حال یا استقبال کے معنی میں ہو اور مبتداء پر اعتماد ہو جیسے زیدٌ قائمٌ ابوہٗ یا ذوالحال پر جیسے جآء نی زیدٌ ضارباً ابوہٗ عمراً یا موصول پر جیسے مررت بالضارب ابوہٗ عمرواً یا موصوف پر جیسے عندی رجلٌ ضاربٌ ابوہ عمرواً یا ہمزۂ استفہام پر جیسے أقائمٌ زیدٌ یا حرفِ نفی پر جیسے ما قائمٌ زیدٌ پس اگر فاعل ماضی کے معنی میں ہو تو معنی اضافۃ واجب ہے جیسے زیدٌ ضاربُ عمرٍو اَمسِ یہ اُس وقت ہے جب کہ اسم فاعل نکرہ ہو اور بہرحال جب معروف باللام ہو تو اس میں تمام زمانے برابر ہوں گے جیسے زیدٌ الضاربُ ابوہٗ عمرواً اَلْاٰن اوغداً او اَمْسِ۔''

---

قولہ اسم الفاعل اسمٌ مشتق الخ اسم فاعل وہ اسم ہے جوفعل یعنی مصدر سے مشتق ہوتا کہ وہ اس ذات پر دلالت کرے جس کے ساتھ یہ فعل بطریق حدوث وتجدد قائم ہے۔

قولہ اسم مشتق من فعل یہ جنس ہے تمام اسماء کو جو مصدر سے مشتق ہوتے ہیں شامل ہے۔ البتہ اسم جامد خارج ہوگیا کیونکہ وہ کسی سے مشتق نہیں ہوتا۔

قولہ من فعل یہاں فعل سے مراد معنی لغوی ہیں۔ اس لئے کہ اسم فاعل کا اشتقاق فعل لغوی سے ہے نہ فعل اصطلاحی سے جیسا کہ نحات کوفہ کا مسلک ہے کہ اشتقاق میں اصل فعل ہے نہ مصدر لیکن نحات کوفہ کا یہ مسلک صحیح نہیں ہے۔ مصنف نے من فعل کہا من مصدر نہیں کہا حالانکہ صفات سب کی سب مصدر سے مشتق ہیں۔ تاکہ اس سے اس طرف اشارہ ہوجائے کہ صفات کا اشتقاق مصدر سے بواسطۂ فعل ہے۔

قولہ لیدل یہ مشتق کے متعلق ہے اور اس کی ضمیر فاعل اسم کی طرف لوٹ رہی ہے۔

قوله علیٰ مَنْ قام به الفعل اس قید سے اسم مفعول اور اسم تفضیل خارج ہو گئے اس لئے کہ اسم مفعول لمن وقع علیه الفعل کے لئے موضوع ہے اور اسم تفضیل لمن قام به الفعل مع الزیادت کے لئے۔

قوله بمعنی الحدوث یہ قام کے متعلق ہے اس سے صفت مشبہ خارج ہو گیا اس لئے کہ صفت مشبہ صفت دائمہ پر دلالت کرتی ہے بخلاف اسم فاعل کے کہ وہ صفت حادثہ پر دلالت کرتا ہے۔

قوله وصیغته من الثلاثی الخ یعنی ثلاثی مجرد سے اسم فاعل کا صیغہ کثرت سے فَاعِلٌ کے وزن پر آتا ہے جیسے ضاربٌ اور ناصرٌ اور فاتح اور عَالِمٌ وغیرہ شرح میں کثرت کی قید اس لئے ہے کہ ثلاثی مجرد سے اسم فاعل کا صیغہ فعول اور فعل وغیرہ پر بھی آتا ہے اور غیر ثلاثی مجرد سے یعنی ثلاثی مزید فیہ اور رباعی مجرد اور رباعی مزید فیه سے ہر باب کے فعل مضارع معروف کے وزن پر تھوڑے تغیر کے ساتھ آتا ہے بایں طور کہ حرف مضارع کی جگہ میم مضموم رکھا جائے خواہ حرف مضارع مضموم ہو خواہ نہ ہو اور ماقبل آخر کو کسرہ دیا جائے خواہ وہ مضارع میں مکسور ہو خواہ نہ ہو جیسے مُدْخِلٌ باب افعال سے اسم فاعل ہے اور جیسے مُسْتَغْفِرٌ باب استفعال سے اسم فاعل ہے مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ دو مثالیں لائے اس لئے کہ پہلی مثال یعنی مدخل بعینہٖ صیغہ مضارع معروف کے وزن پر ہے صرف حرف مضارع کی جگہ میم رکھا گیا ہے اور دوسری مثال یعنی مُسْتَغْفِرٌ صیغہ مضارع معروف سے دو چیزوں میں مخالف ہے۔ ایک یہ حرف مضارع کی جگہ میم رکھا گیا دوسرے میم کو ضمہ دیا گیا۔ مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ کو تیسری مثال اور دینی چاہئے تھی وہ یہ کہ اسم فاعل صیغہ مضارع معروف کے ساتھ ماقبل آخر کی حرکت میں بھی مخالف ہو۔ جیسے مُتَفَاضِلٌ۔

قوله وهو یعمل عمل فعله الخ اور اسم فاعل اپنے فعل معروف کا سا عمل کرتا ہے۔ پس اگر اس کا فعل لازم ہے تو یہ بھی لازم ہوگا اور اپنے فعل لازم کا سا عمل کرے گا اور اگر وہ متعدی ہے تو یہ بھی متعدی ہوگا اور اپنے فعل متعدی کا سا عمل کرے گا۔ لیکن اس کے عمل کے لئے دو شرطیں ہیں۔ اوّل یہ کہ وہ بمعنی حال یا استقبال ہو اور یہ شرط اس لئے ہے کہ اسم فاعل فعل مضارع کے ساتھ صورۃً اور معنیً مشابہ ہونے کی وجہ سے عمل کرتا ہے لہٰذا ضروری ہوا کہ وہ معنی میں حال یا استقبال کے ہو تا کہ مضارع کے ساتھ مشابہت معنوی بھی متحقق ہو جائے۔ دوم یہ کہ وہ مبتدا یا ذوالحال یا موصول یا موصوف یا ہمزہ استفہام یا حرف نفی پر اعتماد کئے ہوئے ہو جن کو مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے بیان کئے ہیں۔ اور اعتماد کے لغوی معنی تکیہ کرنا ہیں اور یہاں مراد یہ ہے کہ اسم فاعل سے پیشتر یہ چیزیں ہوں جن پر اسم فاعل تکیہ کئے ہوئے ہو یعنی وہ اسم فاعل ان سے کچھ نہ کچھ علاقہ رکھتا ہو پس وہ لفظ جو اس سے پیشتر ہے اگر مبتداء ہے تو یہ اس کی خبر ہو اور اگر اس سے پیشتر ذوالحال ہے تو یہ اس سے حال ہو اور اگر اس سے پیشتر موصول ہو تو یہ اس کا صلہ ہو علیٰ هذا القیاس اور اسم فاعل کے عمل کے لئے یہ شرط اس لئے ہے تا کہ اعتماد مذکور سے اس کی فعل کے ساتھ مشابہت قوی ہو جائے کیونکہ وہ اس وقت اپنے صاحب کی طرف فعل کی طرح مسند ہوگا اسی طرح ہمزہ استفہام اور ما نافیہ پر اعتماد سے اس کی فعل کے ساتھ مشابہت قوی ہو جاتی ہے اس واسطے کہ یہ دونوں اکثر

فعل پر داخل ہوتے ہیں۔

قولہ معتمداً یہ کان کی دوسری خبر ہے۔

قولہ زیدٌ قَائِمٌ ابُوْہُ اس مثال میں زیدٌ مبتداء ہے اور قَائِمٌ اسم فاعل ہے اس کی خبر ہے اور ابوہ اس کا فاعل ہے قائِمٌ اپنے فاعل ابوہ سے مل کر شبہ جملہ ہو کر مبتداء کی خبر ہے۔

قولہ اوذی الحال اس کا عطف المبتداء پر ہے ای اومعتمدا علی ذی الحال۔

قولہ جَائَنِیْ زَیْدٌ ضَارِباً ابوہ عمروا (میرے پاس زید آیا درانحالیکہ اس کا باپ عمر کو مارنے والا ہے) اس میں زیدٌ ذوالحال ہے اور ضارباً حال ہے اور ابوہ اس کا فاعل ہے اور عمرواً اس کا مفعول بہ۔

قولہ اوموصول اس کا عطف ذی الحال پر ہے ای اومعتمداً علی موصول۔

قولہ مررتُ بالضارب ابوہ عمرواً (گزرا میں اس شخص کے پاس سے کہ اس کا باپ عمر کو مارنے والا ہے) اس میں الف ولام جو الضارب پر ہے موصول کا ہے اور ضارب اپنے فاعل ابوہ اور اپنے مفعول بہ عمرواً سے مل کر شبہ جملہ ہو کر صلہ ہوا موصول اپنے صلہ سے مل کر مجرور ہوا با حرف جار کا جار اپنے مجرور سے مل کر مررتُ فعل کے متعلق ہوا۔

قولہ اوموصوفٍ اس کا عطف موصول پر ہے ای اومعتمداً علی موصوفٍ۔

قولہ عندی رجلٌ ضارِبٌ ابوہ عمرواً (میرے پاس مرد ہے جس کا باپ عمر کو مارنے والا ہے) اس میں رجلٌ موصوف ہے اور ضَارِبٌ صفت اور ابوہ اس کا فاعل ہے اور عمرواً اس کا مفعول بہ۔

قولہ اوہمزة الاستفہام اس کا عطف موصوفٍ پر ہے ای اومعتمداً علیٰ ہمزة الاستفہام۔

قولہ أقائِمٌ زیدٌ (کیا زید کھڑا ہونے والا ہے) اس میں ہمزہ استفہام کا ہے اور قائِمٌ اسم فاعل ہے اور زیدٌ اس کا فاعل۔

قولہ اوحرف النفی اس کا عطف ہمزة الاستفہام پر ہے ای اومعتمداً علیٰ حرف النفی۔

قولہ مَا قَائِمٌ زیدٌ (زید کھڑا ہونے والا نہیں ہے) اس میں مَا حرف نفی ہے اور قائِمٌ اسم فاعل ہے اور زیدٌ اس کا فاعل۔

قولہ فان کان بمعنی الماضی الخ اس میں فا تعقیبیہ ہے ای فان کان اسم الفاعل بمعنی الماضی الخ یعنی اگر اسم فاعل متعدی ہے اور بمعنی ماضی ہے۔ (نہ بمعنی حال یا استقبال) اور پھر اس کے مفعول بہ کا ذکر کیا گیا ہو تو وہ اس وقت بمعنی ماضی ہونے کی وجہ سے مفعول بہ میں عمل نہیں کرے گا۔ بلکہ اس وقت اس کی اضافت مفعول بہ کی طرف اضافت معنویہ کے ساتھ واجب ہے کیونکہ اضافت لفظیہ اضافت عامل بسوئے معمول سے عبارت ہے اور اسم فاعل جب بمعنی ماضی ہو عمل کی شرط جو اس کا بمعنی حال یا استقبال ہونا ہے منتفی ہونے کی وجہ سے عامل نہیں ہوتا اور وہ اسم جو اس

کے بعد مذکور ہو اس کا معمول نہیں ہوتا جیسے زیدٌ ضاربُ عمرٍو امس (زید نے عمرو کو کل گذشتہ مارا) اس میں ضارب چونکہ بمعنے ماضی ہے لہٰذا اس کی اضافت عمرو مفعول بہ کی طرف واجب ہے اور یہ اضافت اضافت معنویہ ہے۔ جاننا چاہئے کہ شرح میں اسم فاعل کو متعدی کے ساتھ مقید کیا اور پھر آگے کہا ''اور پھر اس کے مفعول بہ کا ذکر کیا گیا ہو'' اس لئے کہ اسم فاعل کے عمل کے لئے زمانۂ حال یا استقبال کی شرط مفعول بہ میں عمل کرنے کے لئے ہے اور یہ شرط فاعل میں عمل کرنے کے لئے نہیں ہے اسی وجہ سے شارح جامی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس مقام پر ارید ذکر مفعولہ فرمایا ہے هكذا فى الشروح۔

قوله هذا اذا كان منكراً اما اذا كان الخ یعنی اسم فاعل کا یہ عمل جو بشرط معنی حال یا استقبال ہے اس وقت ہے جب کہ وہ نکرہ ہو۔ لیکن جب وہ لام موصولہ کے ساتھ معرف ہو (نہ لام تعریف کے ساتھ اس لئے کہ اس پر جب لام تعریف داخل ہوتا ہے تو اس وقت وہ شرائط عمل سے مستغنی نہیں ہوتا هكذا فى الرضى) تو اس وقت اس میں تمام زمانے برابر ہیں۔ یعنی وہ اس وقت مفعول بہ میں عمل کرے گا خواہ وہ بمعنی ماضی ہو خواہ بمعنی حال خواہ بمعنی استقبال اور نیز اس وقت کسی چیز پر اعتماد کی بھی شرط نہیں ہے۔ اس لئے کہ لام موصول داخل ہونے کے وقت اسم فاعل بحسب معنی فعل ہے اگرچہ بحسب صورت اسم ہے اور فعل کے عمل کرنے کے لئے اس میں تمام زمانے برابر ہیں پس الضارب بمعنی الذى ضَرَبَ ہے جیسے زيد الضاربُ ابوه عمرواً الآن او غداً اوامس (زید کا باپ عمر کو اس وقت مارنے والا ہے یا کل مارے گا یا زید کے باپ نے عمر کو کل گذشتہ مارا) (تنبیہ) مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول اما اذا كان معرفاً باللام يستوى فيه جميع الازمنة باعتبار معنی يعمل عمل فعله المعروف ان كان بمعنى الحال اوالاستقبال ومعتمداً على المبتداء او ذى الحال اوموصول اوموصوف اوهمزة الاستفهام اوحرف النفى سے استثناء ہے۔

---

فصل اسمُ المفعولِ اسمٌ مُشْتَقٌّ مِنْ فِعْلٍ مُتَعدٍّ لِيَدُلَّ عَلىٰ مَنْ وَقَعَ عليه الفِعْلُ وصيغتُهٗ مِنْ المجرد الثُلَاثِيِّ على وزن مفعول لفظًا كمضروب او تقديراً كمَقُوْلٍ ومَرْمِيٍّ ومِنْ غيره كاسم الفاعل بفتح ماقبل الاٰخر كمُدْ خَلٍ ومُسْتَخْرَجٍ ويعملِ عمل فعله المجهول بالشرائط المذكورة فى اسم الفاعل نحو زيد مضروبٌ غلامُه الاٰن اوغداً او اَمْسِ.

ترجمہ: ''آٹھویں فصل، اسم مفعول، اسم مفعول ایسا اسم ہے جو فعلِ متعدی سے مشتق ہوتا کہ اُس ذات پر دلالت کرے جس پر فعل واقع ہوا ہے اور اس کا صیغہ ثلاثی مجرد سے مفعول کے وزن پر آتا ہے لفظاً جیسے مضروبٌ یا تقدیراً جیسے مقُوْلٌ اور مَرْمِیٌّ۔ اور ثلاثی مجرد کے علاوہ سے اسم فاعل کی طرح ہے آخر کے ماقبل کے فتحہ کے ساتھ جیسے مُدْخَلٌ اور مُستَخرَجٌ اور یہ اپنے فعل مجہول جیسا عمل کرتا ہے اُن شرطوں کے

ساتھ جو اسمِ فاعل میں مذکور ہوئیں جیسے زیدٌ مضروبٌ غلامُهُ الآن او غداً او اَمسِ۔‘‘

قوله اسم المفعول اسم مشتق الخ اسم مفعول وہ اسم ہے جو فعل متعدی سے مشتق ہوتا کہ وہ اس ذات پر دلالت کرے جس پر فعل واقع ہوا ہے۔

قوله اسم مشتق اس اسم سے احتراز ہے جو مشتق نہ ہو اس لئے کہ اس کو اسم مفعول نہیں کہتے۔

قوله من فعل متعد مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے فعل کو متعد کے ساتھ مقید کیا اس لئے کہ اسم مفعول فعل لازم سے مشتق نہیں ہوتا۔

قوله ليدل یہ مشتق کے متعلق ہے اور اس کی ضمیر فاعل اسم کی طرف لوٹ رہی ہے۔

قوله علیٰ من وقع عليه الفعل اس سے اسم فاعل اور صفت مشبہ اور اسم تفضیل جو تفضیل فاعل کے لئے آتا ہے خارج ہو گیا جیسے اَشهَرُ (زیادہ مشہور) اور اَعْرَفُ (زیادہ معروف) اس لئے کہ یہ لمن وقع عليه الفعل مع الزيادت کے لئے موضوع ہیں۔ اور اسم مفعول صرف لمن وقع عليه الفعل کے لئے موضوع ہے۔

قوله وصيغته من الثلاثی المجرد الخ اور اسم مفعول کا صیغہ ثلاثی مجرد سے اکثر مفعول کے وزن پر آتا ہے اور اکثر کی قید اس لئے ہے کہ کبھی وہ فعیل کے وزن پر بھی آتا ہے جیسے جریحٌ بمعنی زخمی ہوا ہوا اور قتیلٌ بمعنی قتل کیا ہوا۔

قوله لفظاً یعنی اسم مفعول کا صیغہ مفعول کے وزن پر یا تو لفظا ہوگا جیسے مَضْرُوْبٌ بروزن مفعول ہے یا تقدیراً ہوگا جیسے مَقُوْلٌ کے اصل میں مَقْوُوْلٌ بروزن مفعول تھا اور مَرْمِیٌّ کے اصل میں مَرْمُوْیٌ بروزن مفعول تھا ان دونوں میں تعلیل کر لی گئی ہے۔

قوله ومن غيره الخ اور اسم مفعول کا صیغہ غیر ثلاثی مجرد سے یعنی ثلاثی مزید اور رباعی مجرد اور رباعی مزید سے اسم فاعل کے صیغہ کے مانند ہے صرف فرق اس قدر ہے کہ اس میں اس کے آخر کے پیشتر کا حرف مفتوح ہوتا ہے اور اسم فاعل میں وہ مکسور ہوتا ہے اور یہ اس لئے کیا تا کہ اسم فاعل اور اسم مفعول میں فرق ہو جائے اور نیز اپنے مضارع مجہول کے ساتھ جس کے موافق وہ عمل کرتا ہے مطابق ہو جائے اور وہ وزن مذکور پر یا تو لفظاً ہوگا جیسے مُدْخَلٌ بفتح خاء معجمه اور مُسْتَخْرَجٌ بفتح راء مہملہ یا تقدیراً جیسے مختارٌ کہ اصل میں مُخْتَیَرٌ تھا بفتح یاء تحتانیہ۔

قوله ويعمل عمل فعله المجهول الخ اور اسم مفعول ان شرائط کے ساتھ جو بحث اسم فاعل میں گزر چکیں اپنے فعل مجہول کا سا عمل کرتا ہے پس اسم مفعول کے مفعول بہ میں عمل نصب کے لئے جب کہ وہ منکر ہو شرط ہے کہ وہ بمعنی حال یا استقبال ہو اور امور مذکورہ میں سے کسی ایک پر اعتماد کئے ہوئے ہو اور اسم مفعول نائب فاعل کو رفع دے گا اور اگر دوسرا مفعول ہو تو اس کو نصب دے گا۔ جیسے زیدٌ مُعطیٰ غُلَامُهُ درهماً غداً (زید کے غلام کو کل ایک درہم دیا جائے گا)

شرح میں مفعول بہ میں عملِ نصب کی قید اس لئے بڑھائی ہے کہ اسم مفعول کے عمل کے لئے زمانہ حال یا استقبال کی شرط مفعول بہ میں عمل نصب کے لئے ہے اور یہ شرط نائب فاعل کو رفع دینے کے لئے نہیں ہے اور وہ اس کو زمانہ حال یا استقبال کی شرط کے بغیر رفع دیتا ہے۔ اور جب وہ بمعنی ماضی ہو تو اس کی اضافت مفعول بہ کی طرف اضافت معنویہ کے ساتھ واجب ہے۔ جیسے زیدٌ مُعْطیٰ درھمٍ اَمسِ (بکسر میم درھم) اور جب وہ معرف بلام موصولہ ہو تو اس میں تمام زمانہ برابر ہیں اور اس وقت وہ بمعنی ماضی ہو کر بھی عمل کرے گا۔ جیسے زید المعطی غلامُه درهماً الآن اوغداً او امس اس مثال میں غلامه (برفع میم) المعطی کا نائب فاعل ہے اور درھماً اس کا دوسرا مفعول بہ ہے اور اسم مفعول چار قسم پر ہے کیونکہ فعل متعدی چار قسم پر ہے۔ اوّل متعدی بیک مفعول جیسے ضَرَبَ دوم متعدی بدو مفعول جس کے ایک مفعول پر اقتصار جائز ہے جیسے اَعْطیٰ سوم متعدی بدو مفعول جس کے ایک مفعول پر اقتصار جائز نہیں ہے۔ جیسے علم چہارم متعدی بسہ مفعول جیسے اَخبرَ جب مفعول چار قسم کے ہوئے اور اعتماد چھ چیزوں میں سے کسی ایک پر ہوتا ہے تو چار کو چھ میں ضرب دینے سے چوبیس مثالیں حاصل ہوں گی جن کو ہم نے اپنی کتاب بدر منیر شرح نحو میر میں مفصل طور سے بیان کیا ہے۔

---

فصل الصفةُ المُشَبَّهَةُ اسم مُشْتَقٌّ مِنْ فِعْلٍ لازمٍ لِيدُلَّ علیٰ مَنْ قام به الفعلُ بمعنی الثبوت وصیغُتها علی خلاف صیغة اسم الفاعل والمفعول انّما تعرف بالسّماع کَحَسِن وصَعبٍ وظریفٍ وهی تعمل عمل فعلها مطلقًا بشرط الاعتماد المذکور ومسائلها ثمانیة عشر لان الصفة امَّا باللام او مجردة عنها ومعمولُ کُلٍّ واحد منهما امّا مضاف اوباللام او مجرد عنهما فهذه ستّةٌ ومعمول کل منها امّا مرفوع او منصوب اومجرور فذلك ثمانیة عشر وتفصیلُها نحو جاءنی زید الحسن وجهُهُ ثلثة اوجهٍ وکذلك اَلْحَسَنُ الوَجْهِ والْحَسَنُ وجهٍ وحَسَنَ وجهَهُ وحَسَنَ الوجهِ وحَسَنٌ وجهٌ.

**ترجمہ:** "نویں فصل، صفتِ مشبہ صفتِ مشبہ وہ اسم ہے جو فعلِ لازم سے مشتق ہوتا کہ اُس ذات پر دلالت کرے جس کے ساتھ فعل قائم ہے ثبوت کے معنی میں۔ اور اس کا صیغہ اسم فاعل اور اسم مفعول کے صیغوں کے خلاف ہوتا ہے اور سماع سے پہچانا جاتا ہے جیسے حَسَنٌ صَعْبٌ اور ظَرِیْفٌ اور وہ اپنے فعل جیسا عمل کرتا ہے مطلقاً مذکورہ اعتماد کی شرط کے ساتھ اور اس کے مسائل اٹھارہ ہیں اس لئے کہ صفت یا لام کے ساتھ ہوگی یا لام سے مجرد ہوگی اور ان دنوں میں سے ہر ایک کا معمول یا مضاف ہوگا یا لام کے ساتھ ہوگا یا اِن دونوں سے مجرد ہوگا پس یہ چھ صورتیں ہوگئیں۔ اور مذکورہ چھ امور میں سے ہر ایک کا معمول یا مرفوع ہوگا یا منصوب ہوگا یا مجرور ہوگا پس یہ اٹھارہ صورتیں ہوگئیں اور اُن کی تفصیل یہ ہے جیسے جآء نی زیدٌ الحسنُ وجهُهٗ

تین صورتیں ہیں اسی طرح اَلحَسَنُ الوجہِ اور الحَسَنُ وجہٍ اور حَسَنُ وجھِہٖ اور حَسَنُ الوجہِ اور حَسَنٌ وجھَہٗ۔''

قولہ الصفة المشبھة اسم مشتق الخ یعنی صفت مشبہ وہ اسم ہے جو فعل لازم سے مشتق ہوتا کہ وہ اس ذات پر دلالت کرے جس کے ساتھ یہ فعل بطور ثبوت و پائداری قائم ہے جیسے حَسَنٌ (وہ شخص جس میں حسن بطور دوام و پائداری قائم ہے) اسم فاعل اور صفت مشبہ میں یہ فرق ہے کہ اسم فاعل میں صفت عارضی ہوتی ہے اور صفت مشبہ میں صفت لازمی اور دائمی پس ضاربٌ اس شخص کو کہیں گے جس میں صفت ضرب پہلے نہ تھی اور اب ہوگئی ہے اور پھر تھوڑی دیر کے بعد ضرب جو اس سے اب صادر ہو رہی ہے ختم ہو جائے۔ اور حسن اس شخص کو کہیں گے جس میں صفت حسن ہر وقت پائی جائے۔ اسی طرح کریم اس شخص کو کہیں گے جس میں صفت کرم ہر وقت پائی جائے نہ اس کو جس میں اب صفت کرم ہوگئی ہے پہلے نہ تھی لیکن جب ایسی صفت کرم کا ارادہ کیا جائے تو اس وقت کارم الآن اوغدا کہیں گے۔ مشبھة (مشابہت دیا ہوا) باب تفعیل سے اسم مفعول کا صیغہ ہے چونکہ اسم فاعل کی طرح اس میں تثنیہ وجمع اور تذکیر و تانیث کے صیغے آتے ہیں۔ لہٰذا اس کو اس مشابہت کی وجہ سے صفت مشبہ کہتے ہیں ای الصفة المشبَّھَةُ التی تشبه باسم الفاعل من حیث انھا تلثنٰی و تجمع وتذکر و تونث۔

قولہ اسم مشتق اس اسم سے احتراز ہے جو مشتق نہ ہو کیونکہ ایسے اسم کو صفت مشبہ نہیں کہتے۔

قولہ من فعل لازم اس سے اسم فاعل اور اسم مفعول اور اسم تفضیل جو فعل متعدی سے مشتق ہوتے ہیں۔ خارج ہوگئے۔

قولہ لیدل یہ مشتق کے متعلق ہے اور ضمیر فاعل اسم کی طرف لوٹ رہی ہے۔

قولہ علیٰ مَنْ قام به الفعل اس سے اسم زمان اور اسم مکان اور اسم آلہ خارج ہوگئے۔

قولہ بمعنی الثبوت یہ قام کے متعلق ہے اس سے اسم فاعل اور اسم تفضیل جو فعل لازم سے مشتق ہوتے ہیں خارج ہوگئے جیسے ذاھبٌ اور افضل۔

قولہ وصیغتھا الخ صفت مشبہ کا صیغہ اسم فاعل اور اسم مفعول کے صیغہ کے مخالف ہوتا ہے یعنی صفت مشبہ کا صیغہ اسم فاعل اور اسم مفعول کے صیغے کے وزن پر نہیں آتا یہ جمہور نحات کے نزدیک ہے لیکن ابن مالک اور صاحب الفیہ فرماتے ہیں کہ یہ صحیح نہیں ہے اس لئے کہ اسم فاعل کے وزن پر صفت مشبہ کا صیغہ آتا ہے لیکن بر سبیل قلت جیسے شاحط بمعنی شحیط ای بعید۔

قولہ انما تعرف الخ یہ وصیغتھا کی دوسری خبر ہے پہلی خبر علیٰ خلاف الخ ہے اور یہ دوسری خبر پہلی خبر کی

دلیل کو متضمن ہے یعنی صفت مشبہ کے صیغے (اسم فاعل اور اسم مفعول کے صیغے کے مخالف ہیں اس لئے کہ صفت مشبہ کے صیغے) سماعی ہیں اور اسم فاعل اور اسم مفعول کے صیغے قیاسی جیسے حسنٌ (خوب و نیک صاحب جمال) اور صعب بمعنی (دشوار اور کار سخت) اور ظریف عقلمند اور خوش طبع)۔

قولہ وھی تعمل الخ اور صفت مشبہ مطلقاً بغیر زمانہ حال اور استقبال کی شرط کے اپنے فعل لازم کا سا عمل کرتا ہے اس لئے کہ وہ بمعنی ثبوت و دوام ہوتا ہے نہ بمعنی حدوث اور زمانہ حال یا استقبال کی شرط لگانا حدوث کو مستلزم ہے لیکن اس کے عمل کے لئے موصول کے سوا باقی امور مذکورہ پر اعتماد شرط ہے موصول پر عدم اعتماد کی وجہ یہ ہے کہ وہ لام جو اس پر داخل ہوتا ہے بالاتفاق موصول کا نہیں ہے۔ جاننا چاہئے کہ صفت مشبہ کا عمل اپنے فعل سے زائد ہوتا ہے اس لئے کہ صفت مشبہ اپنے معمول کو اس بنا پر کہ وہ معمول اسم فاعل کے مفعول کے ساتھ مشابہ ہے نصب دیتا ہے جیسا کہ عنقریب آئے گا بخلاف اس کے فعل کے کہ وہ معمول کو نصب نہیں دیتا۔

قولہ ومسائلھا الخ یعنی صفت مشبہ کے مسائل اور اس کی قسمیں اٹھارہ ہیں صفت مشبہ کی ہر قسم کو مسئلہ اس لئے کہا گیا کہ اس کے حکم سے سوال کیا جاتا ہے اور اس سے بحث کی جاتی ہے۔

قولہ لان الصفۃ الخ یعنی صفت مشبہ کی اٹھارہ قسمیں ہیں اس لئے کہ صفت مشبہ یا تو معرف بلام تعریف ہوگا۔ جیسے الحسن یا معرف باللام نہ ہوگا جیسے حَسَنٌ اور پھر ان دونوں قسموں میں سے ہر ایک کا معمول یا تو مضاف ہوگا جیسے وجھہ یا معرف باللام ہوگا جیسے الوجہ یا ان دونوں چیزوں سے خالی ہوگا جیسے وجہٌ تین کو دو میں ضرب دینے سے چھ قسمیں ہوئیں اور صفت مشبہ کے معمول کی حالتیں باعتبار اعراب تین ہیں یا تو فاعلیت کی بنا پر مرفوع ہوگا یا وہ...... اسم فاعل کے مفعول بہ سے مشابہ ہونے کی بنا پر منصوب ہوگا۔ اگر وہ معرفہ ہے یا وہ تمیز ہونے کی بنا پر منصوب ہوگا اگر وہ نکرہ ہے یا اس بنا پر کہ صفت مشبہ اس کی طرف مضاف ہے مجرور ہوگا۔ پس چھ کو تین میں ضرب دینے سے اٹھارہ صورتیں ہوئیں جو ذیل کے نقشہ سے ظاہر ہیں۔

## صفت مشبہ معرف باللام ہو

| قسم معمول | حالت رفعی | حالت نصبی | حالت جری |
|---|---|---|---|
| جبکہ معمول مضاف ہو | زیدٌ الحسنُ وَجھُہٗ ا | زیدٌ الحسنُ وَجْھَہٗ ح | زیدٌ الْحَسَنُ وجْھِہٖ مم |
| جبکہ معمول معرف باللام ہو | زیدٌ الْحَسَنُ الْوَجْہُ ق | زَیْدٌ الْحَسَنُ الْوَجْہَ ا | زیدٌ الْحَسَنُ الْوَجْہِ |
| جبکہ معمول ان دونوں سے خالی ہو | زیدٌ الْحَسَنُ وَجْہٌ ق | زیدٌ الْحَسَنُ وَجْھًا ا | زیدٌ الْحَسَنُ وَجْہٍ مم |

## صفت مشبہ غیر معرف باللام ہو

| قسم معمول | حالت رفعی | حالت نصبی | حالت جری |
|---|---|---|---|
| جبکہ معمول مضاف ہو | زَیْدٌ حَسَنٌ وَجْهُهٗ ا | زیدٌ حَسَنٌ وَجْهَهٗ ح | زیدٌ حَسَنُ وَجْهِهٖ مخ |
| جبکہ معمول معرف باللام ہو | زیدٌ حَسَنٌ الْوَجْهُ ق | زیدٌ حَسَنٌ الْوَجْهَ ا | زیدٌ حَسَنُ الْوَجهِ ا |
| جبکہ معمول ان دونوں سے خالی ہو | زیدٌ حَسَنٌ وَجْهٌ ق | زیدٌ حَسَنٌ وَجهاً ا | زیدٌ حَسَنُ وَجْهٍ ا |

وهى على خمسة اقسامٍ منها ممتنعٌ اَلْحَسَنُ وَجْه والْحَسَنُ وَجْهِهِ ومختلف فيه حَسَنُ وَجْهِهِ والبواقى اَحْسَنُ اِنْ كان فيه ضمير واحدٌ وحَسَنٌ اِنْ كان فيه ضميرانِ وقبيحٌ اِنْ لم يكن فيه ضميرٌ والضابطةُ اِنَّكَ متى رَفَعْتَ بها معمولَها فلا ضميرَ فى الصفة ومتى نَصَبْتَ اَوجَرَرْتَ ففيها ضميرُ الموصوف نحو زيدٌ حَسَنٌ وَجْهَهٗ.

**ترجمہ:** ''اور یہ پانچ قسموں پر ہے ان میں سے بعض ممتنع ہیں جیسے الحسنُ وجہٍ اور الحسنُ وجهِهٖ اور بعض صورتیں مختلف فیہ ہیں جیسے حسنُ وجهِهٖ اور بقیہ صورتیں احسن ہیں اگر اُن میں ایک ضمیر ہو اور حسن ہیں اگر ان میں دو ضمیریں ہوں اور قبیح ہیں اگر ان میں کوئی ضمیر نہ ہو اور قاعدہ اس کا یہ ہے کہ جب تو نے صفتِ مشبہ کے ذریعہ اس کے معمول کو رفع دیا تو صفت میں کوئی ضمیر نہ ہوگی اور جب تو نے صفتِ مشبہ کے ذریعہ اس کے معمول کو نصب یا جر دیا تو اس میں موصوف کی ضمیر ہوگی جیسے زیدٌ حَسَنٌ وجهَهٗ''۔

قوله وهى علىٰ خمسة اقسام الخ یعنی صفت مشبہ کے مسائل باعتبار احسنیت اور حسن اور قبح اور اختلاف اور امتناع کے پانچ قسم پر ہیں پس ان میں سے دو صورتیں ممتنع ہیں اوّل الحسن وجهٍ یعنی صیغہ صفت معرف باللام ہو اور پھر وہ معمول مجرد عن اللام کی طرف مضاف ہو۔ اس کے امتناع کی وجہ یہ ہے کہ اس ترکیب میں معرفہ کی اضافت نکرہ کی طرف ہے جو اضافت معنویہ میں ممتنع ہے لہٰذا ممتنع کے ساتھ مشابہ ہونے کی وجہ سے نحات نے اس کو ممتنع قرار دیا۔ دوم الحسنُ وجهِهٖ یعنی صیغہ صفت معرف باللام ہو اور معمول کی طرف مضاف ہوا۔ اس کے امتناع کی وجہ یہ ہے کہ اس میں اضافت سے کچھ تخفیف نہیں ہوئی اس لئے کہ صفت مشبہ میں تخفیف یا تو حذف تنوین سے ہوتی ہے جیسے حسنُ وجهٍ میں یا حذف نون تثنیہ اور نون جمع سے یا ضمیر موصوف کے فاعل صفت سے حذف ہونے سے جیسے الحسن الوجهِ کہ اصل میں الحسنُ وَجْهُهٗ تھا اضافت کے وقت وجہ کی ضمیر حذف کر کے الحسن میں مستتر کر دی گئی اور ترکیب مذکور میں اضافت نے وجوہ مذکورہ میں سے کسی وجہ کا فائدہ نہیں دیا۔ اس لئے کہ تنوین لام کی وجہ سے حذف ہوگئی ہے اور وجہ کی ضمیر اپنے حال پر

باقی ہے۔ اور ایک صورت مختلف فیہ ہے وہ یہ ہے کہ صیغہ صفت معرف باللام نہ ہو اور وہ اس معمول کی طرف مضاف ہو جو ضمیر موصوف کی طرف مضاف ہے جیسے حَسَنُ وَجْهِهِ سیبویہ اور نحات بصرہ قباحت کے ساتھ ضرورت شعر میں جائز رکھتے ہیں اور قباحت کی وجہ یہ بتلاتے ہیں کہ اضافت لفظیہ تخفیف کے لئے ہے پس چاہئے تھا کہ اعلیٰ درجہ کی تخفیف ہوتی یعنی مضاف سے تنوین اور مضاف الیہ سے ضمیر حذف ہوتی لیکن چونکہ یہاں ادنی درجہ کی تخفیف ہوئی ہے اور وہ یہ ہے کہ صرف مضاف سے تنوین حذف ہوئی ہے اور مضاف الیہ سے ضمیر حذف نہیں ہوئی حالانکہ اعلیٰ درجہ کی تخفیف ممکن تھی۔ لہٰذا اعلیٰ درجہ کی تخفیف کے ہوتے ہوئے ادنی درجہ کی تخفیف پر اکتفا کرنا قبیح ہے۔ اور نحات کوفہ بلا قباحت کے جائز رکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جواز کے لئے فی الجملہ تخفیف کافی ہے اور وہ حذف تنوین ہے جو یہاں پائی جاتی ہے۔

قوله والبواقی اَحْسَنُ الخ یعنی اٹھارہ قسموں میں سے جو باقی رہ گئیں (اور وہ پندرہ ہیں) ان میں سے ہر وہ قسم جس میں صرف ایک ضمیر ہے خواہ صفت میں ہو خواہ معمول میں اَحْسَنُ ہے اور وہ نو قسمیں ہیں اور یہ احسن اس لئے ہیں کہ موصوف کے ساتھ ربط کے لئے بقدر حاجت بغیر زیادتی ونقصان ایک ضمیر کا ہونا کافی ہے اور ہر وہ قسم جس میں دو ضمیریں ہیں ایک صفت میں اور دوسری معمول میں وہ حسن ہیں اور وہ دو قسمیں ہیں ان کے حسن کی وجہ یہ ہے کہ وہ ضمیر محتاج الیہ پر مشتمل ہے اور وہ ضمیر صفت ہے اس واسطے کہ ماقبل کے ربط کے لئے اس کا ہونا ضروری ہے اور غیر احسن اس وجہ سے ہے کہ وہ ضمیر زائد علی الحاجت پر مشتمل ہے اور وہ ضمیر معمول میں ہے اس لئے کہ ربط پہلے سے حاصل ہو چکا ہے لہٰذا یہ زائد علی الحاجت ہوئی۔ اور ہر وہ قسم جس میں کوئی ضمیر نہیں ہے قبیح ہے اور وہ چار قسمیں ہیں اور یہ قبیح اس لئے ہیں کہ ضمیر محتاج الیہ کے نہ ہونے کی وجہ سے موصوف کے ساتھ ربط نہیں رہا۔ نقشہ مذکورہ میں اَحْسَنْ کے لئے الف اور حسن کے لئے ح اور قبیح کے لئے ق اور مختلف فیہ کے لئے مخ اور ممتنع کے لئے مم لکھا گیا ہے۔

قوله والضابطة انك الخ یہاں سے مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ ضمیر کے پہچاننے کا ضابطہ بتلاتے ہیں کہ جب تم صفت شبہ کے معمول کو رفع دو تو اس وقت صفت مشبہ میں کوئی ضمیر نہیں ہوگی اس لئے کہ اس وقت اس کا معمول خود اس کا فاعل ہے اور جب تم صفت کے معمول کو نصب یا جر دو تو اس وقت صفت مشبہ میں ایک ضمیر ہوگی جو موصوف کی طرف لوٹے گی۔ اور صفت مشبہ کا فاعل ہوگی اور اس وقت صفت کی تذکیر وتانیث اور اس کا تثنیہ وجمع موصوف کے لحاظ سے ہوگا کیونکہ ضمیر کا اپنے مرجع کے ساتھ مطابق ہونا ضروری ہے جیسے زیدٌ حَسَنٌ وَجْهُهُ اور هندٌ حسنةٌ وجهاً اور هندٌ حسنةُ وجهٍ والزیدانِ حسنانِ وجهاً اور الزیدون حسنون وجهاً اور الزیدون حسنو وجهٍ۔

---

فصل اسم التفضيل اسْمٌ مُشْتَقٌّ مِنْ فِعْلٍ لِيَدُلَّ على الموصوفِ بزيادةٍ على غيره وصيغتُهُ اَفْعَلُ فلا يُبْنٰى اِلَّا من الثلاثى المجرّد الذى ليس بلونٍ ولا عيبٍ نحو زيدٌ اَفْضَلُ النَّاسِ

فان کا زائداً علی الثلاثی اوکان لونًا اوعیبًا یجب اَنْ یُّبْنیٰ اَفْعَلُ من ثلاثیٍّ مجردٍ لیدلَّ علی مبالغةٍ وشِدَّةٍ وکثرةٍ ثم یذکر بعده مصدُر ذلك الفعل منصوبًا علی التمییز کما تقولُ هو اَشَدُّ اِسْتِخْراجًا واَقْویٰ حُمْرةً واَقْبَحُ عَرَجًا وقیاسُهُ ان یکونَ للفاعل کمامَرَّ وقد جاء للمفعول قلیلاً نحو اَعْذَرُو اَشْغَلُ واَشْهَرُ.

ترجمہ: ''دسویں فصل اسم تفضیل۔ اسم تفضیل وہ اسم ہے جو فعل سے مشتق ہوتا کہ موصوف پر دلالت کرے اس کے غیر پر زیادتی کے ساتھ اور اس کا صیغہ افعل کے وزن پر آتا ہے۔ پس اس کا وزن نہیں لایا جاتا مگر صرف اس ثلاثی مجرد سے جو لون وعیب کے معنی میں نہ ہو۔ جیسے زید افضل الناس۔ پس اگر ثلاثی سے زائد ہو یا لون یا عیب کے معنی میں ہو تو واجب ہے کہ اس کا وزن ثلاثی مجرد سے افعل لایا جائے تاکہ مبالغہ اور شدت اور کثرت پر دلالت کرے پھر اس کے بعد اس فعل کا مصدر ذکر کیا جائے بصورت منصوب تمیز کی بناء پر جیسے تو کہے هو اشدُّ استخراجاً اور اقوی حمرةً اور اقبح عرجاً اور قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ وہ فاعل کے لئے ہو جیسا کہ گزر چکا اور کبھی مفعول کے لئے بھی آتا ہے قلت کے ساتھ جیسے اعذر وا شغل و اشهر۔''

---

قوله اسم التفضیل اسم مشتق الخ یعنی اسم تفضیل وہ اسم ہے جو فعل یعنی مصدر سے مشتق ہوتا کہ وہ اس ذات پر دلالت کرے جو اپنے غیر سے معنی مصدری کے ساتھ زیادہ متصف ہے۔ مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے لیدل علی الموصوف کہا علیٰ مَنْ قام به یا علیٰ من وقع علیه نہیں کہا تاکہ وہ اسم تفضیل کی دونوں قسموں کو جو فاعل کی تفضیل اور مفعول کی تفضیل کے لئے ہیں شامل ہو جائے جیسے اَضْرَبُ (زیادہ مارنے والا) یہ فاعل کی تفضیل کے لئے ہے اور جیسے اَشْهَرُ (زیادہ مشہور) یہ مفعول بہ کی تفضیل کے لئے ہے۔

قوله بزیادت یہ یا تو الموصوف کے متعلق ہے ای لیدل علی الذی وصف بزیادة علیٰ غیره یا بمعنی مع ہے اور اس وقت الموصوف کا صلہ محذوف ہوگا ای علی امرٍ موصوفٍ بذلك الفعل مع زیادة علیٰ غیره فیه۔

قوله علی الموصوف فصل ہے اس سے اسماء زمان ومکان وآلہ خارج ہوگئے۔

قوله بزیادتِ علیٰ غیره اس سے اسم فاعل اور اسم مفعول اور صفت مشبہ خارج ہوگئے اور اسی طرح اس قید سے اسم فاعل جو مبالغہ کے لئے وضع کیا گیا ہے خارج ہوگیا جیسے ضَرَّابٌ اور ضَرُوبٌ (بہت مارنے والا) کیونکہ یہ اگرچہ زیادت پر دلالت کرتے ہیں لیکن ان میں زیادت علی الغیر کا لحاظ نہیں ہوتا۔ اسی طرح اس قید سے لفظ زائد اور کامل خارج ہوگئے کیونکہ بزیادت علیٰ غیره کے یہ معنی ہیں کہ موصوف کی زیادت اس کے غیر پر اسی فعل میں ہو جس سے یہ

مشتق ہے اور زائد اور کامل سے غیر پر زیادت کا ارادہ اس فعل میں جن سے یہ دونوں مشتق ہیں نہیں ہوتا۔ پس زیادت پر زیادت اور کمال پر کمال کا ارادہ نہیں کیا جاتا بلکہ ان سے دوسری چیز کی زیادت اور کمال کا ارادہ ہوتا ہے۔

قوله وصیغته اَفْعَلُ الخ اور اسم تفضیل کا صیغہ اَفْعَلُ مذکر کے لئے ہے اور فُعْلیٰ مؤنث کے لئے اور اس میں خَیْرٌ اور شَرٌّ داخل ہیں اس لئے کہ یہ اصل میں اَخْیَرُ اور اَشَرُّ تھے اور نیز یہ صیغہ صفت ثلاثی مجرد سے آتا ہے ثلاثی مزید اور رباعی مجرد و مزید سے نہیں آتا۔ اس لئے کہ ثلاثی مزید اور رباعی سے اسم تفضیل کا اس وزن پر آنا محال ہے کیونکہ اگر حروف کم کئے جائیں تو لفظاً اور معنیً خلل لازم آتا ہے اور اگر حروف کم نہ کریں تو وزن افعل سے بڑھ جائے گا اور پھر ثلاثی مجرد سے بھی اس سے آتا ہے جس میں لون وعیب کے معنی نہ ہوں۔ اس واسطے کہ اس سے جس میں لون وعیب کے معنی ہوں غیر تفضیل کے لئے افعل صفت کا صیغہ آتا ہے پس اگر اَفْعَلُ تفضیل کو بھی اس سے بنایا جائے تو افعل تفضیل کا افعل صفت کے ساتھ التباس ہوگا جیسے اَسْوَدُ (سیاہ رنگ والا) اَعْوَرُ (کانا) ان کی مؤنث سوداء اور عوراء آتی ہے مثلاً اگر اَسْوَدُ کہیں تو یہ معلوم نہیں ہوگا کہ اس سے مراد سیاہ رنگ والا ہے یا زیادہ سیاہ رنگ والا۔ اور عیب سے مراد عیب ظاہری ہے نہ باطنی۔ لہٰذا اَجْهَلُ (زیادہ جہالت والا) اور اَبْلَدُ (زیادہ بلادت والا) سے جو جہل اور بلادت سے مشتق ہیں۔ اور عیوب باطنہ سے ہیں۔ اعتراض وارد نہیں ہوگا۔

قوله زیدٌ افضل الناس (زید سب لوگوں سے زیادہ فضیلت والا ہے) اس میں اَفْضَلُ اسم تفضیل کا صیغہ ہے جو اَفْعَلُ کے وزن پر ہے اور فَضْلٌ سے جو ثلاثی مجرد ہے اور معنی لون وعیب ظاہری سے خالی ہے مشتق ہے۔

قوله فان کان زائداً علی الثلاثی الخ یعنی اور اگر فعل ثلاثی مجرد سے زائد ہو یعنی ثلاثی مزید ہو یا رباعی مجرد یا رباعی مزید یا ثلاثی مجرد سے ہو جس میں لون وعیب کے معنی ہیں تو اس وقت واجب ہے کہ افعل کے وزن پر ثلاثی مجرد سے لفظ شدت یا کثرت یا قوت یا ضعف یا قباحت یا حسن وغیرہ سے جو مقصود کے موافق ہو صیغہ بنائیں تاکہ وہ مبالغہ اور شدت اور کثرت پر دلالت کرے اس کے بعد اس فعل کے مصدر کو جس سے اسم تفضیل بنانا ممتنع ہے بنا بر تمیز منصوب کریں جیسے هو اَشَدُّ منه استخراجاً (وہ اس سے از روئے نکالنے کے زیادہ سخت ہے) یہ ثلاثی مزید فیہ سے اسم تفضیل بنانے کی مثال ہے اور جیسے هُوَ اَقْویٰ منه حمرةً (وہ اس سے از روئے سرخ ہونے کے زیادہ قوی ہے) یہ ثلاثی مجرد سے جس میں لون کے معنی ہوں اسم تفضیل بنانے کی مثال ہے اور جیسے هُوَ اَقْبَحُ منهُ عرجاً (وہ اس سے از روئے لنگڑا ہونے کے زیادہ قبیح ہے) یہ ثلاثی مجرد سے جس میں عیب کے معنی ہوں اسم تفضیل بنانے کی مثال ہے۔

قوله وقیاسه ان یکون للفاعل الخ یعنی اسم تفضیل کا قیاسی استعمال یہ ہے کہ وہ فاعل کے لئے ہو جیسے اس کی مثالیں گذر چکیں اور مفعول کے لئے نہ ہو اس لئے کہ اگر اسم تفضیل دونوں کے لئے قیاسی طور پر کثرت سے آئے تو التباس واقع ہوگا اور یہ معلوم نہیں ہوگا کہ وہ فاعل کے لئے ہے یا مفعول کے لئے لہٰذا فاعل پر جو اشرف ہے اکتفاء کیا جیسے اَفْضَلُ

(زیادہ فضیلت والا) اور کبھی وہ خلاف قیاس مفعول کی تفضیل کے لئے بھی آتا ہے جیسے اَعْذَرُ (زیادہ معذور) اور جیسے اَشْغَلُ (زیادہ کام میں لگا ہوا) اور جیسے اَشْهَرُ (زیادہ مشہور)۔

واستعماله على ثلثة اوجه امّا مضافٌ كزيدٌ افضلُ القوم اومعرفٌ باللام نحو زيدُ الافضلُ اوبمِنْ نحو زيدٌ افضل مِنْ عمرٍو ويجوز فى الاول الافرادُ ومطابقةُ اسم التفضيل للموصوف نحو زيدٌ افضلُ القوم والزيدانِ افضلُ القوم وافضَلاَ القومِ والزيدون افضلُ القوم وافضلوا القوم وفى الثانى يجب المطابقة نحو زيدٍ الْاَفْضَل والزيدان الافضلان والزيدون الافضلون وفى الثَالث يجب كونه مفرداً مذكراً ابداً نحو زيد وهند والزيدان والهندان والزيدون والهندات افضل من عمر وعلى الاوجُه الثلثة يضمر فيه الفاعل وهو يعمل فى ذلك المضمرو لايعمل فى المظهر اصلا الّا مثل قولهم مارَأَيْتُ رجلاً اَحْسَنَ فى عينه الكحل منه فى عين زيد فان الكحل فاعل لاحسن وههنا بحث.

ترجمہ: ''اور اس کا استعمال تین طریقہ پر ہے یا مضاف کے ساتھ جیسے زید افضل القوم یا معرف باللام کے ساتھ جیسے زیدٍ الافضل یا من کے ساتھ جیسے زید افضل من عمر اور اوّل میں مفرد لانا اور اسم تفضیل کو موصوف کے موافق لانا جائز ہے جیسے زید افضل القوم اور الزیدان افضل القوم اور افضلا القوم اور الزیدون افضل القوم اور افضلوا القوم اور دوسری صورت میں موافقت واجب ہے جیسے زید الافضل اور الزیدان الافضلان اور الزیدون الافضلون اور تیسری صورت میں واجب ہے کہ اسم تفضیل ہمیشہ مفرد مذکر ہو جیسے زید افضل من عمرو، هند افضل من عمرو الزیدان افضل من عمرو، الهندان افضل من عمرو، الزیدون افضل من عمرو، الهندات افضل من عمرو اور تینوں صورتوں میں اس میں ضمیر مستتر ہوتی ہے۔ اور وہ اس ضمیر میں عمل کرے گا اور مظہر میں بالکل عمل نہیں کرے گا۔ مگر اس جیسے قول میں رأیت رجلا احسن فی عینه الکحل منه فی عین زید پس الکحل احسن کا فاعل ہے اور یہاں پر ایک بحث ہے۔''

قوله واستعماله علىٰ ثلثة اوجهٍ الخ اور اسم تفضیل کا استعمال تین طریقوں میں سے کسی ایک طریقہ کے ساتھ ہے یا تو وہ مضاف ہو کر مستعمل ہوگا جیسے زیدٌ افضل الناسِ یا معرف بلام عہد خارجی ہو کر جیسے زیدن الافضلُ زیدن الذی عهد کونه افضل من عمرو مثلاً یا لفظ مِن کے ساتھ ہو کر جیسے زیدٌ اَفْضَلُ مِنْ عمرٍو اور پھر ان تینوں استعمالوں میں سے اصل مِن کا استعمال ہے پھر اضافت کا اور پھر لام کا اور اسم تفضیل کا ان تینوں استعمالوں سے خالی

ہونا ناجائز ہے۔ پس زیدٌ اَفْضَلُ بغیر کسی استعمال کے ناجائز ہے ہاں اگر مفضل علیہ قرائن سے معلوم ہوسکتا ہو تو وہاں اس کا مقدر ہونا جائز ہے اور اس وقت اس کا وجوہ ثلاثہ میں سے بغیر کسی وجہ کے استعمال کرنا جائز ہے۔ جیسے اَللّٰهُ اَکْبَرُ ای اَکْبَرُ مِنْ کل شیء اور اکبر کلِ شیء اور جیسے زیدٌ کریمٌ وخالدٌ اَکْرَمُ ای اَکْرَمُ مِنْ زیدٍ اور اسم تفضیل میں دو استعمال کا جمع ہونا ناجائز ہے پس زیدٌ الْاَفْضَلُ مِنْ عمروٍ ناجائز ہے۔

قوله ویجوز فی الاول الخ اور اسم تفضیل کے استعمال کی پہلی قسم میں یعنی اس اسم تفضیل میں جو مضاف ہو اور اس سے مضاف الیہ پر زیادتی مقصود ہو افراد جائز ہے یعنی اس کو اس صورت میں مفرد لانا جائز ہے۔ موصوف مفرد ہو یا مثنی یا مجموع یا مؤنث جیسے زیدٌ اوالزیدان اوالزیدون اوهندٌ اوالهندان اوالهندات افضل الناس اور اس کا مفرد لانا اس لئے جائز ہے کہ یہ اسم تفضیل مستعمل بِمِنْ کے ساتھ مفضل علیہ کے مذکور ہونے میں مشابہ ہے اور اسم تفضیل مستعمل بمِنْ میں افراد وتذکیر واجب ہے لہٰذا مشابہت مذکورہ کی وجہ سے اس نوع میں بھی یہ جائز رکھا گیا نہ واجب لیکن چونکہ یہ وجود اضافت کے لحاظ سے اَفْعَلُ مِنْ سے مخالف ہے لہٰذا اس میں اسم تفضیل کی موصوف کے ساتھ مطابقت بھی جائز رکھی گئی جیسے زیدٌ افضل الناس اور الزیدان افضلا الناس اور الزیدون افضلوا الناس اور هِنْدٌ فضلیٰ النساء اور الهندانِ فضلیا النساء اور الهندات فضلیات النساء اور یہ جواز اس وقت ہے جبکہ اسم تفضیل سے صرف مضاف الیہ پر زیادتی مقصود ہو جیسا کہ شرح میں گذر چکا۔ لیکن اگر اسم تفضیل سے مطلق زیادتی مقصود ہو صرف مضاف الیہ پر زیادتی مقصود نہ ہو تو اس وقت اس میں دونوں وجہیں جائز نہیں ہوں گی بلکہ اس وقت اس کا حکم معرف باللام کا ہوگا جو آگے آرہا ہے جیسے رسولنا علیه الصلوة والسلام اَفْضَلُ قریشٍ ای افضل الناس مِن بین قریش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قریش میں سے ہیں لیکن یہاں آپ کی زیادت فضیلت صرف قریش پر مقصود نہیں ہے بلکہ تمام انسانوں پر آپ کی زیادت فضیلت مقصود ہے اور اس صورت میں اسم تفضیل کی اضافت محض توضیح کے لئے ہوتی ہے مضاف الیہ پر تفضیل کے لئے نہیں ہوتی۔

قوله وفی الثانی یجب المطابقة الخ اور اسم تفضیل کے استعمال کی دوسری قسم میں جو اس کا معرف باللام ہونا ہے اسم تفضیل کی موصوف کے ساتھ افراد وتثنیہ وجمع اور تذکیر وتانیث میں مطابقت ضروری ہے اس لئے کہ صفت کی موصوف کے ساتھ مطابقت ضروری ہے اور مانع جو اَفْعَلُ مِنْ کے ساتھ مشابہت ہے مفضل علیہ کے مذکور نہ ہونے کی وجہ سے مفقود ہے۔

قوله فی الثالث یجب کونه الخ اور اسم تفضیل کے استعمال کی تیسری قسم میں جو مستعمل بِمِنْ ہے اسم تفضیل کا ہمیشہ مفرد مذکر ہونا واجب ہے خواہ اس کا موصوف مثنی ہو خواہ مجموع خواہ مؤنث اس لئے کہ مِنْ تفضیلیہ بمنزلہ جز اسم تفضیل ہے لہٰذا اسم تفضیل کا آخر مِنْ کے امتزاج کی وجہ سے وسط کے حکم میں ہے اور علامت تثنیہ وجمع وتانیث آخر کلمہ کے ساتھ

مختص ہیں۔مثالیں متن میں مذکور ہیں۔

**قوله وعلى الاوجه الثلثة الخ** اور اسم تفضیل میں اس کے استعمال کے تینوں طریقوں پر جو مذکور ہوئے ضمیر فاعل مستتر ہوتی ہے اور وہ اس ضمیر مستتر میں جو فاعل ہوتی ہے بغیر کسی شرط کے عمل کرتا ہے۔

**قوله ولا يعمل فى المظهر اصلاً الخ** یعنی اسم تفضیل ہمیشہ ضمیر مستتر میں جو اس کا فاعل ہوتی ہے عمل کرتا ہے اور وہ اسم مظہر یعنی اسم ملفوظ میں کبھی عمل نہیں کرتا خواہ وہ اسم ملفوظ فاعل مظہر ہو خواہ مضمر بارز خواہ مفعول بہ مظہر ہو خواہ مفعول بہ مضمر البتہ وہ اس صورت میں جس کو مثال مارأیتُ رجلاً الخ مشتمل ہے عمل کرتا ہے جس کی تفصیل آگے آ رہی ہے اس لئے کہ اسم تفضیل کا عمل دو قسم پر ہے ایک عمل نصب اور دوسرا عمل رفع پھر اس کا عمل نصب دو قسم پر ہے ایک بنا بر مفعولیت دوسرا بنا بر حال یا بنا بر ظرف یا بنا بر تمیز پس اسم تفضیل مفعول بہ میں بالکل عمل نہیں کرتا۔خواہ مفعول بہ مظہر ہو خواہ مضمر کیونکہ اسم تفضیل کا مفعول مفضول علیہ کے سوا اور کوئی نہیں ہوتا اور مفضول علیہ جب مذکور ہوتا ہے تو وہ مجرور ہوتا ہے پس وہ اس میں بواسطہ حرف جر عمل کرتا ہے اور وہ حال اور ظرف اور تمیز میں بغیر کسی شرط کے عمل کرتا ہے جیسے زیدٌ اَحسَنُ منك اليوم راكباً ظرف اور حال میں عمل کرنے کی مثال ہے اس میں اليوم ظرف ہے اور راكباً حال اور جیسے قول باری تعالیٰ اَنَا اَكثَرُ مِنكَ مَالاً وَاَعَزُّ نَفراً (میں تجھ سے از روئے مال کے زیادہ ہوں اور از روئے نفر کے زیادہ غلبہ والا ہوں) یہ تمیز میں عمل کرنے کی مثال ہے اس میں مَالاً تمیز اکثر کی ہے اور نفراً تمییز اَعَزُّ کی ہے۔حال اور ظرف میں بغیر کسی شرط کے عمل کرنے کی وجہ یہ ہے کہ دونوں معمول ضعیف ہیں لہٰذا ان میں عمل کرنے کے لئے عامل کی فعل کے ساتھ تھوڑی سی مشابہت کافی ہے اور اسم تفضیل فعل کے ساتھ اس حیثیت سے کہ وہ معنی حدثی پر دلالت کرتا ہے مشابہ ہے اور تمیز بھی معمول ضعیف ہے جب اس میں وہ چیز جو معنی فعل سے خالی ہے عمل کرتی ہے جیسے عندى رطلٌ زيتاً میں زیتاً تمیز کو رطل نے جو اسم تام ہے نصب دیا ہے اور وہ مشابہت فعل سے خالی ہے تو اس میں وہ چیز جو فعل کے ساتھ کچھ نہ کچھ مشابہت رکھتی ہے بدرجہ اولیٰ عمل کرے گی۔اور اس کا عمل رفع بھی جو بنا بر فاعلیت ہوتا ہے تین قسم پر ہے ایک ضمیر مستتر میں عمل کرنا دوسرے ضمیر بارز میں عمل کرنا۔تیسرے اسم ظاہر میں عمل کرنا ضمیر مستتر میں وہ بغیر کسی شرط کے عمل کرتا ہے کیونکہ ضمیر مستتر معمول ضعیف ہے اور معمول ضعیف میں عمل کرنے کے لئے کسی قوی عامل کی ضرورت نہیں۔اور ضمیر بارز اور اسم ظاہر میں وہ بغیر شرط کے عمل نہیں کرتا اس لئے کہ یہ دونوں معمول قوی ہیں اور اسم تفضیل عامل ضعیف ہے اپنے ضعف کی وجہ سے ان میں عمل نہیں کر سکتا لہٰذا ان دونوں میں اس کے عمل کرنے کی چند شرطیں ہیں جن کو مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے مثال مَارَأیتُ رجلاً الخ میں بیان کی ہیں۔

**قوله اِلّا فى مثل قولهم مَارأيت رجلا الخ** یہ لا يعمل فى المظهر اصلا سے استثناء ہے یعنی اسم تفضیل اسم مظہر میں عمل نہیں کرتا لیکن وہ مَارأیتُ رجلاً الخ جیسی ترکیب میں فاعل مظہر میں عمل کرتا ہے۔مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ

نے اس ترکیب سے اسم تفضیل کے فاعل مظہر میں عمل کرنے کے لئے تین شرطوں کی طرف اشارہ کیا ہے کہ جس ترکیب میں یہ تینوں شرطیں پائی جائیں گی وہاں اسم تفضیل فاعل مظہر میں عمل کرے گا۔ اور وہ تین شرطیں یہ ہیں۔ اوّل یہ کہ اسم تفضیل باعتبار لفظ ایک شئے کی صفت ہو اور وہ باعتبار معنی اس شئے کے متعلق کی صفت ہو۔ درانحالیکہ وہ متعلق اس شئے اور دوسری شئے میں مشترک ہو۔ دوم یہ کہ وہ متعلق شئے ایسا ہو جو اس شئے کے اعتبار سے مفضل ہو اور دوسری شئے کے اعتبار سے مفضل علیہ ہو یعنی وہ مفضل بھی اور مفضل علیہ بھی لیکن دو اعتبار سے سوم یہ کہ وہ اسم تفضیل منفی ہو۔ یاد رکھنا چاہئے کہ متعلق شئ کا اس شئ کے اعتبار سے مفضل ہونا اور دوسری شئ کے اعتبار سے مفضل علیہ ہونا نفی کے داخل ہونے سے پیشتر ہے لیکن نفی کے داخل ہونے کے بعد معنی برعکس ہیں کمالا یخفی علی المتأمّل جیسے مَارَأَیْتُ رَجُلاً اَحْسَنَ فی عَیْنِهِ الْکُحْلُ مِنْهُ فِیْ عَیْنِ زیدٍ اس مثال میں پہلے اثبات کے معنی کو لحاظ کرنا چاہئے تاکہ کلام کے معنی ظاہر ہو جائیں اور پھر اس کے بعد نفی کے معنی کو، مثال مذکور میں اَحْسَنُ اسم تفضیل ہے جو باعتبار لفظ ایک شئ یعنی رجلاً کی صفت ہے اور باعتبار معنی متعلق رجل یعنی کحل کی صفت ہے اور یہ کحل رجل اور زید کی آنکھ مشترک ہے اور کحل باعتبار عین رجل مفضل ہے اور باعتبار عین زید مفضل علیہ ہے اور اس وقت معنی یہ ہیں کہ (میں نے ایک مرد کو دیکھا جس کی آنکھ میں سرمہ زید کی آنکھ کے سرمہ سے زیادہ اچھا ہے) اس میں نفی کے سوا باقی شرطیں سب ظاہر ہو گئیں۔ لیکن جب اس پر نفی داخل ہوئی تو اسم تفضیل مثبت سے منفی ہو جائے گا اور تینوں شرطیں پائی جائیں گی اور نفی کے بعد کحل باعتبار عین رجل مفضل علیہ ہے اور باعتبار عین زید مفضل اور نفی کے بعد مقصود زید کے آنکھ کے سرمہ کی تعریف ہے۔ اس مثال میں مَانا فیه ہے اور رجلاً مفعول بہ رأیتُ کا ہے اور اَحْسَنُ اسم تفضیل ہے جو الکحل میں عمل کر رہا ہے۔ اور الکحل اسم ظاہر ہے جو احسن کا فاعل ہے۔ جیسا کہ مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ خود فرما رہے ہیں کہ فَاِنَّ الکحل فاعلٌ لاحسن اور اَحْسَنُ جو اسم ظاہر الکحل میں عمل کر رہا ہے بمعنی فعل حَسُنَ ہو کر عمل کر رہا ہے۔ کیونکہ صفت تفضیل کی نفی اس کو اصل فعل کے معنی میں کر دیتی ہے اس لئے کہ تفضیل بمعنی زیادت بمنزلہ قید ہے اور نفی جب مقید پر داخل ہوتی ہے تو قید کی طرف لوٹتی ہے اور اصل فعل رہ جاتا ہے۔ پس منفی کی صورت میں اس کے عمل کرنے کی وجہ یہی ہے کہ اسم تفضیل سیاق نفی میں بمعنی فعل ہوتا ہے مثلاً جب تم نے مارأیْتُ رجلاً اَحْسَنَ من زیدٍ کہا تو اس وقت اس کے معنی اصل میں اگرچہ نفی زیادت کے ہیں۔ لیکن بحسب متعارف زیادت اور مساوات دونوں کی نفی سمجھی جاتی ہے اور معنی یہ ہوتے ہیں کہ مَارأیْتُ رجلاً حَسُنَ کزیدٍ (میں نے کسی مرد کو زید کی مثل اچھا نہیں دیکھا) اور اس وقت بحسب متعارف مثال مذکور کے معنی یہ ہوں گے کہ مَارأیْتُ رجلاً اَحْسَنَ فی عینه الکحلُ مثل حسنه فی عین زید پس اسم تفضیل نے بمعنی فعل ہو کر عمل کیا اور الکحل کو بنا بر فاعلیت رفع دیا۔

قوله وهٰهنا بحث الخ ای فی مسئلة الاستشهاد بحثٌ یعنی مثال مَارأیت رجلاً الخ میں بحث ہے اور وہ یہ ہے کہ مثال مذکور کو اس سے مختصر عبارت کے ساتھ بھی کہہ سکتے ہیں باوجود یہ کہ دونوں کے معنی ایک ہیں جیسے

مَارَأَیْتُ رجُلاً اَحْسَنَ فی عینه الکحل مِنْ عین زیدٍ اس میں منه کی ضمیر مجرور اور فی کو حذف کر دیا۔ اور اس کو اور عبارت کے ساتھ جو دوسری عبارت سے بھی مختصر ہے کہہ سکتے ہیں جیسے مَارَأَیْتُ کعین زیدٍ اَحْسَنَ فیها الکحل یہ تیسری عبارت دوسری عبارت سے اور مختصر ہے اور معنی میں کوئی فرق نہیں ہے اس میں عین زیدٍ کو احسن پر مقدم کیا اور مِنْ دو حرفی کلمہ کو حذف کر کے اس کے قائم مقام کاف کو جو یک حرفی ہے عین زید پر لے آئے اور عین زید کے احسن پر مقدم ہونے کی وجہ سے دوبارہ اس کے ذکر سے استغناء ہو گیا۔

## القسم الثانی فی الفعل

وقد سَبَقَ تعریفُهٗ واَقْسَامُه ثَلٰثَةٌ ماضٍ ومضارعٌ وامرٌ الاوّلُ الماضی وهو فِعْلٌ دَلَّ علی زمانٍ قبل زمانِكَ وهو مبنیٌّ علی الفتح اِنْ لم یکن معه ضمیرٌ مرفوعٌ متحركٌ ولا واوکضَرَبَ ومع الضمیر المرفوعِ المتحرك علی السّکون کضَرَبْتَ وعلی الضّمّ مع الواو کضَرَبُو او الثانی المضارع وهو فعل یُشْبِهُ الاسمَ باحْدَیٰ حروفِ اَتَیْنَ فی اوّله لفظًا فی اتفاق الحرکات والسکنات نحو یَضْرِب ویستخرج کضارب ومستخرج وفی دخول لام التاکید فی او لهما تقول ان زیداً لیقومُ کما تقول انّ زیداً لَقَائمٌ وفی تساویهما فی عدد الحروف ومعنیً فی انّه مشترك بین الحال والاستقبال کاسم الفاعل ولذٰلك سمَّوْهُ مضارعًا.

**ترجمہ:** ''کلمہ کی دوسری قسم فعل ہے۔ اور تحقیق اس کی تعریف پہلے گزر چکی ہے اور اس کی تین قسمیں ہیں۔ ماضی، مضارع اور امر۔ اوّل ماضی ہے۔ اور ماضی وہ فعل ہے جو ایسے زمانے پر دلالت کرے جو تمہارے زمانے سے پہلے ہو اور وہ فتحہ پر مبنی ہوتا ہے اگر اس کے ساتھ ضمیر مرفوع متحرک لگی ہوئی نہ ہو اور نہ اس کے آخر میں واو ہو جیسے ضَرَبَ اور ضمیر مرفوع متحرک کے ساتھ سکون پر مبنی ہوتا ہے جیسے ضَرَبْتَ اور واو کے ساتھ ضمہ پر مبنی ہوتا ہے جیسے ضَرَبُوْا اور دوسری قسم مضارع ہے اور مضارع وہ فعل ہے جو حروف اتین میں سے کسی ایک کے ساتھ جو اس کے شروع میں لفظوں میں موجود ہو، اسم کے مشابہ ہو حرکات اور سکنات کے متفق ہونے میں جیسے یضرب اور یستخرج اور جیسے ضارب اور مستخرج اور اسم کے ساتھ مشابہ ہے ان دونوں کے شروع میں لام تاکید کے داخل ہونے میں جیسے تو کہے ان زیداً لیقوم جس طرح کہ تو کہتا ہے ان زیداً لقائم اور ان دونوں کے حروف کی تعداد کے مساوی ہونے میں اور معنیً اس بات میں کہ وہ حال اور استقبال میں مشترک ہیں جیسے اسم فاعل اسی لئے اس کا نام مضارع رکھا ہے۔''

قوله القسم الثانی فی الفعل وقد سبق تعریفه ای تعریف الفعل وکذا بعض علاماته فی المقدمة فلا حاجة الی ذکر ماسبق ھھنا۔

قوله واقسامه ثلثة الخ یعنی فعل تین قسم پر ہے ایک ماضی دوسرا مضارع تیسرا امر اس لئے کہ فعل دو حال سے خالی نہیں یا تو اخباری ہوگا یا انشائی اگر انشائی ہے تو وہ امر ہے اور اگر اخباری ہے تو اس کے شروع میں یا تو حروف اَتَیْنَ میں سے کوئی ایک حرف ہوگا یا نہ ہوگا پہلا مضارع ہے اور دوسرا ماضی۔

قوله الاول الماضی الخ ای القسمُ الاول من تلك الاقسام الثلثة الماضی۔ ماضی کو مضارع پر مقدم کیا اس لئے کہ وہ اصل ہے کیونکہ مضارع ماضی سے بنتا ہے۔

قوله وھو فعل دلّ الخ یعنی ماضی وہ فعل ہے جو اس زمانہ پر دلالت کرے جو زمانہ تمہارے زمانہ سے پیشتر ہے یعنی وہ زمانہ اس زمانہ سے پیشتر ہو جس زمانہ میں تم موجود ہو (اور وہ زمانہ جس میں تم موجود ہو زمانہ حال ہے) خلاصہ یہ ہوا کہ اے مخاطب تو جس زمانہ میں موجود ہے اس زمانہ سے پیشتر زمانہ پر جس فعل کی دلالت ہو وہ ماضی ہے۔ جیسے ضَرَبَ (اس نے مارا)۔

قوله فعلٌ اس سے لفظ اَمْسِ سے احتراز ہے اس لئے کہ یہ اسم ہے اگرچہ زمانہ گذشتہ پر دلالت کرتا ہے۔

قوله دلَّ علیٰ زمان یہ تمام افعال کو شامل ہے۔ فعل ماضی کے زمانہ گذشتہ پر دلالت کرنے سے مراد یہ ہے کہ اس کی یہ دلالت بحسب وضع ہو نہ بحسب استعمال پس لَمْ یَضرِبْ سے اس کی مانعیت پر اعتراض وارد نہیں ہوگا۔ اس لئے کہ اس کی زمانہ گذشتہ پر دلالت بحسب وضع نہیں ہے بلکہ حرف لَمْ کے شروع میں آنے کی وجہ سے ہے۔ اسی طرح اِنْ ضَرَبتَ ضَرَبْتُ سے اس کی جامعیت پر اعتراض وارد نہیں ہوگا۔ کیونکہ اس کی زمانہ استقبال پر دلالت بحسب وضع نہیں ہے بلکہ اِنْ حرف شرط کی وجہ سے ہے۔

قوله قبل زمانك ای قبل زمان انت فیه اس سے ماضی کے سوا سب فعل خارج ہو گئے۔ اور قبل زمانك یہ ظرف مستقر ہے اور زمان کی صفت ہے ای دَلَّ علی زمان حاصلٍ فی زمان سبق زمانك۔

قوله وھو مبنیٌّ علی الفتح الخ یعنی ماضی مبنی بر فتح ہوتی ہے خواہ وہ فتحہ لفظاً ہو جیسے ضَرَبَ میں خواہ تقدیراً جیسے رَمَیٰ میں اور اس کے مبنی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ فعل میں اصل بناء ہے اس لئے کہ فعل کو معانی مختلفہ مثلاً فاعلیت اور مفعولیت اور اضافت عارض نہیں ہوتے اور فتح پر مبنی ہونا اس لئے ہے کہ فتح تمام حرکتوں میں زیادہ ہلکی حرکت ہے۔

قوله اِنْ لَمْ یکن معه ضمیر الخ یعنی ماضی بر فتح ہوتی ہے جبکہ اس کے آخر میں ضمیر مرفوع متحرک اور واو نہ ہو اس لئے کہ جب اس کے آخر میں ضمیر مرفوع متحرک ہوتی ہے تو اس وقت وہ مبنی بر سکون ہوتی ہے جیسے ضَرَبْنَ اور ضَرَبْتَ وغیرہ میں اس لئے کہ ضمیر فاعل شدت اتصال کی وجہ سے بمنزلہ جز فعل ہے پس اگر آخر فعل ساکن نہ ہو تو چار

حرکتوں کا اس چیز میں جو بمنزلہ کلمہ واحدہ ہے پے در پے آنا لازم آتا ہے اور یہ بوجہ ثقل ناجائز ہے۔اور جب اس کے آخر میں واو ہوتی ہے تو وہ واو کی مناسبت کی وجہ سے مبنی بر ضم ہوتی ہے خواہ وہ ضمہ لفظا ہو جیسے ضَرَبُوا میں خواہ تقدیرا جیسے رَمَوْا میں لیکن جب اس کے آخر میں ضمیر منصوب متحرک ہو جیسے ضَرَبَكَ میں یا اس کے آخر میں ...... واو کے علاوہ ضمیر مرفوع ساکن ہو جیسے ضَرَبَا میں تو اس وقت اس کی بناء متغیر نہیں ہوگی اور وہ مبنی بر فتح رہے گی۔

قوله الثانی المضارع ای القسم الثانی من تلك الاقسام الثلثة المضارع مضارع کو امر پر مقدم کیا کیونکہ امر مضارع سے بنتا ہے اور ماخوذ ماخوذ منہ سے متاخر ہوتا ہے۔

قوله وهو فعل يشبه الاسم الخ اور مضارع وہ فعل ہے جو حروف اَتَيْنَ میں سے کسی ایک کے شروع میں آنے کی وجہ سے اسم کے ساتھ مشابہ ہو۔

قوله لفظاً یہ اور اسی طرح معنیً بنا بر تمیز منصوب ہیں۔مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ لفظا اور معنی سے مضارع کی اسم کے ساتھ مشابہت لفظی و معنوی بتلا رہے ہیں۔

قوله فی اتفاق الحرکات والسکنات یہ يُشْبِهُ کے متعلق ہے اور وفی دخول لام التاكيد فی اولهما کا عطف فی اتفاق الحرکات پر ہے اور وفیْ تساويهما فی عدد الحروف کا عطف وفی دخول لام التاكيد پر ہے یعنی مضارع اسم کے ساتھ لفظاً مشابہ ہے اس امر میں کہ وہ اسم کے ساتھ حرکات و سکنات میں متفق ہے۔اور اس امر میں کہ دونوں کے شروع میں لام تاکید آتا ہے اور اس امر میں کہ دونوں عدد حروف میں مساوی ہیں جیسے يَضْرِبُ اور يَسْتَخْرِجُ پس جس قدر حرکات اور سکون يَضْرِبُ میں ہیں اسی قدر ضاربٌ میں ہیں يَضْرِبُ میں تین حرکتیں اور ایک سکون ہے ضَارِبٌ میں بھی تین حرکتیں اور ایک سکون ہے۔اور يَسْتَخْرِجُ میں چار حرکتیں اور دو سکون ہیں۔اسی طرح مُسْتَخْرِجٌ میں چار حرکتیں اور دو سکون ہیں اور جیسے اِنَّ زیداً لیقوم اس میں فعل مضارع لیقوم پر لام تاکید داخل ہے اسی طرح اسم پر لام تاکید داخل ہوتا ہے جیسے اِنَّ زیداً لقائمٌ میں قائمٌ اسم پر لام تاکید داخل ہے (تحقیق زید البتہ کھڑا ہوا ہے) اور جس قدر حروف یضربُ میں ہیں اسی قدر ضاربٌ میں ہے۔مضارع میں چار حرف ہیں اسم فاعل میں بھی چار حرف ہیں۔

قوله ومعنیً الخ اس کا عطف لفظاً پر ہے یعنی اور مضارع اسم کے ساتھ معنی مشابہ ہے اس امر میں کہ وہ زمانہ حال اور استقبال میں مشترک ہے جیسا کہ اسم فاعل زمانہ حال اور استقبال میں مشترک ہے۔یاد رکھنا چاہئے کہ نحات کا مذہب ہے کہ مضارع زمانہ حال اور استقبال میں مشترک ہے اور بعض نحات کا مذہب ہے کہ حال اس کے معنی حقیقی ہیں۔اور استقبال اس کے معنی مجازی ہیں اور بعض کے نزدیک دوسرے مذہب کا برعکس ہے۔

قوله ولذلك سموه الخ اور اسی مشابہت کی وجہ سے نحات نے اس کا نام مضارع رکھا اور یہ مضارعت بمعنی

مشابہت سے مشتق ہے اور نحات مضارع کو مستقبل بھی کہتے ہیں اس لئے کہ اس کے معنی میں معنی استقبال پائے جاتے ہیں۔

والسّین وسوف تُخَصِّصُہٗ بالاستقبال نحو سیضرب وسوف یضرب واللام المفتوحۃ بالحال نحو لَیَضْرِب وحروفُ المضارعۃِ مضمومۃٌ فی الرباعی نحو یُدَحْرِجُ ویُخرج لان اصلہ یُأَخرج ومفتوحۃٌ فیما عداہُ کَیَضْرب ویَسْتخرجُ وانّما اَعْرَبُوْہُ مع انَّ اصل الفعل البناءُ لمضارعتہ ای لمشابہتِہ الاسمَ فیما عَرَفْتَ واَصْل الاسم الاعرابُ وذلك اذا لَمْ یَتَّصِلْ بہ نونُ تاکید ولا نونُ جمعِ المونثِ واعرابُہ ثلثۃُ انواعٍ رفعٌ ونصبٌ وجزمٌ نحو ھو یضربُ ولن یضرِبَ ولم یضربْ.

**ترجمہ:** ”اور حرف سین اور سوف مضارع کو استقبال کے ساتھ خاص کر دیتا ہے جیسے سیضرب اور سوف یضرب اور لام مفتوحہ حال کے ساتھ خاص کر دیتا ہے جیسے لیضرب اور حروف مضارع رباعی میں مضموم ہوتے ہیں جیسے یُدَحْرِجُ اور یُخْرِجُ کیونکہ اس کی اصل یُاَخْرِجُ تھی۔ اور ان کے علاوہ میں علامتِ مضارع مفتوح ہوتی ہے جیسے یَضرب اور یستخرج اور بے شک علماء نحویین نے مضارع کو معرب بنایا ہے باوجودیکہ فعل کی اصل بناء ہے اس کے اسم کے ساتھ مشابہ ہونے کی وجہ سے ان وجوہ میں جو تو نے پہچان لیا۔ اور اسم کی اصل معرب ہونا ہے اور یہ اس وقت ہے جب کہ فعل مضارع کے ساتھ نون تاکید اور نون جمع مؤنث متصل نہ ہوں اور فعل مضارع کے اعراب تین قسم کے ہیں۔ رفع، نصب اور جزم جیسے ھو یضربُ اور لن یضربَ اور لم یضرب۔“

قولہ والسین وسوف الخ یعنی اور سین اور سوف جب مضارع پر داخل ہوتے ہیں تو اس کو زمانہ استقبال کے ساتھ خاص کر دیتے ہیں جیسے سیضربُ (وہ عنقریب مارے گا) اور سوف یضرب (وہ عنقریب مارے گا) فرق اس قدر ہے کہ سین استقبال قریب کے لئے آتا ہے اور سوف استقبال بعید کے لئے اور لام مفتوحہ جب مضارع پر داخل ہوتا ہے تو وہ اس کو زمانہ حال کے ساتھ خاص کر دیتا ہے جیسے لَیَضْرِبُ (وہ مارتا ہے)۔

قولہ وحروف المضارعۃ الخ رباعی سے یہاں مراد وہ مضارع ہے جس کی ماضی چہار حرفی ہو خواہ اس کے چاروں حروف اصلی ہوں جیسے یُدَحْرِجُ کی ماضی میں خواہ اصلی نہ ہوں بلکہ ایک زائد ہو جیسے یخرج اور یقاتل کی ماضی میں اور حروف مضارع رباعی میں مضموم ہوتا ہے جیسے یُدَحْرِجُ اور یُخْرِجُ۔ اور یُخْرِجُ اصل میں یُاَخْرِجُ تھا۔ اُخْرِجُ واحد متکلم کی موافقت کیوجہ سے کہ اصل میں أأخْرِجُ تھا اس کا ہمزہ گر گیا۔ اور واحد متکلم میں دو ہمزے جمع ہونے کی وجہ سے دوسرا

ہمزہ خلاف قیاس گر گیا۔

قولہ ومفتوحۃ فیما عداہ الخ اور رباعی کے ماسوا میں یعنی جس کی ماضی چار حرفوں سے زائد ہو یا اس سے کم ہو اس میں علامت مضارع مفتوح ہوتی ہے۔ جیسے یَنْصُرُ اور یَتَدَحْرَجُ اور یَسْتَخْرِجُ۔

قولہ وانما اعربوہ الخ نحات نے مضارع کو معرب کیا حالانکہ فعل میں اصل بناء ہے اس لئے کہ مضارع ان وجوہ کی بنا پر جس کو تم جان چکے ہو۔ اسم کے ساتھ مشابہ ہے اور اسم میں اصل اعراب ہے لہٰذا مشابہت مذکورہ کی وجہ سے مضارع معرب ہوگا اور فعل میں اصل بناء اس وجہ سے ہے کہ فعل میں وہ معنی جو اعراب کو مقتضی ہیں (اور وہ فاعلیت اور مفعولیت اور اضافت ہیں) نہیں پائے جاتے۔

قولہ وذلک اذا لم یتصل بہ الخ یعنی مضارع معرب اس وقت ہوگا جبکہ اس کے ساتھ نون تاکید ثقیلہ اور خفیفہ اور نون جمع مؤنث لاحق نہ ہو کیونکہ نونہائے مذکورہ کے لاحق ہونے کے وقت مضارع مبنی ہوتا ہے۔ اس واسطے کہ نون تاکید شدت اتصال کی وجہ سے بمنزلہ جزء کلمہ ہے پس اگر اعراب ماقبل نون پر داخل ہوگا تو وسط کلمہ میں اعراب کا داخل ہونا لازم آئے گا۔ اور اگر نون پر داخل ہوگا تو چونکہ وہ حقیقتاً دوسرا کلمہ ہے دوسرے کلمہ پر اعراب کا داخل ہونا لازم آئے گا لہٰذا اعراب ممتنع ہوا اور یہ ہی حال نون جمع مؤنث کا ہے اور نیز یہ کہ مضارع کا نون جمع مؤنث...... ماضی کے نون جمع مؤنث کے ساتھ مشابہ ہونے کی وجہ سے اپنے ماقبل سکون چاہتا ہے لہٰذا وہ اعراب کو قبول نہیں کرے گا جیسے یَضْرِبْنَ اور تَضْرِبْنَ۔

قولہ واعرابہ ثلثۃ انواع الخ اور مضارع کے اعراب تین ہیں جیسے اسم کے اعراب تین ہیں...... رفع اور نصب اور جزم پہلے دو اعراب میں تو وہ اسم کے ساتھ شریک ہے لیکن جزم فعل مضارع کے ساتھ خاص ہے جیسا کہ جر اسم کے ساتھ خاص ہے۔ جیسے ھو یضربُ (بضم باء) حالت رفع کی مثال ہے اور جیسے لن یضربَ (بنصب باء) حالت نصب کی مثال ہے اور جیسے لم یضربْ (بجزم با) حالت جزم کی مثال ہے۔

---

فصل فی اصناف اعراب الفعل وھی اربعۃ الاوَّلُ ان یکونَ الرفعُ بالضمۃ والنصبُ بالفتحۃ والجزمُ بالسّکون ویختص بالمفرد الصّحیح غیر المخاطبۃ تقول ھو یضربُ ولن یضرب ولم یضرب والثانی اَنْ یَّکونَ الرفعُ بثبوت النونِ والنصبُ والجزمُ بحذفھا ویَخْتَصُّ بالتثنیۃِ وجمعِ المذکر والمفردۃِ المخاطبۃ صحیحًا کان اوغیرُہٗ تقول ھما یَفْعَلَانِ وھم یَفعَلَون واَنْتِ تَفْعَلِیْنَ ولَنْ یَّفْعَلَا ولَنْ یَّفْعَلُوا ولَنْ یَّفعَلِیْ وَلَمْ تَفْعَلَا ولم تَفْعَلُوْا ولم تَفْعَلِیْ والثالث ان یکون الرفعُ بتقدیر الضمۃ والنصبُ بالفتحۃ لفظًا والجزمُ بحذف الام ویَخْتَصُّ بالناقص الیائی والواوی غَیْر تثنیۃٍ وجمعٍ ومخاطبۃٍ تقول ھو یَرمِیْ

ويغزُو ولن يَرمِىَ ويَغزُوَ ولم يرمِ ويَغزُ والرابع ان يَّكونَ الرفعُ بتقدير الضّمة والنصبُ بتقدير الفتحة والجزمُ بحذف اللام ويَختَصُّ بالناقص الالِفِىْ غيرَ تثنيةٍ وجمعٍ ومخاطبةٍ نحو هو يسعٰى ولن يسعٰى ولم يسع.

ترجمہ: ''پہلی فصل فعل کے اعراب کی انواع کے بیان میں۔ اور فعل کے اعراب چار اقسام پر ہیں۔ اوّل یہ ہے کہ رفعی حالت ضمہ کے ساتھ، نصبی حالت فتحہ کے ساتھ اور جزمی حالت سکون کے ساتھ ہو اور یہ اعراب خاص ہے مفرد صحیح کے ساتھ مؤنث حاضر کے صیغہ کے علاوہ جیسے هو يضربُ، لن يضربَ اور لم يضربْ اور قسم ثانی یہ ہے کہ رفعی حالت ثبوتِ نون کے ساتھ، اور نصبی و جزمی حالت نون کے حذف کے ساتھ اور یہ قسم خاص ہے تثنیہ اور جمع مذکر اور واحد مؤنث حاضر کے ساتھ خواہ صیغہ صحیح ہو یا غیر صحیح جیسے هما يفعلان، هم يفعلون، انت تفعلين، لن يفعلا، لن يفعلوا، لن تفعلى، لم تفعلا، لم تفعلوا اور لم تفعلى اور تیسری قسم یہ ہے کہ رفعی حالت تقدیر ضمہ کے ساتھ اور نصبی حالت فتحہ لفظی کے ساتھ اور جزمی حالت لام کلمہ کے حذف کرنے کے ساتھ اور یہ قسم خاص ہے ناقص یائی اور ناقص واوی کے ساتھ جو تثنیہ، اور جمع اور واحد مؤنث حاضر کا صیغہ نہ ہو جیسے هو يرمىْ ويغزوْ، لن يرمىَ ويغزوَ اور لم يرمِ ويغزُ اور چوتھی قسم یہ ہے کہ رفعی حالت تقدیر ضمہ کے ساتھ اور نصبی حالت تقدیر فتحہ کے ساتھ اور جزمی حالت لام کلمہ کے حذف کر دینے کے ساتھ اور یہ قسم خاص ہے ناقص الفی کے ساتھ جو تثنیہ، جمع اور واحد مؤنث حاضر کا صیغہ نہ ہو جیسے هو يسعى ولن يسعى اور لم يسع۔''

---

قوله فصل فى اصناف اعراب الفعل الخ اصناف جمع صنف کی ہے بمعنی قسم یعنی یہ فصل اعراب فعل یعنی اعراب مضارع کے اقسام کے بیان میں ہے۔

قوله وهى اربعة الخ اور اقسام اعراب فعل چار قسم پر ہیں قسم اوّل یہ ہے کہ حالت رفع ضمۃ کے ساتھ ہو اور حالت نصب فتحہ کے ساتھ اور حالت جزم سکون کے ساتھ پس جیسا عامل آئے گا ویسا اس کا اعراب ہوگا۔

قوله ويختص بالمفرد الخ اور اعراب کی یہ قسم مفرد صحیح کے ساتھ جو واحد مؤنث مخاطبہ کے علاوہ ہو خاص ہے اور وہ کل پانچ صیغے ہیں جن کے ساتھ اعراب کی یہ قسم خاص ہے وہ یہ ہیں۔ واحد مذکر غائب واحد مؤنث غائب۔ واحد مذکر حاضر۔ واحد متکلم اور متکلم مع الغیر جیسے هو يضربُ اور هى تضرب اور اَنْتَ تضرِبُ اور انا اضربُ اور نحن نضربُ حالت رفع کی مثالیں ہیں اور جیسے لن يضربَ اور لن تضربَ اور لَنْ اَضرِبَ اور لَن نضربَ حالت نصب کی مثالیں ہیں اور جیسے لم يضربْ اور لم تضرِبْ اور لم اَضْرِبْ اور لم نضربْ۔

قوله بالمفرد تثنیہ اور جمع سے احتراز ہے اس لئے کہ اس کا اعراب اور ہے جو آگے آرہا ہے۔

قوله الصحیح ناقص سے احتراز ہے جیسے یدعو اور یرمی اور یخشیٰ۔

قوله غیر المخاطبة یہ واحد مؤنث مخاطبہ سے احتراز ہے جیسے تضرِبِیْنَ۔

قوله والثانی ان یکون الرفع الخ اور قسم دوم یہ ہے کہ حالت رفع نون کے ساتھ ہو اور نصب اور جزم حذف نون کے ساتھ اور اعراب کی یہ قسم تثنیہ کے ساتھ خواہ مذکر ہو خواہ مؤنث اور جمع مذکر کے ساتھ خواہ غائب ہو خواہ حاضر اور واحد مؤنث مخاطب کے ساتھ خاص ہے خواہ یہ سب صحیح ہوں خواہ غیر صحیح اور یہ کل سات صیغے ہیں چاروں تثنیہ اور جمع مذکر غائب اور جمع مذکر حاضر اور واحد مؤنث حاضر (نحات کے نزدیک صحیح وہ ہے جس کے آخر میں حرف علت نہ ہو عین اور فاکلمہ میں ہو یا نہ ہو) مثالیں متن میں مذکور ہیں۔

قوله والثالث ان یکون الرفع الخ اور قسم سوم یہ ہے کہ حالت رفع ضمہ تقدیری کے ساتھ ہو اور حالت نصب فتحہ لفظی کے ساتھ ہو اور حالت جزم حذف لام کے ساتھ۔

قوله ویختصُّ بالناقص الیائی الخ اور اعراب کی یہ قسم ناقص یائی اور واوی کے ساتھ درانحالیکہ وہ تثنیہ اور جمع اور واحد مؤنث مخاطب کے علاوہ ہو خاص ہے۔ اور وہ کل پانچ صیغے ہیں۔ واحد مذکر غائب، واحد مؤنث غائب، واحد مذکر حاضر، واحد متکلم اور متکلم مع الغیر جیسے ھُوَ یَرْمِیْ وھو یَغْزُوْ اس لئے کہ ضمہ یاء اور واو پر ثقیل ہے اور جیسے لَنْ یَرْمِیَ ولَنْ یَغْزُوَ اس لئے کہ فتحہ یاء اور واو پر ثقیل نہیں ہے اور جیسے لم یَرْمِ ولم یَغْزُ اس لئے کہ جازم نے جب حرکت کو نا پایا تو حرف کو جو حرکت کے مناسب ہے گرا دیا۔

قوله غیر تثنیة وجمع ومخاطبةٍ یہ الناقص الیائی والواوی ... جو تاویل کل واحد ہے حال ہے۔

قوله الرابع ان یکون الرفع الخ اور قسم چہارم یہ ہے کہ حالت رفع ضمہ تقدیری کے ساتھ ہو اور حالت نصب تقدیر فتحہ کے ساتھ اور حالت جزم حذف لام کے ساتھ۔

قوله ویختص بالناقص الالفی الخ اور اعراب کی یہ قسم ناقص الفی کے ساتھ درانحالیکہ وہ تثنیہ اور جمع اور واحد مؤنث مخاطب کے علاوہ ہو خاص ہے اور وہ کل پانچ صیغے ہیں جو گذر چکے جیسے ھو یسعیٰ اور لن یسعیٰ اس لئے کہ الف حرکت کو قبول نہیں کرتا اور جیسے لم یسع اس لئے کہ جب جازم نے حرکت کو نا پایا تو حرف کو حذف کر دیا۔

---

فصل المرفوع عاملُه مَعْنَوِیٌّ وهو تَجَرُّدُهُ عن الناصبِ والجازمِ نحو هو یَضْرِبُ ویَغْزُوْ ویَرْمِیْ ویَسْعٰی فصل المنصوبُ عاملُه خَمْسَةُ اَحْرُفٍ اَنْ ولن وکَیْ وَ اِذَنْ واَنِ المقدّرةُ نحو اُرِیْدُ اَنْ تُحِسنَ الیَّ واَنَا لن اَضْرِبَكَ واَسْلَمْتُ کَیْ اَدْخُلَ الْجَنَّةَ و اِذَنْ یغفر اللّٰهُ لك

وتُقَدَّر اَنْ فی سبعةِ مواضع بعد حتّیٰ نحو اَسْلَمْتُ حَتّٰی اَدْخُلَ الْجَنَّةَ ولامِ کَیْ نحو قامَ زیدٌ لیذھبَ ولامِ الجحد نحو مَاکَانَ اللّٰہ لِیُعَذِّبَھُمْ والفاءِ الواقعةِ فی جواب الامرِ والنَّھی والاستفھام والنفی والتمنی والعرض نحو اَسْلِمْ فَتَسْلَمَ ولاتعصِ فَتُعَذَّبَ وھل تَعْلَمُ فَتَنْجُوَ وما تزورُنا فُنکرِ مَكَ ولیت لی مالاً فأُنْفِقَه واَلَا تنزلُ بنا فتُصِیْبَ خیراً.

**ترجمہ:** ''دوسری فصل فعلِ مرفوع اس کا عاملِ معنوی ہوتا ہے اور عاملِ معنوی فعل کا عاملِ ناصب و جازم سے خالی ہونا ہے جیسے ھو یضربُ اور یغزُو اور یرْمی اور یَسْعٰی، تیسری فصل فعلِ منصوب اس کے عوامل پانچ حروف ہیں اَنْ ، لَنْ، کَیْ، اِذَنْ، اور اَنْ مقدرہ جیسے اُریدُ ان تحسنَ الیَّ اور انا لَنْ اضربَكَ اور اسلمتُ کَیْ ادخلَ الجنّةَ اور اِذَن یَغْفرَاللّٰہُ لكَ اور اَنْ سات جگہوں میں مقدر ہوتا ہے ① حتیٰ کے بعد جیسے اسلمتُ حَتّٰی ادخُلَ الجنّةَ ② لام کَیْ کے بعد جیسے قام زیدٌ لیذھبَ ③ لام جحد کے بعد جیسے ما کان اللّٰہ لِیُعذِّبَھم ④ اُس فاء کے بعد جو امر نہی استفہام، نفی، تمنی اور عرض کے جواب میں واقع ہو جیسے اسلِم فتَسلمَ، اور ولا تعصِ فتُعذَّبَ، اور ھل تعلَمُ فتنجُوَ، اور وما تزورُنَا فنُکرِمَكَ، اور لیت لی مالاً فأُنفِقَهٗ، اور الا تنزِل بنا فتُصِیْبَ خیرًا۔''

---

قوله المرفوع عامله معنوی الخ یعنی مضارع مرفوع کا عامل معنوی ہے۔

قوله وھو تجردہ الخ اور عامل معنوی مضارع کا عامل ناصب اور عامل جازم سے خالی ہونا ہے۔

قوله المنصوب عامله الخ یعنی مضارع منصوب کے عامل پانچ حرف ہیں۔ اوّل اَنْ اور اس باب میں یہ اصل ہے اور باقی نواصب اس پر محمول ہیں۔ اور یہ فعل مضارع کو حتمی طور پر نصب دیتا ہے جبکہ وہ فعل عَلِمَ اور فعل ظَنَّ کے بعد نہ ہو کیونکہ جب وہ فعل علم کے بعد ہوگا تو ان مثقلہ سے مخفف ہوگا جیسے علمتُ اَن سیقومُ (بضم میم) میں اَنْ فعل عَلِمَ کے بعد واقع ہے لہٰذا یہ اَنْ مخففہ ہے نہ اَنْ ناصبہ اور جب فعل ظَنَّ کے بعد واقع ہوگا تو اس وقت اس میں دو وجہ جائز ہیں یا تو اس کو مثقلہ سے مخففہ کہیں یا اَنْ ناصبہ جیسے ظَنَنْتُ اَنْ سَیَقُوْمَ (بضم میم او بفتحہا) تفصیل مطولات میں ہے دوم لَنْ یہ مطلقاً مضارع کو نصب دیتا ہے۔ اور فعل مضارع کو مستقبل منفی موکد کے معنی میں کر دیتا ہے جیسے لن یضربَ (وہ ہرگز نہیں مارے گا) سیبویہ کے نزدیک یہ حرف براسہ ہے یعنی وہ مستقل حرف ہے اس میں تغیر کچھ نہیں ہوا۔ کیونکہ حروف میں اصل یہ ہے کہ ان میں کوئی تغیر نہ ہو اور فراء کے نزدیک یہ اصل میں لَا تھا الف نون سے بدل گیا اور خلیل کے نزدیک لا اَنْ تھا الف اور ہمزہ دونوں تخفیفاً خلاف قیاس حذف کر دیئے گئے۔ سوم کَیْ یہ بھی مطلقاً مضارع کو نصب دیتا ہے اور اس کے معنی سببیت ہیں یعنی اس کا ماقبل اس کے مابعد کے لئے سبب ہوتا ہے۔ جیسے اَسْلَمْتُ کَیْ اَدْخُلَ الجنة (میں اسلام لایا تاکہ جنت میں

داخل ہوں) اسلام سبب جنت میں داخل ہونے کا ہے۔ چہارم اِذَنْ یہ مضارع کو دو شرطوں کے ساتھ نصب دیتا ہے اوّل یہ کہ اس کا مابعد اپنے ماقبل پر اعتماد نہ کئے ہوئے ہو یعنی اس کا مابعد اپنے ماقبل کا معمول نہ ہو دوم یہ کہ فعل مضارع بمعنی مستقبل ہو نہ بمعنی حال جیسے تم اَسْلَمْتُ (میں اسلام لایا) کے جواب میں کہو اِذَنْ تَدْخُلَ الجنَّةَ (اس وقت تو جنت میں داخل ہوگا) پس اگر اِذَنْ کا مابعد اپنے ماقبل کا معمول ہوگا تو وہ نصب نہیں دے گا اور مضارع مرفوع ہوگا جیسے تم انا آتیك (میں تیرے پاس آؤں گا) کے جواب میں کہو کہ اَنَا اِذَنْ اُکرِمُكَ (بضم میم) اس وقت میں تیرا اکرام کروں گا اس میں اَنَا مبتداء ہے اور اِذَنْ اُکْرِمُكَ اس کی خبر ہے۔ یہاں فعل اگرچہ بمعنی مستقبل ہے لیکن چونکہ اِذَنْ کا مابعد اپنے ماقبل کا معمول ہے لہٰذا وہ نصب نہیں دے گا۔ کیونکہ مبتداء خبر میں عامل ہوتا ہے اور اگر فعل بمعنی حال ہو تو وہ نصب نہیں دے گا جیسے تم کسی سے بات کرتے وقت کہو اِذَنْ اَظُنُّكَ کاذِباً (میں تجھ کو اس وقت کاذب خیال کرتا ہوں) پنجم اَنْ مقدرة یہ بھی اَنْ ملفوظ کی طرح مضارع کو نصب دیتا ہے اور یہ سات جگہوں میں مقدر ہوتا ہے اور مضارع کو نصب دیتا ہے

قوله المقدرة (رفع کے ساتھ) یہ اَنْ کی صفت ہے ای اَنِ التی تقدر بعد سبعة مواضع۔

قوله اُرِیْدُ اَنْ تحسنَ اِلیَّ (میں ارادہ کرتا ہوں کہ تم میرے اوپر احسان کرو) اَنْ کے نصب دینے کی مثال ہے۔

قوله اَنا لَنْ اضربَكَ (میں تجھ کو ہرگز نہیں ماروں گا) لَنْ کے نصب دینے کی مثال ہے۔

قوله اَسْلَمْتُ کَیْ اَدْخُلَ الجنة (میں اسلام لایا تا کہ جنت میں داخل ہوں) کی کے نصب دینے کی مثال ہے۔

قوله اِذَنْ یَغْفِرَ اللّٰهُ لَكَ (اس وقت اللہ تعالیٰ تیری مغفرت کرے گا) اِذَنْ کے نصب دینے کی مثال ہے۔

قوله وتُقَدَّرُ اَنْ الخ یہاں سے مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ تقدیرِ اَنْ کے مواضع بتلاتے ہیں کہ ان سات جگہوں میں مقدر ہوتا ہے حتیٰ کے بعد جیسے اَسْلَمْتُ حتیٰ اَدْخُلَ الجنة بفتح لام (میں اسلام لایا تا کہ جنت میں داخل ہوں) یہ حتیٰ جس کے بعد اَنْ مقدر ہوتا ہے دو معنی کے لئے آتا ہے اوّل بمعنی تا کہ جس کی مثال گزر چکی۔ دوم بمعنی یہاں تک جیسے مَرَرْتُ حتیٰ ادخلَ البلدَ (میں گزرا یہاں تک شہر میں داخل ہوا) اور لام بمعنی کی کے بعد یعنی اس لام کے بعد جو بمعنی کی سببیہ آتا ہے جیسے قامَ زیدٌ لیذهبَ (زید کھڑا ہوا تا کہ چلے) یہاں لیذهب پر لام بمعنی کی ہے اور اس کے بعد اَنْ مقدر ہے جس کی وجہ سے یَذْهَبُ منصوب ہے ای لَانْ یَذْهَبَ اور لام جحد کے بعد جحد لغت میں بمعنی انکار کرنا اصطلاح میں لام جحد وہ ہے جو نفی کی تاکید کے لئے آتا ہے اور نفی کان کے بعد مستعمل ہوتا ہے جیسے مَا کانَ اللّٰهُ لِیُعَذِّبَهُمْ (البتہ اللہ تعالیٰ ان کو عذاب نہیں کرے گا) ان تینوں کے بعد ان کے مقدر ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہ حروف جارہ ہیں اور حرف جر فعل پر داخل نہیں ہوتا لہٰذا ضروری ہوا کہ ان کے بعد ان مصدر یہ مقدر مانا جائے تا کہ وہ فعل کو مصدر کی تاویل میں کر دے اور وہ مصدر مجرور واقع ہو۔ اور فاء کے بعد جو جواب میں امر، نہی، استفہام، نفی، تمنی اور عرض کے واقع ہو۔ اور نیز

فاء کے بعد ان کے مقدر ہونے کی ایک شرط اور ہے کہ فاء کا ماقبل اس کے مابعد کے لئے سبب ہو جیسے اَسْلِمْ فَتَسْلَمَ (تو اسلام لاتا کہ تو سلامت رہے) اس فاء کی مثال ہے جو امر کے جواب میں واقع ہے اور اس میں فاء کا ماقبل یعنی اسلام اس کے مابعد یعنی سلامتی کا سبب ہے، اس فاء کے بعد اَنْ ناصبہ مقدر ہے جس نے فعل تَسْلَمَ کو نصب دیا ہے اور جیسے لاتَعْصِ فَتُعَذَّبَ (تو نافرمانی مت کر (ایسا نہ ہو) کہ تو عذاب دیا جائے) فاء کے نہی کے جواب میں واقع ہونے کی مثال ہے اور جیسے هَلْ تَعْلَمُ فَتَنْجُوَ (کیا تو سیکھتا ہے کہ نجات پائے) فاء کے استفہام کے جواب میں واقع ہونے کی مثال ہے اس میں علم نجات کا سبب ہے اور جیسے مَاتَزُوْرُنَا فَنُكْرِمَكَ (تم ہماری زیارت نہیں کرتے ہو کہ ہم تمہارا اکرام کریں) فاء کے نفی کے جواب میں واقع ہونے کی مثال ہے۔ اور جیسے لَيْتَ لى مالاً فَأُنْفِقَهُ (کاش کہ میرے پاس مال ہوتا کہ میں اس کو خرچ کرتا) فاء کے تمنی کے جواب میں واقع ہونے کی مثال ہے اور جیسے اَلَا تَنْزِلُ بِنَا فَتُصِيْبَ خيراً (تم ہمارے پس کیوں نہیں آتے تاکہ تم بھلائی کو پہنچو) فاء کے عرض کے جواب میں واقع ہونے کی مثال ہے ان مثالوں میں فاء کے بعد اَنْ اس لئے مقدر مانا جاتا ہے کہ ان میں پہلا جملہ انشائیہ ہے اور دوسرا جملہ خبریہ اور قاعدہ ہے کہ جملہ خبریہ کا عطف جملہ انشائیہ پر ناجائز ہے لہٰذا ان کو مقدر مانا تاکہ مضارع مصدر کی تاویل میں ہو کر اس مصدر پر معطوف ہو جو اس سے پیشتر جملہ انشائیہ سے سمجھا جاتا ہے اور اس وقت مفرد کا عطف مفرد پر ہوگا۔ اور ان سب کی تقدیر عبارت اس طرح ہوگی کہ ليكن منك اسلامٌ فسلامتك من النار اس میں سلامتٌ مصدر کا عطف اسلام مصدر پر ہے۔ اسی پر باقی مثالوں کو قیاس کرلو اور لايكن منك عصيانٌ فعذابٌ من الله اور هل يكن منك علمٌ فنجاتك من الجهالة اور ليسَ منك زيارة فاكرام منى اور ليت لى ثبوتُ مال فانفاق منى اور الايكون منك نزولٌ فاصابة خير منى۔

---

وبعد الواوالوقعة فی جواب هذهِ المواضع كذلك نحو اسلمْ وتسلمَ الى اٰخره وبعد اوبمعنى الى اَنْ اوالا ان نحو لَاَحْبِسَنَّك اَوْتُعْطِيَنى حقّى وواو العطف اذا كان المعطوفُ عليهِ اسمًا صريحًا نحو اَعْجَبَنِىْ قيامُك وتَخْرُجَ ويجوز اظهارُ اَنْ مع لامِ كَىْ نحو اسلمتُ لِاَنْ ادخُلَ الجنةَ ومع واوالعطف نحو اعجبنى قيامُك واَنْ تَخْرُجَ ويجب اظهارُ اَنْ فى لام كَىْ اذا اتَّصَلَتْ بلا النافيةِ نحو لِئَلَّا يَعْلَمَ واعلم اَنَّ اَنِ الْوَاقِعَةَ بعد العِلْمِ ليست هى النّاصبة للفعل المضارع وانّما هى المخففة من المثقلة نحو علمتُ اَنْ سَيَقُوْمُ قال الله تعالٰى عَلِمَ اَنْ سَيَكُوْنُ مِنْكُمْ مَّرْضٰى واَنِ الوَاقِعَةَ بعدِ الظَنّ جازفيه الوَجْهانِ النصبُ بها واَنْ تجعلها كالواقعة بعد العلم نحو ظَنَنْتُ اَنْ سَيَقُوْمُ.

**ترجمہ:** ”⑤ اور اس واؤ کے بعد جو ان مذکورہ مقامات کے جواب میں واقع ہو اسی طرح اَنْ پوشیدہ ہوتا ہے

جیسے اسلِم و تسلَمَ آخر تک ⑥ اس اَوْ کے بعد ان مقدر ہوتا ہے جو الٰی اَنْ یا اِلّا اَنْ کے معنی میں ہو جیسے لَاَحْبِسَنَّكَ اَوْ تعطِيَنی حقّی ⑦ واو عطف کے بعد جب کہ مطوف علیہ اسم صریح ہو، جیسے اعجبَنی قیامُكَ وتَخرُجَ، اور اَنْ کا ظاہر کرنا لام کَیْ کے ساتھ جائز ہے جیسے اسلمتُ لِاَنْ ادخلَ الجنّۃَ اور واو عطف کے ساتھ جیسے اعجبنی قیامُكَ واَنْ تخرُجَ، اور ان کا ظاہر کرنا لام کی میں واجب ہے جب کہ لائے نفی کے ساتھ متصل ہو جیسے لِئَلّا یعلَمَ اور تو جان لے کہ وہ اَنْ جو مادہ علم کے بعد واقع ہو وہ فعل مضارع کو نصب نہیں دیتا اور بے شک وہ مثقلہ سے مخففہ ہوتا ہے جیسے علِمتُ اَنْ سیکونُ اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے علم ان سیَکونُ منکم مّرضٰی اور وہ اَنْ جو مادہ ظن کے بعد واقع ہو اس میں دونوں وجہیں جائز ہیں ان کی وجہ سے نصب دینا اور اس اَنْ کی طرح بنا دینا جو مادّہ علم کے بعد واقع ہو جیسے ظَنَنْتُ اَنْ سَیَقُوْمُ۔

---

قوله وبعد الواو الواقعة الخ ای ويقدر اَنْ بعد الواو الواقعة فی جواب المواضع الستته المذكور من الامر الى العرض۔

قوله كذلك ای مثل الفاء الواقعة فی جواب المواضع الستته المذكورة یعنی اور فاء کی طرح جو اشیاء ستہ مذکورہ کے جواب میں واقع ہوتی ہے واو کے بعد بھی جو اشیاء ستہ مذکورہ کے جواب میں واقع ہو اَنْ مقدر ہوتا ہے اور نیز واو کے بعد ان کے مقدر ہونے کی ایک شرط اور ہے وہ یہ کہ واو کے ماقبل اور مابعد کے مضمون کا حصول ایک زمانہ میں ہو۔ اس کی مثالیں بعینہٖ فاء کی مثالیں ہیں۔ فاء کی جگہ واو رکھ لو جیسے اَسْلِمْ وَتَسْلَمَ ای لیجتمع الاسلامُ والسلامتُ اور جیسے لا تَعْصِ وتُعَذَّبَ ای لا یجتمع منك العصيان والعذاب من اللّٰه تعالیٰ اس واو کو واو الجمع اور واو الصرف بھی کہتے ہیں۔ ان مثالوں میں واو کے بعد اَنْ مقدر ماننے کی وہی وجہ ہے جو فاء کے بعد اَنْ مقدر ماننے کی ہے کہ جملہ خبریہ کا عطف جملہ انشائیہ پر لازم آتا ہے جو ناجائز ہے لہٰذا ان مقدر مانا تا کہ مضارع مصدر کی تاویل میں ہو کر اس مصدر پر معطوف ہو جو اس سے پیشتر جملہ انشائیہ سے سمجھ میں آ رہا ہے اور اس وقت عطف مفرد کا مفرد پر ہوگا نہ جملہ کا جملہ پر جیسا کہ ان کی تقدیر عبارت سے ظاہر ہے۔

قوله وبعد اَوْ الخ یعنی اور لفظ اَوْ کے بعد جو بمعنی اِلٰی اَنْ یا اِلَّا اَنْ کے معنی میں ہو اَنْ مقدر ہوتا ہے یعنی وہ اِلٰی یا اِلَّا کے معنی میں ہو جو اَنْ مقدرہ پر داخل ہوتے ہیں نہ یہ کہ اَنْ بھی ان دونوں کے مفہوم میں داخل ہے ورنہ اگر ان کے بعد ایک اور اَنْ مقدر مانیں تو تکرار اَنْ لازم آئے گی جو ناجائز ہے جیسے لَاَحْبِسَنَّكَ اَوْ تَعْطِيَنِیْ حَقِّیْ (میں تجھ کو البتہ روکے رہوں گا یہاں تک کہ تو میرا حق دے) تقدیر عبارت اس طرح ہوگی کہ لَاَحْبِسَنَّكَ اِلٰی اَنْ تَعْطِيَنِیْ حَقِّیْ اور

اگر اَوْ بمعنی اِلَّا اَنْ لیا جائے تو تقدیر عبارت اس طرح ہوگی کہ لَاَحْبِسَنَّكَ فی کل وقتٍ اِلَّا فی وقتِ اَنْ تُعْطِيَنِیْ حَقِّیْ (میں تجھ کو البتہ ہر وقت روکے رہوں گا مگر اس وقت میں کہ تو مجھ کو میرا حق دے)۔

قوله وواو العطف الخ یعنی اور واو عطف کے بعد (بلکہ تمام حروف عطف کے بعد) اَنْ مقدر ہوتا ہے جبکہ معطوف علیہ اسم صریح ہو تا کہ فعل کا عطف اسم پر لازم نہ آئے اور جملہ کا عطف مفرد پر نہ ہو جیسے اَعْجَبَنِیْ قِیَامُكَ وَتَخْرُجَ (مجھ کو تیرے کھڑے ہونے اور نکلنے نے تعجب میں ڈالا) اس میں قیامُكَ اسم صریح معطوف علیہ ہے اور تخرج فعل معطوف ہے اور اس وقت فعل کا عطف اسم پر لازم آتا ہے اور نیز جملہ کا عطف مفرد پر لازم آتا ہے جو ناجائز ہے۔ لہٰذا واو کے بعد اَنْ مقدر مانا جس سے تخرج فعل مصدر کی تاویل میں ہوگیا اور اسم مفرد کا عطف اسم مفرد پر ہوگیا۔ ای اعجبنی قیامُكَ وخروجُك جاننا چاہئے کہ جب معطوف علیہ اسم صریح ہو تو واو اور فاء کے بعد تقدیر اَنْ شرطین مذکورین کے ساتھ مشروط نہیں ہے جیسا کہ مثال سے ظاہر ہے۔ مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے اسم صریح فرمایا اس لئے کہ جب معطوف علیہ اسم صریح نہ ہو جیسے اَعْجَبَنِیْ اَن یضربَ زیدٌ اَوْ یَشْتِمَ میں تو اس وقت اَنْ کے مقدر ماننے کی ضرورت نہیں ہے اس لئے کہ اس صورت میں اَوْ یشتمِ کا عطف مدخول اَنْ پر ہوگا اور وہ اَنْ سابقہ سے منصوب ہوگا۔

قوله ویجوز اظهار اَنْ الخ اور اَنْ مصدریہ کا اظہار لام کَیْ کے ساتھ (اور جو اس کے ساتھ ملحق ہے جیسے کہ لام زائدہ جو فعل امر یا ارادہ کے بعد ہو) اور واو عطف کے ساتھ بلکہ تمام حروف عاطفہ کے ساتھ جو مضارع کو اسم صریح پر عطف کرتے ہیں جائز ہے۔ جیسے اَسْلَمْتُ لِاَنْ اَدْخُلَ الجنّة اور جیسے اُمِرْتُ لِاَن اَعْدِلَ بَیْنَکُمْ اور جیسے اَعْجَبَنِیْ قِیَامُكَ وَاَن تَخْرُجَ مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے لامِ کَیْ کہا اس لئے کہ لام جحود کے ساتھ جو زائدہ ہوتا ہے اور نفی کان کی تاکید کے لئے آتا ہے اظہار اَنْ جائز نہیں ہے۔ ان صورتوں میں ان کا اظہار اس لئے جائز ہے کہ لامِ کَیْ اور وہ جو اس کے ساتھ ملحق ہے یعنی لام زائدہ اور حروف عطف اسم صریح پر داخل ہوتے ہیں۔ جیسے جِئْتُكَ لِلْاِکْرَامِ اور جیسے رَدِفَ لَکُمْ (لَکُمْ پر لام زائدہ ہے اس لئے کہ رَدِفَ متعدی بنفسہٖ ہے) اور جیسے اَعْجَبَنِیْ شَتْمُ زیدٍ وضَرْبُهٗ لہٰذا ان کا فعل پر اَنْ کے ساتھ داخل ہونا صحیح ہوا کیونکہ فعل مع اَنْ بتقدیر اسم ہوتا ہے اور لام جحود کے ساتھ اَنْ کا اظہار ناجائز ہے اس لئے کہ وہ کان منفی کی خبر کے ساتھ جب کے وہ فعل ہو خاص ہے۔

قوله ویجب اظهارُ اَنْ الخ اور لام کی میں جب کہ وہ لا نافیہ کے ساتھ متصل ہو اَنْ کا اظہار واجب ہے۔ کیونکہ اگر اَنْ کو ظاہر نہیں کرتے ہیں تو دو لاموں کا اجتماع لازم آئے گا۔ اور لفظ زبان پر ثقیل ہو جائے گا جیسے لِئَلَّا یَعْلَمَ۔

قوله اِعْلَمْ اَنَّ اَنِ الواقِعَةَ الخ یعنی اَنْ جو اس عِلْم کے بعد واقع ہو جو بمعنی ظن نہیں ہے۔ ناصب فعل مضارع نہیں ہے بلکہ مثقلہ سے مخففہ ہے۔ اس لئے کہ اَنْ مخففہ تحقیق کے لئے ہوتا ہے جو علم کے مناسب ہے اور ناصبہ امید و طمع کے لئے ہوتا ہے جو علم کے مناسب نہیں ہے اور علم سے مراد وہ ہے جو مفید یقین ہو خواہ لفظ علم ہو یا اس کے علاوہ لفظ رویت اور

وجدان اور تبیین اور تحقیق اور انکشاف اور شہادت اور ظہور وغیرہ ہوں جو مفید یقین ہوتے ہیں۔ جیسے علمتُ اَنْ سَیَقُوْمُ کہ اصل میں اَنَّهٗ سیقوم تھا اور جیسے قول باری تعالیٰ عَلِمَ اَنْ سَیَکُوْنُ منکم مرضیٰ کہ اصل میں اَنَّهٗ سیکون تھا (جانا اللہ تعالیٰ نے کہ عنقریب تم میں سے بیمار ہوں گے) اور علم سے مراد وہ ہے جو بمعنی ظن نہ ہو ورنہ اگر علم بمعنی ظن ہوگا تو اس وقت اس کے بعد اَنْ مصدریہ اور اَنْ مخففہ دونوں کا واقع ہونا جائز ہے۔

قوله لیست هی الناصبة اس میں ضمیر ہی ضمیر لَیْسَتْ کی تاکید کے لئے ہے۔

قوله انما هی المخففة اس میں ہی حصر کے لئے ہے۔

قوله مِنَ المثقلة یہ الماخوذة کے متعلق ہے ای المخففة الماخوذة من المثقلة (تنبیہ) جب عِلْم کے بعد فعل مضارع پر اَنْ مخففہ آئے تو اس وقت اَنْ کے بعد فعل مضارع پر چار چیزوں سین یا سوف یا قد یا حرف نفی میں سے کسی ایک کا ہونا ضروری ہے تاکہ شروع ہی سے اَنْ مصدریہ اور اَنْ مخففہ میں فرق ظاہر ہو جائے (ورنہ آخر میں فرق ظاہر ہوگا) کیونکہ اَنْ مصدریہ اور اس کے فعل کے درمیان حروف مذکورہ میں سے کوئی حرف فاصل نہیں آتا۔ جیسے عَلِمَ اَنْ سیکون کذا اور جیسے علمتُ اَنْ سوف یکونُ اور جیسے قول باری تعالیٰ لِیَعْلَمَ اَنْ قَدْ اَبْلَغُوْا اور جیسے علمتُ اَنْ لم تَقُمْ او اَنْ لا تقومَ۔

قوله واَنِ الواقِعَةَ بعد الظن الخ اس کا عطف پہلے ان الواقعۃ پر ہے ای اَنَّ اَنِ الواقعة بعد الظَنّ یعنی اور اَنْ جو ظن کے بعد واقع ہو اس میں دو وجہ جائز ہیں اوّل یہ کہ اس اَنْ سے فعل کو نصب دیں اور اَنْ مصدریہ ہو دوم یہ کہ اس اَنْ کو اس ان کی مثل کیا جائے جو لفظ علم کے بعد واقع ہوتا ہے یعنی اس کو اَنْ مخففہ مانا جائے۔ اور فعل مرفوع ہو اس لئے کہ ظن طرف راجح کا نام ہے اگر اس کی راجحیت پر نظر کریں تو اس کے مناسب اَنْ مخففہ ہے کیونکہ مخففہ سے مثقلہ تحقیق پر دلالت کرتا ہے جو طرف راجح کے مناسب ہے اور چونکہ ظن کی دلالت عدم یقین پر ہے اگر اس کا لحاظ کریں تو اس کا مناسب اَنْ مصدریہ ہے جیسے ظَنَنْتُ اَنْ سَیَقُوْمُ اس میں اَنْ ظن کے بعد واقع ہے پس اس میں دو وجہ جائز ہیں یا تو اس کو اَنْ مصدریہ مانیں اور فعل سیقوم کو منصوب پڑھیں یا اس کو اَنْ مخففہ مانیں اور فعل سیقوم کو مرفوع پڑھیں۔ (تنبیہ) اَنْ جو علم اور ظن کے علاوہ رجاء اور طمع اور خشیت اور خوف اور شک اور وہم اور اعجاب وغیرہ کے بعد واقع ہوتا ہے تو وہ ان مصدریہ ہوتا ہے نہ مخففہ جیسے رَجَوْتُ اَنْ تقومَ اور طَمَعْتُ اَنْ تَقْعُدَ اور خشیتُ اَنْ ترجعَ۔

---

فصل الجزوم عامله لَم ولما ولامُ الاَمْرِ ولا فی النّهی وَکَلِمُ المجازاۃِ وهیَ اِنْ ومهما واذما وحیثما واین ومتیٰ وما ومَنْ وایُّ واَنّی وَاِن المقدرَّةُ نحو لم یَضْرِبْ ولَمَّا یَضْرِبْ ولِیَضْرِبْ ولا یَضْرِبْ و اِنْ تَضْرِبْ اَضْرِبْ اَلخ واعلَم اَنَّ لم تقلبُ المضارعَ ماضیًا منفیًا ولَمّا

كذلك اِلَّا انَّ فيها توقعًا بعده ودوامًا قبله نحو قامَ الامير لَمَّا يركَبْ وايضا يجوز حذف الفعل بعد لَمَّا خاصَّةً تقول نَدمَ زيدٌ ولَمَّا اَىْ ولَمَّا ينفعه النَّدم ولا تقول ندِم زيد ولَمْ وامّا كلم المجازاة حرفًا كانتْ اواسمًا فهى تدخل على الجُمْلَتَيْنِ لِتَدُلَّ على اَنَّ الاُوْلىٰ سببٌ للثانية وتُسمَّىٰ الْاُوْلىٰ شرطًا والثانية جزاءً.

ترجمہ: ''چوتھی فصل فعل مجزوم اس کے عوامل لم، لما، لام امر لائے نفی اور کلمہ مجازات ہیں اور کلمہ مجازات اِنْ، مهما، اِذما، حيثما، اين، متٰى، ما، من، اَیٌّ، اَنّٰی اور اِنْ مقدرہ ہیں جیسے لم يضرِبْ، لمّا يضربْ، ليضرب، لا تضرِب اور اِنْ تَضْرِبُ اضرِبْ، اور تو جان لے کہ لَمْ فعل مضارع کو ماضی منفی بنا دیتا ہے اور لمّا بھی اسی طرح ہے مگر لمّا میں اس کے بعد توقع اور اس سے پہلے دوام ہوتا ہے جیسے قامَ الامير لمّا يركبْ اور نیز لمّا کے بعد خاص کر فعل کا حذف کرنا جائز ہے جیسے تو کہے نَدِمَ زيدٌ و لمّا یعنی ولما ينفعه النّدمُ اور تو نہیں کہے گا ندِم زيدٌ ولَمْ اور بہر حال کلمہ مجازات حرف ہو یا اسم دو جملوں پر داخل ہوتے ہیں تا کہ اس بات پر دلالت کرے کہ پہلا جملہ دوسرے جملہ کے لئے سبب ہے اور پہلے جملہ کا نام شرط اور دوسرے کا نام جزا رکھا جاتا ہے۔''

---

قوله المجزوم عامله لم ولَمَّا الخ اى المضارع المجزوم عامله لَمْ ولَمَّا یعنی مضارع مجزوم کا عامل لم ہے اور لمَّا اور لام امر اور لائے نہی اور کلمات مجازات یعنی وہ کلمات جو دوسرے جملہ کے جزاء اور پہلے کے شرط ہونے پر دلالت کرتے ہیں۔ یعنی کلمات شرط و جزاء چونکہ ان میں سے بعض اسم ہیں اور بعض حرف لہٰذا مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے کلم فرمایا تا کہ دونوں کو شامل ہو جائے اور لائے نہی کہنے سے لائے نفی سے احتراز ہے اور نیز اس لا سے احتراز ہے جو نہ نہی کے لئے آتا ہے اور نہ نفی کے لئے بلکہ زائدہ ہوتا ہے جیسے لا اقسم میں۔ یاد رکھنا چاہئے کہ لم اور لمّا اور لام امر اور لائے نہی صرف ایک فعل کو جزم دیتے ہیں جیسے لم يضرب اور لمَّا يضربْ اور ليضرِبْ اور لا يَضْرِبْ اور کلمات مجازات یعنی کلمات شرط و جزاء دو فعلوں کو جزم دیتے ہیں پہلے کو شرط کہتے ہیں اور دوسرے کو جزاء جیسے اِنْ تَضْرِبْ اَضْرِبْ (اگر تو مارے گا تو میں ماروں گا)۔

قوله وهىَ اِنْ ومهما الخ اور کلمات مجازات اِنْ اور مهما اور اذما اور حيثما اور اين اور متیٰ اور مَا اور مَنْ اور اَیٌّ اور اَنّٰی اور اِنْ مقدرہ ہیں۔

قوله اِعْلَمْ انَّ لم تقلب الخ یعنی لَمْ جو جوازم میں سے ہے مضارع کو ماضی منفی کے معنی میں کر دیتا ہے اسی طرح لَمَّا بھی مضارع کو ماضی منفی کے معنی میں کر دیتا ہے لیکن فرق اتنا ہے کہ لَمَّا میں زمانہ تکلم کے بعد سے فعل منفی کے ثبوت کی

توقع ہوتی ہے یعنی اس سے اکثر اس فعل کی نفی کی جاتی ہے جس کے زمانہ مستقبل میں تکلم کے بعد پائے جانے کی امید ہوتی ہے اور نیز اس میں زمانہ تکلم سے پہلے دوام ہوتا ہے یعنی اس میں نفی وقت انتفاء سے لے کر وقت تکلم تک کے تمام ازمنہ ماضیہ کو شامل ہوتی ہے بخلاف لَمْ کے کہ اس میں یہ دونوں چیزیں نہیں ہوتیں جیسے تم اس شخص سے جو امیر کے سوار ہونے کی امید رکھتا ہے کہو کہ قام الامیر ولما یرکب یعنی امیر کھڑا ہوا اور اس وقت تک وہ سوار نہیں ہوا لیکن اس کے سوار ہونے کی امید ہے اور لمّا کبھی غیر متوقع الفعل کی نفی کے لئے بھی آتا ہے جیسے. ندم زیدٌ ولمّا ینفع الندم زید پشیمان ہوا اور اس کو پشیمانی نے فائدہ نہیں دیا۔

قولہ ویجوز حذف الفعل الخ اور لَمَّا کے فعل کا حذف جب کہ اس پر کوئی قرینہ ہو جائز ہے بخلاف لَمْ کے کہ اس کے فعل کا حذف ناجائز ہے جیسے تم اس مقام میں کہ جہاں زید کے کسی کام پر پشیمان ہونے کا ذکر ہو رہا ہو نَدِمَ زیدٌ ولَمَّا کہو ای ولَمَّا ینفعه الندمُ لیکن ندم زیدٌ ولم نہیں کہہ سکتے۔ چوتھا فرق یہ ہے کہ لَمَّا پر حرف شرط داخل نہیں ہوتا۔ بخلاف لَمْ کے کہ اس پر داخل ہو جاتا ہے پس اِنْ لَمَّا یَضرِبْ اور مَنْ لَمَّا یَضرِبْ نہیں کہہ سکتے اور اِنْ لَّم یَضْرِبْ اور مَنْ لَّمْ یَضْرِبْ کہہ سکتے ہیں۔ (تنبیہ) لفظ لَمَّا حرف بھی ہے اور اسم بھی لیکن جب وہ حرف ہوتا ہے تو مضارع کے ساتھ خاص ہے اور جب وہ اسم ہوتا ہے تو ظرف ہوتا ہے اور بمعنی اِذْ اور اس وقت اس کے بعد ماضی کا ہونا ضروری ہے خواہ ماضی لفظاً ہو خواہ معنی اور پھر اس کا جواب بھی ہوگا خواہ جملہ فعلیہ ہو خواہ جملہ اسمیہ اور پھر جواب جملہ اسمیہ کی صورت میں اذا مفاجاتیہ کے ساتھ ہوگا جیسے قول باری تعالیٰ فَلَمَّا کُتِبَ علیهم القتالُ اذا فریقٌ منهم میں یا فاء کے ساتھ۔ اور جملہ فعلیہ کی صورت میں اس کا جواب کبھی ماضی مع الفاء ہوتا ہے اور کبھی مضارع۔

قولہ وامَّا کلم المجازات الخ اور کلمات مجازات یعنی کلمات شرط و جزاء حرف ہوں یا اسم ہمیشہ دو جملہ فعلیہ پر داخل ہوتے ہیں تا کہ وہ اس امر پر دلالت کریں کہ پہلا جملہ دوسرے جملہ کا سبب ہے پہلا جملہ سبب اور دوسرا جملہ مسبب ہوگا پس کلمات شرط داخل ہونے کے بعد پہلے کو شرط کہتے ہیں۔ اور دوسرے کو جزاء۔

---

ثم اِنْ کان الشرطُ والجزاءُ مضارعَیْنِ یجب الجزمُ فیهما لفظًا نحو اِنْ تُکرِمْنِیْ اُکْرِمْكَ و اِنْ کانا ماضِیَیْنِ لم تعمل فیهمَا لفظًا نحو اِنْ ضربتَ ضربتُ و اِنْ کان الجزاءُ وحده ماضیًا یجب الجزم فی الشرط نحواِنْ تضربْنی ضَرَبْتُك و اِنْ کان الشرط وحده ماضیًا جازفی الجزاء الوجهانِ نحو اِنْ جِئْتَنِیْ اُکْرِمْك واعلم اَنَّه اذا کان الجزاء ماضیًا بغیر قدلم یَجُزِ الْفَاءُ فیه نحو اِنْ اکرَمْتَنِیْ اکْرَمْتُكَ قال اللّٰهُ تعالی وَمَنْ دَخَلَهٗ کَانَ اٰمنًا و اِنْ کان مضارعًا مثبتًا او منفیًا بلا جازفیه الوجهانِ نحو اِنْ تَضْرِبْنِیْ اَضْرِبْك اوفاضربْك و اِنْ

تَشْتِمْنِیْ لا اَضْرِبْكَ اَوْفلا اَضْرِبْكَ.

تَرجَمہ: ''پھر اگر شرط اور جزا دونوں فعل مضارع ہوں تو اُن دونوں میں لفظاً جزم واجب ہے جیسے اِنْ تُکْرِمْنی اُکْرِمْكَ اور اگر دونوں فعل ماضی ہوں تو لفظوں میں کوئی عمل نہیں کرتے جیسے اِنْ ضربتَ ضربتُ اور اگر حرفِ جزا فعل ماضی ہو تو شرط میں جزم واجب ہے جیسے اِنْ تضربْنی ضربتُك اور اگر صرف شرط فعل ماضی ہو تو اس میں دو وجہیں جائز ہیں جیسے اِنْ جِئْتَنی اُکرِمُكَ، اور تو جان لے کہ اگر جزا فعل ماضی بغیر قَدْ کے ہو تو اس میں فاء کا لانا جائز نہیں ہے جیسے اِنْ اکرمتنی اکرمتُك اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ومن دخلَهٗ کانَ اٰمنًا اور اگر جزا فعل مضارع مثبت ہو یا منفی لاء کے ساتھ ہو تو اس میں دو وجہیں جائز ہیں جیسے اِنْ تضربْنی اضربْك یا فَاضْرِبْك اور ان تَشْتِمْنی لا اضربْك یا فلا اضرِبْك۔''

---

قوله ثم ان کان الشرط والجزاء الخ یہاں سے مصنف شرط اور جزاء کے انجزام کی شکلیں بتاتے ہیں کہ اگر شرط اور جزاء دونوں مضارع ہوں۔ تو دونوں میں لفظاً جزم واجب ہے اس لئے کہ عامل جازم موجود ہے اور مضارع معرب ہے جو جزم کی صلاحیت رکھتا ہے جیسے اِنْ تُکْرِمْنِیْ اُکْرِمْكَ (اگر تو میرا اکرام کرے گا تو میں تیرا اکرام کروں گا)۔

قوله وان کان الجزاء الخ یعنی اگر صرف جزاء ماضی ہے اور شرط مضارع ہو تو اس وقت شرط میں جزم واجب اور ضروری ہے نہ جزاء میں جیسے اِنْ تَضْرِبْنِیْ ضَرَبْتُكَ (اگر تو مجھ کو مارے گا تو میں تجھ کو ماروں گا)۔

قوله وان کان الشرط وحده الخ اور اگر صرف شرط ماضی ہے اور جزاء مضارع تو اس وقت جزاء میں (نہ شرط میں) دو وجہ جائز ہیں۔ ایک جزم جو افصح ہے دوسرے رفع جزم تو اس لئے کہ وہ معرب ہونے کی وجہ سے جزم کی صلاحیت رکھتا ہے اور رفع اس لئے کہ جب شرط پر ماضی ہونے کی وجہ سے جزم نہیں آتا تو اس کے تبعاً جزاء میں بھی نہیں آئے گا جیسے اِنْ جِئْتَنِیْ اُکْرِمْكَ (بجزم میم و برفع او) اگر تو میرے پاس آئے گا تو میں تیرا اکرام کروں گا۔

قوله واعلم انه اذا کان الجزاء الخ یہاں سے مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ جزاء پر فاء ہونے کا بیان فرما رہے ہیں کہ جب جزاء ماضی بغیر قد ہو تو اس وقت جزاء پر فاء کا لانا جائز نہیں ہے اس لئے کہ حرف شرط نے ماضی کے معنی میں اثر کیا بایں طور کہ اس نے ماضی کو معنی میں مستقبل کے کر دیا لہٰذا اب دوسرے رابطہ کی طرف جو فاء ہے ضرورت نہیں رہی جیسے اِنْ اَکْرَمْتَنِیْ اَکْرَمْتُكَ (اگر تو میرا اکرام کرے گا میں تیرا اکرام کروں گا) اس میں اکرمتنی شرط ہے اور اکرمتک جزاء ہے جس پر فا نہیں ہے اور جیسے فرمان باری تعالیٰ وَمَنْ دَخَلَهٗ کَانَ اٰمِناً (اور جو شخص اس جگہ داخل ہوا وہ امن والا ہوگا) دخله شرط ہے اور کان آمناً جزاء ہے جس پر فاء نہیں ہے۔

قوله بغیر قد جار و مجرور صفت ماضیاً کی ہے ای ماضیاً کائناً بغیر قد۔

قولہ و اِنْ کانَ مضارعاً مثبتاً الخ اور اگر جزاء مضارع مثبت ہو (اور وہ غیر مجزوم بلام امر ہو اور نیز وہ دعاء اور تمنی کے علاوہ ہو۔ اور نیز وہ سین اور سوف کے بغیر ہو۔ اس لئے کہ یہ ان حرف شرط کے داخل ہونے سے پیشتر ہی سے مستقبل میں ہیں۔ لہٰذا صرف شرط کی ان میں کوئی تاثیر نہیں پس ان صورتوں میں جزاء پر فاء کا لانا واجب ہے) یا مضارع منفی بلا ہو تو اس وقت اس میں دو وجہ جائز ہیں فاء کا لانا اور نہ لانا اس لئے کہ حرف شرط کی تاثیر جیسے کہ ماضی میں تھی ویسی مضارع مثبت اور مضارع منفی بلا میں نہیں ہے کیونکہ حرف شرط مضارع کے معنی میں ایسا تغیر پیدا نہیں کرتا جیسا کہ وہ ماضی کے معنی میں تغیر پیدا کرتا ہے اس واسطے کہ مضارع میں استقبال کے معنی پہلے ہی سے تھے حرف شرط نے اس کے معنی کو متعین کر دیا اور اس کو خالص معنی استقبال کے لئے کر دیا پس پوری تاثیر نہ ہونے کی وجہ سے فاء رابطہ کا لانا جائز ہے اور اور چونکہ مضارع مذکور میں حرف شرط کی تاثیر تھوڑی سی پائی گئی کہ اس نے مضارع مذکور کو خالص معنی استقبال کے لئے کر دیا لہٰذا فاء کا نہ لانا بھی جائز ہے جیسے اِنْ تَضْرِبْنِیْ اَضْرِبْكَ اور اِنْ تضربنی فاضربك (اگر تو مجھ کو مارے گا تو میں تجھ کو ماروں گا) تضربنی شرط ہے اور اضربك جزاء ہے جو مضارع مثبت ہے اس پر فا لانا اور نہ لانا دونوں امر جائز ہیں اور جیسے اِنْ تَشْتِمْنِیْ لا اضربك اور اِنْ تَشْتِمْنِیْ فلا اضربك دونوں طرح جائز ہے (اگر تو مجھ کو گالی دے گا تو میں تجھ کو نہیں ماروں گا) تشتمنی شرط ہے اور لا اضربك جزاء ہے جو مضارع منفی بلا ہے۔ مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے منفیاً بلا فرمایا تا کہ منفی بلم سے احتراز ہو جائے اس لئے کہ مضارع منفی بلم معنی ماضی میں ہونے کی وجہ سے اذا کان الجزاء ماضیاً میں مندرج ہے اور نیز مضارع منفی بلن سے احتراز ہو جائے...... اس لئے کہ جزاء جب مضارع منفی بلن ہو تو اس پر فاء کا لانا ضروری ہے کیونکہ حرف شرط کی اس میں کوئی تاثیر نہیں ہوئی۔

---

و اِنْ لم یکن الجزاءُ اَحَدَ القِسمَیْنِ المذکورَیْنِ فیجب الفاء فیه وذلك فی اربع صُوَر اَلْاُوْلیٰ اَنْ یکونَ الجزاءُ ماضیًا مع قد کقوله تعالی اِنْ یَّسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ اخٌ لهٗ مِنْ قبلُ والثانیة اَنْ یکون مضارعًا منفیا بغیرلا کقوله تعالی وَمَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْهُ والثالثة اَنْ یکون جملة اسمیة کقوله تعالی مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا والرابعة اَنْ یکونَ جملةً انشائیَّةً امّا امراً کقوله تعالی قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ وَ امّا نهیًا کقوله تعالی فَاِنْ عَلِمْتُمُوْهُنَّ مُؤمِنٰتٍ فَلَا تَرْجِعُوهُنَّ اِلَی الکُفَّارِ وقد یقع اذا مع الجملة الاسمیَّةِ موضعَ الفاء کقوله تعالی و اِنْ تُصِبْهُمْ سَیِّئَةٌ بِمَا قَدَّمَتْ اَیْدِیْهِمْ اِذَا هُمْ یَقْنَطُوْنَ.

ترجمہ: ''اور اگر جزاء مذکورہ دونوں قسموں میں سے کوئی ایک نہ ہو تو اس میں فاء کا لانا واجب ہے اور اس کی چار صورتیں ہیں اوّل یہ کہ جزاء فعل ماضی قد کے ساتھ ہو جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ان یسرق فقد سرق

اخٌ لہٗ، من قبل، اور دوسری صورت یہ ہے کہ جزاء مضارع منفی بغیر لاء کے ہو جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ومَن یبتغِ غیرَ الاسلام دینا فلَن یقبلَ منہٗ، اور تیسری صورت یہ ہے کہ جزاء جملہ اسمیہ ہو جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد من جآء بالحسنۃ فلَہٗ عشرُ امثالھا اور چوتھی صورت یہ ہے کہ جزاء جملہ انشائیہ ہو یا امر ہو جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد قل اِن کنتم تحبّون اللّٰہ فَاتبعونی اور یا نہی ہو جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد فاِنْ علمتموھن مؤمناتٍ فلا ترجعوھنّ الی الکفّار اور کبھی جملہ اسمیہ کے ساتھ فا کی جگہ میں اذا واقع ہوتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد وان تصبھم سیّئۃٌ بما قدّمتْ ایدیْھم اذا ھم یَقنطُون۔''

---

قولہ و اِنْ لم یکن الجزاء الخ اور اگر جزاء قسمین مذکورین میں سے کسی قسم کی نہ ہو تو ایسی صورت میں جزاء پر فاء رابطہ کا لانا ضروری ہے۔ اس لئے کہ حرف شرط کی ان دونوں قسموں کے علاوہ میں کوئی تاثیر نہیں ہے لہٰذا ربط کے لئے جزاء پر فاء کا لانا ضروری ہوا۔

قولہ وذلك فی اربع صوراى عدم کون الجزاء احداً من القسمین حاصلٌ فی اربع صُوَرٍ یعنی اور جزاء کے قسمین مذکورین میں سے کسی قسم پر نہ ہونے کی چار صورتیں ہیں اوّل یہ کہ جزاء ماضی مع قد ہو خواہ قد ملفوظ ہو جیسے قول باری تعالیٰ اِنْ یَسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ اَخٌ لَہٗ مِنْ قَبْلُ (اگر اس نے چوری کی ہے تو اس کا بھائی بھی اس سے پہلے چوری کر چکا ہے) اس میں یسرق شرط ہے اور فقد سرق الخ جزاء ہے جو مع قد ہے اور اس پر فاء رابطہ آئی ہے خواہ مقدر جیسے قول باری تعالیٰ عزا سمہٗ اِنْ کَان قمیصُہ قُدَّ مِنْ قُبُلٍ فَصَدَقَتْ ای فقد صدقت (اگر اس کی قمیص آگے سے پھٹی ہوئی ہے تو وہ یعنی زلیخا سچی ہے) اس میں اِن کان قمیصہ قُدَّ مِنْ قبلٍ شرط ہے اور فَصَدَقَتْ جزاء ہے جس میں قد مقدر ہے اور اس پر فاء رابطہ آئی ہے۔ دوم یہ کہ جزاء مضارع منفی بغیر لا ہو یعنی مضارع منفی بما یا بلن ہو (اور مضارع منفی بلم نہ ہو اس لئے کہ وہ ماضی کے معنی میں داخل ہے) جیسے قول باری تعالیٰ ومَنْ یَّتبعْ غیر الاسلام دیناً فلَنْ یُقْبَلَ منہ (جو شخص اسلام کے علاوہ کوئی اور دین تلاش کرے گا وہ اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا) اس میں مَنْ یتبع غیر الاسلام دیناً شرط ہے اور فلن یقبل منہ جزاء ہے یہ جزاء کے مضارع منفی بلن ہونے کی مثال ہے جس پر فاء آئی ہے۔ سوم یہ کہ جزاء جملہ اسمیہ ہو جیسے قول باری تعالیٰ مَنْ جاءَ بالحسنۃ فَلَہٗ عَشرُ امثالھا (جو شخص دس نیکیاں لائے گا پس اس کو اس کی دس گنا نیکیاں ملیں گی) اس میں مَنْ جاء بالحسنۃ شرط ہے اور فلہ عشر امثا لھا جزاء ہے جو جملہ اسمیہ ہے جس پر فا آئی ہے چہارم یہ کہ جزاء جملہ انشائیہ ہو خواہ امر ہو جیسے قول باری تعالیٰ قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہ فاتَّبِعُوْنِیْ (کہہ دیجئے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اگر تم اللہ کو محبوب رکھتے ہو تو میری پیروی کرو) اس میں ان کنتم تحبون اللّٰہ شرط ہے اور فاتبعونی جزاء ہے جو امر ہے جس پر فاء رابطہ آئی ہے خواہ نہی جیسے قول باری تعالیٰ فاِنْ

علمتموھُنَّ مومنٰت فلا ترجِعُوْھنَّ الی الکفار (اگر تم ان عورتوں کو مؤمن جانو تو ان کو کافروں کی طرف مت لوٹاؤ) اس میں فَاِنْ علمتموھن مومنتٍ شرط ہے اور فلا ترجِعُوْھن الی الکفار جزاء ہے جو نہی ہے جس پر فا رابطہ آئی ہے خواہ استفہام جیسے فرمان نبی علیہ السلام اِنْ تَرَکْتَنَا فَمَنْ یَّرْحَمنَا (اگر آپ ہم کو چھوڑ دیں تو کون ہم پر رحم کرے گا) اِن ترکتنا شرط ہے اور فمن یرحمنا جزاء ہے جو استفہام ہے جس پر فا آئی ہے خواہ دعا جیسے اِنْ اَکْرَمْتَنَا فَیَرْ حَمْكَ اللّٰہ (اگر تم ہمارا اکرام کرو گے تو اللہ تعالیٰ تم پر رحمت کرے اس میں اِنْ اکرمتنا شرط ہے اور فیر حمك اللّٰہ جزاء ہے دعا ہے جس پر فا آئی ہے اور صور مذکورہ کے علاوہ جب جزاء مضارع مثبت سین یا سوف کے ساتھ ہو تو اس پر بھی فا کا آنا ضروری ہے۔ اور ان صورتوں میں جزا پر فا کا لانا اس لئے ضروری ہے کہ حرف شرط ان میں نہ تو معنی عمل کرتا ہے اس لئے کہ وہ ان کو استقبال کے معنی میں نہیں کرتا اور نہ لفظا عمل کرتا ہے اس واسطے کہ وہ ان کو جزم نہیں دیتا لہٰذا جزا پر فا لانا ضروری ہوا تا کہ وہ ان کے جواب شرط ہونے پر دلالت کرے۔ اور اس مسئلہ میں ضابطہ یہ ہے کہ جہاں حرف شرط جزاء میں بالکل اثر نہ کرے تو وہاں جزاء پر فا کا لانا واجب ہے اور جہاں حرف شرط جزاء میں کچھ اثر کرے اور کچھ نہ کرے وہاں جزاء پر فا کا لانا جائز ہے اور جہاں حرف شرط جزاء میں پورا اثر کرے وہاں جزاء پر فا کا لانا جائز نہیں ہے۔

قولہ وقد یقع اذا الخ اور کبھی اذا مفاجاتیہ جزاء پر فاء کی جگہ آتا ہے جبکہ جزاء جملہ اسمیہ ہو۔ جیسے قول باری تعالیٰ وَ اِنْ تُصِبْھُمْ سَیِّئَةٌ بِمَا قَدَّمَتْ اَیْدِیْھِمْ اِذَا ھُمْ یَقْنُطُوْنَ (اور اگر ان کو کوئی مصیبت پہنچتی ہے جو ان کے فعلوں کے سبب سے ہوتی ہے تو وہ ناگاہ ناامید ہو جاتے ہیں) اس میں اِذَا ھُمْ یقنطون جزاء ہے جو جملہ اسمیہ ہے۔ جس پر فاء کی بجائے اذا مفاجاتیہ آیا ہے اور یہ اس لئے ہے کہ معنی اذا معنی فاء کے قریب ہیں اس لئے کہ فاء تعقیب کے لئے آتی ہے اور اِذَا مفاجاتیہ بھی عادۃً ایک امر کے بعد دوسرے امر کے حدوث پر دلالت کرتا ہے پس اس میں بھی فاء تعقیبیہ کے معنی پائے گئے۔

---

وانما تقدرُ اِنْ بعد الافعال الخمسة التی ھی الامرُ نحو تَعَلَّمْ تَنْجُ والنھی نحو لاتکذِبْ یکن خیراً لك والاستفھام نحو ھل تَزُوْرُ نَانُکْرِمْكَ والتمنی نحو لیتك عندی اخدمْك والعرض نحو الا تنزلْ بنا تصبْ خیراً وبعد النفی فی بعض المواضع نحو لاتفعلْ شَرًّا یَکُنْ خَیْراً لك وذلك اذا قصد اَنَّ الاَوَّلَ سببٌ للثانی کما رایتَ فی الامثلة فاِنَّ معنیٰ قولنا تَعَلَّمْ تنجُ ھو اِنْ تتعلَّمْ تَنْجُ وکذالك البواقی فلذالك امتنع قولك لا تکفر تدخل النار لا متناع السببيّة اذلا یصح ان یقال اِنْ لا تکفر تدخل النار.

ترجمہ: ''اور ان پانچ افعال کے بعد مقدر ہوتا ہے ① امر جیسے تعلم تنجُ ② نہی جیسے لا تکذب یکن خیرا لك ③ استفہام جیسے ھل تزورنا نکرمك ④ تمنی جیسے لیتك عندی اخدمك

⑤عرض جیسے الا تنزل بنا تصب خیرا اور نفی کے بعد بعض جگہوں میں جیسے لا تفعلْ شراً یکن خیرا لك اور یہ جب ہے کہ متکلم اوّل کا دوسرے کے لئے سبب ہونے کا ارادہ کرے جیسا کہ تو نے مذکورہ مثالوں میں دیکھ لیا اس وجہ سے کہ ہمارے قول تعلم تنج کا معنی ان تتعلم تنج ہے اسی طرح باقی مثالیں ہیں۔ پس اسی وجہ سے تیرا قول لا تکفر تدخل النار ممتنع ہے سببیت کے ممتنع ہونے کی وجہ سے اس لئے کہ ان لا تکفر تدخل النار کہنا صحیح نہیں ہے۔"

---

قوله وانما تقدر اِنْ الخ گذشتہ عبارت سے یہ معلوم ہو چکا ہے کہ فعل مضارع اِنْ شرطیہ مقدرہ سے مجزوم ہوتا ہے اب مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ یہاں سے اس کا بیان فرما رہے ہیں کہ کلمۂ اِنْ شرطیہ مع شرط پانچ چیزوں کے بعد مقدر ہوتا ہے جب کہ مضمون اوّل کی مضمون ثانی کے لئے سببیت کا ارادہ کیا جائے اوّل امر کے بعد جیسے تَعَلَّمْ تَنْجُ ای تَتَعَلَّمْ اِنْ تَعَلَّمْ تَنْجُ (تو سیکھ اگر تو سیکھے گا تو نجات پائے گا) دوم نہی کے بعد جیسے لَاتَکْذِبْ یَکُنْ خیراً لَکَ ای لا تکذب اِنْ لاتکذبْ یکن خیراً لکَ سوم استفہام کے بعد جیسے هَلْ تَزُوْرُنَا نُکْرِمْكَ ای هَلْ تَزُوْرُنَا اِنْ تزُرْنَا نکرمك۔ چہارم تمنی کے بعد جیسے لیتك عندی اخدمُك ای لیتك عندی ان تکن عندی اخد مُك (کاش تو میرے پاس ہوتا تو میں تیری خدمت کرتا) پنجم عرض کے بعد الا تنزل بنا تصبْ خیراً ای الا تنزل بنا اِن تنزل بنا تصب خیراً چونکہ اَلَا کلمہ عرض (اور وہ ہمزہ استفہام ہے جو حرف نفی پر داخل ہے) مفید اثبات ہے لہٰذا شرط مثبت مقدر مانا گیا کلمہ اِنْ مع شرط ان پانچ چیزوں کے بعد مقدر ہوتا ہے اس لئے کہ یہ چیزیں شرط مقدر پر دلالت کرتی ہیں۔

قوله وبعد النفی یہ عبارت بعض نسخوں میں ہے جو غالباً سہواً درج ہو گئی ہے کیونکہ اِنْ حرف شرط کی تقدیر نفی کے بعد صحیح نہیں ہے اس واسطے کہ نفی خبر محض ہے۔ جس میں بالکل طلب نہیں ہوتی پس اِنْ جس میں طلب ہے کیونکر اس کے ساتھ مقدر ہو سکتا ہے۔

قوله وذلك اِذا قصد الخ یعنی اشیاء خمسہ مذکورہ کے بعد ان حرف شرط کی تقدیر اس وقت ہے کہ جب پہلے کی اشیاء خمسہ مذکورہ میں سے دوسرے کے لئے سببیت کا ارادہ کیا جائے جیسا کہ تم نے امثلہ مذکورہ میں دیکھا کہ اوّل دوسرے کا سبب ہے۔

قوله فان معنی قولنا تعلم تنج الخ یہاں سے مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ پہلے کی دوسرے کے لئے سببیت کو بیان فرما رہے ہیں کہ مثال تعلم تنج میں تعلّم سبب نجات کا ہے اسی طرح باقی مثالوں میں پہلا دوسرے کے لئے سبب ہے لیکن اگر سببیت مقصود نہ ہو تو مضارع جب ان اشیاء مذکورہ کے بعد واقع ہوگا تو مرفوع ہوگا نہ مجزوم اور وہ مرفوع یا تو بنا بر حال ہوگا جیسے قول باری تعالیٰ فَذَرْهُمْ فِیْ خوضِهِمْ یلعبون ای حال کونهم لا عبین یا بنا بر وصف اگر وہ وصف کی

صلاحیت رکھتا ہے جیسے قول باری تعالیٰ فَهَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْكَ وَلِیًّا یَرِثُنِیْ ای ولیًا وارثاً اس میں ولیاً موصوف ہے اور یرثنی صفت ہے (اے اللہ آپ مجھ کو اپنے طرف سے ایک ولی جو میرا وارث ہو عطا فرمائیں) یا بنا بر استیناف جیسے قُمْ یَدْعُوْكَ الْاَمِیْرُ اس میں یدعوک الامیر کلام مستانف ہے جو ماقبل سے علیحدہ ہے۔ اس لئے کہ متکلم نے جب مخاطب کو کھڑے ہونے کا حکم کیا۔ تو گویا مخاطب نے سبب قیام کو دریافت کیا۔ اس کے جواب میں متکلم نے کہا کہ یدعوك الامیر پس یہ کلام مستانف ہوا۔

قوله فلذلك امتنع الخ یہ تقدیر اِنْ کی شرط نہ پائے جانے پر تفریع ہے یعنی اور اسی وجہ سے کہ افعال خمسہ مذکورہ کے بعد اِن کے تقدیر کی یہ شرط ہے کہ اوّل کی ثانی کے لئے سببیت کا قصد کیا جائے مثال لاتکفر تدخل النار میں تقدیر اِنْ مع شرط ناجائز ہے اگرچہ لاتکفر نہی ہے۔ کیونکہ اس کی تقدیر لا تکفر اِنْ لا تکفر تدخل النار صحیح نہیں ہے اس لئے کہ عدم کفر نار میں داخل ہونے کا سبب نہیں ہے بلکہ وہ جنت میں داخل ہونے کا سبب ہے اور نار میں داخل ہونے کا سبب کفر ہے۔

---

والثالث الامر وهو صيغة يطلب بها الفعلُ مِنَ الفاعِلِ المخاطب بِاَنْ تَحْذِفَ مِنَ المضارِعِ حرفَ المضارعةِ ثم تَنْظُرَ فَاِنْ كَان مابَعْدَ حرفِ المضارعِة سَاكنًا زِدْتَ همزة الْوَصْلِ مضمومةً اِنْ انْضَمَّ ثَالِثُهُ نحو اُنْصُرْ ومكسورةً اِنْ اِنْفَتَحَ اوانكسَرَ كَاِعْلَمْ و اِضْرِبْ و اِسْتَخْرِجْ واِنْ كان متحركاً فلا حاجة الى الهمزة نحو عِدْ وحَاسِبْ والْاَمْرُ مِنْ بَابِ الاِفْعَال من القسمِ الثانى وهو مَبْنِىٌّ على علامةِ الجزم كاِضْرِبْ وَاُغْزُواَرْمِ و اِسْعَ واضْربا واضربوا و اِضْرِبِیْ.

ترجمہ: ”اور تیسرا امر ہے اور وہ صیغہ ہے جس کے ذریعہ فاعل حاضر سے فعل کو طلب کیا جاتا ہے اس طور پر کہ فعل مضارع سے علامتِ مضارع کو تو حذف کر دے پھر دیکھ۔ اگر علامت مضارع کے مابعد والا حرف ساکن ہے تو ہمزہ وصل مضموم زیادہ کر اگر اس کا تیسرا حرف مضموم ہو جیسے اُنْصُرْ اور ہمزہ وصل مکسور زیادہ کر اگر تیسرا حرف مفتوح یا مکسور ہو جیسے اِعْلَمْ اور اِضْرِبْ اور اِسْتَخْرِجْ اور اگر علامت مضارع کے مابعد والا حرف متحرک ہو تو ہمزہ لانے کی ضرورت نہیں ہے جیسے عِدْ اور حَاسِبْ اور بابِ افعال کا صیغہ امر قسم ثانی سے ہے۔ اور امر علامت جزم پر مبنی ہوتا ہے جیسے اِضْرِبْ، اُغْزُ، اِرْمِ، اِسْعَ اور اِضْرِبَا، اِضْرِبُوْا، اِضْرِبِیْ۔“

---

قوله الثالث الامر الخ فعل کی اقسام ثلثہ میں سے تیسری قسم امر ہے اور امر لغت میں حکم کرنا ہے اور اصطلاح

نحات میں امر کا لفظ امر غائب اور امر حاضر اور متکلم تینوں پر بولا جاتا ہے معروف ہوں یا مجہول لیکن امر حاضر معروف کو الامر بالصیغۃ کہتے ہیں اور باقیوں کو الامر بالحرف اور وہ حرف لام ہے اور لفظ امر سے متبادر امر حاضر معروف ہے اس لئے کہ مضارع اور ماضی کی تقسیم حقیقت میں یہ ہی ہے۔ اور باقی مضارع میں مندرج ہیں کیونکہ علامت مضارع ان میں باقی رہتی ہے اسی وجہ سے مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ امر حاضر معروف کی تعریف فرمارہے ہیں کہ وھو صیغۃ یطلب بھا الخ یعنی امر حاضر معروف وہ صیغہ ہے جس کے ذریعہ سے فاعل مخاطب سے فعل طلب کیا جائے۔

قولہ صیغۃ جنس ہے محدود اور غیر محدود سب کو شامل ہے۔

قولہ یطلب بھا اس میں باء استعانت کی ہے ای یطلب بواسطتہ اس سے ماضی اور مضارع سے احتراز ہے۔

قولہ من الفاعل اس سے امر مجہول کے صیغوں سے احتراز ہے اس لئے کہ ان میں مفعول مالم یسم فاعلہ سے طلب ہوتی ہے۔

قولہ المخاطب اس سے امر غائب معروف اور امر متکلم معروف سے احتراز ہے کیونکہ یہ مضارع میں داخل ہیں جیسا کہ اوپر مذکور ہوا۔

قولہ بان تخذف من المضارع الخ جار و مجرور صیغۃ کی دوسری صفت ہے ای صیغۃٌ متلبسۃٌ بِاَنْ تحذف یہاں سے مصنف امر حاضر معروف کا طریقہ اشتقاق بتلاتے ہیں۔ بعضوں نے اس کو تتمہ تعریف سے مانا ہے اور کہا ہے کہ اس سے صہٖ اور مہٖ اور روید سے احتراز ہے لیکن یہ صحیح نہیں ہے اس لئے کہ یہ مورد تقسیم سے جو فعل ہے خارج ہیں کیونکہ یہ اسم فعل ہیں لہٰذا ان کے خارج کرنے ...... کے لئے تعریف میں اور قید کی ضرورت نہیں۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ حرف مضارع کے حذف کے بعد اس کا مابعد یا تو متحرک ہوگا یا ساکن اگر ساکن ہے تو ہمزہ وصل لائیں گے تاکہ ابتداء بساکن نہ لازم آئے اور پھر یہ ہمزہ وصل یا تو مضموم ہوگا اگر مضارع کا تیسرا حرف یعنی عین کلمہ مضموم ہے جیسے یَنْصُرُ سے اُنْصُرْ یا مکسور ہوگا اگر اس کا تیسرا حرف یعنی عین کلمہ مفتوح یا مکسور ہے جیسے یَعْلَمُ بفتح لام سے اِعْلَمْ اور یضرب بکسر راء سے اِضْرِبْ اور یستخرج سے اِسْتَخْرِج اور اگر اس کا مابعد متحرک ہے تو ہمزہ وصل لانے کی ضرورت نہیں ہے اس لئے کہ ابتداء بساکن لازم نہیں آتا۔ جیسے یَعِدُ سے عِدْ ثلاثی مجرد کی مثال ہے اور یحاسب سے حَاسِبْ ثلاثی مزید فیہ کی مثال ہے۔

قولہ والامرُ مِنْ باب الافعال الخ یہ سوال مقدر کا جواب ہے۔ سوال یہ ہے کہ ہمزہ وصل کے مکسور ہونے کا دعویٰ اگر حرف مضارع کا مابعد ساکن ہے اور عین کلمہ مفتوح یا مکسور ہے تسلیم نہیں اس لئے کہ باب افعال سے امر بفتح ہمزہ آتا ہے۔ حالانکہ اس کا عین کلمہ مکسور ہے جواب یہ ہے کہ باب افعال کا امر دوسری قسم سے ہے اس لئے کہ اس میں مضارع کا مابعد کاف ساکن نہیں ہے بلکہ اس کا مابعد ہمزہ متحرکہ ہے کیونکہ یُکْرِمُ اصل میں یُؤَکْرِمُ تھا اس کا ہمزہ واحد متکلم کی موافقت

کی وجہ سے گر گیا پس اس میں حرف مضارع کا مابعد متحرک ہے نہ ساکن اور وہ علامت مضارع حذف ہونے کے بعد لوٹ آیا اور اس کا ہمزہ قطعی ہے نہ وصلی۔

قوله وهو مبنیٌّ الخ اور امر علامت جزم پر مبنی ہوتا ہے اور علامت جزم مفرد صحیح میں آخر کا سکون ہے جیسے اِضْرِبْ میں اور ناقص واوی اور یائی اور الفی میں حرف علت کا حذف ہے جیسے اُغْزُ اور اِرْمِ اور اِسْعَ کہ اصل میں اُغْزُوْ اور اِرْمِیْ اور اِسْعٰیْ تھے اور نون اعرابی کا گرنا ہے جیسے اِضْرِبَا اور اِضْرِبُوا اور اِضْرِبِیْ کہ اصل میں اِضْرِبَانِ اور اِضْرِبُوْنَ اور اِضْرِبِیْنَ تھے۔

---

فصل فعلُ مالم يُسَمَّ فَاعِلُهُ هو فعلٌ حُذِفَ فاعلُه واُقِيْمَ المفعولُ مقامه ويختصُ بالمتعدى وعلامَتُهُ فى الماضى أَنْ يَّكُوْنَ اوَّلُه مضمومًا فقط وما قبل اٰخره مكسوراً فى الابواب التى ليست فى اوائلها همزة وصلٍ ولا تاء زائدة نحو ضُرِب ودُحْرِج واُكْرِمَ وان يكون اولُه وثانيه مضموما وماقبل اٰخره كذلك فيما فى اوله تاءٌ زائدةٌ نحو تُفُضِّل وتُضُورب وان يكون اوله وثالثه مضموما وما قبل اٰخِره كذالك فى مافى اوله همزة وصل نحو اُسْتُخْرِجَ واُقْتُدِرَ والهمزة تتبع المضموم ان لم تُدْرَجْ وفى المضارع اَنْ يكون حرف المضارعة مضموما وما قبل اٰخره مفتوحا نحو يُضْرَبُ ويُسْتَخْرَجُ الا فى باب المفاعلة والا فعال والتفعيل والفعللة وملحقا تها السبعة فانَّ العلامة فيها فتح ماقبل الاٰخر نحو يُحَاسَبُ ويُدَحْرَجُ وفى الاجوف ماضيه قِيْلَ وَبِيْعَ وبا لاشمام قيل وبيع وبالوا وقُوْلَ وبُوْعِ وكذالك باب اُخْتِيْرَ واُنْقِيْدَ دون اُسْتُخِيْرَ واُقِيْمَ لِفَقْدِ فُعِلَ فيهما وفى مضارعه تقلب العين الفا نحو يُقَالُ ويُبَاعَ كما عَرَفْتَ فى التصريف مُسْتَقْصىً.

**ترجمہ:** ''پانچویں فصل فعل مالم يسم فاعله۔ اور یہ وہ فعل ہے جس کا فاعل کلام سے حذف کر دیا گیا ہو اور مفعول کو اس کے قائم مقام کر دیا گیا ہو اور یہ فعل متعدی کے ساتھ خاص ہے۔ اور اس کی علامت ماضی میں یہ ہے کہ اس کا اوّل حرف مضموم ہو فقط اور آخر کا ماقبل مکسور ہو ان ابواب میں جن کے شروع میں ہمزۂ وصل اور تاء زائدہ نہ ہو۔ جیسے ضُرِبَ، دُحْرِجَ اور اُکْرِمَ اور یہ کہ اس کا اول اور ثانی حرف مضموم ہو اور آخر کا ماقبل حرف مکسور ہو ان ابواب میں جن کے شروع میں تاء زائدہ ہو جیسے تُفُضِّلَ اور تُضُوْرِبَ اور یہ کہ اس کا اوّل اور ثالث حرف مضموم ہو اور آخر کا ماقبل حرف مکسور ہو ان ابواب میں جن کے شروع میں ہمزۂ وصل ہو جیسے اُسْتُخْرِجَ اور اُقْتُدِرَ اور ہمزہ حرف مضموم کا تابع ہوگا اگر ساقط نہ ہو۔ اور فعل مضارع میں علامت یہ ہے کہ

حرف مضارع مضموم ہواور آخر کے ماقبل والا حرف مفتوح ہو جیسے یُضْرَبُ اور یُسْتَخْرَجُ مگر باب مفاعلہ، افعال، تفعیل، فعللۃ اور اس کے آٹھ ملحق ابواب میں کہ ان ابواب میں علامت آخر کے ماقبل حرف کا فتحہ ہے۔ جیسے یُحَاسَبُ اور یُدَحْرَجُ اور اجوف میں اس کی ماضی قِیل اور بِیع ہے اور اشمام کے ساتھ بھی قیل اور بیع ہے اور واو کے ساتھ بھی قول اور بوع اور اسی طرح اُخْتِیرَ اور اُنْقِیْدَ ہے نہ اُسْتُخِیْرَ اور اُقِیْمَ ان دونوں میں فعل وزن کے مفقود ہونے کی وجہ سے اور ان کے مضارع میں عین کلمہ الف سے بدل جاتا ہے جیسے یُقَال اور یُبَاعُ جیسا کہ تو نے صرف کی کتابوں میں تفصیل سے جان لیا۔"

---

قولہ فعل مالم یسمّ فاعلہ الخ ای فعلُ المفعول الذی لم یذکر فاعل ذلك المفعول (اس مفعول کا فعل جس کے فاعل کا نام نہیں لیا گیا ہے) فعل کی ماضی اور مضارع اور امر کی طرف تقسیم کرنے کے بعد اب مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ فعل کی دوسری تقسیم معروف اور مجہول کر رہے ہیں۔

قولہ وھو فعل الخ یعنی فعل مالم یسمَّ فاعلہ وہ فعل ہے جس کا فاعل حذف کیا گیا ہو اور مفعول اس کے قائم مقام کیا گیا ہو۔

قولہ ویختص بالمتعدی الخ اور فعل مالم یسم فاعلہ یعنی فعل مجہول کی بناء فعل متعدی کے ساتھ خاص ہے یعنی فعل مجہول صرف فعل متعدی سے بنتا ہے۔ فعل لازم سے نہیں بنتا اس لئے کہ اگر فعل مجہول فعل لازم سے بنایا جائے اور پھر اگر اس کے فاعل کو نسیاً منسیاً حذف کر دیا جائے تو اس صورت میں فعل کا مسند الیہ نہیں ہوگا۔ اور فعل بغیر مسند الیہ رہ جائے گا۔ اور فعل کا بغیر مسند الیہ ہونا ناجائز ہے۔

قولہ وعلامتہ فی الماضی الخ اور فعل مالم یسم فاعلہ یعنی فعل مجہول کی علامت ماضی میں یہ ہے کہ ماضی کا صرف پہلا حرف مضموم ہوتا ہے (دوسرا کوئی اور حرف مضموم نہیں ہوتا) اور اس کے آخر کے پیشتر کا حرف مکسور ہوتا ہے اور یہ علامت ان ابواب میں ہے جن کے شروع میں ہمزہ وصل اور تاء زائدہ نہیں ہے جیسے ضُرِبَ (وہ مارا گیا) ثلاثی مجرد سے ماضی مجہول کی مثال ہے اور جیسے دُحْرِجَ (بہت پھیرا گیا) رباعی مجرد سے ماضی مجہول کی مثال ہے اور جیسے اُکْرِمَ (وہ اکرام کیا گیا) ثلاثی مزید سے ماضی مجہول کی مثال ہے اس کے شروع میں ہمزہ قطعی ہے نہ ہمزہ وصلی اور یہ تغیر اس واسطے کیا جاتا ہے تاکہ فعل معروف اور فعل مجہول میں امتیاز ہو جائے اور مجہول میں تغیر اس لئے کیا کہ وہ معروف کی فرع ہے۔

قولہ وان یکون اولہ وثانیہ الخ اس کا عطف ان یکون اولہ مضموماً پر ہے، اور فعل مجہول کی علامت ماضی میں یہ ہے کہ ماضی کا پہلا اور دوسرا حرف مضموم ہوتا ہے اور اس کے آخر کے پیشتر کا حرف مکسور ہوتا ہے اور یہ علامت ان ابواب میں ہے جن کے شروع میں تاء زائدہ ہے جیسے تُفُضِّلَ باب تفعل سے ماضی مجہول ہے اور جیسے تُضُوْرِبَ باب

تفاعل سے ماضی مجہول ہے اور جیسے تُبُغْثِرَ باب تفعلل سے ماضی مجہول ہے ان میں دوسرے حرف کو بھی ضمہ دیا اس لئے اگر صرف پہلے حرف کو ضمہ دیں اور تُفُضِّلَ اور تُضَارِبَ اور تُبَغْثِرَ (بفتح فا) پڑھیں تو تفعل کی ماضی مجہول تفعیل کے مضارع معروف سے اور تفاعل کی ماضی مجہول مفاعلة کے مضارع معروف سے اور تفعلل کی ماضی مجہول فعللة کے مضارع معروف سے ملتبس ہوگی۔

قوله وان يكون اوله وثالثه الخ اس کا عطف وان يكون اوله وثانيه پر ہے اور فعل مجہول کی علامت ماضی میں یہ ہے کہ ماضی کا پہلا اور تیسرا حرف مضموم ہوتا ہے اور اس کے آخر کے پیشتر کا حرف مکسور ہوتا ہے اور یہ علامت ان بابوں میں ہے جن کے شروع میں ہمزہ وصل ہے جیسے اُسْتُخْرِجَ باب استفعال کی ماضی مجہول ہے اور جیسے اُقْتُدِرَ باب افتعال سے ماضی مجہول ہے۔ ان میں تیسرے حرف کو بھی ضمہ دیا اس لئے اگر صرف پہلے حرف کو ضمہ دیں تو حالت وقف میں ماضی مجہول اسی باب کے امر کے ساتھ ملتبس ہو جاتی ہے کیونکہ ہمزہ وصل وسط کلام میں گر جاتا ہے جیسے ثُمَّ اسْتَخْرِجْ میں اور اس وقت معلوم نہیں ہوگا کہ یہ امر ہے یا ماضی مجہول لہذا التماس دور کرنے کے لئے پہلے اور تیسرے حرف کو ماضی مجہول میں ضمہ دیا۔

قوله والهمزة تتبع المضموم الخ یہ کلام سابق کا تتمہ ہے یعنی ماضی مجہول میں ہمزہ وصل باعتبار حرکت حرف مضموم کے تابع ہے (نہ حرف مکسور کے) یعنی ماضی مجہول میں ہمزہ وصل اس وجہ سے کہ اس کے بعد کا حرف مضموم ہے مضموم ہوتا ہے۔ (لیکن ہمزہ وصل کا حرف مضموم کے تابع ہونا اس وقت ہے جبکہ ہمزہ مذکور تلفظ میں ساقط نہ ہو) اس لئے کہ اگر وہ مکسور ہو تو کسرہ سے ضمہ کی طرف خروج لازم آئے گا جو مستکرہ ہے جیسا کہ ضمہ سے کسرہ کی طرف خروج مستکرہ ہے اور حرف ساکن کے بیچ میں آنے کا کوئی اعتبار نہیں ہے اس لئے کہ حرف ساکن کوئی مانع قوی نہیں ہے کیونکہ سکون ایک مردہ صفت ہے جس کی وجہ سے حرف ساکن ایک مردہ حرف ہے۔ پس اس کا ہونا اور نہ ہونا برابر ہے لہذا حرف ساکن کوئی مانع نہیں ہے۔ لیکن اگر ہمزہ وصل تلفظ میں ساقط ہو جائے تو اس وقت وہ تابعیت سے بالکل علیحدہ ہو جاتا ہے۔

قوله وفى المضارع ان يكون الخ اس کا عطف في الماضي پر ہے ای علامت فعل مالم يسم فاعله في المضارع ان يكون الخ یعنی فعل مجہول کی علامت مضارع میں یہ ہے کہ حرف مضارع مضموم ہوتا ہے۔ اور اس کے آخر حرف سے پیشتر کا حرف مفتوح ہوتا ہے جیسے يُضْرَبُ اور يُسْتَخْرَجُ بضم یاء و بفتح راء مہملہ یہ علامت تمام ابواب میں ہوگی۔ لیکن چار بابوں میں جو باب مفاعلت باب افعال باب تفعیل اور باب فعللہ ہیں نہیں ہوگی اسی طرح یہ علامت باب فعللہ کے ملحقات ابواب میں جو سات ہیں نہیں ہوگی۔ اس لئے کہ ان ابواب میں فعل مجہول کی علامت یہ ہے کہ آخر حرف سے پیشتر کا حرف مفتوح ہوتا ہے کیونکہ ان ابواب میں حرف مضارع کو معروف اور مجہول دونوں میں ضمہ ہوتا ہے جیسے يُحَاسَبُ بفتح سین مہملہ اور يُكْرَمُ بفتح راء مہملہ اور يُصَرَّفُ بفتح راء مہملہ اور يُدَحْرَجُ (بفتح راء مہملہ) اور ان کے

ماقبل آخر کو فتحہ اس لئے دیا جاتا ہے تاکہ مجہول معروف سے ممتاز ہو جائے۔ اور فعللۃ کے ملحقات ابواب یہ ہیں۔ جَلْبَبَ، قَلْنَسَ، جَوْرَبَ، سَرْوَلَ، شریفَ، خَيْعَلَ، قَلْسَىٰ۔

قوله وفی الاجوف ماضیه الخ یعنی اس اجوف کی ماضی مجہول میں جس کا عین کلمہ الف سے بدلا ہوا ہو تین لغت آئے ہیں۔ پس عور اور صید سے اعتراض وارد نہیں ہوگا۔ ایک قِيلَ اور بِيعَ پس قِيلَ اصل میں قُوِلَ تھا قاف کی حرکت دور کرنے کے بعد واو کا کسرہ ماقبل کو نقل کر کے دے دیا اب واو ساکن تھی اور اس کا ماقبل مکسورہ واو کو یاء سے بدل لیا قیل ہوا۔ اور بِيعَ اصل میں بُيِعَ تھا باء کی حرکت دور کرنے کے بعد یاء کا کسرہ باء کو دے دیا۔ بِيعَ ہوا اور یہ لغت دونوں آنے والی لغتوں سے افصح ہے۔ دوسرا اشمام یعنی فاء فِعَلَ کے کسرہ کو ضمہ کی طرف مائل کر کے پڑھنا اور پھر یاء ساکنہ کو جو اس کے بعد ہے۔ واو کی طرف تھوڑا سا مائل کر کے پڑھنا تاکہ یہ بات معلوم ہو جائے کہ فاء کلمہ اصل میں مضموم ہے تیسرے اسکان واو کے ساتھ بغیر نقل حرکت اور پھر یاء کو اس کے ساکن اور ماقبل اس کے مضموم ہونے کی وجہ سے واو سے بدلنا جیسے قُوْلَ اور بُوْعَ۔

قوله وکذلك باب اختیر الخ یعنی باب افتعال اور انفعال سے ماضی مجہول معتل العین وجوہ ثلاثہ مذکورہ میں ثلاثی مجرد سے ماضی مجہول معتل العین کی مثل ہے یعنی قیل اور بیع کی مثل ہے جیسے اُخْتِيْرَ اور اُنْقِيْدَ اس لئے کہ ان میں تِيْرَ اور قِيْدَ بغیر کسی فرق کے قِيْلَ اور بِيْعَ کی مثل ہیں۔

قوله دون استخیر واقیم الخ لیکن باب استفعال اور افعال کی ماضی مجہول معتل العین میں وجوہ ثلاثہ مذکورہ جاری نہیں ہیں۔ ان میں صرف پہلی صورت جاری ہے اس لئے کہ ان میں حرف علت کا ماقبل اصل کے اعتبار سے ساکن ہے کیونکہ یہ اصل میں اُسْتُخْيِرَ اور اُقْوِمَ بسکون خاء وقاف تھے پس ان میں فُعِلَ (بصیغہ مجہول) کا وزن نہیں پایا جاتا۔

قوله وفی مضارعه تقلب الخ یعنی اجوف کی ماضی مجہول کے مضارع مجہول میں عین کلمہ الف سے بدل جاتا ہے۔ عام ازیں کہ عین کلمہ میں واو ہو یا یاء جیسا کہ تم علم صرف میں اچھی طرح جان چکے ہو جیسے یقال کہ اصل میں يُقْوَلُ تھا اور يُبَاعُ اصل میں يُبْيَعُ تھا واو اور یاء الف سے بدل گئے۔

---

فصل الفعل امَّا متعدٍ وهوما یتوقف فهم معناه علیٰ متعلق غیر الفاعل کضرب وامَّا لازم وهوما بخلافه کقَعَدَ وقامَ والمتعدی قد یکون الی مفعول واحد کضرب زیدٌ عمراً والی مفعولَيْنِ کاَعْطَیٰ زیدٌ عمراً درهمًا ویجوز فیه الاقتصار علی احد مفعولَیْهِ کاعطیتُ زیدا اواعطیتُ درهمًا بخلاف باب علمْتُ والی ثلثة مفاعیل نحو اَعْلَمَ اللّٰهُ زیداً عمراً فاضلاً ومنه اَریٰ وانبأَ ونبَّأَ وَاَخبرَ وَخبَّرَ وحَدَّث وهذه السبعة مفعولها الاوّل مع الاخیرَین کمفعولَیْ اعطیت فی جواز الاقتصار علی احدهما تقول اعلم اللّٰهُ زیداً والثانی مع

الثالث کمفعولَیْ علمتُ فی عدم جواز الاقتصار علی احدھما فلاتقول اعلمتُ زیداً خیر الناس بل تقول اعلمت زیداً عمراً خیرَ الناس.

ترجمہ: ''چھٹی فصل، فعل یا متعدی ہوگا اور متعدی وہ فعل ہے جس کے معنی کا سمجھنا ایسے متعلق پر موقوف ہو جو اعل کے علاوہ ہو جیسے ضَربَ اور یا لازم ہوگا اور لازم وہ فعل ہے جو اس کے برخلاف ہو جیسے قعد اور قام ور فعل متعدی کبھی ایک مفعول کی جانب ہوتا ہے جیسے ضربَ زیدٌ عمرواً اور کبھی دو مفعول کی جانب جیسے عطٰی زیدٌ عمرواً درھمًا اور اس میں دو مفعولوں میں سے ایک پر اقتصار کرنا جائز ہے جیسے اَعْطَیتُ یداً یا اَعْطَیْتُ درھمًا بخلاف بابِ عَلِمتُ کے اور کبھی تین مفعولوں کی جانب متعدی ہوتا ہے جیسے علم اللّٰہ زیداً عمرواً فاضلاً اور اسی قبیل سے اَرٰی، انبأ، نبّأ، اَخبرَ، خبّرَ اور حدّثَ ہیں اور ان سات افعال کا مفعول اوّل آخر کے دو مفعولوں کے ساتھ اَعْطَیْتُ کے دو مفعولوں کی طرح ہے اُن دونوں میں سے کسی ایک پر اقتصار کے جائز ہونے میں جیسے تو کہے اعلمَ اللّٰہ زیداً اور مفعول ثانی مفعولِ ثالث کے ساتھ عَلِمتُ کے دو مفعولوں کی طرح ہے اُن دونوں میں سے کسی ایک پر اقتصار کے جائز نہ ہونے میں پس تو نہیں کہہ سکتا اعلمتُ زیداً خیرَ النّاس بلکہ تو کہے گا اعلمتُ زیداً عمرواً خیرَ النّاسِ۔''

---

قولہ الفعل امّا متعدٍ الخ یہاں سے مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ فعل کی دوسری تقسیم متعدی اور لازم کر رہے ہیں کہ فعل یا تو متعدی ہوگا یا لازم۔

قولہ وھو مایتوقف الخ اور متعدی وہ فعل ہے جس کے معنی کا سمجھنا متعلق خاص پر جو فاعل کے علاوہ ہو موقوف ہو اور متعلق خاص سے مراد مفعول بہ ہے اس لئے کہ اصطلاح میں تعلق اس نسبت فعل کو کہتے ہیں جو غیر فاعل کی طرف ہو جیسے ضَرَبَ کہ اس کا سمجھنا جیسا فاعل یعنی ضارب پر موقوف ہے۔ اسی طرح اس کا سمجھنا غیر فاعل یعنی مضروب پر موقوف ہے اور وہ مفعول بہ ہے اسی طرح اس فعل کا سمجھنا جو متعدی بواسطۂ حرف ہو متعلق پر جو فاعل کے علاوہ ہو موقوف ہے جیسے اَعْرَضَ عنہ اور رَغِبَ الیہ اس لئے کہ اعراض اور رغبت جو بواسطۂ حرف متعدی ہیں بغیر معروض عنہ اور مرغوب الیہ کے سمجھ میں نہیں آتے۔ بخلاف مفعول لہ حال اور مفعول مطلق کے کہ ان کے بغیر فعل کا تعلق ممکن ہے۔

قولہ وامّا لازم الخ اس کا عطف امّا متعدی پر ہے۔

قولہ وھوما بخلافہ الخ اور لازم وہ فعل ہے جو متعدی کے خلاف ہو یعنی جس کا سمجھنا متعلق خاص پر موقوف نہ ہو جیسے قَعَدَ (وہ بیٹھا) اور قَامَ (وہ کھڑا ہوا) پس قعود اور قیام کا سمجھنا مفعول بہ پر موقوف نہیں ہے (تنبیہ) فعل لازم چند چیزوں سے متعدی ہو جاتا ہے یا تو حرف جر سے جیسے ذَھَبْتُ بزیدٍ (میں زید کو لے گیا) یہ بغیر حرف جر لازم ہے جیسے

ذَهَبَ زیدٌ (زید چلا گیا) یا ہمزہ افعال سے جیسے اَذْهَبْتُ زیداً (میں زید کو لے گیا) یا تضعیف عین سے جیسے فَرَّحْتُ زیداً (میں نے زید کو خوش کیا) اور فَرِحَ زیدٌ لازم ہے (زید خوش ہوا) یا الف مفاعلت ہے جیسے مَاشَیْتُ زیداً ای صَاحَبْتُ زیداً فی المشی اور مَشیٰ لازم ہے (بمعنی وہ چلایا) سین استفعال سے جیسے اِسْتَخْرَجْتُ زیداً (میں نے زید کو نکالا) اور خَرَجَ لازم ہے (وہ نکلا) یا فعل لازم دوسرے فعل متعدی کے معنی کو متضمن ہونے کی وجہ سے متعدی ہو جاتا ہے۔ جیسے رَحُبَ بمعنی کشادہ ہوا) باب کرم لیکن جب وسع کے معنی کو متضمن ہوگا تو متعدی ہوگا بمعنی فراخی کرنا اور فعل متعدی نون انفعال اور تاء تفعل سے لازم ہو جاتا ہے جیسے قَطَعَ بمعنے (اس نے کاٹا) متعدی ہے جب اس کو باب انفعال میں لے گئے لازم ہو گیا جیسے اِنقطع (وہ کٹا) اور جیسے تَقَطَّعَ (وہ کٹا)۔

قوله والمتعدی قدیکون الی مفعول واحدِ الخ اور فعل متعدی کبھی ایک مفعول کی طرف متعدی ہو جاتا ہے جیسے ضَرَبَ زَیْدٌ عمرواً (زید نے عمر کو مارا) اور کبھی دو مفعولوں کی طرف کیونکہ اس کے معنی دو مفعولوں کو چاہتے ہیں اور اس صورت میں دوسرا مفعول یا تو مصداق میں پہلے مفعول کے مغائر ہوگا۔ جیسے اَعْطٰی زیدٌ عمرواً درهماً (زید نے عمر کو درہم دیا) اس میں درہم جو دوسرا مفعول ہے عمر کے جو پہلا مفعول ہے مغائر ہے یا مغائر نہیں ہوگا جیسے عَلِمْتُ زیداً فاضِلاً میں (میں نے زید کو فاضل جانا) اس میں فاضلاً مصداق میں عین زید ہے۔

قوله ویجوز فیه الاقتصار الخ یعنی باب اَعْطَیْتُ میں اس کے دو مفعول میں سے کسی ایک مفعول پر اقتصار جائز ہے اس لئے کہ اس میں دوسرا مفعول مصداق میں پہلے مفعول کے مغائر ہے پس اَعْطَیْتُ زیداً کہہ سکتے ہیں اور اَعْطَیْتُ درهماً بھی بخلاف باب عَلِمْتُ کہ اس میں اس کے دو مفعول میں سے کسی ایک مفعول پر اقتصار جائز نہیں ہے بلکہ جب ایک ذکر کیا جائے گا تو دوسرا بھی ذکر کیا جائے گا اس لئے کہ اس میں دوسرا مفعول مصداق میں پہلے مفعول کا عین ہے لہٰذا ایک مفعول پر اقتصار جائز نہیں ہے البتہ دونوں کو اکٹھا حذف کر سکتے ہیں۔

قوله والی ثلثة مفاعیل الخ اس کا عطف والی مفعولین پر ہے یعنی اور فعل متعدی کبھی تین مفعولوں کی طرف متعدی ہوتا ہے جیسے اَعْلَمَ اللّٰهُ زیداً عمراً فاضِلاً (اللہ نے زید کو بتلا دیا کہ عمر فاضل ہے)۔

قوله ومنه اری الخ اور فعل متعدی بسہ مفعول میں اَرٰی بمعنی اَعْلَمَ ہے اور اَنْبَأَ اور نَبَّأَ اور اَخْبَرَ اور خَبَّرَ اور حَدَّثَ یاد رکھنا چاہئے کہ اس باب میں اصل اَعْلَمَ اور اَرٰی ہیں اس لئے کہ یہ دونوں ہمزہ داخل ہونے سے پیشتر دو مفعولوں کی طرف متعدی تھے ہمزہ داخل ہونے سے ایک مفعول اور زائد ہو گیا۔ لیکن باقی افعال اَنْبَأَ اور نَبَّأَ وغیرہ تین مفعولوں کی طرف متعدی ہونے میں اصل نہیں ہیں بلکہ ان کا تین مفعولوں کی طرف متعدی ہونا اس وجہ سے ہے کہ یہ اِعْلَامٌ کے معنی پر مشتمل ہیں۔ لہٰذا یہ تعدیہ میں اَعْلَمَ کے قائم مقام کر دیئے گئے۔ اور اخفش نے اظننت اور احسبت اور اخلت اور ازعمت کا استعمال بمعنی اَعْلَمْتُ جائز رکھا ہے۔

قولہ وھذہ السبعة مفعولها الاول الخ اور ان ساتوں فعلوں کا پہلا مفعول آخر کے دونوں مفعولوں کے ساتھ باب اعطیت کے دومفعولوں کی مانند ہے دونوں مفعولوں میں سے کسی ایک پر جواز اقتصار میں پس ان کے پہلے مفعول کو دوسرے اور تیسرے کے بغیر ذکر کر سکتے ہیں اور اَعْلَمَ اللّٰہ زیداً کہہ سکتے ہیں اور ان کے دوسرے اور تیسرے کو پہلے کے بغیر ذکر کر سکتے ہیں اور اَعْلَمَ اللّٰہ عمرواً فاضلًا کہہ سکتے ہیں۔

قولہ والثانی مع الثالث الخ اور ان ساتوں فعلوں کا دوسرا اور تیسرا مفعول باب علمت کے دومفعولوں کی مانند ہے کسی ایک پر عدم جواز اقتصار میں پس ان کے دوسرے اور تیسرے مفعول کو اکٹھا حذف کرنا جائز ہے لیکن دوسرے اور تیسرے میں سے کسی ایک کے ذکر کے وقت دوسرے کا ذکر ضروری ہے پس اَعْلمت زیدًا خیرَ الناس (دوسرے مفعول کو حذف کر کے) نہیں کہہ سکتے بلکہ اَعْلَمْتُ زیداً عمرواً خیرَ النَّاسِ کہیں گے کیونکہ ان فعلوں کا دوسرا اور تیسرا مفعول حقیقت میں باب علمت کے مفعول ہیں (میں نے زید کو بتلادیا کہ عمر لوگوں میں سب سے اچھا ہے)۔

---

فصل افعال القلوب عَلِمْتُ وَظَنَنْتُ وحَسِبْتُ وخِلْتُ ورأيْتُ ووجدتُ وزَعَمْتُ وهى افعال تدخل على المبتدأ والخبر فتنصبهما على المفعوليّة نحو علمتُ زيداً عالمًا واعلم اَنَّ لهذه الافعال خواصّ منها اَنْ لا تُقْتَصَرَ على احد مفعوليها بخلاف باب اعطيتُ فلا تقول علمتُ زيداً ومنها جواز الا لغاء اذا توَسَّطَتْ نحو زيدٌ ظَنَنْتُ قائمٌ اوتَاَخَّرَتْ نحو زيدٌ قائمٌ ظَنَنْتُ ومنها انها تُعلّق اذا وقعت قبل الاستفهام نحو علمتُ ازيدٌ عندك ام عمرٌ ووقبل النفى نحو علمتُ مازيدٌ فى الدار وقبل لام الابتداء نحو علمتُ لزيدٌ منطلقٌ ومنها انها يجوز ان يكون فاعلها ومفعولها ضميرين لشىء واحد نحو علمتُنى منطلقًا وظننتكَ فاضلاً واعلم اَنَّه قد يكون ظَنَنتُ بمعنى اِتَّهَمْتُ وَعَلِمْتُ بمعنى عَرَفْتُ ورَأَيْتَ بمعنى اَبْصَرْتُ ووَجْدَتُّ بمعنى اصبتُ الضَّالَّةَ فتنصب مفعولاً واحداً فقط فلا تكون حينئذٍ مِنْ افعال القلوب.

ترجمہ: ’’ساتویں فصل، افعالِ قلوب عِلمتُ ظننتُ، حسبتُ، خِلْتُ، رأیت، وجدتُ اور زعمتُ ہیں، اور یہ افعال مبتداء اور خبر پر داخل ہوتے ہیں اور دونوں کو مفعول ہونے کی بناء پر نصب دیتے ہیں جیسے عِلمتُ زیداً عالِمًا اور تو جان لے کہ ان افعال کی چند خصوصیات ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ ان کے دومفعولوں میں سے ایک پر اقتصار کرنا جائز نہیں ہے بخلاف بابِ اَعْطَیْتُ کے پس تو نہیں کہے گا عِلمتُ زیداً، اور دوسرا ان کے عمل کو لغو کر دینا جائز ہے جب یہ وسط میں واقع ہوں جیسے زیدٌ

ظننتُ قائمٌ یا مؤخر ہو جیسے زیدٌ قائمٌ ظننتُ اور اُن خصوصیات میں سے ان کے عمل کا معلق ہونا ہے جب کہ یہ استفہام سے پہلے واقع ہوں جیسے علِمتُ أزیدٌ عندك أم عمروٌ، اور نفی سے پہلے جیسے علِمتُ ما زیدٌ فی الدار، اور لام ابتداء سے پہلے جیسے علمتُ لزیدٌ منطلقٌ، اور اُن میں سے ایک ان کے فاعل اور مفعول دونوں کا شیٔ واحد کے لئے ضمیر ہونے کا جائز ہونا ہے جیسے علِمتنی مُنطلقًا، اور ظننتكَ فاضِلاً اور تو جان لے کہ ظننتُ کبھی اتّھمتُ کے معنی میں ہوتا ہے اور علِمتُ عرفت کے معنی میں اور رأیتُ ابصَرتُ کے معنی میں اور وَجدتُ اصبتُ الضالۃ کے معنی میں آتا ہے لہٰذا صرف ایک مفعول کو نصب دیں گے اور اُس وقت افعالِ قلوب میں سے نہیں ہوں گے۔''

---

قولہ افعال القلوب علمتُ الخ افعالِ قلوب سات ہیں ① علمتُ ② ظننتُ ③ حسبتُ ④ خِلتُ ⑤ رأیتُ ⑥ وجدتُ اور ⑦ زعمتُ ان میں سے ① علمتُ ② رأیت اور ③ وجدتُ علم یقینی کے لئے آتے ہیں اور ④ ظننتُ ⑤ حسبتُ اور ⑥ خلتُ ظن کے لئے آتے ہیں اور ⑦ زعمتُ کبھی ظن کے لئے آتا ہے اور کبھی یقین کے لئے چونکہ ان افعال میں یقین اور ظن کے معنی پائے جاتے ہیں اور ان معنی کا تعلق قلب سے ہے نہ اعضا ظاہری سے لہٰذا ان کا نام افعال القلوب رکھا گیا اور ان کو افعال الشكِّ والیقین بھی کہتے ہیں اور شک لغت میں بمعنی خلاف یقین ہے اور یہاں شک کے معنی تساوی طرفین جو اہل منطق کی اصطلاح میں ہے مراد نہیں ہیں اور افعال قلوب کا سات فعلوں میں انحصار استقرائی ہے نہ عقلی اس لئے کہ عَرَفْتُ اور اعتقدتُ بھی افعال قلوب سے ہیں لیکن ان دونوں فعلوں پر افعال قلوب کے احکام جاری نہیں ہوتے۔

قولہ وھی افعال تدخل الخ اور افعال قلوب وہ افعال ہیں جو مبتداء اور خبر پر داخل ہوتے ہیں ان دونوں کو بنا بر مفعولیت نصب دیتے ہیں۔ جیسے عَلِمْتُ زَیْداً عَالِمًا (میں نے زید کو عالم یقین کیا) اس میں زیداً اُس کا مفعول اوّل ہے اور عالماً اُس کا مفعول ثانی اور یہ اصل میں مبتداء اور خبر تھے ای زیدٌ عالمٌ۔

قولہ واعلم اَنَّ لھذہ الافعال الخ یہاں سے مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ افعال قلوب کے بعض خواص بیان کرتے ہیں اور خواص جمع خاصَّۃٌ کی ہے اور خاصۃ اصطلاح میں وہ ہے جو کسی چیز کے ساتھ خاص ہو اور کسی دوسری چیز میں نہ پایا جائے۔

قولہ ومنھا ان لا تقتصر الخ اور افعال قلوب کے خواص میں سے یہ ہے کہ ان کے دو مفعولوں میں سے کسی ایک مفعول پر اقتصار نہیں کیا جاتا یعنی جب ایک ذکر کیا جائے تو دوسرا بھی ذکر کیا جائے اس لئے کہ یہ افعال مبتداء اور خبر پر داخل ہوتے ہیں پس جیسے مبتداء کے لئے خبر کا ہونا ضروری ہے اور خبر کے لئے مبتداء کا ہونا ایسے ہی ان دونوں مفعولوں میں سے ہر

ایک کے لئے دوسرے کا ہونا ضروری ہے۔ پس علمتُ زیداً یا علمتُ فاضلاً جائز نہیں ہے البتہ دونوں کو اکٹھا حذف کر سکتے ہیں قول باری تعالیٰ عزاسمہ ﴿وَيَوْمَ يَقُوْلُ نَادُوْا شُرَكَائِيَ الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ اى زعمتموهم اياهم﴾ بخلاف باب اعطیت کے کہ اس میں دو مفعولوں میں سے کسی ایک مفعول پر اقتصار جائز ہے۔ پس اعطیتُ زیداً یا اعطیتُ درهما جائز ہے۔ اس لئے کہ یہ مبتداء اور خبر پر داخل نہیں ہوتا۔

قوله ومنها جواز الالغاء الخ اور افعال قلوب کے خواص میں سے ہے کہ ان کے عمل کو لفظاً اور معنیً باطل کرنا جائز ہے جب کہ یہ افعال دونوں مفعولوں کے وسط میں واقع ہوں جیسے زَيْدٌ ظَنَنْتُ قَائِمٌ میں یا دونوں مفعولوں سے مؤخر ہوں جیسے زَيْدٌ قائمٌ ظَنَنْتُ اور یہ جواز ابطال عمل اس لئے ہے کہ عمل باطل کرنے کی صورت میں ان کے دونوں مفعول مبتداء اور خبر ہونے کی وجہ سے کلام مستقل ہونے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ اور افعال قلوب وسط میں ہونے یا مؤخر ہونے کی وجہ سے عمل میں ضعیف ہو جاتے ہیں لہٰذا ان دونوں صورتوں میں افعال قلوب کا عمل باطل کرنا جائز ہے اور اس وقت یہ افعال بمعنی مصدر ہو کر ظرف ہوں گے اور وہ مبتداء اور خبر تقدیر عبارت اس طرح ہوگی زيدٌ فِيْ ظَنِّيْ قَائِمٌ اور زيدٌ قائِمٌ فِيْ ظَنِّي۔

قوله جواز الالغاء لفظ جواز سے اس طرف اشارہ ہے کہ وسط میں ہونے یا مؤخر ہونے کی صورت میں ان کو عمل دینا بھی جائز ہے اس لئے کہ ان کی ذات میں قوت عمل موجود ہے گو عارض کی وجہ سے (جو ان کا وسط میں ہونا یا مؤخر ہونا ہے) ان کی قوت عمل میں ضعف آ گیا۔ پس ان میں دونوں صورتیں جائز ہیں البتہ فرق اس قدر ہے کہ وسط میں ہونے کی صورت میں عمل دینا اولیٰ ہے اور مؤخر ہونے کی صورت میں الغاء عمل اولیٰ ہے اور بعضوں نے کہا ہے کہ دونوں صورتیں مساوی ہیں۔

قوله اذا توسطت او تاخرت اس سے اس طرف اشارہ ہے کہ جب یہ افعال دونوں مفعولوں پر مقدم ہوں تو اس وقت ان کے عمل کا باطل کرنا جائز نہیں ہے۔

قوله ومنها انها تعلق الخ اور افعال قلوب کے خواص میں سے ہے کہ ان کا عمل لفظاً باطل ہو جاتا ہے لیکن معنیً وہ عمل کرتے ہیں اور یہ اُس وقت ہے کہ جب وہ حرف استفہام سے پیشتر واقع ہوں جیسے عَلِمْتُ أزيدٌ عندك ام عمروٌ یا حرف نفی سے پیشتر واقع ہوں جیسے عَلِمْتُ ما زيدٌ فى الدار یا لام ابتداء سے پیشتر واقع ہوں جیسے عَلِمْتُ لَزَيْدٌ منطلقٌ ان صورتوں میں افعال قلب کا عمل بحسب لفظ وجوباً باطل ہو جاتا ہے اس لئے کہ یہ تینوں چیزیں صدارت کلام کو مقتضی ہیں اور ان کے عمل دینے کی صورت میں ان تینوں چیزوں کی صدارت زائل ہو جاتی ہے لہٰذا ان کا عمل لفظاً باطل ہو جاتا ہے لیکن از روئے معنی یہ عمل کرتے ہیں اور دونوں جز بنا بر مفعولیت محلاً منصوب ہوتے ہیں پس معنی یہ ہوں گے کہ علمتُ احدَ هما بعينه عندك اور علمتُ زيداً ليس فى الدار اور علمتُ زيداً منطلقاً مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے قبل الاستفہام کہا قبل حرف الاستفہام نہیں کہا تا کہ اسم استفہام کو بھی شامل ہو جائے جیسے قول باری تعالیٰ ﴿لِنَعْلَمَ اَىُّ الْحِزْبَيْنِ

اَحْصٰی﴾ تا کہ ہم جان لیں کہ.....) اور مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول قبل الاستفہام میں اس طرف اشارہ ہے کہ اگر افعال قلوب استفہام کے بعد واقع ہوں تو ان کا عمل باطل نہیں ہوگا۔

تنبیہ: اہمال لفظی اور اعمال معنوی کو تعلیق کہتے ہیں کیونکہ یہ افعال اہمال لفظی اور اعمال معنوی میں زن معلقہ کے ساتھ یعنی اُس عورت کے ساتھ جس کا شوہر مفقود الخبر ہو مشابہت دیئے گئے ہیں جیسا کہ زن مذکورہ نہ تو صاحب شوہر ہے اور نہ فارغ اسی طرح یہ افعال صورۃ مذکورہ میں نہ تو کلیۃً عامل ہیں اور نہ کلیۃً مہمل ہیں۔ اور تعلیق لغت میں بمعنی لٹکانا ہے۔

قوله ومنها انها يجوزان يكون فاعلها الخ اور افعال قلوب کے خواص میں سے ہے کہ ان میں جائز ہے کہ ان کا فاعل اور مفعول اوّل دونوں ضمیر متصل ایک شئے کے لئے ہوں یعنی صرف متکلم کے لئے یا صرف مخاطب کے لئے یا صرف غائب کے لئے جیسے عَلِمْتُنِیْ منطلقاً (میں نے اپنے آپ کو چلنے والا جانا) اس میں فاعل اور مفعول اوّل دونوں متکلم کی ضمیریں ہیں جو متصل ہیں اور شئے واحد یعنی متکلم کی طرف لوٹ رہی ہیں اور جیسے ظَنَنْتَكَ فاضِلًا (تو نے اپنے آپ کو فاضل گمان کیا) اس میں فاعل اور مفعول اوّل دونوں مخاطب کی ضمیریں ہیں جو متصل ہیں اور شئے واحد یعنی مخاطب کی طرف لوٹ رہی ہیں۔ لیکن یہ اجتماع دوسرے افعال میں جائز نہیں ہے پس ضَرَبْتُنِیْ ناجائز ہے بلکہ اس صورت میں فصل کر کے ضَرَبْتُ نَفْسِیْ کہیں گے اور افعال قلوب میں یہ اجتماع اس لئے جائز ہے کہ ان کا مفعول حقیقت میں دوسرا مفعول ہے پہلا مفعول محض، دوسرے مفعول کے لئے توطیہ وتمہید ہوتا ہے پس ان افعال کے فاعل اور مفعول اوّل کے درمیان ایک شئے کے لئے ضمیر ہونے کی صورت میں اتحاد لازم نہیں آتا بخلاف دوسرے افعال کے کہ ان میں فاعل اور مفعول کے درمیان صورت مذکورہ میں اتحاد لازم آتا ہے لہٰذا ان میں لفظ نفس سے فصل لایا جاتا ہے جیسے ضَرَبْتُ نَفْسِیْ اور ضَرَبْتَ نَفْسَكَ اور شَتَمْتُ نفسی اور شَتَمْتَ نَفْسَكَ۔

قوله واعلم انه قد يكون الخ مطلب یہ ہے کہ افعال قلوب میں سے بعض افعال کے لئے اور دوسرے معنی بھی ہیں جن معنی کی وجہ سے وہ صرف ایک مفعول کی طرف متعدی ہوتے ہیں۔ اور اس وقت وہ افعال قلوب سے نہیں ہوتے اس لئے کہ اس وقت ان کے معنی کا تعلق قلب سے نہیں ہوتا جیسے ظَنَنْتُ بمعنی اِتَّهَمْتُ ایک مفعول کی طرف متعدی ہے اور وہ اس وقت ظِنَّةٌ بمعنی تہمت سے مشتق ہوگا جیسے ظَنَنْتُ زَیْداً (میں نے زید کو تہمت لگائی) اور جیسے عَلِمْتُ بمعنی عَرَفْتُ ایک مفعول کی طرف متعدی ہے جیسے عَلِمْتُ زَیْدًا ای عَرَفْتُ شَخْصَهٗ (میں نے زید کو پہچانا) اور رَأَیْتُ بمعنی اَبْصَرْتُ ایک مفعول کی طرف متعدی ہے یعنی رویت بصری ایک مفعول کی طرف متعدی ہے اور رویت قلبی جو علم ہے دو مفعولوں کی طرف متعدی ہے جیسے رَأَیْتُ زَیْداً بمعنی اَبْصَرْتُ زَیْداً ای اَدْرَكْتُهٗ بالحاسَّۃِ (میں نے زید کو آنکھ سے) دیکھا اور وَجَدْتُ بمعنی اَصَبْتُ الضَّالَّةَ ایک مفعول کی طرف متعدی ہے جیسے وَجَدْتُ الضَّالَّةَ (میں نے گمشدہ چیز کو پالیا)۔

فصل الافعال الناقصة هی افعال وضعت لتقرير الفاعل على صفةٍ غَيْرِ صِفَةِ مَصْدَرِها وهی كان وصار وظَلَّ وبَاتَ الى اخرها تَدْخُلُ على الجملة الاسميَّة لافادة نسبتهَا حُكمَ معناها فترفع الاوّل وتَنْصَبُ الثانِیَ فتقول كان زيدٌ قائما وكان على ثلثة اَقْسَامٍ ناقصةٌ وهی تَدُلُّ على ثبوتِ خبرها لفا علها فی الماضی امَّاد ائمًا نحو كَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا اومنقطعًا نحو كان زيدٌ شَابًّا وتامَّةٍ بمعنى ثَبَتَ وحَصَلَ نحو كان القتالُ ای حصلِ القتالُ وزائداةٍ لا يَتَغَيَّرُ باسقاطها معنى الجملة كقول الشاعر شعر جِيَادُ اِبْنِیْ اَبِیْ بَكْرٍ تَسَامَیٰ عَلَیٰ كَان الْمُسَوَّمَةِ العِرَابِ ای على المسوَّمة.

ترجمہ: ''آٹھویں فصل افعالِ ناقصہ، اور افعالِ ناقصہ وہ افعال ہیں جو فاعل کو ایسی صفت پر ثابت کرنے کے لئے وضع کئے گئے ہیں جو ان کے مصدر کی صفت کے علاوہ ہو، اور افعالِ ناقصہ کان، صارَ، ظلَّ، باتَ، الخ ہیں یہ افعال جملہ اسمیہ پر داخل ہوتے ہیں اپنے معنی کے حکم کا ان کی نسبت کو فائدہ دینے کے لئے، پس اوّل کو رفع اور ثانی کو نصب دیتے ہیں جیسے کانَ زیدٌ قائِمًا۔ اور کلمۂ کان کی تین قسمیں ہیں، اوّل ناقصہ، اور وہ اپنے فاعل کے لئے اپنی خبر کے ماضی میں ثابت ہونے پر دلالت کرتا ہے یا دائمًا جیسے کَانَ اللّٰهُ علیمًا حکیمًا، یا منقطعًا جیسے کانَ زیدٌ شابًّا، دوم کان تامہ جو ثبت اور حصل کے معنی میں ہوتا ہے جیسے کان القِتالُ یعنی حصل القتال، سوم کان زائدہ جس کے ساقط کرنے سے جملہ کا معنی نہیں بدلتا جیسے شاعر کا قول شعر، جیادُ ابنی ابی بکر تسامی ÷ علی کان المسوّمة العِرَابِ، یعنی علَیٰ المسوّمة۔''

---

قوله الافعال الناقصة الخ ان کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ یہ افعال اور افعال کی طرح صرف فاعل کے ساتھ بغیر خبر کے کلام تام نہیں ہوتے لہٰذا نقصان سے خالی نہیں ہیں اسی وجہ سے ان کو ناقصہ کہتے ہیں۔

قوله هی افعال وضعت الخ یعنی افعال ناقصہ وہ افعال ہیں جو فاعل کو کسی صفت پر جو اُن کی صفتِ مصدر کے علاوہ ہو ثابت کرنے کے لئے وضع کئے گئے ہوں قولہ غیر صفت مصدر ہا اس قید سے افعال ناقصہ کے علاوہ تمام افعال خارج ہوگئے اس لئے کہ تمام افعال فاعل کو اپنے مصدر کی صفت پر ثابت کرنے کے لئے وضع کئے گئے ہیں مثلاً ضَرَبَ فعل اپنے فاعل کے لئے صفت ضرب ثابت کر رہا ہے اور کرم فعل اپنے فاعل کے لئے صفت کرم ثابت کر رہا ہے۔ لیکن افعال ناقصہ اپنے فاعل کے لئے اُس صفت کو ثابت کرنے کے لئے وضع کئے گئے ہیں جو صفت کہ ان کے صفت مصدر کے علاوہ ہو اور وہ صفت ان کی خبر ہوتی ہے جیسے کانَ زیدٌ قائماً (زید کھڑا ہونے والا تھا) ہمیں کان نے اپنے فاعل زید کے لئے صفت قیام

کو ثابت کیا جو اس کی خبر ہے اور یہ صفت قیام اس کی صفتِ مصدر کینونت کے علاوہ ہے۔

قولہ وھی کان وصار الخ اور افعال ناقصہ کان اور صار اور ظل اور بات آخر تک ہیں چونکہ مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان افعال کو مرفوعات میں شمار کرا دیا ہے لہٰذا ان کو پھر یہاں شمار نہیں کرایا۔

قولہ تدخل علی الجملۃ الاسمیہ الخ یہ افعال جملہ اسمیہ پر جو مبتداء اور خبر سے مرکب ہوتا ہے داخل ہوتے ہیں تاکہ اپنے معنی کا حکم اور اثر اُس کی نسبت کو عطا کریں یعنی افعال ناقصہ اپنے معنی کا حکم اور اثر خبر کو عطا کرانے کے لئے جملہ اسمیہ پر جو مبتدا اور خبر سے مرکب ہوتا ہے داخل ہوتے ہیں جیسے صار کہ اُس کے معنی انتقال ہیں اور اُس کے معنی کا حکم یعنی اثر جو اس معنی پر مرتب ہوتا ہے یہ ہے کہ خبر منتقل الیہ ہو جیسے صَارَ زَیْدٌ غَنِیًّا اس میں صار فعل ناقص ہے جو جملہ اسمیہ زید غنی پر جو مبتدا اور خبر سے مرکب ہے داخل ہے اور اُس نے اپنے معنی یعنی انتقال کا حکم اور اثر خبر کو جو غنی ہے عطا کیا کہ وہ زید کا منتقل الیہ ہے۔ پس معنی یہ ہوں گے کہ زید فقر سے غنا کی طرف منتقل ہو گیا یعنی زید فقیر سے غنی ہو گیا۔

**تنبیہ:** افعال ناقصہ جیسے خبر کو اپنے معنی کا حکم اور اثر عطا کرتے ہیں اسی طرح وہ اسم کو بھی اپنے معنی کا حکم عطا کرتے ہیں جیسے صَارَ زَیْدٌ غَنِیًّا میں صار نے غنی خبر کو منتقل الیہ کیا تو زید اسم کو منتقل کیا۔

قولہ فترفع الاول الخ یہ افعال جملہ اسمیہ کے پہلے جز کو رفع دیتے ہیں اس لئے کہ وہ اس کا فاعل ہے اور اس کو ان کا اسم کہتے ہیں اور اُس کے دوسرے جز کو نصب دیتے ہیں اس لئے کہ یہ اس بنا پر کہ فعل اس پر موقوف ہوتا ہے مفعول بہ کے ساتھ مشابہ ہے یعنی جیسے فعل متعدی کے معنی مفعول بہ کے بغیر تمام نہیں ہوتے اسی طرح ان افعال کے معنی ان کی خبروں کے بغیر تمام نہیں ہوتے اور اس کو ان کی خبر کہتے ہیں جیسے کَانَ زَیْدٌ قَائِمًا (زید کھڑا ہونے والا تھا) اس میں کان فعل ناقص ہے اور زیدًا اس کا اسم ہے جو مرفوع ہے اور قائمًا اس کی خبر ہے جو منصوب ہے۔

قولہ وکان علی ثلثۃ اقسام الخ اور کلمہ کان تین قسم پر ہے۔

❶ ایک ناقصہ وہ ہے جو اپنی خبر کے اپنے فاعل کے لئے زمانہ ماضی میں ثابت ہونے پر دلالت کرے۔ عام ازیں کہ وہ ثبوت زمانہ ماضی میں دائمی ہو جیسے کان اللّٰہُ علیمًا حکیمًا (اللہ علیم حکیم ہے) یا منقطع ہو جیسے کانَ زَیْدٌ شَابًّا (زید جوان تھا) مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے ناقصہ بصیغہ مؤنث کہا اس لئے کہ یہ مؤنث مستعمل ہوتا ہے اسی طرح کان تامہ اور کان زائدہ (بصیغہ مؤنث) کہتے ہیں چونکہ یہ مؤنث مستعمل ہوتا ہے لہٰذا اس کو بتاویل کلمہ یا بتاویل لفظۃ کر لیتے ہیں۔

❷ دوسرے تامہ جو بمعنی ثَبَت اور حصل ہوتا ہے اور اس کو تامہ اس لئے کہتے ہیں کہ وہ اسم پر تمام ہو جاتا ہے اور خبر کی طرف محتاج نہیں ہوتا جیسے کان القتال ای حَصَلَ القتال (قتال ہوا)۔

❸ تیسرے زائدہ جس کے حذف کر دینے سے جملہ کے معنی متغیر نہیں ہوتے۔ مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول لا یتغیر باسقا طھامعنی الجملۃ زائدۃ کی تفسیر ہے اور باعتبار ترکیب زائدۃ کی صفت ہے۔

قولہ کقول الشاعر شعر جیاد ابنی الخ جیاد جمع جید کی ہے بمعنی تیز رفتار گھوڑے تَسَامٰی اصل میں تَتَسَامٰی تھا ایک تاء تخفیفاً حذف کر دی گئی بمعنی ترفع (بلند ہیں) مُسَوَّمَۃٌ بفتح واو وہ گھوڑی جن پر علامت لگا دی جائے عِرَابٌ بکسر عین جمع عربی کی ہے بمعنی تازی اور جیاد مبتداء مضاف ہے اور ابنی مضاف الیہ ہے اور ابی بکر ابنی سے بدل ہے اور تسامی مبتداء مذکور کی خبر ہے اور علی کان المسومۃ متعلق تسامی کے ہے اور العراب صفت المسومۃ کی ہے (ترجمہ) میرے بیٹے ابی بکر کے تیز رفتار گھوڑے اُن عربی گھوڑوں پر جن پر عمدہ ہونے کے نشان لگائے گئے ہیں فوقیت رکھتے ہیں۔

اس شعر میں لفظ کان زائدہ ہے جیسا کہ مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے علی المسومۃ سے بیان کیا ہے۔

یادرکھنا چاہئے کہ زائدۃ صرف لفظ کان ہوتا ہے بخلاف ناقصہ اور تامہ کے کہ وہ کان اور اس کے تمام تصاریف میں پائے جاتے ہیں۔

---

وصار للانتقال نحو صار زیدٌ غنِیًّا واَصبح واَمْسٰی واَضْحیٰ تدلُّ علی اقتران مضمون الجملۃ بتلک الاوقات نحو اَصْبَحَ زَیْدٌ ذاکرًا ای کان ذاکراً فی وقت الصبّح وبمعنی صار نحو اصبح زیدٌ غنیًّا وتامَّۃ بمعنی دخل فی الصبّاح والضحٰی والمساء وظَلَّ وبَاتَ یَدُلَّانِ علی اقتران مضمون الجملۃ بوقتیھما نحو ظَلَّ زیدٌ کاتبًا وبمعنی صارو مازال وما فَتیٰ وما برح وما انْفَکَّ تَدُلُّ علی استمرار ثبوت خبَرِھا لفا علھا مذ قبِلَہٗ نحو مازال زیدٌ امیرًا ویلزمھا حرفُ النّفِی وما دام یدلُّ علی توقیت امرٍ بمدۃ ثبوت خبرھا لفا علھا نحو اقومُ مادامَ الا میرُ جالسًا ولیس یدل علی نفِی معنی الجملۃِ حالاً فقیل مطلقًا وقد عرفتَ بقیۃَ احکا مِھا فی القسم الاول فلا نُعِیْدُھا.

**تَرْجَمَہ:** "اور صارَ انتقال کے لئے آتا ہے جیسے صارَ زَیدٌ غنیًّا اور اصبح، امسٰی، اَضْحٰی مضمونِ جملہ کو ان کے اوقات کے ساتھ ملانے پر دلالت کرتے ہیں جیسے اصبح زیدٌ ذاکراً یعنی زید صبح کے وقت میں ذکر کرنے والا تھا، اور صارَ کے معنی میں بھی آتے ہیں جیسے اصبحَ زیدٌ غنیًّا، اور تامہ بھی ہوتے ہیں دخلَ فی الصّبا والضحٰی والمساء کے معنی میں اور ظلَّ اور بَاتَ مضمون جملہ کو اپنے اوقات کے ساتھ ملانے پر دلالت کرتے ہیں جیسے ظلَّ زیدٌ کاتباً اور صارَ کے معنی میں بھی آتے ہیں اور ما زالَ، مافتی، ما برح، اور ما انفک اپنے فاعل کے لئے اپنی خبر کے ثبوت کے استمرار پر دلالت کرتے ہیں جب سے فاعل نے خبر کو قبول کیا ہے جیسے ما زالَ زیدٌ امیراً، اور ان کو حرفِ نفی لازم ہے، اور مادام کسی شیء کی تعین پر اپنے فاعل کے لئے اپنی خبر کے ثابت ہونے کی مدت میں دلالت کرتا ہے جیسے اقوم مادام الامیرُ

جَالِسًا، اور لَیْسَ جملہ کے معنی کی نفی پر دلالت کرتا ہے فی الحال اور کہا گیا ہے کہ مطلقاً، اور ان کے بقیہ احکام تم قسمِ اوّل میں جان چکے ہوں پس ہم اُن کا اعادہ نہیں کرتے۔"

---

قولہ وصار للانتقال الخ اور لفظ صار ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف انتقال کے لئے ہوتا ہے جیسے صَارَ زیدٌ غنیًّا ای انتقل زیدٌ من الفقر الی الغنٰی یا ایک حقیقت سے دوسری حقیقت کی طرف انتقال کے لئے جیسے صار الطینُ حَجَرًا (مٹی پتھر ہوگئی) اور صار کبھی ایک جگہ سے دوسری جگہ کی طرف یا ایک ذات سے دوسری ذات کی طرف انتقال کے لئے آتا ہے اور اس وقت وہ متعدی الی سے ہوتا ہے جیسے صَارَ زَیْدٌ من قریة الی قریة ای انتقل زیدٌ من قریة الٰی قریةٍ (زید ایک گاؤں سے دوسرے گاؤں کی طرف منتقل ہوگیا) اور جیسے صار زیدٌ من خالد الی عمروٍ ای انتقل زیدٌ من خالدٍ الٰی عمروٍ۔

قولہ واَصْبَحَ واَمْسٰی واضحٰی (یعنی یہ تینوں افعال مضمون جملہ کے اپنے اپنے اوقات صبح شام اور چاشت کے ساتھ مقارن ہونے پر دلالت کرتے ہیں جیسے اَصْبَحَ زیدٌ ذاکرًا (زید صبح کے وقت یاد کرنے والا ہوا) اور جیسے اَمْسٰی زیدٌ مسرورًا (زید شام کے وقت خوش ہوا) اور جیسے اَضْحٰی زیدٌ حزینًا (زید چاشت کے وقت غمگین ہوا)۔

قولہ وبمعنی صار الخ اور یہ تینوں افعال کبھی بمعنی صار ہوتے ہیں اور اس وقت ان کے معنی میں اوقات کا لحاظ نہیں ہوتا۔ جیسے اَصْبَحَ زَیْدٌ غَنِیًّا (زید غنی ہوگیا)۔

قولہ وتامة بمعنی دخل الخ اور یہ تینوں افعال کبھی تامہ ہوتے ہیں اور خبر کی طرف محتاج نہیں ہوتے۔ اور اس وقت اَصْبَح بمعنی دخل فی الصباحِ ہوگا اور اَضْحٰی بمعنی دَخَلَ فی الضحٰی اور اَمْسٰی بمعنی دخل فی المساء جیسے اَصْبَحَ زَیْدٌ ای دَخل زیدٌ فی وقت الصباح (زید صبح کے وقت داخل ہوا) اور جیسے اَضْحَی زَیْدٌ (زید چاشت کے وقت داخل ہوا) اور جیسے اَمْسٰی خَالِدٌ (خالد شام کے وقت داخل ہوا)۔

قولہ وظَلَّ وبات یَدُلَّان الخ یعنی ظَلَّ اور بات مضمون جملہ کے اپنے اپنے اوقات روز وشب کے ساتھ مقارن ہونے پر دلالت کرتے ہیں جیسے ظَلَّ زیدٌ کاتبًا ای حَصَلَ کتابَتُہٗ فی النھار (زید دن میں کاتب ہوا) اور جیسے باتَ زیدٌ نائمًا ای حَصَلَ نومہ فی اللیل (زید رات میں سوتا رہا)۔

قولہ وبمعنی صار اور یہ دونوں فعل کبھی بمعنی صار ہوتے ہیں جیسے ظَلَّ زیدٌ غنیًّا (زید غنی ہوگیا) اور جیسے باتَ زَیْدٌ فَقِیْرًا (زید فقیر ہوگیا) اور یہ بر سبیل قلت تامہ بھی ہوتے ہیں جیسے ظَلَلْتُ بمکانٍ لطیفٍ ای دَخَلْتُ فی النھار بمکان لطیف (میں دن کو لطیف جگہ میں داخل ہوا) اور جیسے بِتُّ مَبِیْتًا طَیِّبًا (میں نے رات گزاری رات گزارنا اچھی)۔

قولہ وما زال ومافتی وما برح وما انفکّ تدلُّ الخ یہ چاروں افعال اپنی خبر کو اپنے افعال کے لئے استمرار کے ساتھ ثابت ہونے پر دلالت کرتے ہیں۔ لیکن یہ ثبوت استمرار مطلقاً نہیں ہے بلکہ اُس زمانہ سے ہے جب سے فاعل نے خبر کو قبول کیا ہے جیسے مَازَال زیدٌ امیراً (زید کی امارت اُس زمانہ سے مستمر اور دائمی ہے جب سے زید امارت کے قابل ہوا ہے) قبلہ کی ضمیر مرفوع مستتر فاعل کی طرف اور ضمیر منصوب بارز خبر کی طرف لوٹ رہی ہے ای مُذ قبل الفاعلُ ذلك الخبر یعنی اَنَّ ذلك الخبر ثابتٌ للفاعل علی وجه الاستمرار مذکان ذلك الفاعل قابلاً لذلك صالحاً له فی المعتاد۔

قولہ ویلز مها حرف النفی الخ یعنی جب ان افعال سے استمرار ودوام کا ارادہ کیا جائے تو ان کو نفی لازم ہے اس لئے کہ ان افعال کے معنی میں نفی پائی جاتی ہے۔ اور جب ان پر مانافیہ داخل ہوا تو ان کے معنی نفی النفی کے ہوگئے اور نفی کی نفی استمرار وثبوت کو مستلزم ہوتی ہے پس مَا زال بمعنی نہیں زائل ہوا۔ زال یزال سے ہے باب سمع زال یزول سے نہیں ہے اس لئے کہ یہ تامہ ہے اور مافتی بمعنی نہیں زائل ہوا فتی سے ہے بمعنی زائل ہونا باب سمع اور ما برِحَ بمعنی نہیں زائل ہوا۔ یہ براحٌ بمعنی زائل ہونا سے ہے باب سمع اور ما انفك بمعنی نہیں جدا ہوا مصدر انفکاک ہے جدا ہونا محاورہ میں چاروں کے معنی ہمیشہ رہا۔

قولہ ومَا دامَ یدل الخ اور مادام کسی کام کی تعیین مدت کو اُس وقت تک کے بتلانے کے لئے آتا ہے کہ جس وقت تک اس کی خبر اُس کے فاعل کے لئے ثابت ہے جیسے اَقُوْمُ مادام الامیرُ جالسًا (میں کھڑا رہوں گا اُس وقت تک کہ امیر بیٹھنے والا ہے) اس میں کہنے والے نے اپنے بیٹھنے کی مدت کو امیر کے بیٹھنے کی مدت تک موقت ومتعین کر دیا ہے اور مادام میں ما مصدریہ ہے اور چونکہ مصدر سے پیشتر زمان اور مدت کی تقدیر متعارف ہے لہٰذا یہاں بھی مصدر سے پیشتر زمان یا مدت مقدر ہوگا ای اَقُوْمُ مدّت دوامِ جلوسِ زیدٍ۔

قولہ ولیس یدلُّ الخ اور لیس زمانہ حال میں مضمون جملہ کی نفی کے لئے آتا ہے جیسے لیسَ زیدٌ قائمًا ای الان (زید زمانہ حال میں یعنی اس وقت کھڑا ہونے والا نہیں ہے) اور لَیْسَ کا مضمون جملہ کی زمانہ حال میں نفی کے لئے ہونا جمہور نحات کا مذہب ہے لیکن بعض کے نزدیک یہ مطلقاً مضمون جملہ کی نفی کے لئے آتا ہے خواہ وہ نفی زمانہ حال میں ہو خواہ استقبال میں خواہ ماضی میں۔

قولہ وقد عرفت بقیة الاحکام الخ یعنی افعال ناقصہ کے بقایا احکام مثلاً ان کی خبروں کا ان کی اسموں پر مقدم ہونا اور ان کی خبروں کا ان افعال پر مقدم ہونا وغیرہ تم قسم اوّل میں جان چکے ہو لہٰذا یہاں ان کو دوبارہ ذکر نہیں کیا گیا تا کہ تکرار جو عبث ہے لازم نہ آئے۔

فصل افعال المقاربة هی افعالٌ وُضِعَتْ للدلالة علی دُنُوِّ الخبر لفا علها وهی علی ثلٰثة اقسامٍ الاول للرَّجاء وهو عَسَیٰ وهو فعلٌ جامدٌ لایستعمل منه غیرُ الماضی وهو فی العمل مثل کادالَّا اَنَّ خبرَہُ فعلٌ مضارعٌ مع اَنْ نحو عَسَیٰ زیدٌ اَنْ یَّقُوْمَ ویجوز تقدیم الخبر علی اسمه نحو عَسَیٰ ان یقومَ زیدٌ وقد یحذَفُ اَنْ نحو عسی زیدٌ یقومُ والثانی للحصول وهو کادو خبرہ مضارعٌ دون اَنْ نحو کاد زیدٌ یقومُ وقد تدخل اَنْ نحو کاد زید اَنْ یقومَ والثالث للاخذو الشروع فی الفعلِ وهو طَفِقَ وجَعَلَ وکَرَبَ واَخَذَ واستعمالها مثل کاد نحو طَفِقَ زیدٌ یکتب واَوْشك واستعمالها مثل عَسَیٰ وکاد.

ترجمہ: ''نویں فصل افعال مقاربہ اور افعال مقاربہ وہ افعال ہیں جو اپنے فاعل کے لئے خبر کے قریب ہونے پر دلالت کرنے کے لئے وضع کئے گئے ہیں اور اس کی تین قسمیں ہیں قسم اوّل رجاء (امید) کے لئے اور وہ عسیٰ ہے اور عسیٰ فعل جامد ہے اس سے ماضی کے علاوہ استعمال نہیں ہوتا اور وہ عمل میں کاد کے مثل ہے مگر یہ کہ اس کی خبر فعل مضارع مع ان کے آتی ہے جیسے عسیٰ زید ان یقوم اور خبر کا اس کے اسم پر مقدم کرنا جائز ہے جیسے عسیٰ ان یقوم زید اور کبھی ان کو حذف کر دیا جاتا ہے جیسے عسیٰ زید یقوم اور قسم ثانی حصول کے لئے ہے اور وہ کاد ہے اور اس کی خبر فعل مضارع بغیر ان کے ہوتی ہے جیسے کاد زید یقوم اور کبھی ان بھی داخل ہوتا ہے جیسے کاد زید ان یقوم اور قسم ثالث فعل میں شروع کرنے کے معنی کے لئے آتا ہے اور وہ طفق، جعل کرب اور اخذ ہیں اور ان کا استعمال کاد کے مثل ہے جیسے طفق زید یکتب اور اوشك ہے اور اس کا استعمال عسی اور کاد کے مثل ہے۔''

---

قولہ افعالُ المقاربة هی افعال الخ یعنی افعال مقاربہ وہ افعال ہیں جو خبر کو اپنے فاعل سے نزدیک کرنے کے لئے وضع کئے گئے ہوں اور یہ افعال ناقصہ کی طرح اسم کو رفع اور خبر کو نصب دیتے ہیں اور ان کی خبر فعل مضارع با اَنْ اور کبھی بغیر اَنْ ہوتی ہے۔

قولہ وهی علی ثلثة اقسام الخ اور افعال مقاربہ تین قسم پر ہیں۔

قولہ الاول للرجاء ای لقرب رجاء الخبر یعنی پہلی قسم اُمید کے لئے ہے یعنی اس امر پر دلالت کرنے کے لئے کہ متکلم اُمید اور طمع رکھتا ہے (نہ یقین) کہ حصولِ خبر فاعل کے لئے قریب ہے۔

قولہ وهو عسٰی الخ ای القسم الاول الموضوع للرجاء عسٰی اور اس پہلی قسم کے لئے فعل عسٰی ہے جیسے عسٰی زیدٌ اَنْ یخرج (اُمید ہے کہ زید عنقریب نکلے)۔

قولہ وھو فعلٌ جامد الخ اور کلمۂ عسٰی فعل جامد ہے اس سے ماضی کے سوا اور کوئی صیغہ نہیں آتا جیسے عَسٰی. عَسَتْ پس اس سے مضارع امر نہی اسم فاعل اسم مفعول کے صیغے نہیں آتے۔ اور پھر ماضی کے بھی چند صیغے آتے ہیں واحد مذکر غائب کا جیسے عسٰی واحد مؤنث غائب کا جیسے عَسَتْ اور چھ مخاطب کے جیسے عَسَیْتَ عَسَیْتُمَا عَسَیْتُمْ عَسَیْتِ عَسَیْتُمَا عَسَیْتُنَّ اور ایک واحد متکلم کا جیسے عَسَیْتُ۔

قولہ وھو فی العمل مثل کاد الخ اور فعل عسی عمل میں فعل کاد کی طرح ہے یعنی وہ کَادَ کی طرح اسم کو رفع دیتا ہے اور کاد کی طرح اس کی خبر فعل مضارع ہوتی ہے البتہ فرق اتنا ہے کہ عسی کی خبر فعل مضاع مع اَنْ ہوتی ہے اور فعل کاد کی خبر فعل مضارع بغیر ان جیسے عَسٰی زیدٌ اَنْ یَّقُوْمَ ای قاربَ زیدٌ القیام (اُمید ہے کہ زید عنقریب کھڑا ہو) اس میں زیدٌ عسی کا اسم ہونے کی بنا پر مرفوع ہے اور اَنْ یقومَ محل نصب میں ہے اور اُس کی خبر ہے یہ جمہور نحات کے نزدیک ہے اور بعض نحات کے نزدیک اَن یقومَ عَسٰی کا فاعل ہونے کی بنا پر محلاً مرفوع ہے اور زیدٌ اَن یقوم کا فاعل ہے جو اس پر مقدم ہے۔

قولہ ویجوز تقدیم الخبر الخ اور عَسٰی کے خبر کی تقدیم اس کے اسم پر جائز ہے جیسے عَسٰی اَن یقومَ زیدٌ ای قرب قیامُ زیدٍ اس مثال میں اَنْ یقومَ عَسٰی کا فاعل ہونے کی بنا پر محلاً مرفوع ہے اور زیدٌ فاعل ان یقوم کا ہے اور اس صورت میں عسی تامہ ہے اور اُس کو خبر کی ضرورت نہیں ہے اور پہلی صورت میں عسی ناقصہ ہے۔

قولہ قد یحذف اَنْ الخ اور کبھی استعمال اوّل میں عَسٰی کی خبر سے اَنْ مصدریہ کو اس بنا پر کہ وہ مقاربت میں کاد کے ساتھ مشابہ ہے حذف کر دیا جاتا ہے جیسے عَسٰی زیدٌ یقومُ پس جیسے کاد زیدٌ یقوم میں اَنْ ذکر نہیں کیا جاتا اسی طرح مشابہت مذکورہ کی رعایت کی وجہ سے عَسٰی زَیْدٌ یقوم میں اَنْ ذکر نہیں کیا جاتا۔

قولہ والثانی للحصول الخ اور دوسری قسم حصول کے لئے ہے یعنی وہ اس امر پر دلالت کرنے کے لئے ہے کہ متکلم خبر دیتا ہے کہ خبر کا حصول فاعل کے لئے یقیناً قریب ہے نہ بطور اُمید۔

قولہ وھو کاد الخ اور اس دوسری قسم کے لئے فعل کاد ہے اور اس کی خبر فعل مضارع بغیر اَنْ آتی ہے جیسے کادَ زیدٌ یقوم (زید یقیناً کھڑے ہونے کے قریب ہے) اس میں زیدٌ کاد کا اسم ہونے کی بنا پر مرفوع ہے اور یقوم خبر ہے جو فعل مضارع بغیر اَنْ ہے اور محلاً منصوب ہے۔

قولہ وقد تدخل اَن الخ اور کبھی کلمۂ اَنْ کاد کی خبر پر اس بنا پر کہ وہ عَسٰی کے ساتھ مشابہ ہے داخل ہو جاتا ہے جیسے کاد زیدٌ اَنْ یقوم خلاصہ یہ ہے کہ عَسٰی اور کاد چونکہ آپس میں مشابہ ہیں۔ لہٰذا ہر ایک کو دوسرے کا من وجہ حکم دے دیا گیا۔

قولہ والثالث للاخذ والشروع الخ اور تیسری قسم فعل کے شروع کرنے کے لئے ہے یعنی وہ اس امر پر دلالت

کرنے کے لئے ہے کہ متکلم فاعل کے لئے خبر کے حصول کے قرب کی خبر دیتا ہے اس وجہ سے کہ متکلم کو اُس کے شروع کا یقین ہے نہ اُمید۔

قوله وهو طفق وجعل الخ اوراس تیسری قسم کے لئے طفق ہے بمعنی اخذ اور جعل ہے بمعنی طفق اور کرب ہے بفتح راء مہملہ بمعنی قرب اور اخذ ہے بمعنی شرع جیسے طفق زیدٌ یخرج (زید نے یقیناً نکلنا شروع کردیا)۔

قوله واستعمالها مثل کاد الخ یعنی اوران چاروں الفاظ کا استعمال کاد کی طرح ہے۔ پس یہ چاروں فعل کاد کی طرح اسم اور خبر کو چاہتے ہیں۔ اور پھر ان کی خبر کاد کے خبر کی طرح فعل مضارع بغیر اَنْ ہوتی ہے۔ جیسے طفق زیدٌ یکتب (زید نے یقیناً لکھنا شروع کردیا ہے)۔

قوله واَوْشك الخ اس کا عطف اخذ پر ہے یہ بھی قسم ثالث سے ہے اور اَوْ شَكَ بمعنی اَسْرَعَ ہے۔

قوله واستعمالها مثل عَسَىٰ الخ اور اَوْ شَك کا استعمال عَسَىٰ اور کادَ کے استعمال کی طرح ہے۔ یعنی وہ کبھی عَسَىٰ کے دونوں استعمال کی طرح مستعمل ہوتا ہے یعنی کبھی وہ خبر کو چاہتا ہے جیسے اَوْشَك زیدٌ اَنْ یَقُوْمَ اور کبھی وہ خبر کو نہیں چاہتا ہے جیسے اَوْشَكَ اَنْ یَقُوْمَ زیدٌ اور کبھی وہ کاد کی طرح اسم اور خبر کو چاہتا ہے اور پھر خبر فعل مضارع بغیر اَنْ ہوتی ہے۔ جیسے اَوْ شَكَ زیدٌ یقوم۔

---

فصل فِعْلاَ التعَجُّبِ ماوضع لانشاء التَّعَجُّبِ وله صیغتانِ ما اَفْعَلَهُ نحو مااَحْسَنَ زیداً ای اَیُّ شیءٍ اَحْسَنَ زیداً وفی اَحْسَنَ ضمیرٌ وهو فاعله واَفْعِل به نحو اَحْسِنْ بزیدٍ ولایُبْنیَانَ الاّ مِمَّا یبنی منه افعل التفضیل ویتوصل فی الممتنع بمثل ما اَشَدَّ استخراجًا فی الاول واَشْدِدْ باستخراجه فی الثانی کما عرفتَ فی اسم التفضیل ولا یجوز التصرف فیهما بتقدیم ولا تاخیر ولا فصل والمازنی اجاز الفصلَ بالظرف نحو ما احسن الیوم زیداً۔

ترجمہ: ”دسویں فصل تعجب کے دو فعل اور فعل تعجب وہ فعل ہے جو انشاءِ تعجب کے لئے وضع کیا گیا ہے اور اس کے دو صیغے ہیں۔ (۱) ما افعله جیسے ما احسن زیداً یعنی کس چیز نے زید کو اچھا بنایا اور احسن میں ایک ضمیر ہے جو اس کا فاعل ہے۔ (۲) افعل به جیسے اَحْسِنْ بزیدٍ اور یہ دونوں نہیں بنائے جاتے مگر اسی فعل سے جس سے اسم تفضیل بنایا جاتا ہے اور ممتنع میں وسیلہ بنایا جائے گا اوّل میں مااشد استخراجاً سے اور ثانی میں اشدِدْ باستخراجہ سے جیسا کہ تم نے اسم تفضیل کی بحث میں جان لیا۔ اور ان دونوں میں تقدیم وتاخیر وفَصل کے ساتھ تصرف جائز نہیں ہے۔ اور مازنی رحمۃ اللہ علیہ نے ظرف کے ساتھ فصل کو جائز کہا ہے جیسے ما اَحْسَنَ الیومَ زیداً۔“

قولہ فعلا التعجب ما وضع الخ فعلا اصل میں فعلان تھا نون تثنیہ بوجہ اضافت گر گیا اور تعجب اصطلاح میں انفعالُ النفس عند ادراك ما خفی سببه کو کہتے ہیں (نفس کا ایسی چیز کے ادراک کے وقت جس کا سبب مخفی ہو متاثر ہونا اور فعل تعجب وہ ہے جو انشاء اور ایجاد تعجب کے لئے وضع کیا گیا ہو)۔ اس سے صیغہ عجبت اور تعجبت کے مثل جو اخبار کے لئے وضع کئے گئے ہیں نہ انشاء تعجب کے لئے خارج ہو گئے۔

قولہ وله صیغتان ما افعله الخ اور تعجب کے دو صیغے ہیں ایک مَا اَفْعَلَهُ جیسے مَا اَحْسَنَ زیداً اس میں ما استفہامیہ ہے اور مبتدا بمعنی اَیُّ شَیْءٍ اور اَحْسَنَ فعل ماضی ہے اور اس میں ہو ضمیر مستتر ہے جو اُس کا فاعل ہے اور زیداً مفعول بہ یہ جملہ فعلیہ ہو کر خبر ہے لفظی ترجمہ کس چیز نے زید کو صاحب حسن کر دیا) یہ فراء کا مذہب ہے جس کو مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے بیان کیا اس میں باعتبار ترکیب دو صورتیں اور بھی ہیں ایک یہ کہ ما مبتداء ہو اور نکرہ بمعنی شَیْءٌ اور احسن زیداً اپنے فاعل ضمیر ہو مستتر اور زیداً مفعول بہ سے مل کر خبر اور اس وقت یہ شَرٌّ اَهَرَّا ذاناب کے قبیل سے ہوگا ای شیءٌ خفیٌّ اَحْسَنَ زیدًا (کسی پوشیدہ چیز نے زید کو حسن والا کر دیا) یہ سیبویہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مذہب ہے۔

دوسرے یہ کہ مَا موصولہ ہو بمعنی اَلَّذِیْ اور اَحْسَنَ زیدًا جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر صلہ موصول اپنے صلہ سے مل کر مبتداء اور شیءٌ عظیم اس کی خبر محذوف ہے معنی یہ ہوں گے کہ الذی جَعَلَ زیداً ذاحُسْنٍ شیءٌ عظیمٌ (وہ چیز جس نے زید کو صاحب حسن کر دیا ایک بڑی چیز ہے) لفظی ترجمہ ہر ایک کا اُس کے مذہب کے مطابق ہو گیا با محاورہ ترجمہ یہ ہوگا کہ (زید کیا ہی حسین ہے)۔

قولہ اَفْعِلْ بِهِ الخ اس کا عطف ما افعلہ پر ہے تعجب کا دوسرا صیغہ اَفْعِلْ بہ ہے جیسے اَحْسِن بزیدٍ اس میں اَحْسِنْ امر کا صیغہ ہے لیکن بمعنی ماضی اَحْسَنَ ہے اور بزید میں با جارہ ہے لیکن زائدہ ہے اور زید اُس کا فاعل ہے اور ہمزہ صیرورت کا ہے اور اس وقت احسن میں کوئی ضمیر نہیں ہوگی۔ کیونکہ اُس کا فاعل زید موجود ہے پس احسن بزید کے معنی یہ ہوں گے کہ صَارَ زَیْدٌ ذَاحُسْنٍ (زید صاحب حسن ہو گیا) یہ سیبویہ کے نزدیک ہے اور اخفش کے نزدیک احسن امر کا صیغہ ہے بمعنی خود نہ بمعنی خبر اور اس میں ضمیر انت اُس کا فاعل ہے اور بزیدٍ میں با تعدیہ کی ہے اور زید اس کا مفعول بہ ہے اور یہ اس وقت ہے جب کہ اَحْسِنْ کو اَحْسَنَ لازم بمعنی ثبوت حسن سے مشتق مانا جائے اور اس وقت اس کا ہمزہ صیرورت کا ہوگا بمعنی صَیِّرہ ذاحُسْنٍ اور اس وقت تقدیر عبارت اَحْسِنْ اَنْتَ بِزَیْدٍ ہوگی اور ہمزہ تعدیہ کا ہوگا اور اس صورت میں بھی اَحْسِن میں ضمیر اَنْتَ اُس کا فاعل ہوگا اور اس وقت تقدیر عبارت اَحْسِنْ اَنْتَ زیداً ہوگی دونوں مذہب پر اس کا با محاورہ ترجمہ یہ ہوگا (کہ زید کیا ہی حسین ہے)۔

قولہ ولا یبنیان الا مما یُبْنیٰ منه الخ یعنی فعل تعجب کے دونوں صیغے اُسی چیز سے بنائے جاتے ہیں جس چیز سے افعل تفضیل بنایا جاتا ہے پس یہ دونوں ہر اُس ثلاثی مجرد سے بنائے جائیں گے جو زیادت ونقصان کو قبول کرتا ہے اور اُس

میں لون وعیب کے معنی نہ ہوں شرح میں زیادت ونقصان کو قبول کرتا ہو کی قید سے ما امات زیداً سے احتراز ہے اس لئے کہ موت زیادت ونقصان کو قبول نہیں کرتی پس کسی کی موت کسی اور کی موت سے زائد اور کم نہیں ہوتی اور نیز فعل تعجب کا صیغہ فاعل کے لئے آتا ہے نہ مفعول کے لئے جیسے افعل تفضیل کا صیغہ فاعل کے لئے آتا ہے پس ما اَشْھٰی الطعام وغیرہ جو مفعول کے لئے آتے ہیں شاذ ہیں اور یہ مفعول کے لئے اس لئے ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ طعام کس قدر مرغوب ہے اور مرغوب اسم مفعول کا صیغہ ہے اور اس کے معنی یہ نہیں ہیں کہ طعام کس قدر راغب ہے۔

قولہ ویتوصل فی الممتنع الخ یعنی اور ہر اُس فعل سے جس سے صیغۂ تعجب کا بنانا ممتنع ہے یعنی ثلاثی مجرد سے جس میں لون وعیب کے معنی ہوں اور ثلاثی مزید اور رباعی مجرد اور رباعی مزید سے تعجب کے پہلے صیغے کو مَااَشَدَّ استخراجًا میں اَشَدَّ سے اور اُس کے دوسرے صیغہ کو اَشْدِدْ باستخراجہ میں اَشْدِد سے اور ان کی مثل کلمات اضعف یا احسن یا اقبح وغیرہ سے بناتے ہیں بایں طور کہ ان کو اس فعل کے مصدر سے پہلے ذکر کیا جائے جس سے فعل تعجب کا بنانا ممتنع ہے اور پھر فعل ممتنع کے مصدر کو اُس کا مفعول بہ بنایا جائے یا اس کو باء جارہ کا مجرور بنایا جائے جیسے مَا اَشَدَّ اِسْتِخْرَاجَہٗ لفظی ترجمہ (کس چیز نے اُس کے استخراج کو صاحب شدت کیا) محاورہ کا ترجمہ (اُس کا باہر نکالنا کیا ہی سخت ہے) اور جیسے اشدد باستخراجہ لفظی ترجمہ (اُس کا استخراج صاحب شدت ہوا) محاورہ کا ترجمہ (اُس کا باہر نکالنا کیا ہی سخت ہے)۔

قولہ ولا یجوز التصرف فیھما الخ ای فی فعلی التعجب یعنی فعل تعجب کے دونوں صیغوں میں مفعول بہ کو اور جار ومجرور کو فعل تعجب پر مقدم نہیں کیا جاتا پس ما زیداً اَحْسَنَ اور بزیدٍ احسن کہنا ناجائز ہے اسی طرح ان کے اور ان کے معمول کے درمیان فصل ناجائز ہے پس ما احسن فی الدار زیدا اور احسن الیوم بزیدٍ کہنا ناجائز ہے اور نیز ان دونوں سے نہ تو مضارع کا صیغہ آتا ہے اور نہ مجہول کا اور نہ نہی کا اور نہ تانیث کا اور نہ تثنیہ کا اور نہ جمع کا اس لئے کہ یہ انشاء تعجب کی طرف نقل کرنے کے بعد امثال کے قائم مقام ہو گئے اور امثال میں تصرف ناجائز ہوتا ہے لہٰذا ان میں بھی ناجائز ہے لیکن مازنی ان کے اور ان کے معمول کے درمیان ظروف کے ساتھ فصل کو جائز رکھتے ہیں اس لئے کہ ظروف میں وہ وسعت ہے جو غیر ظروف میں نہیں ہے پس مازنی کے نزدیک مَا اَحْسَنَ الْیَوْمَ زیداً جائز ہے (کس چیز نے زید کو آج صاحب حسن کر دیا) یعنی زید آج کے دن کیا ہی حسین ہے) اسی طرح احسن الیوم بزید جائز ہے۔

---

فصل افعال المدح والذم ماوضع لانشاء مدح اوذمّ امّا المدح ولہ فعلان نِعْمَ وفا علہ اسم معرف باللام نحو نعم الرجلُ زیدٌ او مضاف الی المعرف باللامِ نحو نِعْمَ غلامُ الرجل زیدٌ وقد یکون فاعلہ مضمراً ویجب تمییزہ بنکرۃ منصوبۃ نحو نعم رجلاً زیدٌ اوبِمَا

نحو قوله تعالی فَنِعِمَّا هی ای نِعْمَ شیئا هی وزید یسمّٰی المخصوصَ بالمدح وحبَّذا نحو حبَّذا زیدٌ حَبَّ فعل المدح وفاعله ذاو المخصوص بالمدح زید ویجوز ان یقع قبل مخصوص او بعده تمییزٌ نحو حبّذا رجُلاً زید وحبذا زید رجلاً اوحال نحو حبذا راکبًا زیدٌ وحبذا زیدٌ راکبًا واما الذم فله فعلان ایضا بئس نحو بئس الرجل عمرو وبئس غلام الرجل عمرو وبئس رجلا عمرو وساء نحو ساء الرجل زیدٌ وساء غلام الرجل زید وساء رجلا زید وساء مثل بئس فی سائر الاقسام.

ترجمہ: ”گیارہویں فصل افعال مدح وذم۔ اور وہ افعال ہیں جو انشاء مدح وذم کے لئے وضع کئے گئے ہیں بہرحال مدح کے لئے دو فعل ہیں اوّل نعم اور اس کا فاعل وہ اسم ہوتا ہے جو معرف باللام ہو جیسے نعم الرجلُ زیدٌ یا معرف باللام کی جانب مضاف ہو جیسے نعم غلام الرجل زید اور کبھی اس کا فاعل ضمیر ہوتی ہے اور نکرہ منصوبہ کے ساتھ اس کی تمیز لانا واجب ہے جیسے نعم رجلاً زیدٌ یا حرف ما کے ساتھ جیسے اللہ تعالیٰ کا قول فنعمّا هی یعنی نعم شیئا هی اور زید کا نام مخصوص بالمدح رکھا جاتا ہے۔ ثانی حبّذا جیسے حبّذا زید، فَعَل مدح ہے اور ذا اس کا فاعل ہے اور زید مخصوص بالمدح ہے۔ اور جائز ہے کہ مخصوص بالمدح سے پہلے یا اس کے بعد کوئی تمیز مذکور ہو جیسے حبذا رجلاً زید اور حبذا زید رجلاً یا حال مذکور ہو جیسے حبذا راکباً زید اور حبذا زید راکباً اور بہرحال ذم پس اس کے لئے بھی دو فعل ہیں اوّل بئس جیسے بئس الرجل عمرو اور بئس غلام الرجل عمرو اور بئس رجلا عمرو اور ثانی ساء جیسے ساء الرجل زید اور ساء غلام الرجل زید اور ساء رجلا زیدٌ اور ساء تمام اقسام میں بئس کے مثل ہے۔“

---

قوله افعال المدح والذم ما وضع الخ ای افعال وضعت ضمیر وضع کی تذکیر باعتبار لفظ ہے۔

افعال مدح وذم وہ افعال ہیں جو انشاء مدح وذم کے لئے وضع کئے گئے ہوں پس مدحت زیدا (میں نے زید کی مدح کی) اور ذممت زیدا (میں نے زید کی مذمت کی) اور کرم زید اور شرف زید اور عور زید وغیرہ جو اخبار مدح اور ذم کے لئے ہیں نہ انشاء مدح اور ذم کے لئے تعریف سے خارج رہیں گے۔

قوله اما المدح فله فعلان الخ اور مدح کے لئے دو فعل ہیں ایک نعم (بکسر نون وسکون عین) یہ فعل ماضی ہے اصل میں نعم بفتح فاو کسر عین تھا فاء کلمہ کو ساکن کر کے عین کلمہ کی حرکت فاء کو دے دی۔

قوله وفاعله اسم معرف الخ اور نعم کا فاعل اسم معرف بلام عہد ذہنی ہوتا ہے۔ اور یہ واحد غیر معین ہوتا ہے جو

مخصوص بالمدح سے معین ہو جاتا ہے۔ جیسے نعم الرجل زید (زید اچھا مرد ہے) یا معرف بلام عہد ذہنی کی طرف بلاواسطہ یا بالواسطہ مضاف ہوتا ہے جیسے نعم غلام الرجل زید اور جیسے نعم غلام صاحب الفرس زید۔

قوله وقد یکون فاعله مضمرا اور کبھی نعم کا فاعل ضمیر مستتر ہوتی ہے اور اس وقت اس ضمیر کی تمیز ہوگی جو یا تو نکرہ منصوبہ ہوگی جو مخصوص بالمدح سے پہلے واقع ہوگی جیسے نعم رجلا زید (زید اچھا ہے ازروئے مرد ہونے کے) اس مثال میں نعم میں ضمیر ہو مستتر ہے جو اس کا فاعل ہے اور رجلا اس کی تمیز ہے اور زید مخصوص بالمدح ہے۔

قوله او بما اس کا عطف بنکرۃ پر ہے ای یجب تمیز ذلك المضمر بما منصوب المحل علی التمیز یا اس ضمیر کی تمیز ما ہوگی جو نکرہ ہے اور بمعنی شیءٌ اور بنا بر تمیز محلا منصوب ہوتی ہے جیسے قول باری تعالیٰ عزاسمہ ﴿فنعما ھی ای نعم شیئا ھی الصدقات﴾ (وہ صدقات ازروئے شیء کے اچھے ہیں اس مثال میں نعم میں ضمیر ہو مستتر ہے جو اس کا فاعل ہے اور ما نکرہ ہے بمعنی شیء اور وہ نہ موصولہ ہے اور نہ موصوفہ اور ھی مخصوص بالمدح ہے۔

قوله وزید یسمی المخصوص بالمدح الخ اور امثلہ مذکورہ میں فاعل کے بعد جو زید واقع ہے اس کو مخصوص بالمدح کہتے ہیں خلاصہ یہ ہے کہ فعل مدح اور ذم میں فاعل کے بعد جو چیز واقع ہوتی ہے اس کو مخصوص بالمدح یا مخصوص بالذم کہتے ہیں۔ اس لئے کہ وہ مدح اور ذم کے ساتھ خاص ہے اور مخصوص کی شرط ہے کہ وہ فاعل کے ساتھ افراد تثنیہ وجمع اور تذکیر وتانیث میں مطابق ہو جیسے نعم الرجل زید اور نعم الرجلان الزیدان اور نعم الرجال الزیدون اور نعمت المرأۃ ھند نعمت المرأتان الھندان ونعمت النساء الھندات اور مخصوص میں دو احتمال ہیں اوّل یہ کہ مثلاً زید مبتدا ہو اور نعم الرجل جملہ ہو کر خبر مقدم ہو اور اس وقت یہ ایک جملہ ہوگا۔ دوم یہ کہ زیدٌ مبتدا محذوف کی خبر ہو ای نعم الرجل ھو زیدٌ اور اس وقت نعم الرجل جملہ فعلیہ ہے اور ھو مبتدا اور زید اس کی خبر ہو کر جملہ اسمیہ ہے اور اس وقت دو جملے ہوں گے اور کبھی مخصوص قرینہ سے معلوم ہونے کی بنا پر حذف کر دیا جاتا ہے جیسے قول باری تعالیٰ ﴿فنعم العبد﴾ ای ایوب علیہ السلام اس کے حذف پر قرینہ یہ ہے کہ یہ ایوب علیہ السلام کے قصہ میں واقع ہے اس میں العبد فاعل ہے اور ایوب علیہ السلام مخصوص بالمدح ہے جو محذوف ہے۔ اور کبھی مخصوص فعل مذکور پر مقدم ہو جاتا۔ ہے جیسے زید نعم الرجل۔

قوله وحبذا الخ دوسرا فعل مدح حبذا ہے اور یہ لفظ حب اور ذا سے مرکب ہے اور اس کا فاعل ہمیشہ لفظ ذا ہوتا ہے اور یہ کبھی محذوف نہیں ہوتا اور نہ کبھی متغیر ہوتا ہے پس مخصوص کے مثنی اور مجموع اور مؤنث ہونے سے وہ نہ مثنی ہوتا ہے اور نہ مجموع اور نہ مؤنث جیسے حبذا زید اور حبذا الزیدان اور حبذا الزیدون اور ھبذا ھند اور ھبذا الھندان اور ھبذا الھندات۔

قوله حَبَّ فعل المدح الخ مثال مذکورہ میں حب فعل مدح ہے اور ذا اس کا فاعل ہے جس سے ما فی

الذهن کی طرف اشارہ ہے اور زیدٌ مخصوص بالمدح ہے۔

قوله ویجوزان یقع قبل مخصوص او بعده الخ یعنی حبذا کے مخصوص بالمدح سے پیشتر یا اس کے بعد تمیز یا حال کا افراد تثنیہ وجمع اور تذکر وتانیث میں مخصوص کے ساتھ مطابق ہوکر واقع ہونا جائز ہے جیسے حَبَّذَا رَجُلًا زیدٌ اور حَبَّذَ زیدٌ رجلًا ان میں رجلاً تمیز ہے جو پہلی مثال میں زیدٌ مخصوص بالمدح سے پہلے ہے اور دوسری مثال میں اس کے بعد ہے اور جیسے حبذا راکبا زیدا اور حبدا زید راکبا ان دونوں مثالوں میں راکباً حال ہے جو پہلی مثال میں زیدٌ مخصوص بالمدح سے پہلے ہے اور دوسری مثال میں اس کے بعد ہے۔ اور تمیز اور حال میں عامل فعل حَبَّ ہے اور ذا تمیز اور ذوالحال ہے نہ زید اس لئے کہ زید مخصوص بالمدح ہے اور وہ تمامیت مدح کے بعد جو لفظاً یا تقدیراً ہوآتا ہے۔

قوله واَمَّا الذمُّ فله فعلان الخ یعنی ذم کے لئے بھی دو فعل ہیں ایک بئس بکسر باء وسکون ہمزہ یہ اصل میں بَئِس بفتح با وکسر ہمزہ تھا باء کو ساکن کر کے ہمزہ کی حرکت باء کو دے دی۔ ذم کے دونوں فعل بئس اور ساء استعمال میں نعم کی طرح ہیں۔ پس نعم کی طرح ان دونوں کا فاعل یا تو معرف باللام ہوگا یا معرف باللام کی طرف مضاف ہوگا۔ یا ان کا فاعل ضمیر مستتر ہوگی جس کی تمیز یا تو نکرہ منصوبہ ہوگی یا ماںکرہ بمعنی شی ہوگی۔ جیسے بئس الرجل عمرو (عمر برا مرد ہے) بئس کے فاعل کے معرف باللام ہونے کی مثال ہے۔ اس میں عمرو مخصوص بالذم ہے اور جیسے بئس غلام الرجل عمرو بئس کے فاعل کے معرف باللام کی طرف مضاف ہونے کی مثال ہے۔ اور جیسے بئس رجلاً عمروٌ فاعل کے ضمیر ہونے کی مثال ہے جس کی تمیز رجلاً نکرہ منصوبہ ہے۔

قوله وسَاءَ الخ اور ذم کا دوسرا فعل ساء ہے۔ جیسے ساء الرجل زیدٌ (زید برا مرد ہے) فاعل کے معرف باللام ہونے کی مثال ہے اور جیسے سَاءَ غلام الرجل زیدٌ فاعل کے معرف باللام کی طرف مضاف ہونے کی مثال ہے اور جیسے سَاءَ رجلاً زیدٌ فاعل کے ضمیر ہونے کی مثال ہے جس کی تمیز رجلاً نکرہ منصوبہ ہے۔

وقوله وساء مثل بئس الخ یعنی اور ساء افادۂ ذم اور احکام مذکورہ میں بئس کی مثل ہے جیسا کہ مثالوں سے ظاہر ہے۔

---

## القِسْمُ الثالثُ فی الحروفِ

وقد مَضَیٰ تعریفُه واَقْسَامُهُ سَبْعَةَ عَشَر حروف الجرّ والحروفُ المُشَبَّهَةُ بالفعل وحروفُ العطفِ وحروفُ التنبیهِ وحروفُ النداء وحروفُ الا یجابِ وحروفُ الزیادةِ وحَرْفَا التفسیرِ وحروفُ المصدر وحروفُ التحضیض وحرف التوقع وحَرفَا الاستفهامِ وحروفُ الشرطِ وحرفُ الردعِ وتاءُ التّانیثِ السّاکنةُ والتنوینُ ونونا التاکیدِ فصل حروفُ

الجرّ حروفٌ وُضِعَتْ لا فضاء الفعل اوشبهٍ اومعنى الفعل الى ماتليه نحو مررتُ بزيد وانا مارٌّ بزيدو هذا فى الدار ابوك اى اُشِيْرُ اليه فيها وهى تِسْعَةَ عَشَرَ حرفًا من وهى لابتداء الغاية وعلامته اَنْ يصحَّ فى مقابلته الى للانتهاء كما تقول سِرْتُ من البصره الى الكوفة وللتبيين وعلامته ان يصح وَضْعُ لفظِ الذى مكانه كقوله تعالى فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الاَوْثَانِ وللتبعيض وعلامته ان يصح وضعُ لفظ بعضٍ مكانه نحو اخذتُ من الدّ راهم وزائدةً وعلامته ان لا يختلَّ المعنى باسقاطها نحو ماجاءنى مِنْ احدٍ ولا تُزاد مِنْ فى الكلام الموجب خلافًا للكوفيين واَمَّا قَوْلُهم قد كَانَ مِنْ مطرٍ وشِبْهُهٗ فَمُتَأَوَّلٌ.

ترجمہ: ”تیسری قسم حروف کے بیان میں۔ اور تحقیق اس کی تعریف گزر چکی ہے۔ اور اس کی سترہ قسمیں ہیں۔ (۱) حروف جر (۲) حروف مشبہ بالفعل (۳) حروف عطف (۴) حروف تنبیہ (۵) حروف نداء (۶) حروف ایجاب (۷) حروف زیادۃ (۸) حرفا التفسیر (۹) حروف مصدر (۱۰) حروف تحضیض (۱۱) حرف توقع (۱۲) حرفا الاستفہام (۱۳) حروف شرط (۱۴) حرف ردع (۱۵) تاء تانیث ساکنۃ (۱۶) تنوین (۱۷) تاکید کے دو نون۔

پہلی فصل حروف جر وہ حروف ہیں جو فعل یا شبہ فعل یا معنی فعل کو اس اسم تک پہنچانے کے لئے وضع کئے گئے ہیں جس کے ساتھ یہ حروف ملے ہوئے ہیں جیسے مررتُ بزیدٍ اور انا مارٌّ بزیدٍ اور ھٰذا فی الدارِ ابُوك یعنی اشیرُ الیه فیھا، اور حروف جر سترہ ہیں اوّل مِنْ اور وہ ابتدائے غایۃ کے لئے ہے اور اس کی علامت یہ ہے کہ اس کے مقابلہ میں الٰی کا لانا صحیح ہو جو انتہائے غایۃ کے لئے ہے جیسے سِرْتُ من البصَرة الی الکوفة اور بیان کرنے کے لئے آتا ہے اور اس کی علامت یہ ہے کہ اس کی جگہ میں لفظ الذی کا لانا صحیح ہو جیسے اللہ تعالیٰ کا قول فاجتنبوا الرجسَ من الاَوثَان اور تبعیض کے لئے آتا ہے اور اس کی علامت یہ ہے کہ اس کی جگہ میں لفظِ بعض کا لانا صحیح ہو جیسے اخذتُ من الدراھم اور زائدہ ہوتا ہے اور اس کی علامت یہ ہے کہ اس کے ساقط کرنے سے معنی خراب نہ ہوں جیسے ما جآء نی مِنْ احدٍ اور مِنْ کلامِ موجب میں زائدہ نہیں ہوتا بخلاف کوفیین کے اور بہرحال ان کا قول قد کان من مَطَرٍ اور اس کی مشابہ دوسری مثالیں پس اُن میں تاویل کی گئی ہے۔“

---

قوله وحروف الجر حروف وضعت الخ حروف جر وہ حروف ہیں جو فعل یا شبہ فعل یا معنی فعل کو اُس چیز تک پہنچانے کے لئے وضع کئے گئے ہوں جو چیز ان حروف کے ساتھ متصل ہے خواہ وہ متصل اسم صریح ہو جیسے مررتُ بزید میں

زید اسم صریح ہے خواہ اسم کی تاویل میں جیسے قول باری تعالیٰ ﴿وضاقت علیھم الارض بما رحبت ای برحبھا﴾ (ان پر زمین باوجود کشادہ ہونے کے تنگ ہوگئی) جر لغت میں بمعنی کھینچنا چونکہ یہ حروف بھی معانی افعال کو اپنے مدخول کی طرف کھینچتے ہیں۔ لہٰذا ان کو حروف جر کہتے ہیں۔ اور ان کو حروف الاضافت بھی کہتے ہیں اس واسطے کہ یہ فعل یا شبہ فعل یا معنی فعل کی اضافت اور نسبت اپنے مدخول کی طرف کرتے ہیں۔

قولہ لافضاء الفعل مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ کو مناسب تھا کہ لئلا فضاء بفعل فرماتے جیسا کہ کافیہ میں ہے۔ اس لئے کہ افضاء بمعنی وصول لازمی ہے بمعنی پہنچنا اور جب وہ باء سے متعدی ہوتا ہے تو اس کے معنی ایصال ہوتے ہیں یعنی پہنچانا۔

قولہ شبھہ ای شبہ الفعل اور شبہ فعل وہ ہے جو فعل کا سا عمل کرے اور فعل کے مادہ سے ہو جیسے مصدر اسم فاعل اسم مفعول صفت شبہ۔

قولہ معنی الفعل وہ ہے جس سے معنی فعل مستنبط ہوتے ہوں اور فعل کے مادہ سے نہ ہو جیسے اسم اشارہ اور حروف تنبیہ اور حروف نداء اور ظرف اور جار و مجرور اور اسم فعل اور حروف تشبیہ اور حروف تمنی اور حروف ترجی وغیرہ جو معنی فعل پر دلالت کرتے ہیں۔

قولہ الی ما تلیہ الخ تلیہ مضارع ہے مصدر وَلْیٌ ہے بمعنی نزدیک ہونا اُس کی ضمیر مرفوع مستتر ہی حروف کی طرف لوٹ رہی ہے اور ہ ضمیر منصوب بارز ما کی طرف لوٹ رہی ہے جیسے مررت بزید (میں زید کے پاس سے گزرا) افضاء فعل کی مثال ہے اور جیسے انا مار بزید افضاء شبہ فعل کی مثال ہے اور مار بتشدید راء اسم فاعل ہے اور جیسے ھذا فی الدار ابوك (یہ تیرا باپ گھر میں ہے) افضاء معنی فعل کی مثال ہے اس لئے کہ ھذا اسم اشارہ ہے بمعنی اشیرُ ای اشیرُ الی ابیك فی الدار۔

قولہ من الخ مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے لفظ من کو تمام حروف جارہ پر مقدم کیا اس لئے کہ من ابتداء کے لئے ہے لہٰذا ابتداء کے لئے یہی اولی اور انسب ہے۔

قولہ وھی لابتداء الغایت ای لابتداء النہایت یعنی کلمہ من اُس چیز کی ابتداء بتلانے کے لئے آتا ہے جس کی نہایت ہو اور اُس چیز کی ابتداء بتلانے کے لئے نہیں آتا جس کی کوئی نہایت نہ ہو جیسے امور ا یدیہ پس اس کا مجرور وہ محل ہوگا جس سے اُس فعل کی ابتداء ہو جس سے وہ کلمہ من مع اپنے مجرور کے متعلق ہے خواہ ابتداء مکان سے ہو جیسے سِرْتُ مِنَ البصرۃ الی الکوفۃ (میں بصرہ سے کوفہ تک چلا) خواہ زمان سے جیسے صمت من یوم الجمعۃ (میں نے جمعہ کے دن سے روزہ رکھا)۔ جاننا چاہئے کہ غایت کی تفسیر نہایت سے کرنا اولیٰ ہے اس سے کہ اُس کی تفسیر مسافت سے کی جائے اس لئے کہ اس کی تفسیر مسافت سے کرنے سے من کا استعمال زمان میں مجازاً ہوگا۔

قولہ وعلامتہ ان یصح الخ اور من ابتدائیہ کی علامت یہ ہے کہ اُس کے مقابلہ میں الی کا (جو انتہاء غایت کے

لئے آتا ہے) یا اُس چیز کا جوالی کے معنی میں ہولانا صحیح ہو۔ پہلی کی مثال جیسے سرت من البصرة الی الکوفة دوسرے کی مثال جیسے اعوذ باللّٰه من الشیطان الرجیم اس لئے کہ اعوذ باللہ کے معنی اَلْتَجِیُٔ الیہ ہیں۔ پس باء اس جگہ بمعنی الی ہے اور لَجَاءٌ بفتحتین بمعنی پناہ لینا ہے۔

قوله للتبیین اور من جارہ تبیین کے لئے آتا ہے یعنی امر مبہم سے اظہار مقصود کے لئے اور اس کی علامت یہ ہے کہ اگر من تبیینیہ کی جگہ الذی موصول کو رکھیں تو معنی صحیح رہیں جیسے قول باری تعالیٰ ﴿فاجتنبوا الرجس من الاوثان ای الرجس الذی هو الوثن﴾ (تم پلیدی سے بچو وہ بت ہیں)۔

قوله وللتبعیض الخ اور من جارہ تبعیض کے لئے آتا ہے یعنی اس امر کے لئے کہ فعل بعض مجرور کے ساتھ متعلق ہے اور اس کی علامت یہ ہے کہ اگر لفظ بعض اس کی جگہ رکھیں تو معنی صحیح رہیں۔ جیسے اخذت من الدراهم ای اخذت بعض الدراهم (میں نے کچھ درہم لئے)۔

قوله وزائدة الخ یہ للابتداء پر معطوف ہے اور بناء برخبریت مرفوع ہے ای هی زائدة یعنی کلمہ من کلام غیر موجب میں زائدہ ہوتا ہے اور کلام وغیرہ موجب وہ ہے جس میں نفی نہی اور استفہام ہو اور اس کی علامت یہ ہے کہ اگر اس کو کلام سے ساقط کر دیں تو اصل معنی میں کوئی خلل نہ آئے جیسے ماجاء نی من احد ای ماجاء نی احد (میرے پاس کوئی نہیں آیا) اور جیسے هل جاء ك من احد ای هل جاء ك احد (کیا تیرے پاس کوئی آیا)۔

قوله ولا تزاد من الخ اور کلمہ من نحات بصرہ کے نزدیک کلام موجب میں زائدہ نہیں ہوتا بلکہ کلام غیر موجب میں زائدہ ہوتا ہے اور کلام موجب وہ ہے جس میں نفی نہی استفہام نہ ہو۔ بخلاف نحات کوفہ کے کہ وہ من کی زیادتی کو کلام موجب میں بھی جائز رکھتے ہیں اور ان کی دلیل عرب کا قول قد کان من مطر ہے وہ کہتے ہیں کہ یہاں من زائدہ ہے اور کلام موجب ہے ای قد کان مطرٌ مصنف ان کے اس استدلال کا جواب اما قولهم قد کان من مطر سے دے رہے ہیں۔ کہ عرب کا قول قد کان من مطر اور اس کی مثال متاول ہیں یعنی ہر کلام موجب جس میں من کی زیادت موہوم ہو متاول ہے۔ بایں طور کہ من یا تو تبعیض کے لئے ہے یا تو تبیین کے لئے۔ مثال مذکورہ میں من یا تو تبعیض کے لئے ہے ای قد کان بعض مطر یا تبیین کے لئے ای قد کان شیء من مطر یا وہ برسبیل حکایت واقع ہے۔ گویا کہ کسی کہنے والے نے کہا کہ هل کان من مطر اُس کے جواب میں کہا کہ قد کان من مطر اور کبھی من بمعنی فی آتا ہے۔ جیسے قول باری تعالیٰ ﴿اذا نودی للصلوة من یوم الجمعة ای فی یوم الجمعة﴾ اور کبھی بمعنی باء آتا ہے جیسے قول باری تعالیٰ ﴿ینظرون من طرف خفی ای بطرف خفی﴾ اور کبھی بمعنی بدل ہوتا ہے۔ جیسے قول باری تعالیٰ ﴿ارضیتم بالحیوة الدنیا من الاخرة ای بدل الاخرة﴾ اور کبھی بمعنی علی آتا ہے جیسے نصرناه من القوم ای علی القوم اور کبھی بمعنی قسم آتا ہے جیسے مِنْ رَبِّیْ لَاَفْعَلَنَّ کہنا اور کبھی فصل کے لئے آتا ہے جبکہ وہ دو متضاد امور میں

سے دوسرے پر داخل ہو جیسے وَاللّٰهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ۔

والی وھی لانتھاء الغایة کما مَرَّو بمعنی مع قلیلا کقوله تعالی فاغسلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وحتّٰی وھی مثل الی نحونمتُ البارحة حتی الصبّاح وبمعنی مع کثیرا نحو قدم الحَاجُّ حتی المشاة ولا تدخل الا علی الظاھر فلا یقال حتاه خلافا للمبرد وقَوْلُ الشاعرِ شعر فَلاَ وَاللّٰهِ لاَيَبْقَىٰ اُنَاسٌ فَتىً حَتَّاكَ يَاابْنَ اَبِيْ زِيَادٍ شَاذٌّ۔

**ترجمہ:** ”اور اِلٰی اور وہ مسافت کی انتہاء کے لئے آتا ہے جیسا کہ گزر گیا ہے اور مع کے معنی میں آتا ہے بہت کم جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد فاغسلوا وجوھکم وایدیکم الی المرافق، اور حتّٰی اور وہ اِلٰی کے مثل ہے جیسے نِمتُ البارحةَ حتّی الصباح اور مع کے معنی میں کثرت سے آتا ہے قدِم الحاجُّ حتی المُشاة اور حتیٰ صرف اسم ظاہر پر داخل ہوتا ہے پس حتاہٗ نہیں کہا جائے گا بخلاف مبرد کے اور شاعر کا قول شعر فلا واللّٰہ لا یبقیٰ اُناسٌ ÷ فتًی حتّاكَ یا ابن ابی زیاد، شاذ ہے۔“

قوله وھی لانتھاء الغایت الخ اور کلمہ الی انتہاء غایت کے لئے آتا ہے جیسا کہ اس کی مثال سرت من البصرة الی الکوفة من جارہ کے بیان میں گزر چکی۔ اور یہ انتہاء کبھی مکان میں ہوگی جیسے سرت من البصرة الی الکوفة اور کبھی زمان میں جیسے اتموا الصیام الی اللیل (تم روزوں کو رات تک پورا کرو) اس میں چار مذہب ہیں۔

اوّل یہ کہ الی کا مابعد ماقبل میں داخل ہوتا ہے لیکن اگر کہیں اُس کا مابعد ماقبل میں داخل نہیں ہوتا تو وہ مجاز پر محمول ہے۔

دوسرا یہ کہ اُس کا مابعد ماقبل میں داخل نہیں ہوتا لیکن اگر کہیں وہ ماقبل میں داخل ہوتا ہے تو مجاز پر محمول ہے۔

تیسرا یہ کہ وہ ان دونوں میں مشترک ہے۔

چوتھا یہ کہ الی کا مابعد اس کے ماقبل میں داخل ہوتا ہے جب کہ اُس کا مابعد اس کے ماقبل کی جنس سے ہو۔ جیسے قول باری تعالیٰ ﴿ فاغسلوا وجوھکم وایدیکم الی المرافق ﴾ اور اس کا مابعد اُس کے ماقبل میں داخل نہیں ہوتا جب کہ اُس کا مابعد اُس کے ماقبل کی جنس سے نہ ہو جیسے قول باری تعالیٰ ﴿ اتموا الصیام الی اللیل ﴾ اس مثال میں لیل صیام کی جنس سے نہیں ہے۔ لہٰذا وہ اس میں داخل نہیں ہے۔

قوله وبمعنی مع قلیلا الخ اور الی بمعنی مع کم آتا ہے جیسے قول باری تعالیٰ ﴿ فاغسلوا وجوھکم وایدیکم الی المرافق ای مع المرافق ﴾ تم اپنے چہروں کو اور ہاتھوں کو مع کہنیوں کے دھوؤ) اور کبھی بمعنی فی آتا ہے جیسے لیجمَعنّکم الی یوم القیمة ای فی یوم القیمة (البتہ وہ تم کو ضرور جمع کرے گا قیامت کے دن میں)۔

قوله وھی مثل الی الخ اور حتی جارہ الی کی طرح انتہاء غایت کے لئے ہے جیسے نِمْتُ البَارِحَةَ حَتَّى

الصَّباحِ (میں گزشتہ رات سویا صبح تک)۔

قوله وبمعنی مع کثیرا الخ اور یہ بمعنی مع ہوکر کلام عرب میں کثرت سے آتا ہے جیسے قدم الحاج حتی المشاۃ ای مع المشاۃ اور مشاۃ جمع ماشی کی ہے (حاجی لوگ مع پیادہ پاحاجی کے آگئے) مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول کثیراً میں اس طرف اشارہ ہے کہ حتیٰ بمعنی الی کم آتا ہے اور نیز اس سے الی اور حتیٰ کے درمیان فرق کی طرف اشارہ ہے اس لئے کہ الی بمعنی مع کم آتا ہے۔

قوله ولا تدخل الی، علی الظاهر الخ اور حتی اسم ظاہر ہی پر داخل ہوتا ہے اور اسم ضمیر پر داخل نہیں ہوتا بخلاف الی کے کہ وہ اسم ظاہر اور اسم ضمیر دونوں پر آتا ہے۔ جیسے الی زید اور الیه اور حتاہ نہیں کہا جاتا۔ حتی اور الی کے درمیان میں یہ دوسرا فرق ہے۔

قوله خلافا للمبرد الخ بخلاف مبرد کے کہ وہ حتی جارہ کے مضمر پر داخل ہونے کو جائز رکھتے ہیں۔ اس لئے کہ شاعر کے قول میں حتاک آیا ہے۔ مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ وقول الشاعر سے مبرد کے اس استدلال کا جواب دیتے ہیں۔ کہ شاعر کے قول فلاو اللّٰہ لا یبقی اناس فتی حتاك یا ابن ابی زیاد میں جو حتی ضمیرك پر داخل ہے جمہور نحات کے نزدیک شاذ ہے جس پر قیاس نہیں کیا جاسکتا۔ شعر مذکورہ میں لا زائدہ ہے جیسے لا اقسم میں لا زائدہ ہے اور اناس اصل ناسٌ کی ہے اس سے ہمزہ خلاف قیاس حذف ہوگیا۔ جمع اناسی ہے اور فتیٰ بمعنی جوان اور اس کا عطف اناس پر ہے اور حرف عطف محذوف ہے یا وہ اناس سے بدل ہے اس کا دوبارہ ذکر کرنا حالانکہ اناس فتی کو شامل ہے عبداللہ ابن ابی زیاد کے ذکر میں مبالغہ کے لئے ہے اس لئے کہ وہ اپنی جوانی پر مغرور اور ناداں تھا۔ (ترجمہ) اللہ کی قسم کہ زمین پر کوئی انسان اور جوان باقی نہیں رہے گا یہاں تک کہ تو اے عبداللہ ابن ابی زیاد جو اپنی جوانی پر مغرور اور نازاں ہے نہیں رہے گا۔

---

وفی وهی للظرفية نحو زيدٌ فی الدار والماءُ فی الکوز وبمعنی علی قليلاً نحو قوله تعالی ولَأُصَلِّبَنَّكُمْ فِىْ جُذُوْعِ النَّخلِ والباء وهی للالصاق نحو مررتُ بزيدٍ ای اِلْتَصَقَ مُرُوْرِیْ بمَوْضِعٍ يَقْرُبُ مِنْهُ زيدٌ وللاستعانة نحو كَتَبْتُ بالْقَلَمِ وقد يكون للتعليل كقوله تعالی اِنَّكُمْ ظَلَمْتُمْ اَنْفُسَكُمْ باتِّخَاذِ كُمُ الْعِجْلَ وللمصاحبة كَخَرَجَ زيدٌ بَعشِيْرِته وللمقابلة كبِعْتُ هذا بذاك وللتعدية كذَهَبْتُ بزيدٍ وللظرفية كجلستُ بالمسجدِ وزائدة قياسًا فی خبر النفی نحو مازيدٌ بقائمٍ وفی الاستفهام نحو هل زيدٌ بقائمٍ وسماعًا فی المرفوع نحو بحسبكَ زيدٌ ای حسبُكَ زيدٌ وكَفیٰ باللّٰهِ شَهِيْداً ای كَفَی اللّٰهُ وفی المنصوب نحوَ اَلْقیٰ بيدِه ای اَلْقیٰ يَدَهُ.

ترجمہ: ''اور فی اور وہ ظرفیت کے لئے آتا ہے جیسے زیدٌ فی الدار اور الماءُ فی الکوز اور علیٰ کے معنی میں کم آتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا قول ولأُصلبنّکم فی جذوع النّخل، اور باء اور وہ الصاق کے لئے آتا ہے جیسے مررتُ بزیدٍ یعنی میرا گزرنا ایسی جگہ سے ملا ہوا ہے جس سے زید قریب ہے، اور استعانت کے لئے آتا ہے جیسے کتبتُ بالقلم اور کبھی تعلیل کے لئے ہوتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا قول انّکم ظلمتم انفسَکم باتّخاذِ کُمُ العِجْلَ، اور مصاحبۃ کے لئے آتا ہے جیسے خرج زیدٌ بعشیرتہٖ اور مقابلہ کے لئے آتا ہے جیسے بِعتُ ھٰذا بذاکَ اور تعدیہ کے لئے آتا ہے جیسے ذھبتُ بزیدٍ اور ظرفیت کے لئے آتا ہے جیسے جلستُ بمسجدٍ، اور قیاساً زائدہ ہوتا ہے نفی کی خبر میں جیسے ما زیدٌ بقائمٍ اور استفہام میں جیسے ھل زیدٌ بقائمٍ اور سماعاً زائدہ ہوتا ہے مرفوع میں جیسے بحسبِك زید یعنی حسبُك زیدٌ اور کفی باللّٰہ شھیداً یعنی کفیٰ اللّٰہ اور منصوب میں جیسے القیٰ بیدِہٖ یعنی القیٰ یدَہٗ۔''

---

قولہ وھی للظرفیۃ الخ اور کلمہ فی ظرفیت کے لئے ہے یعنی اپنے مابعد کو اپنے ماقبل کے لئے ظرف بنانے کے لئے خواہ وہ ظرف حقیقی ہو جیسے زید فی الدار اور جیسے الماء فی الکوز (پانی کوزہ میں ہے) پہلی مثال میں دار ظرف ہے۔ اور زیدٌ مظروف ہے اور دوسری مثال میں الکوز ظرف ہے اور ماء مظروف ہے خواہ مجازاً جیسے النجات فی الصدق (نجات سچائی میں ہے)۔

قولہ وبمعنی علی قلیلا اور فی بمعنی علیٰ قلیل ہے جیسے قول باری تعالیٰ ﴿ولاصلبنکم فی جذوع النخل ای علی جذوع النخل﴾ (میں تم کو کھجور کے تنوں پر ضرور سولی دوں گا) اور کلمہ فی بمعنی مع آتا ہے جیسے ادخلوا فی امم ای مع امم اور تعلیل کے لئے آتا ہے جیسے قول باری تعالیٰ ﴿لمسّکم فیما اخذتم فیہ عذاب عظیم ای لما اخذتم﴾ البتہ تم کو عذاب عظیم نے چھویا ہے اس وجہ سے جس کو تم نے لیا ہے اور مقابلہ کے لئے آتا ہے جیسے قول باری تعالیٰ ﴿فما متاع الحیوۃ الدنیا فی الاٰخرۃ الا قلیل﴾ اس میں فی مقابلہ کے لئے (پس نہیں ہے دُنیا کی زندگی آخرت کے مقابلہ میں مگر تھوڑی)۔

قولہ وھی للالصاق الخ اور کلمہ باء الصاق کے لئے ہوتی ہے یعنی اس امر کا فائدہ دینے کے لئے کہ کوئی چیز اُس کے مجرور کے ساتھ ملصق اور متصل ہے خواہ وہ لصوق حقیقۃً ہو جیسے بہ داء (اس کے ساتھ بیماری ہے) خواہ مجازاً جیسے مررت بزید (میں زید کے پاس سے گزرا) اس لئے کہ اس میں گزرنا حقیقۃً اس جگہ کے ساتھ ملصق ہے جو زید کے قریب ہے۔

قولہ التصق مروری الخ (ملا ہوا ہے میرا گزرنا اُس جگہ کے ساتھ کہ جس جگہ سے زید قریب ہے) اس تفسیر سے

اس طرف اشارہ ہے کہ مثال مذکور میں الصاق مجازی ہے نہ حقیقی۔

قولہ وللاستعانة الخ استعانت لغت میں بمعنی مدد چاہنا اور باء استعانت کے لئے آتا ہے یعنی یہ بتلانے کے لئے کہ میرا مدخول فعل کا آلہ ہے۔ جیسے کتبت بالقلم ای مستعینا بالقلم (میں نے قلم کی مدد سے لکھا)۔

قولہ وقد یکون للتعلیل الخ اور باء کبھی تعلیل کے لئے ہوتی ہے یعنی یہ بتلانے کے لئے کہ میرا مدخول فعل کا سبب اور علت ہے جیسے قول باری تعالیٰ ﴿انکم ظلمتم انفسکم باتخاذ کم العجل﴾ (تحقیق تم نے اپنے نفسوں پر بچھڑا بنانے کے سبب سے ظلم کیا) اس میں اتخاذ عجل سبب اور علت ظلم ہے۔

قولہ وللمصاحبة الخ اور باء مصاحبت کے لئے ہوتی ہے یعنی اس امر کا فائدہ دینے کے لئے کہ اس کا مجرد دوسرے کے ساتھ فعل میں شریک ہے جیسے خَرَجَ زَیْدٌ بِعَشِیْرَتِہٖ (زید مع اپنے کنبہ کے نکلا) اور اس کی علامت یہ ہے کہ باء کی جگہ لفظ مع رکھنے سے معنی صحیح رہیں۔

قولہ وللمقابلة الخ اور باء مقابلہ کے لئے ہوتی ہے یعنی اس امر کا فائدہ دینے کے لئے کہ اس کا مجرور کسی دوسری شے کے مقابلہ میں ہے جیسے بعت ھذا بذاك ای بمقابلة ذاك (میں نے اس کو اس کے مقابلہ میں بیچا)۔

قولہ وللتعدیة الخ اور باء تعدیہ کے لئے ہوتی ہے یعنی فعل لازم کو متعدی کرنے کے لئے جیسے ذھبت بزید (میں زید کو لے گیا) اور ذھب زید لازم ہے بمعنی (زید چلا گیا)۔

قولہ وللظرفیة الخ اور باء ظرفیت کے لئے ہوتی ہے جیسے جلست بالمسجد ای فی المسجد (میں مسجد میں بیٹھا)۔

قولہ زائدۃ الخ یہ بنا بر خبریت مرفوع ہے اور للالصاق پر معطوف ہے ای وہی زائدۃ اور قیاسا یا تو مفعول مطلق ہے ای قِسْنَاھا قیاسا یا یکون محذوف کی خبر ہے ای تلک الزیادۃ یکون قیاسا یا منصوب بنزع خافض ہے ای عرفنا زیادت الباء بالقیاس پس فعل اور فاعل اور مفعول اور جاء کو حذف کر دیا اسی طرح لفظ سماعا کی جو آگے آ رہا ہے ترکیب ہے اور باء قیاسا نفی بہ لیس اور نفی بہ ما کی خبر میں زائدہ ہوتی ہے اور زائدہ وہ ہے جس کے حذف سے اصل معنی میں کوئی خلل نہ آئے جیسے لیس زید براکب (زید راکب نہیں ہے) اور ما زید بقائم (زید قائم نہیں ہے)۔

قولہ وفی الاستفھام الخ ای فی خبرہ اس کا عطف فی خبر النفی پر ہے یعنی اور باء قیاسا استفہام بہل کی خبر میں زائدہ ہوتی ہے۔ نہ مطلق استفہام کی خبر میں جیسے ھل زید بقائم (کیا زید قائم ہے)۔

قولہ وسماعاً فی المرفوع الخ اس کا عطف قیاسا پر ہے اور باء سماعا مرفوع میں زائدہ ہوتی ہے خواہ وہ مرفوع مبتداء ہو جیسے بحسبك زید (تجھ کو زید کافی ہے) اس میں باء بحسبك پر جو مبتداء ہے اور مرفوع زائدہ ہے اور زید خبر ہے ای حسبك زید اور خواہ وہ خبر ہو۔ جیسے حسبك بزید اس میں حسبك مبتدا ہے اور بزید خبر ہے جس پر با زائدہ

ہے اور خواہ وہ فاعل ہو۔ جیسے کفی باللّٰہ شھیدا ای کفی اللّٰہ شھیدا اس میں باء اللہ پر جو کفی فعل کا فاعل ہے زائدہ ہے۔

قولہ وفی المنصوب الخ اس کا عطف فی المرفوع پر ہے یعنی اور باء منصوب پر زائدہ ہوتی ہے جیسے القی بیدہ ای القی یدہ (اس نے اپنے ہاتھ کو ڈالا) اس میں باء بیدہ پر جو مفعول بہ ہے زائدہ ہے اور باء بمعنی عن آتی ہے جیسے قول باری تعالیٰ ﴿سال سائل بعذاب ای عن عذاب﴾ (کسی سوال کرنے والے نے عذاب سے سوال کیا) اور بمعنی من آتی ہے جیسے قول باری تعالیٰ ﴿یوم تشقق السماء بالغمام ای من الغمام﴾

---

واللام وھی للاختصاص نحو اَلْجُلُّ للفرس والمالُ لزید وللتعلیل کضربتہ للتادیب وزائدۃ کقولہ تعالی رَدِفَ لَکُمْ ای ردفکم وبمعنی عن اذا استعمل مع القول کقولہ تعالی قَالَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَوْ کَانَ خَیْراً مَّاسَبَقُوْنَآ اِلَیْہِ وبمعنی الواوفی القسم للتعجب کقول الھذلی شعر لِلّٰہِ یَبْقٰی علی الایامِ ذُوْحَیَدٍ بِمُشْمَخِرٍّ بہ الظَّیَّانُ والْاٰس.

**ترجمہ:** ”اور لام اور وہ اختصاص کے لئے آتا ہے جیسے الجُلُّ للفرس اور المالُ لزیدٍ اور تعلیل کے لئے آتا ہے جیسے ضربتُہٗ لِلتَّأدیب اور زائدہ ہوتا ہے جیسے رِدف لکم یعنی رِدفکُم اور عن کے معنی میں آتا ہے جب قول کے ساتھ استعمال کیا جائے جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد، قال الذین کفروا لِلّذین اٰمنُوا لَوْ کان خیراً ما سبَقُونا الیہ، اور واؤ کے معنی میں آتا ہے قسم میں تعجب کے لئے جیسے ہزلی کا قول شعر لِلّٰہ یبقٰی علی الایام ذو حیدٍ ÷ بمُشْمَخرٍ بہٖ الظّیّانُ والاٰسُ۔“

---

قولہ وھی للاختصاص الخ اور لام جارہ اختصاص کے لئے ہے یعنی اپنے مدخول کو کسی چیز کے لئے ثابت کرنے کے لئے خواہ ثبوت بطریق استحقاق ہو جیسے الجل للفرس (یہ جل گھوڑے کے لئے ہے) خواہ بطریق ملکیت جیسے المال لزید (یہ مال زید کا ہے یعنی اس کی ملکیت ہے) وللتعلیل اور لام جارہ تعلیل کے لئے ہوتا ہے یعنی یہ بیان کرنے کے لئے کہ اس کا مجرور کسی چیز کی علت ہے خواہ وہ علت ذہنی ہو جیسے ضربتہ للتادیب (میں نے اُس کو ادب دینے کے لئے مارا) اس میں تادیب ضرب کی علت غائی ہے جو ذہن میں ضرب پر مقدم ہے خواہ علت خارجی جیسے خرجت لمخافتك (میں تیرے خوف کی وجہ سے نکلا) اس میں خوف خروج کی علت خارجی ہے جو وجود خارجی میں خروج پر مقدم ہے۔ وزائدۃ اس کا عطف للاختصار پر ہے اور بنا بر خبریت مرفوع ہے ای وہی زائدۃ اور لام جارہ زائدۃ ہوتا ہے جیسے ردف لکم ای ردفکم (وہ تمہارے پیچھے ہوا) اور یہ زیادت اس وقت ہوگی جب کہ فعل متعدی بنفسہ ہو اور اس میں ردف متعدی بنفسہ ہے۔ وبمعنی عن الخ اور لام جارہ بمعنی عن ہوتا ہے جب کہ وہ قول یا اس کے مشتقات کے ساتھ واقع ہو

جیسے قول باری تعالیٰ ﴿ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ آمنوا لَوْ كَانَ خَيْرًا ما سبقونا اليه اى عن الذين امنوا ﴾ (کہا اُن لوگوں نے جنہوں نے کفر کیا اُن لوگوں کے حق میں جو ایمان لائے کہ اگر یہ دین بہتر ہوتا تو مؤمنین ہم پر اس دین کی طرف سبقت نہ کرتے بلکہ اولاً ہم ایمان لاتے اس لئے کہ ہم ان سے عقل وفہم میں زیادہ ہیں) اور اس امر کی دلیل کہ یہاں لام بمعنی عن ہے یہ ہے کہ اگر لام بمعنی عن نہ ہو تو لازم آتا ہے کہ سبقونا کی جگہ سبقتمونا ہوتا کیونکہ قول کا صلہ جب لام آتا ہے تو وہ بمعنی خطاب ہوتا ہے مثلاً جب قال له کہا تو معنی خاطبہ ہوں گے (اُس نے اس سے خطاب کیا یعنی اس سے مخاطب ہو کر کہا) اور جب قول کا صلہ لام بمعنی عن ہوتا ہے تو اس وقت قول بمعنی روایت ہوتا ہے جیسے قلت لزيد انه لم يفعل الشر اى روايت عن زيد (میں نے زید کی طرف سے یہ کہا کہ اس نے شر نہیں کیا)۔

قوله وبمعنى الواو فى القسم للتعجب الخ قسم سے یہاں مراد مقسم بہ ہے اور فی القسم ظرف مستقر ہے اور الواو سے حال ہے اور للتعجب متعلق القسم کے ہے کلام کے معنی یہ ہوں گے کہ ان اللام يكون بمعنى الواو حال کونہ فى المقسم به الذى يكون جوابه من الامور العظام التى من شانها ان يتعجب منها یعنی اور لام جارہ بمعنی واو قسم ہوتا ہے اور اُس کا جواب قسم امور عظام میں سے ہوتا ہے جن سے تعجب کیا جاتا ہو۔ جیسے لِلّٰه لا يوخر الاجل اى واللّٰه (اللہ کی قسم موت مؤخر نہیں ہوتی یا وہ موت کو مؤخر نہیں کرتا) چونکہ اس کا استعمال امور عظام میں ہوتا ہے لہٰذا لِلّٰه طار الذباب نہیں کہا جاتا (اللہ کی قسم مکھی اُڑ گئی)۔

كقول الهزلى شعر لِلّٰه يبقى على الايام الخ للہ میں لام قسم کا ہے اور یہ فعل اُقسم کے متعلق ہے اور یبقی سے پیشتر لا مضمر ہے اى لا يبقى قوله على الايام اى على مرور الايام اور ذو حید فاعل یبقی کا ہے اور حید بالفتح جمع حیدة کی ہے گرہ جو پہاڑی بکرا کے سینگ پر ہوتی ہے مشمخر بروزن مطمئن بلند پہاڑ یہ موصوف ہے اور اس میں باء بمعنی فی ہے اور یہ یبقی کے متعلق ہے اور یہ الظيان والآس جملہ اسمیہ ہو کر صفت ہے اور ظیان بفتح ظاء معجمہ وتشدید یاء تحتانیہ بمعنی خوشبودار گھاس ہے جس کو یاسمین دشتی کہتے ہیں اور آس بمعنی درخت ریحان (ترجمہ) اللہ کی قسم زمانہ کے دور پر کوئی گرہ والا بلند پہاڑ میں کہ جس میں ظیان اور آس ہوتے ہیں باقی نہیں رہے گا۔ مطلب یہ ہے کہ دُنیا کی آفات سے کوئی چیز بچی نہیں رہے گی یہاں تک کہ پہاڑی بکرا جو بلند پہاڑ میں انسانوں سے علیحدہ رہتا ہے باقی نہیں رہے گا۔ یہاں دُنیا کی آفت سے کسی چیز کے سلامت نہ رہنے پر تعجب کر کے قسم کھا رہا ہے۔ اور لام جارہ کبھی بمعنی فی آتا ہے جیسے قول باری تعالیٰ ﴿ ونضع الموازين القسط ليوم القيامة اى فى يوم القيامة ﴾ اور بمعنی عند آتا ہے جیسے اسی آیت میں اس لئے کہ اس کے معنی عند یوم القيامة بھی بیان کئے گئے ہیں اور بمعنی بعد بھی آتا ہے جیسے قول باری تعالیٰ ﴿ اقم الصلوة لدلوك الشمس اى بعد زوالها ﴾ اور بمعنی مع آتا ہے جیسے قول باری تعالیٰ ﴿ فلما اسلما وتله للجبين اى مع الجبين ﴾۔

ورُبَّ وهی للتقلیل کما انّ کم الخبریة للتکثیر وتستحق صدر الکلام ولا تدخل الا علی نکرة موصوفة نحو رُبَّ رجل کریمٍ لَقِیْتُهُ او مضمرٍ مبهم مفردٍ مذکر ابدا ممیز بنکرة منصوبة نحو رُبَّهُ رَجُلاً ورُبَّه رَجُلَیْنِ ورُبَّهُ رجالاً وربه امرأةً کذلك وعند الکوفیین یجب المطابقة نحو ربهما رجلین وربهم رجالاً وربها امرأة وقد تلحقها ماالکافَّةُ فتد خل علی الجملتین نحو ربما قام زیدٌ وربما زید قائم ولا بُدَّلها مِنْ فعلٍ ماضٍ لاَنَّ رُبَّ للتقلیل المحقّقِ وهو لا یتحقق الابه ویحذف ذلك الفعلُ غالبًا کقولك ربّ رجلٍ اَکْرَمَنِیْ فی جوابِ مَنْ قال هَلْ لِقیْتَ مَنْ اَکْرَمَكَ ای رُبَّ رجلٍ اَکْرَمَنِیْ لَقِیْتُهُ فاَکْرَمَنِیْ صفةُ الرجل ولَقِیْتُهُ فِعْلُهَا وهوِ محذوفٌ.

ترجمہ: ''اور، رُبّ اور وہ تقلیل کے لئے آتا ہے جس طرح کم خبریہ تکثیر کے لئے آتا ہے اور صدرِ کلام کا مستحق ہوتا ہے اور صرف نکرۂ موصوفہ پر داخل ہوتا ہے جیسے رُبَّ رجلٍ کریمٍ لقیتہٗ یا مضمر مبہم پر داخل ہوتا ہے جو مفرد ہو ہمیشہ مذکر ہو جس کی تمیز لائی گئی ہو نکرۂ منصوبہ کے ساتھ جیسے ربه رجلا، ربه رجلین، ربه رجالا، ربه امرأة اسی طرح اور کوفیین کے نزدیک مطابقت واجب ہے۔ جیسے ربهما رجلین، ربهم رجالا اور ربهما امرأة اور کبھی رب کو ماء کافہ لاحق ہوتی ہے پس وہ دونوں جملوں پر داخل ہوتا ہے جیسے ربّما قام زید اور ربما زید قائم اور اس کے لئے فعل ماضی ضروری ہے کیونکہ رب تقلیل واقعی کے لئے آتا ہے اور وہ ماضی کے ساتھ ہی متحقق ہوتی ہے۔ اور اس فعل کو اکثر حذف کر دیا جاتا ہے جیسے تیرا قول رب رجلٍ اکرمنی اس شخص کے جواب میں جس نے کہا هل لقیت من اکرمك یعنی رب رجل اکرمنی لقیتہ پس اکرمنی رجل کی صفت ہے اور لقیتہ اس کا فعل ہے اور وہ محذوف ہے۔''

قولہ وھی للتقلیل الخ اور رب انشاء تقلیل کے لئے ہوتا ہے یعنی رُبَّ اپنے مدخول کے افراد کی انشاء تقلیل کے لئے ہوتا ہے جیسا کہ کم خبریہ اپنے مدخول کے افراد کی انشاء تکثیر کے لئے ہوتا ہے مگر رب تکثیر کے لئے کثرت سے آتا ہے اور کم خبریہ تقلیل کے لئے بالکل نہیں آتا اور اخفش کے نزدیک لفظ رب اسم ہے۔

قولہ وتستحق صدر الکلام الخ یعنی رب صدر کلام مین آتا ہے تا کہ وہ شروع ہی سے انشاء تقلیل پر دلالت کریں۔ اور وہ صرف نکرہ موصوفہ پر داخل ہوتا ہے۔ اس لئے کہ رب تقلیل کے لئے آتا ہے اور یہ نکرہ سے حاصل ہو سکتی ہے لہٰذا معرفہ کی ضرورت نہیں اور تقلیل کے جو مدلول رب ہے متحقق ہونے کی وجہ سے موصوف کی قید لگائی کیونکہ شئے موصوف غیر موصوف سے اخص ہوتی ہے اور اخص اقل ہوتا ہے جیسے ربّ رجل کریم لقیتہ (میں نے چند بزرگ آدمیوں سے

ملاقات کی)۔

قولہ او مضمر مبھم مفرد اس کا عطف نکرہ موصوفہ پر ہے یعنی یا رب ضمیر مبہم پر جو ہمیشہ مفرد مذکر ہوتی ہے داخل ہوتا ہے جس کی تمیز نکرہ منصوبہ ہوتی ہے اس لئے کہ ضمیر مذکور مبہم ہوتی ہے لہٰذا تمیز کی ضرورت ہوئی اور یہ ضمیر ہمیشہ مفرد مذکر ہوگی خواہ اس کی تمیز مثنی ہو خواہ مجموع خواہ مذکر خواہ مؤنث اس لئے کہ ضمیر مذکور ماحضر فی الذہن کی طرف لوٹتی ہے اور ایسی شی کی طرف جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہو نہیں لوٹتی تا کہ مطابقت ضروری ہو جیسے رُبَّہٗ رجُلا اس میں رجلا تمیز ہے جو مفرد ہے اور جیسے ربه رجلین اس میں رجلین تمیز ہے جو مثنی ہے اور جیسے ربه رجالا اس میں رجالا تمیز ہے جو مجموع ہے اور جیسے ربه امراۃ اس میں امراۃ تمیز ہے جو مؤنث ہے قوله كذلك یعنی اسی طرح تم مثنی مؤنث میں ربہ امرأتین اور مجموع مؤنث میں ربه نساء کہو۔

قوله وعند الكوفيين الخ اور نحات کوفہ کے نزدیک ضمیر مذکور کی تمیز کے ساتھ مطابقت ضروری ہے جیسے ربه رجلا اور ربهما رجلین اور ربهم رجالا اور ربها امراۃ اور ربهما امراتین اور ربهن نساء۔

قوله وقد تلحقها ما الكافة الخ اور کبھی کلمہ رب کے ساتھ ماکافہ لاحق ہوتا ہے جو رب کو عمل کرنے سے روک دیتا ہے اور اس صورت میں ما کافہ رب کے ساتھ ملا کر لکھا جائے گا علیحدہ کر کے نہیں لکھا جائے گا کافّۃٌ بتشدید فاء اسم فاعل ہے بمعنی روکنے والی۔

قوله فتدخل على الجملتين اور اس وقت وہ نسبت کی تقلیل یا تکثیر کے لئے ہوگا جو جملہ میں ہے جیسے ربما قام زيد رب کے جملہ فعلیہ پر داخل ہونے کی مثال ہے اور جیسے رُبَما زیدٌ قائِمٌ یہ رُبَّ کے جملہ اسمیہ پر داخل ہونے کی مثال ہے۔

قوله لا بد لها من فعل ماض الخ یعنی اور فعل جس کے ساتھ رب متعلق ہوتا ہے فعل ماضی ہوگی۔ خواہ وہ ما کافہ کے ساتھ ہو خواہ نہ ہو اس لئے کہ رب تقلیل محقق کے لئے موضوع ہے اور یہ ماضی میں متصور ہوتی ہے پس مثلاً رب رجل لقيت کے معنی ہیں کہ تم اس امر کی خبر دے رہے ہو کہ جن آدمیوں سے میں نے ملاقات کی وہ تھوڑے ہیں اور تم اس امر کو نہیں جانتے کہ آئندہ جن آدمیوں سے ملاقات کرو گے وہ قلیل ہیں یا کثیر اس کو صرف اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔ اور قول باری تعالیٰ ﴿رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِينَ كَفَرُوا﴾ میں جو رب فعل مضارع یود پر داخل ہے متاول ہے اور یود بمعنی ماضی وَدَّ ہے اس لئے کہ وعدہ چونکہ سچا اور ہونے والا ہے پس وہ بمنزلہ متحقق شدہ کے ہے گویا وہ ہو ہی گیا ہے۔

قوله ويحذف ذلك الفعل الخ اور یہ فعل جس سے رب متعلق ہوتا ہے اکثر استعمالات میں قرینہ حالیہ یا مقالیہ کے پائے جانے کی وجہ سے محذوف ہو جاتا ہے جیسے تم هل لقيت من اكرمك (کیا تم نے اُس شخص سے ملاقات کی جس نے تمہارا اکرام کیا) کے جواب میں رب رجل اکرمنی کہو ای رب رجل اکرمنی لقیته اس میں رجل

موصوف ہے اور اکرمنی جملہ فعلیہ صفت ہے اس لئے کہ یہ پہلے مذکور ہو چکا ہے کہ رب کے مجرور کے لئے صفت کا ہونا ضروری ہے اور لقیتہ رب کا فعل ہے جو محذوف ہے اور حذف پر قرینہ سوال ہے اس لئے کہ یہ اکثر سوال مذکور یا سوال مقدر کے جواب میں واقع ہوتا ہے۔ مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے لفظ غالباً فرمایا اس لئے کہ اس کا فعل کبھی مذکور بھی ہوتا ہے جیسے رب رجل شریف لقیتہ۔

---

ووَاوُرُبَّ وھی الواوالتی تبتدأ بھا فی اَوَّلِ الکلام کقول الشاعر شعر وَبَلْدةٍ لَیْسَ بِھا اَنِیْسٌ اِلَّا الْیَعَافِیْرُ و اِلَّا الْعِیْسُ وواوُالقَسَمِ وھی تَخْتَصُّ بالظاھر نحو واللّٰہِ والرحمنِ لَاَضْرِبَنَّ فلا یقال وكَ وتَاءُ القَسَمِ وھی تختصُّ باللّٰہ وحدہ فلا یقال تالرحمنِ وقَوْلُھُمْ تَرَبِّ الکعبة شَاذٌّ وباءُ القَسَمِ وھی تدخل علی الظاھر والمضمر نحو باللّٰہِ وبالرَّحْمٰن وبكَ ولا بُدَّ للقسم من الجواب وھو جملَةٌ تُسمّٰی المُقْسَمَ علیھا فاِنْ کانتْ موجبةً یجب دخول اللام فی الاسمیَّةِ والفِعْلیَّةِ نحو واللّٰہِ لزیدٌ قائمٌ وواللّٰہ لَاَفْعَلَنَّ کذا وانَّ فی الاسمیّةِ نحو واللّٰہِ اِنَّ زیدًا لقائمٌ و اِنْ کانتْ مَنْفِیَّةً وجب دخولُ ماولا نحو واللّٰہ مازیدٌ بقائمٍ وواللّٰہِ لایقوم زیدٌ۔

ترجمہ: ''اور واو رب۔ اور یہ وہ واو ہے جس کے ذریعہ اوّل کلام میں ابتداء کی جاتی ہے جیسے شاعر کا قول۔ شعر۔ وبلدۃ لیس بھا انیس ÷ الا الیعا فیر والا العیس، اور واو قسم اور وہ اسم ظاہر کے ساتھ خاص ہے جیسے واللّٰہ، والرحمٰن لا ضربن پس وَكَ نہیں کہا جائے گا۔ اور تاءِ قسم اور یہ صرف اللہ کے ساتھ خاص ہے پس تا الرحمن نہیں کہا جائے گا اور اہل عرب کا قول ترب الکعبة شاذ ہے اور باء قسم اور وہ اسم ظاہر اور ضمیر دونوں پر داخل ہوتی ہے جیسے باللّٰہ، بالرحمٰن اور بكَ اور قسم کے لئے جواب قسم ضروری ہے اور جواب قسم ایک جملہ ہوتا ہے جس کا نام مقسم علیھا رکھا جاتا ہے پس اگر وہ جملہ موجبہ ہو تو جملہ اسمیہ اور جملہ فعلیہ میں لام کا داخل ہونا واجب ہے جیسے واللّٰہ لزید قائم اور واللّٰہ لا افعلن کذا اور اِنَّ جملہ اسمیہ میں داخل ہوتا ہے جیسے واللّٰہ ان زیداً لقائم اور اگر منفی ہو تو ما اور لا کا داخل ہونا واجب ہے جیسے واللّٰہ ما زید بقائم اور واللّٰہ لا یقوم زیدٌ۔''

---

قولہ ووا ورب الخ ای واو رب التی تکون بمعنی رب وفی حکمھا یعنی واو بمعنی رب حروف جارہ میں سے ہے۔

قولہ وھی الواو التی الخ اور واو بمعنی رب وہ ہے جو شروع کلام میں آتی ہے اور واو ہمیشہ اسم ظاہر پر جو نکرہ موصوفہ

ہو داخل ہوتی ہے اور یہ رب کی طرح اسم ضمیر پر نہیں آتی اور اس کا متعلق بھی فعل ماضی ہوتی ہے اور اکثر محذوف ہوتی ہے جیسے شاعر کا قول ہے

وَبَلْدَةٍ لَيْسَ بِهَا اَنِيْسٌ
اِلَّا الْيَعَافِيْرُ وَاِلَّا الْعِيْسُ

اس شعر میں بلدۃ پر واو بمعنی رب ہے ای رب بلدۃ اور یہ جار و مجرور وطیت کے متعلق ہے جو بیت سابق میں ہے اور انیس بمعنی دوست یعافیر جمع یعفور کی ہے بمعنی (مٹیالہ رنگ کا ہرن) اور عیس بکسر عین جمع اعیس کی ہے بمعنی اشتر سفید و سرخ موی بعض کتابوں میں ہے کہ عیس جمع عیساء کی ہے اور عیساء مؤنث اعیس کا ہے (ترجمہ) (میں نے بہت سے شہروں کو طے کیا کہ اس میں سوائے یعافیر اور عیس کے کوئی انیس نہیں ہے)۔

قولہ وھی مختص بالظاھر الخ اور واو قسم اسم ظاہر کے ساتھ خاص ہے پس وہ اسم ضمیر پر داخل نہیں ہوتی اور اسم ظاہر عام ہے کہ وہ لفظ اللہ ہو جیسے واللّٰہ یا اس کے غیر ہو جیسے والرحمن لاضربن (رحمٰن کی قسم میں البتہ ضرور ماروں گا)۔

قولہ فلا یقال وك الخ چونکہ واو قسم صرف اسم ظاہر پر داخل ہوتی ہے لہٰذا وك لا ضربن نہیں کہا جاتا تا کہ فرع کا درجہ اصل سے جو باء قسمیہ ہے اور اسم ظاہر اور اسم ضمیر دونوں پر داخل ہوتی ہے کم رہے۔

قولہ وھی مختص باللّٰہ وحدہ الخ اور تاء قسم صرف لفظ اللہ ہی پر آتی ہے کسی اور اسم ظاہر یا اسم ضمیر پر نہیں آتی جیسے تاللّٰہ (اللہ کی قسم) پس تا الرحمن اور تا الرحیم نہیں کہا جاتا۔

قولہ وقولھم ترب الکعبۃ شاذ الخ یعنی جمہور نحات کے نزدیک تاء قسمیہ صرف لفظ اللہ پر داخل ہوتی ہے کسی اور اسم ظاہر پر داخل نہیں ہوتی۔ لیکن عرب کے قول ترب الکعبۃ (رب کی قسم) میں جو تاء قسمیہ لفظ اللہ کے غیر رب الکعبۃ پر داخل ہے شاذ ہے۔ اور اخفش کے نزدیک تاء قسمیہ لفظ اللہ کے غیر پر بھی داخل ہو سکتی ہے۔ اور اخفش کی دلیل عرب کا قول مذکور ترب الکعبۃ ہے لیکن جمہور نحات کے نزدیک یہ شاذ ہے مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے جمہور کا مذہب اختیار فرمایا ہے۔

قولہ وھی تدخل علی الظاھر الخ اور باء قسمیہ اسم ظاہر اور اسم مضمر دونوں پر داخل ہوتی ہے اور پھر اسم ظاہر عام ہے جو لفظ اللہ ہو یا اس کے علاوہ کوئی اور اسم ہو جیسے باللّٰہ (اللہ کی قسم) اور بالرحمٰن (رحمٰن کی قسم) اور بك (تیری قسم) اور یہ اس لئے کہ باب قسم میں باء اصل ہے لہٰذا اس کا عام ہونا ضروری ہوا۔

قولہ لا بد للقسم من الجواب الخ اور قسم کے لئے جواب قسم کا ہونا ضروری ہے اور جواب قسم وہ ہے جس پر قسم کھائی جائے مثلاً واللّٰہِ لَاَضْرِبَنَّ زَیْدًا (اللہ کی قسم میں زید کو ضرور ماروں گا) اس میں واللّٰہ قسم ہے اور لاضربن زیداً جواب قسم ہے۔

قولہ وھو جملہ تسمی الخ جملہ موصوف ہے اور تسمی المقسم علیھا جملہ فعلیہ ہو کر صفت ہے اور

جواب قسم ایک جملہ ہوتا ہے جس کا نام مقسم علیہا ہے (قسم کھائی گئی اُس پر)۔

قولہ فان كانت موجبة الخ اور اگر یہ جملہ جو جواب قسم واقع ہوگا مثبت ہے تو جملہ اسمیہ اور جملہ فعلیہ کی صورت میں اس پر لام تاکید کا داخل ہونا ضروری ہے جیسے واللّٰهِ لَزَيْدٌ قائمٌ اس میں واللہ قسم ہے زیدٌ قائمٌ جملہ اسمیہ مثبتہ ہے اور جواب قسم ہے اور اس پر لام تاکید داخل ہے (اللہ کی قسم البتہ زید کھڑا ہونے والا ہے) اور جیسے واللّٰه لافعلن كذا (اللہ کی قسم میں البتہ ایسا ضرور کروں گا) اس میں لافعلن كذا جواب قسم ہے جو جملہ فعلیہ مثبتہ ہے اور اس پر لام آیا ہے۔

قولہ وان فى الاسمية الخ اس کا عطف اللام فی الاسمیہ پر ہے ای يجب دخول ان المكسورة فى الجملة الاسمية الموجبة یعنی اور ان مکسورہ کا جملہ اسمیہ مثبتہ پر جو جواب قسم ہو داخل ہونا ضروری ہے نہ جملہ فعلیہ مثبتہ پر خلاصہ یہ ہوا کہ لام تاکید جملہ اسمیہ مثبتہ اور فعلیہ مثبتہ دونوں پر آتا ہے۔ اور ان مکسورہ صرف جملہ اسمیہ مثبتہ پر آتا ہے جیسے واللّٰه اِنَّ زیداً لقائمٌ (اللہ کی قسم تحقیق زید البتہ کھڑا ہونے والا ہے)۔

قولہ وان كانت منفية الخ اور اگر یہ جملہ جو جواب قسم واقع ہو جملہ منفیہ ہے خواہ اسمیہ ہو خواہ فعلیہ تو اس وقت جواب قسم پر لفظ ما یا لا کا داخل ہونا ضروری ہے جیسے واللّٰه مَا زيدٌ بقائمٍ (اللہ کی قسم زید کھڑا ہونے والا ہے) جملہ اسمیہ کی جس پر ما نافیہ داخل ہے مثال ہے۔ اور واللّٰه لا يقوم زيدٌ (اللہ کی قسم زید نہیں کھڑا ہوگا) جملہ فعلیہ کی جس پر لا نافیہ داخل ہے مثال ہے۔ جملہ مقسم علیہا پر جس کو جواب قسم کہتے ہیں ان چاروں چیزوں میں سے کسی ایک کا ہونا اس لئے ضروری ہے تاکہ دونوں جملوں قسم اور مقسم علیہا میں ربط پیدا ہو جائے اس لئے کہ یہ دونوں مستقل جملے ہیں ایک دوسرے سے مستغنی ہیں۔

---

واعْلَم اَنَّهُ قد يحذف حرفُ النفى لزوال اللَّبْسِ كقوله تعالى تاللّٰه تَفْتَؤاْ تَذْكُرُ يُوْسُفَ اى لا تفتؤا ويحذف جوابُ القَسَمِ ان تَقَدَّمَ مايَدُلُّ عليه نحو زيد قائم واللّٰه وتَوَسَّطَ الْقَسَمُ نحو زيدُ واللّٰه قائمٌ وعن للمجاوَزَة نحو رميتُ السَّهم عن القوسِ الىٰ الصيد وعلى للاستعلاء نحو زيدٌ على السّطح وقد يكون عن وعلىٰ اِسْمَيْنِ اذا دخل عليهما مِنْ كما تقول جلستُ مِنْ عن يمينه ونزلتُ مِنْ على الفرسِ.

ترجمہ: ”اور تو جان لے کہ کبھی حرف نفی کو حذف کر دیا جاتا ہے التباس کے زائل ہونے کی وجہ سے جیسے اللہ تعالیٰ کا قول تاللّٰه تفتؤ تذكر يوسف یعنی لا تفتؤ اور کبھی جواب قسم کو حذف کر دیا جاتا ہے اگر اس سے مقدم ایسی چیز ہو جو اس پر دلالت کرتی ہو جیسے زيد قائم واللّٰه یا قسم وسط کلام میں ہو جیسے زيد واللّٰه قائم اور عن مجاوزۃ کے لئے آتا ہے جیسے رميتُ السهم عن القوس الى الصيد اور علیٰ استعلاء کے لئے آتا ہے جیسے زيد على السطح اور کبھی عن اور علی اسم بن جاتے ہیں جب ان پر من داخل ہو جیسے

جلست من عن یمینه اور نزلت من علی الفرس۔"

قوله واعلم انه قد یحذف الخ یعنی کبھی جواب قسم سے حرف نفی حذف کر دی جاتی ہے جب کہ منفی کا مثبت سے التباس نہ ہوتا ہو جیسے قول باری تعالیٰ ﴿تاللّٰه تفتؤ تذکر یوسف الخ ای لا تفتؤ﴾ (اللہ کی قسم آپ ہمیشہ یوسف کو یاد کرتے رہتے ہیں) یہاں جواب قسم تفتؤ سے لا حرف نفی محذوف ہے اس لئے کہ مضارع مثبت جب جواب قسم واقع ہوتا ہے تو اُس پر لام کا آنا ضروری ہے اور یہاں چونکہ مضارع پر لام نہیں ہے لہٰذا معلوم ہوا کہ وہ منفی ہے اور حرف نفی اس سے محذوف ہے۔

قوله ویحذف جواب القسم الخ یعنی کبھی جواب قسم حذف کر دیا جاتا ہے جب کہ قسم پر وہ چیز مقدم ہو جو جواب قسم پر دلالت کرتی ہو جیسے زیدٌ قائم واللّٰه اور قام زید واللّٰه پہلی کی تقدیر واللّٰه لزیدٌ قائمٌ ہے اور دوسری کی تقدیر واللّٰه لقام زیدٌ ہے۔

قوله او توسط القسم اس کا عطف تقدم ما یدل علیه پر ہے۔ یعنی یا جواب قسم حذف کر دیا جاتا ہے۔ جب قسم اُس جملہ کے اجزاء کے درمیان واقع ہو جو جواب قسم پر دلالت کرتا ہے۔ جیسے زید واللّٰه قائم اور قام واللّٰه زید پہلے کی تقدیر واللّٰه لزید قائم ہے اور دوسرے کی تقدیر واللّٰه قام زید ہے۔ ان دونوں صورتوں میں جواب قسم کو اس لئے حذف کیا ہے۔ کہ جب قسم پر وہ چیز مقدم ہوئی جو باعتبار معنی جواب قسم ہے۔ اور باعتبار لفظ جواب قسم پر دلالت کرتی ہے لہٰذا جواب قسم کے اعادہ کی ضرورت نہیں رہی۔ اسی طرح جب قسم اُس جملہ کے درمیان آئی جو باعتبار معنی جواب قسم ہے اور باعتبار لفظ جواب قسم پر دلالت کرتا ہے لہٰذا جواب قسم کے اعادہ کی ضرورت نہیں رہی۔

قوله وعن للمجاوزة الخ اور عن جارہ مجاوزت کے لئے آتا ہے یعنی اپنے مجرور سے کسی چیز کو دُور کرنے کے لئے اور یہ مجاوزت یا تو اس طور سے ہوگی کہ مفعول مجرور عن سے زائل ہو کر کسی دوسری چیز کی طرف چلا جائے جیسے رمیت السهم عن القوس الی الصید (میں نے تیر کو کمان سے شکار کی طرف پھینکا) یا اس طور پر کہ مفعول مجرور عن سے بغیر زائل ہوئے دوسری چیز کی طرف چلا جائے جیسے اخذت عنه العلم (میں نے اس سے علم لیا) یا مفعول مجرور عن سے بغیر وصول زائل ہو کر کسی دوسری چیز کی طرف چلا جائے جیسے ادیت عنه الدین الی خالد (میں نے اُس کی طرف سے خالد کو دین ادا کر دیا) اس مثال میں دین مفعول مدیون کی طرف بغیر وصول ہوئے اس سے زائل ہو کر دوسری چیز یعنی دائن کی طرف چلا گیا۔

قوله وعلی للاستعلاء الخ اور علی جارہ استعلاء کے لئے آتا ہے یعنی کسی چیز کا کسی چیز پر ہونے پر دلالت کرنے کے لئے خواہ وہ استعلاء حقیقی ہو جیسے زید علی السطح (زید چھت پر ہے) خواہ مجازی جیسے علیه دین (اس پر قرضہ

ہے)۔

قوله وقد يكون عن وعلى اسمين الخ اور کبھی عن اور علی اسم ہوتے ہیں؛ ب کہ ان پر من جارہ آئے۔ گویا من کا داخل ہونا ان کے اسم ہونے کی علامت ہے۔ اور اس وقت عن بمعنی جانب ہوگا۔ اور علی بمعنی فوق جیسے جلست من عن يمينه ای من جانب يمينه (میں اس کی داہنی جانب سے بیٹھا) اور نزلت من على الفرس ای من فوق الفرس (میں گھوڑے کے اوپر سے اترا)۔

---

والكاف للتشبيه نحو زيدٌ كعَمْرٍو وزائدة كقوله تعالى لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَىْءٌ وقد تكون اسمًا كقول الشاعر يَضْحَكْنَ عَنْ كالْبَرْدِ الْمُنْهَمِ ومذ ومنذ للزمان اما للابتداء فى الماضى كما تقول فى شعبانَ مارَأيْتُهُ مذرجَبَ اوللظرفيَّةِ فى الحاضر نحو مارَأيْتُهُ مذشهرِ ناومنذ يومِنا اى فى شهر ناوفى يومنا وخلا وعدا وحاشا للاستثناء نحو جاءنى القومُ خلا زيدٍ وحاشا عمرٍ ووعدا بكرٍ.

ترجمہ: ”اور کاف تشبیہ کے لئے آتا ہے جیسے زیدٌ کعمرٍو اور زائدہ ہوتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا قول لیس کمثله شیء اور کبھی اسم ہوتا ہے جیسے شاعر کا قول یضحکن عن کالبرد المنهم اور مذ اور منذ زمانہ کے لئے آتے ہیں یا ماضی میں فعل کی ابتداء کو بیان کرنے کے لئے آتے ہیں جیسے تو کہے شعبان میں ما رأيته مذ رجب یا حاضر میں ظرفیت کے لئے آتے ہیں جیسے مارأيته مذ شهرنا اور منذ يومنا یعنی فی شهرنا اور فی یومنا اور خلا، عدا اور حاشا استثناء کے لئے آتے ہیں جیسے جآء نی القوم خلا زیدٍ اور حاشا عمرٍو اور عدا بکرٍ۔“

---

قوله والكاف للتشبيه الخ اور کاف جارہ تشبیہ کے لئے آتا ہے اور تشبیہ کے لئے چار چیزوں کا ہونا ضروری ہے (۱) مشبہ اور (۲) مشبہ بہ اور (۳) وجہ شبہ (۴) اور حرف تشبیہ جن کی تفصیل بڑی کتابوں میں ہے جیسے زَیْدٌ کعمرو (زید عمر کی مثال ہے) اس میں زید مشبہ ہے اور عمرو مشبہ بہ ہے اور وجہ شبہ وہ چیز ہے جس میں زید کو عمر سے تشبیہ دی گئی۔ مثلاً بہادری یا سخاوت وغیرہ اور کاف حرف تشبیہ ہے اور کاف جارہ زائد ہوتا ہے جیسے ليس كمثله شیء (اس کی مثل کوئی چیز نہیں ہے) ای لیس مثله شیء اس میں مثلہ پر کاف جارہ زائد ہے۔

قوله وقدتكون اسمًا الخ اور کاف جارہ کبھی اسم ہوتا ہے بمعنی مثل جب کہ اس پر حرف جر داخل ہو جیسے شاعر کے قول یضحکن عن كالبرد المنهم میں البرد پر کاف اسم ہے بمعنی مثل ای یضحکن عن اسنان مثل البرد الذائب۔

قولہ البرد بمعنی اولہ اور المنھم بمعنی پگھلا ہوا۔ (وہ عورتیں اُن دانتوں سے ہنستی ہیں جو لطافت میں پگھلے ہوئے اولے کی مثل ہیں)۔

قولہ ومذو منذ للزمان الخ اور مذ اور منذ جب اسم ہوتے ہیں تو ظروف مبینہ سے ہوتے ہیں۔ اور اس وقت وہ کبھی بمعنی اوّل مدت ہوتے ہیں اور کبھی بمعنی جمیع مدت لیکن وہ دونوں اس مقام میں حرف جر ہیں اور بمعنی زمان اور اس صورت میں وہ یا تو زمانہ ماضی میں زمانہ فعل کی ابتداء کے لئے ہوں گے یعنی یہ امر بتلانے کے لئے کہ فعل کی ابتداء زمانہ ماضی سے ہے جیسے تم شعبان کے مہینہ میں کہو کہ ماراَیته مذ رجب (میں نے اس کو رجب کے مہینہ سے نہیں دیکھا یعنی میرے اس کے نہ دیکھنے کی ابتداء رجب کا مہینہ ہے اور میرا اس کو نہ دیکھنا اب تک جاری ہے) یا زمانہ حاضر میں ظرفیت محضہ کے لئے ہوں گے۔ یعنی یہ امر بتلانے کے لئے کہ فعل کا تمام زمانہ یہ ہی زمانہ حاضر ہے جیسے ما رایته مذشھرنا ومنذ یومنا ای فی شھر ناوفی یومنا ای جمیع زمان انتفاء رویتی ایاه ھذا الشھر الحاضر والیوم الحاضر (میں نے اس کو اس مہینہ میں یا آج کے دن نہیں دیکھا یعنی میرے اس کو نہ دیکھنے کا پورا زمانہ یہ موجودہ مہینہ یا یہ موجودہ دن ہے)۔

قولہ وخلا وعدا وحاشا الخ اور خلا اور عدا اور حاشا اپنے مابعد کو ماقبل کے حکم سے استثناء اور خارج کرنے کے لئے آتے ہیں۔ جیسے جاء نی القوم خلا زید (میرے پاس قوم زید کے سوا آئی) اور جاء نی القوم حاشا عمرو (میرے پاس قوم عمر کے سوا آئی) اور جاء نی القوم عدا بکر (میرے پاس قوم بکر کے سوا آئی) یاد رکھنا چاہئے کہ ان تینوں لفظوں سے جب تم ان کے مدخول کو جر دو گے تو یہ حرف جارہ ہوں گے اور جب تم ان کے مدخول کو نصب دو گے تو یہ فعل ہوں گے پس یہ تینوں کبھی حروف ہوتے ہیں اور کبھی فعل اور عن اور علی اور کاف اور مذ اور منذ کبھی حروف ہوتے ہیں اور کبھی اسم اور باقی گیارہ صرف حرف ہوتے ہیں۔

---

فصل الحروفُ الْمُشَبَّهَة بالفعل سِتَّةٌ اِنَّ واَنّ وكَاَنَّ ولٰكنَّ ولَيْتَ ولَعَلَّ هٰذه الحروفُ تدخل على الجملةِ الاسميَّةِ تنصبُ الاسمَ وترفعُ الخبَر كما عَرَفْتَ نحو انّ زيداً قائمٌ وقد يلحقها ماالكافَةُ فَتكفُّهَا عن العملِ وحينئذٍ تدخل على الافعال تقول انَّما قَامَ زيدٌ واعلم اَنَّ اِنَّ المكسورةَ الهمزة لاتُغَيّرُ معنى الجملة بل تؤكدها واَنَّ المفتوحة الهمزةِ مَعَ مابعدَها من الاسم والخبر فى حكم المفرد ولذلك يجب الكسر اذا كان فى ابتداء الكلام نحو انَّ زيداً قائم وبعد القول كقوله تعالى يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ وبعد الموصول نحو مارَاَيْتُ الّذى اِنَّه فى المساجدِ واذا كان فى خبرها اللام نحو انّ زيداً لقائم.

ترجمہ: ''دوسری فصل، حروف مشبہ بالفعل حروف مشبہ بالفعل چھ ہیں، اِنَّ، اَنَّ، کَاَنَّ، لٰکِنَّ، لَیْتَ اور لَعَلَّ یہ تمام حروف جملہ اسمیہ پر داخل ہوتے ہیں اسم کو نصب دیتے ہیں اور خبر کو رفع دیتے ہیں جیسا کہ تم پہچان چکے ہو جیسے اِنَّ زیداً قائمٌ اور کبھی اِنَّ کو مائے کافہ بھی لاحق ہوتا ہے پس وہ اِن کو عمل سے روک دیتا ہے اور اُس وقت یہ فعل پر داخل ہوتے ہیں جیسے اِنَّمَا قامَ زیدٌ اور تو جان لے کہ اِنَّ مکسورہ جملہ کے معنیٰ کو نہیں بدلتا بلکہ اس کو مؤکد کر دیتا ہے اور اَنَّ مفتوحہ اپنے مابعد اسم اور خبر کے ساتھ مفرد کے حکم میں ہوتا ہے اسی وجہ سے کسرہ واجب ہے جب وہ ابتدائے کلام میں واقع ہو جیسے اِنَّ زیداً قائمٌ اور قول کے بعد واقع ہو جیسے اللہ تعالیٰ کا قول، یقولُ انها بقرةٌ اور موصول کے بعد واقع ہو جیسے مارأیتُ الّذی اِنَّهٗ فی المساجد، اور جب اس کی خبر میں لام داخل ہو جیسے اِنَّ زیداً لقائمٌ''

---

قوله الحروف المشبهة بالفعل ستة الخ یعنی حروف جو فعل کے ساتھ مشابہ ہیں چھ ہیں مَشَبَّهَةٌ باب تفعیل سے اسم مفعول کا صیغہ ہے ان کی فعل کے ساتھ مشابہت لفظی یہ ہے کہ جیسے فعل ماضی مبنی بر فتح ہوتی ہے اسی طرح یہ بھی مبنی بر فتح ہوتے ہیں اور جیسے فعل ثلاثی اور رباعی ہوتا ہے اسی طرح یہ بھی ثلاثی اور رباعی ہوتے ہیں اور مشابہت معنوی یہ ہے کہ ان کے معانی فعل جیسے ہیں پس ان اور ان بمعنی اکدت ہیں اور کان بمعنی شبہت اور لکن بمعنی استدرکت اور لیت بمعنی تمنیت اور لعل بمعنی ترجیت۔

قوله هذه الحروف تدخل الخ یہ حروف جملہ اسمیہ یعنی مبتدا اور خبر پر داخل ہوتے ہیں اور اسم کو نصب دیتے ہیں اور یہ جملہ کا پہلا جز ہوتا ہے اور خبر کو رفع اور یہ جملہ کا دوسرا جز ہوتا ہے جیسے اِنَّ زیداً قائمٌ (تحقیق زید کھڑا ہونے والا ہے) اس میں اِنَّ نے زیداً کو جو اس کا اسم ہے نصب دیا اور قائم کو جو اس کی خبر ہے رفع دیا۔

قوله وقد یلحقها ما الکافة الخ اور کبھی ان حروف کو ما کافہ لاحق ہو جاتا ہے پس اس وقت وہ ان کو عمل سے روک دیتا ہے۔ کافۃ بتشدید فاء اسم فاعل ہے بمعنی روکنے والا چونکہ یہ ما ان کو عمل سے روک دیتا ہے لہٰذا ان کا یہ نام رکھا گیا جیسے اِنَّمَا زیدٌ قائمٌ۔

قوله واعلم ان ان المکسورة الهمزة الخ یہاں سے مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ حروف مشبہ بفعل کے احوال بیان فرماتے ہیں اور اولًا اِنَّ مکسور اور مفتوحہ کے درمیان فرق بتلاتے ہیں کہ ان مکسورۃ الہمزۃ جملہ کے معنی کو نہیں بدلتا بلکہ معنی جملہ کو موکد کر دیتا ہے مثلاً جب اِنَّ زیداً قائمٌ کہا تو اس نے وہ فائدہ دیا جو زیدٌ قائمٌ نے دیا اور اس کے ساتھ ساتھ تاکید کا فائدہ دیا۔

قوله وان المفتوحة الهمزة الخ اور اِنَّ مفتوحۃ الہمزۃ اپنے مابعد اسم اور خبر سے مل کر مفرد کے حکم میں ہوتا ہے اس

لئے کہ اس میں اسناد تام نہیں ہوتی اور جملہ کو مفرد کے حکم میں کرنے کا طریقہ ہے کہ خبر کے مصدر کو اسم کی طرف مضاف کیا جائے جیسے بلغنیْ اَنَّ زیداً قائمٌ ای بَلَغَنِیْ قیامُ زیدٍ یا جزء خبر کے مصدر کو اسم کی طرف مضاف کیا جائے جیسے بلغنی ان زیداً ان تعلمه یکرمك (مجھ کو یہ بات پہنچی کہ تحقیق زید کو اگر تو تعلیم دے تو وہ تیرا اکرام کرے گا) ای بَلَغَنِیْ اکرامُ زیدٍ عند تعلیمك ایاہ۔

قوله ولذلك یجب الکسر الخ اور اسی وجہ سے کہ اِنَّ مکسورہ جملہ کے معنی کو متغیر نہیں کرتا جملہ کی جگہ میں کسر واجب ہے پس جب وہ ابتداء کلام میں ہوگا تو اُس کا ہمزہ مکسور ہوگا۔ اس لئے کہ وہ جملہ کا موضع ہے نہ مفرد کا جیسے اِنَّ زیداً قائمٌ (تحقیق زید کھڑا ہونے والا ہے)۔

قوله وبعد القول اسی طرح کلمہ قول اور اس کے مشتقات کے بعد جب وہ واقع ہوگا تو اُس کا ہمزہ مکسور ہوگا۔ اس لئے کہ قول کا مقولہ جملہ ہوا کرتا ہے جیسے قول باری تعالیٰ ﴿یَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَۃٌ﴾ میں قوله وبعد الموصول اسی طرح اسم موصول کے بعد ان مکسورہ ہوگا۔ اس لئے کہ موصول کے بعد صلہ ہوتا ہے اور صلہ ہمیشہ جملہ ہوتا ہے جیسے مَارَأَیْتُ الذِیْ اِنَّه فی المساجد (نہیں دیکھا میں نے اُس کو کہ وہ مسجد میں ہے)۔

قوله واذا کان فی خبرها اللام اور ان مکسورہ ہوگا جب کہ اُس کی خبر پر لام ہو اس لئے کہ لام معنی جملہ کی تاکید کے لئے آتا ہے جیسے اِنَّ زیداً لقائمٌ (تحقیق زید البتہ کھڑا ہے) یاد رکھنا چاہئے کہ مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے اِنَّ مکسورہ کے چار مواضع بیان کئے ہیں۔ لیکن ان کے علاوہ اور بھی مواضع ہیں جہاں ان مکسورہ آتا ہے مثلاً جواب قسم میں ان مکسورہ ہوتا ہے جیسے واللّٰہِ اِنَّ زیداً قائمٌ اور نداء کے بعد جیسے قول باری تعالیٰ ﴿یا بنی اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفیٰ لَکُمُ الدین﴾ (اور حتی ابتدائیہ کے بعد) جیسے مرض فلان حتی انهم لا یرجونه (فلاں بیمار ہوا یہاں تک کہ وہ اس کی اُمید نہیں رکھتے ہیں) اور حروف تنبیہ کے بعد جیسے الا ان اولیاء اللّٰه لا خوف علیهم ولا هم یحزنون (آگاہ تحقیق اولیاء اللہ پر نہ تو خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے)۔

---

ویجب الفتح حیث یقع فاعلا نحو بلغنی اَنَّ زیداً قائمٌ وحیث یقع مفعولا نحو کرهت اَنك قائمٌ وحیث یقع مبتداً نحو عندی اَنَّكَ قائم وحیث یقع مضافًا الیه نحو عجبتُ مِنْ طُوْلِ اَنَّ بکراً قائم وحیث یقع مجروراً نحو عَجِبْتُ مِنْ اَنَّ بَکْراً قائِمٌ وبعد لو نحو لو اَنّك عندنا لاکرمْتُكَ وبعد لَوْ لاَ نحو لَوْ لاَ اَنَّه حاضر لغابَ زیدٌ ویجوز العطفُ علی اسم اِنَّ المکسورۃ بالرفع والنصب باعتبار المحلّ واللفظ مثل اِنَّ زیداً قائمٌ وعمرٌو وعمرًا.

ترجمہ: ''اور فتحہ واجب ہے جس وقت وہ فاعل واقع ہو جیسے بلغنی اَنَّ زیداً قائمٌ اور جس وقت مفعول

واقع ہو جیسے کرھتُ اَنَّکَ قائمٌ اور جس وقت مبتداء واقع ہو جیسے عندی أنّك قائمٌ اور جس وقت مضاف الیہ واقع ہو جیسے عجِبتُ من طُولِ اَنَّ بکراً قائمٌ اور جس وقت مجرور واقع ہو جیسے عجِبتُ من اَنَّ بکراً قائمٌ اور لَو کے بعد جیسے لَو اَنَّك عندنا لاَکرمْتُك اور لولا کے بعد جیسے لولا انّه حاضرٌ لَغابَ زیدٌ اور اِنّ مکسورہ کے اسم پر رفع اور نصب کے ساتھ عطف کرنا جائز ہے محل اور لفظ کا اعتبار کرتے ہوئے جیسے اِنَّ زیداً قائمٌ و عمروٌ و عمرواً۔"

---

قوله ویجب الفتح الخ اور اَنَّ کے ہمزہ کو فتح ہوگا اس جگہ کہ وہ اپنے اسم اور خبر سے مل کر فاعل واقع ہو جیسے بَلَغَنِیْ اَنَّ زیداً قائمٌ ای بَلَغَنِیْ قیامُ زید یہاں اَنَّ اپنے اسم زیداً اور خبر قائمٌ سے مل کر بتاویل مفرد ہو کر بلغنی کا فاعل ہے۔

قوله وحیث یقع مفعولًا اور اُس جگہ کہ جہاں ان اپنے اسم اور خبر سے مل کر مفعول واقع ہو جیسے کرھت انك قائم ای کرھت قیامك (میں نے تیرے کھڑے ہونے کو مکروہ جانا)۔

قوله وحیث یقع مبتداء اور اُس جگہ جہاں وہ اپنے اسم اور خبر سے مل کر مبتداء واقع ہو۔ جیسے عندی أَنَّك قَائِمٌ (میرے نزدیک تحقیق تو کھڑا ہے) عندی مرکب اضافی خبر ہے اور ان اپنے اسم اور خبر سے مل کر بتاویل مفرد ہو کر مبتداء ہے ای عندی قیامك۔

قوله وحیث یقع مضافا الیه اور اُس جگہ کہ جہاں ان اپنے اسم اور خبر سے مل کر مضاف الیہ واقع ہو۔ جیسے عجبت من طول ان بکرا قائم ای عجبت من طول قیام بکر (میں بکر کے طول قیام سے متعجب ہوا) اس میں طول مضاف ہے اور ان بکرا قائم بتاویل مفرد ہو کر مضاف الیہ ہے۔

قوله وحیث یقع مجرورا اور اُس جگہ کہ جہاں ان اپنے اسم اور خبر سے مل کر مجرور واقع ہو۔ جیسے عجبت من ان بکرا قائم ای عجبت من قیام بکر اس میں ان اپنے اسم اور خبر سے مل کر بتاویل مفرد ہو کر من حرف جار کا مجرور ہے۔ ان صور مذکورہ میں ان مفتوحہ کا ہونا اس لئے ضروری ہے کہ فاعل اور مفعول اور مبتداء اور مضاف الیہ اور مجرور مفرد ہوتے ہیں۔

قوله وبعد لو اور لو شرطیہ کے بعد ان مفتوحہ ہوگا اس لئے کہ لو حرف شرط ہے جو فعل کو مقتضی ہے خواہ فعل لفظاً ہو خواہ تقدیراً پس لو کا مابعد فعل محذوف کا فاعل ہوگا اور فاعل ہمیشہ مفرد ہوتا ہے جیسے لو انك عندنا لاکرمتك (اگر تحقیق تو ہمارے پاس ہوتا البتہ میں تیرا اکرام کرتا) اس میں ان اپنے اسم ک خطاب اور خبر عندنا سے مل کر بتاویل مفرد ہو کر ثبت فعل محذوف کا فاعل ہے ثبت فعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر شرط ہوا اور لاکرمتك جزاء ہے۔

قولہ وبعد لولا اور لولا کے بعد ان مفتوحہ ہوگا خواہ لولا امتناعیہ ہو خواہ تحضیضیہ اس لئے کہ لولا امتناعیہ کے بعد مبتداء ہوتا ہے پس ان مفتوحہ اپنے اسم اور خبر سے مل کر مبتداء ہوگا اور مبتداء کا مفرد ہونا واجب ہے، جیسے لولا انہ حاضر لغاب زید (اگر وہ حاضر نہ ہوتا تو زید غائب ہوجاتا)۔ اور لولا تحضیضیہ کے بعد ان اپنے اسم اور خبر سے مل کر بتاویل مفرد ہوکر اُس فعل کا فاعل یا مفعول ہوتا ہے جس پر لولا تحضیضیہ کا داخل ہونا ضروری ہے۔ اور فاعل اور مفعول مفرد ہوتے ہیں جیسے لَوْلَا اَنِّیْ مَعَاذٌ لَکَ زَعَمْتَ ای لولا زعمت انی معاذ لك اس میں انی معاذ لك بتاویل مفرد ہوکر زعمت کا مفعول ہے۔ (کیوں نہیں تو نے یقین کیا اس کو کہ میں تیرے لئے جائے پناہ ہوں) ان کے علاوہ اور بھی مواضع ہیں جہاں ان مفتوحہ ہوتا ہے جو تم کو بڑی کتابوں سے معلوم ہوجائیں گے اس میں ضابطہ یہ ہے کہ جہاں مفرد کا موقع ہوگا وہاں ان مفتوحہ ہوگا۔ اور جہاں جملہ کا موقع ہوگا وہاں ان مکسورہ ہوگا۔

قولہ ویجوز العطف الخ اس کا عطف وبجب الکسر پر ہے ای ولذالك یجوز العطف یعنی اور اسی وجہ سے کہ ان مکسورہ جملہ کے معنی کو متغیر نہیں کرتا بلکہ معنی جملہ کی تاکید کرتا ہے اُس کے اسم پر رفع سے باعتبار محل عطف کرنا جائز ہے اس واسطے کہ وہ اصل میں مرفوع بابتداء ہے اور اس کے اسم پر نصب سے بھی باعتبار لفظ عطف کرنا جائز ہے۔ اس لئے کہ وہ لفظاً منصوب ہے جیسے اِنَّ زیداً قائمٌ و عمروٌ وعمراً (تحقیق زید اور عمر قائم ہیں) اس میں عمرو کو ان کے اسم (زیداً) کے محل پر عطف کرکے مرفوع پڑھ سکتے ہیں اور نیز اُس کو ان کے اسم کے لفظ پر عطف کرکے منصوب پڑھ سکتے ہیں۔

---

واعلم اَنَّ اِنَّ المکسورۃ یجوز دخول اللام علی خبرھا وقد تُخَفَّفُ فیلزمُھا اللام کقولہ تعالی وَ اِنْ کُلاًّ لَّمَا لَیُوَفِّیَنَّھُمْ وحینئذٍ یجوز الغاؤھا کقولہ تعالی وَ اِنْ کُلٌّ لَّمَّا جَمِیْعٌ لَّدَیْنَا مُحْضَرُوْنَ ویجوز دخولھا علی الافعال علی المبتدأ والخبر نحو قولہ تعالٰی وَ اِنْ کُنْتَ مِنْ قَبْلِہٖ لِمَنَ الغٰفِلِیْنَ واِنْ نَّظُنُّکَ لَمِنَ الْکَاذِبِیْنَ وکذلك اِنَّ المفتوحۃ قد تُخَفَّفُ فحینئذٍ یجب اعمالھا فی ضمیر شان مقدر فتدخل علی الجملۃ اسمیَّۃً کانَتْ نحو بَلَغَنِیْ اَنْ زیدٌ قائمٌ اوفِعْلِیَّۃً نحو بلغنی اَنْ قد قامَ زیدٌ ویجب دخول السینِ اوسوف اوقد اوحرفِ النفی علی الفعل کقولہ تعالٰی عَلِمَ اَنْ سَیَکُوْنُ مِنْکُمْ مَّرْضٰی والضمیر المستتر اسم اَنْ والجملۃ خبرھا۔

ترجمہ: ''اور تو جان لے کہ اِنَّ مکسورہ کی خبر پر لام کا داخل ہونا جائز ہے اور کبھی اِنَّ مکسورہ کو مخفف کردیا جاتا ہے پس اس کو لام لازم ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا قول وِ اِنْ کُلاًّ لَمَّا لیوفینَّھُم، اور اس وقت اس کو لغو کردینا بھی جائز ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا قول وِ اِنْ کُلٌّ لَمَّا جَمِیْعٌ لَّدَیْنَا مُحْضَرُوْن، اور اِس کا اُن افعال پر داخل ہونا

جائز ہے جو مبتداء اور خبر پر داخل ہوں جیسے اللہ تعالیٰ کا قول، و اِنْ کُنْتَ من قبلہٖ لَمِنَ الغافلین و اِن نَّظنُّك لمن الکٰذبین، اور اسی طرح اَنَّ مفتوحہ بھی کبھی مخفف کر دیا جاتا ہے پس اس وقت اس کو ضمیر شان مقدر میں عامل بنانا واجب ہے، پس وہ جملہ پر داخل ہوتا ہے اسمیہ ہو جیسے بلغنی اَنْ زیدٌ قائمٌ یا فعلیہ ہو جیسے بلغنی اَنْ قد قامَ زیدٌ اور سین، سوف، قد، یا حرفِ نفی کا فعل پر داخل ہونا واجب ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا قول، علم اَنْ سیکونُ منکم مَّرضٰی اور ضمیر مستتر اَنْ مخفّفہ کا اسم اور جملہ اس کی خبر ہوگا۔"

---

قولہ واعلم اَنَّ اِنَّ المکسورۃ الخ یعنی ان مکسورۃ کی خبر پر لام ابتدائیہ کا جو معنی جملہ کی تاکید کے لئے آتا ہے۔ داخل ہونا جائز ہے اس لئے کہ لام ابتدائیہ معنی جملہ کی تاکید کے لئے آتا ہے اور ان مکسورہ اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ ہوتا ہے۔ بخلاف ان مفتوحہ کے کہ وہ مفرد کی تاویل میں ہوتا ہے۔ اور لام مذکور کبھی ان پر داخل ہو جاتا ہے جب کہ اُس کا ہمزہ ہاء سے بدل جائے۔ جیسے لَهِنَّكَ زیدٌ۔

قولہ وقد تخفف فیلزمھما اللام الخ اور ان مکسورہ ثقل شدید اور کثرت استعمال کی وجہ سے مخفف کر لیا جاتا ہے تخفیف کے بعد چونکہ اس کی صورت ان نافیہ جیسی ہو جاتی ہے لہٰذا اس وقت ان مخففہ اور ان نافیہ کے درمیان فرق کے لئے اس کی خبر پر لام تاکید کا آنا ضروری ہے خواہ اُس کو عمل دیا جائے خواہ نہ دیا جائے جیسے قول باری تعالیٰ ﴿وان کلا لما لَيُوَفِّيَنَّهُمْ﴾ بر قرائت تخفیف لما اس میں ان مخففہ ہے اور کلا منصوب مع تنوین ہے۔ اور ان مخففہ کا اسم ہے اور کلا کی تنوین مضاف الیہ کے عوض میں ہے۔ اور لَيُوَفِّيَنَّهُمْ قسم محذوف کا جواب ہے اور اس پر لام جواب قسم کا ہے اور لما پر لام ان مخفف اور ان نافیہ کے درمیان فارقہ ہے اور پھر لفظ ما کو زائدہ کیا تا کہ دو لاموں کا اجتماع جو مکروہ ہے نہ لازم آئے آیت کے معنی یہ ہیں کہ ان کلھم ای جمیع المختلفین فی کتاب اللہ لیوفینھم (تحقیق ان سب کو جو اللہ کی کتاب میں اختلاف کرتے ہیں اللہ کی قسم وہ ضرور ان کو پوری جزا دے گا)۔

قولہ وحینئذ یجوز الغاؤھا الخ اور اس وقت جب کہ ان مکسورہ مخففہ ہو تو اس کے عمل کا الغاء یعنی اس کے عمل کو باطل کرنا جائز ہے اور اس صورت میں اعمال سے ابطال عمل اکثر ہے اس لئے کہ آخر کے ساکن ہونے کی وجہ سے اس کی فعل کے ساتھ پوری مشابہت جس کی وجہ سے وہ عمل کرتا تھا نہیں رہی مثلاً اُس کے آخر کا فتحہ اور اُس کا سہ حرفی ہونا جیسے قول باری تعالیٰ ﴿وان کل لما جمیع لدینا محضرون﴾ اس آیت میں ان مکسورہ مخففہ ہے جس کا عمل باطل ہو گیا ہے اور کلٌّ کو رفع ہے اور لما مخففہ لام فارقہ اور ما سے جو تاکید کے لئے زائد کیا گیا ہے مرکب ہے۔ معنی یہ ہیں کہ ان کلھم لمجموعون یوم القیامۃ محضرون عندنا للحساب (تحقیق سب کے سب قیامت کے روز حساب کے لئے جمع کئے جائیں گے اور ہمارے پاس حاضر کئے جائیں گے) اور اس صورت میں باعتبار اصل عمل دینا بھی جائز ہے جیسے آیت

مذکورہ اِنْ کُلًّا لَمَّا لَیُوَفِّیَنَّھُمْ میں ان مکسورہ مخففہ عمل کر رہا ہے۔

قوله ويجوز دخولها على الافعال الخ اس کا عطف بجوز الغاؤھا پر ہے ای وحینئذ یجوز دخولها الخ اور اس وقت جب کہ ان مکسورہ مخففہ ہو تو اُس کا اُن افعال پر داخل ہونا جو مبتداء اور خبر پر داخل ہوتے ہیں جائز ہے جیسے افعال ناقصہ اور افعالِ قلوب وغیرہ جیسے قول باری تعالیٰ ﴿ و اِنْ کُنْتَ مِنْ قبله لَمِنْ الغَافِلِيْن ﴾ (تحقیق آپ اس سے پیشتر غفلت والوں میں سے تھے) اور جیسے قول باری تعالیٰ ﴿ اِنْ نَظُنُّكَ لَمِنَ الکاذبین ﴾ (تحقیق ہم تم کو جھوٹ بولنے والوں میں سے خیال کرتے ہیں) اس لئے کہ اس میں اصل یہ تھا کہ وہ مبتداء اور خبر پر داخل ہوتا پس اگر تخفیف کی وجہ سے اس کی یہ اصل جاتی رہی تو کم از کم اس کو ان افعال پر داخل ہونا چاہئے جو مبتداء اور خبر پر داخل ہوتے ہیں تا کہ بقدر امکان اصل کے ساتھ رعایت باقی رہے۔ اور اس وقت بھی اس کو لام تاکید لازم ہے جیسا کہ دونوں آیتوں میں موجود ہے۔

قوله وكذلك ان المفتوحة الخ اور اسی طرح ان مفتوحہ کو مخففہ کر لیا جاتا ہے اور اس وقت اُس کا ضمیر شان مقدر میں عمل کرنا ضروری ہے جو اس کا اسم ہوگی اور وہ جملہ جو ضمیر شان کی تفسیر کرے گا اس کی خبر ہوگا اور ضمیر شان کے مقدر ماننے کی وجہ یہ ہے کہ چونکہ مفتوحہ کو بہ نسبت مکسورہ فعل کے ساتھ مناسبت زیادہ ہے اور مکسورہ نثر کلام میں تخفیف کے بعد بھی عمل کرتا ہے لیکن مفتوحہ کا عمل تخفیف کے بعد نثر کلام میں واقع نہیں ہوتا لہٰذا ضمیر شان کو مقدر مانا تا کہ اضعف کی ترجیح اقوی پر لازم نہ آئے کیونکہ اس وقت مکسورہ کبھی عمل کرے گا اور کبھی نہیں لیکن مفتوحہ ہر حال میں عمل کرے گا۔

قول فتدخل على الجملة الخ چونکہ مفتوحہ تخفیف کے بعد ضمیر شان میں عمل کرتا ہے لہٰذا وہ تخفیف کے بعد مطلقاً تمام جملوں پر داخل ہوتا ہے خواہ وہ اسمیہ ہوں۔ جیسے بَلَغَنِیْ اَنْ زیدٌ قائمٌ (مجھ کو یہ بات پہنچی کہ تحقیق زید قائم ہے) خواہ فعلیہ پھر فعلیہ میں وہ فعل خواہ دواخل مبتداء اور خبر سے ہو خواہ نہ ہو جیسے بَلَغَنِیْ اَنْ قد عَلِمْتَ زیداً اور بَلَغَنِیْ اَنْ قَدْ قَامَ زیدٌ۔

قوله ويجب دخول السبن الخ اور ان مفتوحہ مخففہ جب فعل متصرف پر واقع ہو تو اُس وقت سین یا سوف یا قد یا حرف نفی کا فعل پر داخل ہونا ضروری ہے۔ تا کہ مخففہ اور ان مصدریہ میں فرق ہو جائے اس لئے کہ سین اور سوف اور قد ان مصدریہ کے ساتھ جمع نہیں ہوتے لیکن حرف نفی سے مخففہ اور مصدریہ میں فرق نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ یہ دونوں کے ساتھ جمع ہوتی ہے لہٰذا اس میں فرق کرنے کے لئے کسی اور دوسری چیز کا اعتبار کرنا پڑے گا وہ یہ اگر فعل منفی منصوب ہے تو ان مصدریہ ہے ورنہ مخففہ جیسے قول باری تعالیٰ ﴿ عَلِمَ اَنْ سیکونُ منکم مرضی ﴾ (اللہ تعالیٰ نے جان لیا کہ تحقیق تم عنقریب بیمار ہوگے) اور جیسے واعلم فعلم المرء ینفعه ان سوف یاتی کل ماقدر (میں جانتا ہوں کہ مرد کا علم اس کو نفع دیتا ہے اور تحقیق ہر وہ چیز جو اللہ کی جانب سے مقدر کر دی گئی ہے آتی ہے) اور جیسے قول باری تعالیٰ ﴿ لِیَعْلَمَ اَنْ قَدْ اَبْلَغُوْا رِسالاتِ رَبِّھِم ﴾ (تا کہ وہ جان لے کہ انبیاء علیہم السلام نے اپنے رب کی رسالتوں کو پہنچا دیا ہے) اور جیسے قول باری

تعالیٰ ﴿اَوَلَا یَرَوْنَ اَنْ لَا یَرْجِعُ اِلَیْھِمْ﴾۔

قولہ والضمیر المستتر الخ یہاں سے مصنف ان مفتوحہ مخففہ کی ترکیب بتلا رہے ہیں کہ ضمیر شان مستتر ان مفتوحہ مخففہ کا اسم ہوگی اور جملہ جو اس کے بعد ہوتا ہے ان مفتوحہ مخففہ کی خبر ہوگا۔ اور افعال غیر متصرفہ میں مفتوحہ مخففہ کے ساتھ سین اور سوف وغیرہ لازم نہیں ہیں جیسے قول باری تعالیٰ ﴿اَنْ لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ الا ما سعٰی﴾ اور جیسے قول باری تعالیٰ ﴿اَنْ عَسیٰ اَنْ یَکُوْنَ قَدْ اقترب اَجَلُھُمْ﴾

---

وکَاَنَّ للتشبیہ نحو کاَنَّ زیداٍ الاسدُ وھو مُرَکَّبٌ مِنْ کافِ التشبیہ و اِنَّ المکسورۃ و اِنّما فتحت لتقدمِ الکاف علیھا تقدیرہ اِنَّ زیداً کالاسد وقد تخفف فتلغی نحو کاَنْ زیدٌ اسدٌ ولٰکِنَّ لِلاستدراكِ ویَتَوَسَّط بین کلامَیْنَ متغایِرَیْنِ فی المعنی نحو غاب زیدٌ لکنَّ بکراً حاضِرٌ ویحوزمعھا الواو نحو قام زیدٌ ولکِنَّ عمراً قاعد وقد تخَفَّفُ فتلغَیٰ نحو مَشیٰ زَیْدٌ لکِنْ بکرٌ عندنا ولَیْتَ للتمَنّی نحو لیت ھنداً عندنا واجاز الفراء لیت زیداً قائماً بمعنی اَتَمَنّٰی ولَعَلَّ للترجّی کقول الشاعر شعر اُحِبُّ الصَّالِحِیْنَ وَلَسْتُ مِنْھُمْ لَعَلَّ اللّٰہَ یَرْزُقُنِی صَلَاحًا وشَذَّ الجرُّبھا نحو لعلَّ زیدٍ قائمٌ وفی لعلَّ لغاتٌ علَّ وعَنَّ واَنَّ ولَاَنَّ ولَعَنَّ وعند المبردا صلہ عَلَّ زِیْدَ فیہ اللام والبواقی فرع.

ترجمہ: ''اور کَاَنَّ تشبیہ کے لئے آتا ہے جیسے کَاَنَّ زیداً الاسدُ اور کَاَنَّ کافِ تشبیہ اور اِنَّ مکسورۃ سے مرکب ہے اور بے شک اس کو فتحہ دیا گیا ہے کاف کے اس پر مقدم ہونے کی وجہ سے اس کی تقدیری عبارت اِنَّ زیدًا کالاسد ہے اور کبھی مخففہ ہوتا ہے پس عمل سے لغو کر دیا جاتا ہے جیسے کَاَنْ زیدٌ اَسَدٌ اور لٰکِنَّ استدراک کے لئے آتا ہے اور ایسے دو کاموں کے درمیان واقع ہوتا ہے جو معنی میں ایک دوسرے کے متغائر ہوں جیسے غابَ زیدُ لکِنّ بکراً حاضرٌ اور اس کے ساتھ واو کا لانا جائز ہے جیسے قامَ زیدٌ ولکِنَّ عمرواً قاعِدٌ اور کبھی مخففہ ہوتا ہے پس عمل سے لغو کر دیا جاتا ہے جیسے مشٰی زیدٌ لکِنْ بکرٌ عندنا اور لیت تمنی کے لئے آتا ہے جیسے لیت ھندًا عندنہ اور فراء نے لیتَ زیداً قائمًا کو تمنی کے معنی میں جائز قرار دیا ہے اور لَعَلَّ ترجی کے لئے آتا ہے جیسے شاعر کا قول (شعر) اُحِبُّ الصالحینَ ولَسْتُ منھم ÷ لَعَلَّ اللّٰہَ یَرْزُقُنِیْ صَلاحا، اور اس کے ذریعہ سے جر دینا شاذ ہے جیسے لعلَّ زیدٍ قائمٌ اور لَعَلَّ میں چند لغات ہیں عَلَّ، عَنَّ، اَنَّ لَاَنَّ، اور لَعَنَّ، اور مبرد کے نزدیک اصل عَلَّ ہے جس میں لام کو زائد کیا گیا ہے اور باقی اس کی فرع ہیں۔''

قولہ وَكَاَنَّ للتشبيه الخ اور لفظ کان انشاء تشبیہ کے لئے ہے جیسا کَاَنَّ زَیدًا الاسَدُ (زید گویا شیر ہے) اور وہ کبھی شک کے لئے آتا ہے جیسے ﴿كَأَنَّكَ تَمْشِيْ﴾

قولہ وهو مركب الخ اور لفظ کَاَنَّ کاف تشبیہ اور ان مکسورہ سے مرکب ہے۔

قولہ وانما فتحت الخ یہ سوال مقدر کا جواب ہے سوال یہ ہے کہ جب کان حرف براسہ نہیں ہے بلکہ کاف تشبیہ اور ان مکسورہ سے مرکب ہے تو چاہئے تھا کہ اس میں ہمزہ مکسور ہوتا نہ مفتوح حالانکہ ان کا ہمزہ مفتوح ہے۔ مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ جواب دیتے ہیں کہ کان میں ہمزہ کو فتحہ اس لئے ہے کہ کاف جو اصل میں حرف جر ہے ان پر مقدم ہے گو جب وہ جارہ ہونے کے حکم سے نکل گیا ہے اور حرف جر کے بعد جو آتا ہے وہ ان مفتوحہ ہوتا ہے اس لئے کہ حرف جر مفرد پر داخل ہوتا ہے۔ پس صورت کی رعایت کی وجہ سے اس کے ہمزہ کو فتحہ دے دیا اگرچہ باعتبار معنی وہ مکسور ہے اور کان زیدا الاسد کی تقدیر ان زیدا كالاسد ہے (تحقیق زید مثل شیر کے ہے) کاف کو مقدم کر دیا تا کہ انشاء تشبیہ شروع ہی سے معلوم ہو جائے اور ہمزہ ان کاف جارہ کی رعایت کی وجہ سے فتحہ سے بدل گیا۔ اس لئے کہ جارہ مفرد کے ساتھ خاص ہے جیسا کہ سوال و جواب میں گزر چکا۔ اور یہ خلیل رحمہ اللہ تعالیٰ کا مذہب ہے۔ مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے اسی کو اختیار کیا ہے۔ لیکن جمہور نحات کے نزدیک یہ اور حروف کی طرح حرف براسہ ہے۔ کسی سے مرکب نہیں ہے کیونکہ حروف میں اصل عدم ترکیب ہے۔

قولہ وقد تخفف الخ اور کبھی کان میں تخفیف کر لی جاتی ہے اور اس وقت اصح مذہب کی بنا پر وہ عمل نہیں کرتا اس لئے کہ آخر کا فتحہ زائل ہونے کی وجہ سے اُس کی فعل کے ساتھ مشابہت جاتی رہی جیسے کَاَنْ زیدٌ اسدٌ (زید گویا شیر ہے)۔

قولہ ولكن للاستدراك الخ اور لکن استدراک کے لئے ہے اور استدراک لغت میں بمعنی کسی چیز کو دریافت کرنا (کذا فی التاج) اور اصطلاح میں یہ ہے کہ جملہ سابقہ سے جو وہم ہوتا ہو اُس کو دور کرنا جیسے تم نے جاء نی زیدٌ کہا تو اس وقت یہ وہم ہوتا تھا کہ چونکہ زید اور عمر میں محبت ہے تو شاید عمر بھی آیا ہو پس جب کہ تم نے لکنَّ عمرواً لم يجئی کہا تو اس سے وہم مذکور دُور ہو گیا (لیکن عمر نہیں آیا) کلمہ لکن نحات بصرہ کے نزدیک کلمہ مفردۃ ہے لیکن نحات کوفہ کے نزدیک یہ لا اور ان مکسورہ سے جس کے شروع میں کاف زائدہ ہے مرکب ہے۔ یعنی اُس کی اصل لا کان ہے ہمزہ کا کسرہ کاف کو دے دیا اس کے بعد ہمزہ اجتماع ساکنین کی وجہ سے حذف ہو گیا لکنَّ ہوا۔

قولہ ويتوسط بين كلامين الخ یعنی اور اسی وجہ سے کہ وہ کلام سابق سے وہم دور کرنے کے لئے آتا ہے لکن دو کلاموں کے درمیان جو باعتبار معنی نفی اور اثبات میں متغائر ہوں آتا ہے خواہ وہ باعتبار لفظ متغائر ہوں جیسے جاء زيد لكن عمرو لم يجيئى خواہ نہ ہوں جیسے غاب زيد لكن بكرا حاضر۔ پہلی مثال میں تغائر معنوی کے علاوہ تغائر لفظی بھی ہے اس لئے کہ پہلا کلام مثبت ہے اور دوسرا منفی اور دوسری مثال میں لفظی تغائر بالکل نہیں ہے کیونکہ دونوں کلام مثبت ہیں لیکن تغائر معنوی ہے۔

قولہ ویجوز معها الواو الخ اور لکنَّ کے ساتھ خواہ وہ مشددہ ہو مخففہ واو کا ہونا جائز ہے تا کہ اس لکن اور لکن عاطفہ میں فرق ہو جائے کیونکہ عاطفہ پر حرف عطف نہیں آتا۔ اور یہ واو یا تو جملہ کا جملہ پر عطف کے لئے ہوگا یا اعتراضیہ ہوگا جیسے قامَ زیدٌ ولکنَّ عمروا قاعدٌ میں۔

قولہ وقد تخفف الخ اور لکن میں کبھی تخفیف کر لی جاتی ہے اور اس وقت وہ عمل سے لغو کر دیا جاتا ہے اس واسطے کہ وہ مشابہت فعل سے نکل کر لکن عاطفہ کے ساتھ لفظاً اور معنیً مشابہ ہو گیا اور عاطفہ عامل نہیں ہوتا جیسے مشی زید لکن بکر عندنا۔

قولہ ولیت للتمنی الخ اور کلمہ لیت انشاء تمنی کے لئے ہے اور وہ کسی چیز کا بر سبیل محبت طلب کرنا ہے جیسے لیت هنداً عندنا (کاش ہندہ ہمارے پاس ہوتی)۔

قولہ واجاز الفراء الخ اور فراء لیت کے دونوں جزؤں کے نصب کو جائز رکھتے ہیں جیسے لیت زیداً قائماً اور وہ کہتے ہیں کہ لیت بمعنی فعل اتمنی ہے۔ پس گویا کہ اتمنی زیداً قائماً کہا گیا (میں زید کے قائم ہونے کی تمنا کرتا ہوں) پس دونوں جزء بناء بر مفعولیت منصوب ہیں۔

قولہ ولعل للترجی الخ اور لعل انشاء ترجی کے لئے ہے یعنی امر مرجو کی توقع کے لئے جیسے قول شاعر ؎

اُحِبُّ الصَّالِحِیْنَ وَلَسْتُ منهم

لَعَلَّ اللّٰهَ یَرْزُقُنِیْ صَلَاحًا

(میں نیک لوگوں کو دوست رکھتا ہوں اور میں ان میں سے نہیں ہوں شاید کہ اللہ تعالیٰ مجھ کو صلاحیت عطا فرمائے) لیت اور لعل میں یہ فرق ہے کہ لیت ممکن اور محال دونوں کی تمنا کے لئے آتا ہے اور لعل صرف اُس چیز کی اُمید کے لئے آتا ہے جس کا ہونا ممکن ہو۔

قولہ وَشَذَّ الجربها الخ اور کلمہ لعل کو حروف جارہ میں سے شمار کرنا اور اس کے مابعد کو جر دینا شاذ اور خلاف قیاس ہے جیسے لعل زیدٍ قائم (بجر زید) پس لعل جار اپنے مجرور سے مل کر محل رفع میں ہے اور مبتداء ہے اور قائم خبر ہے۔

قولہ وفی لعل لغات الخ اور کلمہ لعل میں اور چند لغت ہیں۔ ایک عل بدون لام قبل عین۔ دوسرا عن بدون لام اوّل اور بابدال لام ثانی بنون۔ تیسرا ان بدون لام اوّل و بتبدیل عین بہمزہ و لام ثانی بنون۔ چوتھا لان بتبدیل عین بہمزہ و لام ثانی بنون۔ پانچواں لعن بتبدیل لام ثانی بنون۔

قولہ وعند المبرد اصلہ عل الخ اور مبرد کے نزدیک لعل کی اصل عل بدون لام اوّل ہے عل میں لام زائدہ کیا گیا لعل ہوا۔ اور باقی لغات مذکورہ اُس کی فرع ہیں۔ لیکن جمہور نحات کے نزدیک افصح اور اشہر لعل ہے۔

فصل حروف العطف عشرة الواو والفاء وثُمَّ وحتى واَوْ واِمَّا واَمْ ولا وبل ولكنْ فالا ربعةُ الأوَلُ للجمع فالوا وللجمع مطلقًا نحو جاءنى زيدٌ وعمرٌو سواء كان زيدٌ مقدمًا فى المجئِ او عمروٌ والفاء للترتيب بلا مُهْلَةٍ نحو قام زيدٌ فعمرو اذا كان زيدٌ متقدمًا وعمرٌو متاخراً بلا مُهْلَةٍ وثُمّ للترتيب بمهلةٍ نحو دخل زيدٌ ثم عمرٌ واذا كان زيدٌ متقدمًا وبينهما مُهْلَةٌ وحتّٰى كَثُمَّ فى الترتيب والمُهْلَةِ اِلَّا اَنَّ مُهْلَتَهَا اَقَلُّ مِنْ مُهْلَةِ ثُمَّ ويشترط ان يكون معطوفها داخلاً فى المعطوف عليه وهى تُفيْدُ قوةً فى المعطوف نحو مات الناسُ حَتّٰى الانبياءُ اوضُعفًا نحو قدِم الحَاجُّ حتى المُشَاةُ.

**ترجمہ:** ''تیسری فصل، حروفِ عطف دس ہیں، واؤ، فا، ثمّ، حتّٰی، اَوْ، اِمّا، اَمْ، لا، بل اور لٰكِنْ، پس پہلے چار جمع کے لئے آتے ہیں پس واوَ تو مطلق جمع کے لئے آتا ہے جیسے جآء نی زیدٌ و عمروٌ، برابر ہے کہ آنے میں زید مقدم ہو یا عمرو مقدم ہو، اور فاء ترتیب کے لئے آتا ہے بلا مہلت کے جیسے قامَ زیدٌ فعمروٌ جب کہ زید مقدم ہو اور عمرو مؤخر ہو بغیر مہلت کے، اور ثم، ترتیب کے لئے آتا ہے مہلت کے ساتھ جیسے دَخَلَ زیدٌ ثم عمروٌ جب کہ زید مقدم ہو اور ان دونوں کے درمیان مہلت ہو اور حتّٰی ثمّ کی طرح ہے ترتیب میں اور مہلت میں مگر اس کی مہلت ثم کی مہلت سے کم ہوتی ہے، اور شرط یہ ہے کہ اس کا معطوف معطوف علیہ میں داخل ہو اور وہ معطوف میں قوۃ کا فائدہ دیتا ہے جیسے ماتُ النّاس حتّٰی الانبیاء، یا ضعف کا فائدہ دیتا ہے جیسے قدِم الحاجُّ حتّٰی المشاۃُ''

قولہ حروف العطف عشرۃ الخ عطف لغت میں بمعنی مائل کرنا یہ حروف بھی معطوف کو حکم اور اعراب میں معطوف علیہ کی طرف مائل کرتے ہیں حروف عطف دس ہیں۔ واو اور فاء اور ثم (بضم ثاء مثلثہ وتشدید میم) اور حتی اور او اور اما بکسر ہمزہ اور ام اور بل اور لکن (بسکون نون)۔

قولہ فالا ربعۃ الاول للجمع الخ یہاں فاء تفسیر یہ ہے اور اُوَلُ جمع اولی کی ہے پہلے چار حرف یعنی واو، فاء، ثم اور حتی معطوف اور معطوف علیہ کو اُس حکم میں جمع کرنے کے لئے آتے ہیں جو حکم کہ معطوف علیہ کے لئے ہے۔

قولہ فالواو للجمع مطلقاً الخ یعنی واو مطلق جمع کے لئے ہے اس میں معطوف اور معطوف علیہ کے درمیان ترتیب اور معیت کا کوئی لحاظ نہیں ہوتا جیسے جاءَ نِیْ زیدٌ و عمرٌو (میرے پاس زید اور عمر آئے) اس میں احتمال ہے کہ شاید زید پہلے آیا ہو، اور عمر بعد میں مہلت کے ساتھ آیا ہو یا بغیر مہلت کے اور اس کے برعکس کا بھی احتمال ہے اور اس میں یہ بھی احتمال ہے کہ زید اور عمر دونوں اکٹھے آئے ہوں۔

قوله والفاء للترتیب الخ اورفاء ترتیب بغیر مہلت کے لئے ہے جیسے قام زید فعمرو (زید کھڑا ہوا پس عمر) اس میں فاء نے اس امر پر دلالت کی کہ پہلے زید آیا اور اس کے بعد فوراً ہی بغیر تاخیر کے عمر آیا۔

قوله وثم للترتیب بمهلة الخ اورثم ترتیب مع مہلت کے لئے ہے جیسے دخل زید ثم عمرو (زید داخل ہوا پھر عمرو) اس میں ثم نے اس امر پر دلالت کی کہ پہلے زید داخل ہوا اور اس کے کچھ دیر بعد عمر آیا اس میں ترتیب تاخیر کے ساتھ ہے۔

قوله وحتی کثم فی الترتیب الخ اورحتی ترتیب اور مہلت میں ثم کی طرح ہے لیکن حتی میں ثم کی بہ نسبت مہلت کم ہوتی ہے پس حتی فاء اور ثم کے بین بین ہے۔

قوله ویشترط ان یکون معطوفها الخ اورحتی عاطفہ میں شرط ہے کہ اُس کا معطوف معطوف علیہ میں داخل ہو اس لئے کہ یہ غایت کے لئے ہے۔ جاننا چاہئے کہ نحات اس امر پر متفق ہیں کہ حتی عاطفہ میں واجب ہے کہ اُس کا معطوف معطوف علیہ میں حقیقتاً داخل ہو اسی بنا پر مثال نمت، البارحة حتی الصباح میں الصباح کو جر ہے نہ کہ نصب شیخ رضی فرماتے ہیں کہ حتی عاطفہ کا مابعد اس کے ماقبل کا جزء ہوتا ہے یا اُس چیز کا جز ہوتا ہے جس پر ماقبل حتی دلالت کرتا ہے اور حتی جارہ کے متعلق اکثر نحات جائز رکھتے ہیں کہ اُس کا مابعد اُس کے ماقبل کے آخر جز کے ساتھ متصل ہو جیسے نمت البارحة حتی الصباح۔ شیخ رضی کا یہ کلام صاف بتلا رہا ہے کہ حتی عاطفہ کے لئے واجب ہے کہ اُس کا مابعد اس کے ماقبل کا حقیقی جز ہو اور اس میں اُس کا جزء اعتباری ہونا کافی نہیں ہے۔

قوله وهی تفید قوة الخ اورحتی مطوف میں یا تو قوت کا فائدہ دیتا ہے یعنی اُس کا معطوف اجزاء معطوف علیہ میں سے جزء قوی ہوگا جیسے مات الناس حتی الانبیاء (لوگ مر گئے یہاں تک کہ انبیاء علیہم السلام مر گئے) اور جیسے قدم الجیش حتی الامیر (لشکر آ گیا یہاں تک کہ امیر آ گیا) ان دونوں مثالوں میں انبیاء اجزاء ناس میں سے اور امیر اجزاء جیش میں سے جز قوی ہیں۔ یا ضعف کا فائدہ دیتا ہے یعنی اُس کا معطوف اجزاء معطوف علیہ میں سے جزء ضعیف ہوگا۔ جیسے قدم الحاج حتی المشاة (حاجی سوار آ گئے یہاں تک کہ پیادہ پا حاجی آ گئے) اس مثال میں مشات اجزاء حاج میں سے جزء ضعیف ہے اور مشاة جمع ماشی کی ہے بمعنی پیادگان۔

---

وَاَوْ وَ اِمَّا وَاَمْ ثلثتُها لثبوت الحکم لاحد الاَمْرَیْنِ مُبْهمًا لابعینه نحو مررتُ برجلٍ او امرأةٍ و اِمَّا انما تکونُ حرفَ العطف اذا تقدَّ مَتْها اِمَّا اُخْریٰ نحو العدد اِمَّا زوجٌ و اِمَّا فردٌ ویجوز اَنْ یتقدمَ اِمَّا علی اَوْ نحو زیدٌ اِمَّا کاتبٌ اواُمّیٌّ وام علی قِسْمَیْنِ متصلة وهی مایُسْئَلُ بها عن تعیین احد الامرین والسائل بها یَعْلَمُ ثبوتَ احدِهما مبهمًا بخلاف اَوْ و اِمَّا فانّ السائلَ

بهما لایعلم ثبوتَ اَحَدِهما اصلاً وتستعمل بثلٰثة شرائط الاَوَّلُ ان یقع قبلها همزةٌ نحو ازیدٌ عندكَ اَمْ عمرٌو والثانی اَنْ یَلِیَهَا لفظٌ مثل مایلی الهمزةَ اَعْنِیْ اِنْ كان بعد الهمزة اسمٌ فكذلك بعد ام كما مروان كان بعد الهمزة فعل فكذلك بعدها نحو أَقَامَ زیدٌ اَمْ قَعَدَ فلا یقالُ ارایت زیداً ام عمرا.

ترجمہ: ''اور اَوْ، اِمّا، اور اَمْ یہ تینوں حروف دو امور میں سے ایک کے لئے حکم کو ثابت کرنے کے لئے آتے ہیں مبہم طور پر نہ کہ متعین طور پر جیسے مررتُ برجلٍ اور اِمرأۃٍ اور اِمَّا حرفِ عطف ہوتا ہے جب کہ اس سے پہلے دوسرا اِمّا مقدم مذکور ہو جیسے هٰذا العددُ امّا زوج وامّا فردٌ اور جائز ہے کہ اِمَّا اَوْ پر مقدم مذکور ہو جیسے زیدٌ اِمّا کاتبٌ اَوْ اُمِّیٌّ اور اَمْ دو قسم پر ہے ایک متصلہ اور اَمْ متصلہ وہ حرف ہے جس سے امرین مذکورین میں سے ایک کی تعین کا سوال کیا جائے اور اَمْ کے ذریعہ سوال کرنے والا اُن دونوں میں سے ایک کے ثبوت کو مبہم طور پر جانتا ہے بخلاف اَوْ اور اِمَّا کے پس بے شک اِن دونوں کے ذریعہ سوال کرنے والا دونوں میں سے ایک کے ثبوت کو بالکل نہیں جانتا اور اَمْ متصلہ تین شرطوں کے ساتھ استعمال کیا جاتا ہے اوّل شرط یہ ہے کہ اس سے پہلے ہمزہ واقع ہو جیسے أزیدٌ عندك اَمْ عمروٌ اور دوسری شرط یہ ہے کہ اس سے ایسا لفظ ملا ہوا ہو جو اس لفظ کے مثل ہو جو ہمزہ سے ملا ہوا ہے میری مراد یہ ہے کہ اگر ہمزہ کے بعد اسم ہو تو ام کے بعد بھی اسی طرح اسم واقع ہو جیسا کہ گزر چکا۔ اور اگر ہمزہ کے بعد فعل واقع ہو تو ام کے بعد بھی اسی طرح فعل واقع ہو جیسے أقَامَ زیدٌ اَمْ قَعَدَ، پس نہیں کہا جائے گا أرأیتَ زیداً ام عمرواً۔''

---

قوله واو واما وام ثلثتها لثبوت الحکم الخ یہ تینوں حروف دو امروں میں سے کسی ایک امر مبہم کے لئے جو متکلم کے نزدیک متعین نہیں ہے۔ حکم ثابت کرنے کے لئے آتے ہیں یعنی یہ تینوں اس امر پر دلالت کرنے کے لئے آتے ہیں کہ نسبت معطوف اور معطوف علیہ میں سے کسی ایک کے لئے بر سبیل ابہام ہے جیسے مررت برجل او امراۃ (میں مرد یا عورت کے پاس سے گزرا) مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے الامرین بصیغہ تثنیہ کہہ کر اقل پر اکتفاء کیا ورنہ یہ دو سے مافوق میں بھی متصور ہو سکتا ہے۔

قوله واما انما تکون حرف العطف الخ یعنی اما بکسر ہمزہ حرف عطف اُس وقت ہوگا کہ جب اس سے پہلے دوسرا اما ہو تا کہ شروع ہی سے یہ معلوم ہو جائے کہ حکم دو امروں میں سے کسی ایک کے لئے ہے جیسے العدد اما زوج واما فرد (عدد یا تو زوج ہے یا فرد ہے)۔

قوله ویجوز ان یتقدم الخ اور اما کا او پر مقدم ہونا جائز ہے جیسے زید اما کاتب او امی (زید یا تو کاتب ہے یا

اُمی ہے) اور یہ بھی جائز ہے کہ اما او پر مقدم نہ ہو جیسے زید کاتب او امی جاننا چاہیے کہ اما کا معطوف علیہ پر مقدم ہونا اور واو کا اُس پر داخل ہونا یہ وہم پیدا کرتا ہے کہ اما حرف عطف میں سے نہیں ہے جیسا کہ ابوعلی فارسی کا مسلک ہے لیکن جمہور اس کو شک کے لئے ہونے کی وجہ سے حرف عطف میں سے شمار کرتے ہیں۔

قوله وام علی قسمین متصلة الخ یہاں سے مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ ام کے معنی بتلا رہے ہیں تا کہ اس میں اور او اور اما میں فرق ظاہر ہو جائے یعنی کلمہ ام دو قسم پر ہے ایک متصلہ وہ ہے جس سے سائل دو امروں میں سے کسی ایک امر کی تعیین کا سوال کرے درانحالیکہ اس سے سوال کرنے والا جانتا ہو کہ ان دونوں میں سے کوئی ایک جو سائل کے نزدیک مبہم اور غیر معین ہے ضرور ثابت ہے۔ جیسے اضربت زیدا ام اکرمته (کیا تو نے زید کو مارا یا اُس کا اکرام کیا یعنی میں جانتا ہوں کہ تو نے زید کے ساتھ ان دونوں میں سے کوئی ایک امر ضرور کیا ہے لیکن علی التعیین نہیں جانتا۔ بخلاف او اور اما کے کہ ان سے سوال کرنے والا دو امروں میں سے کسی ایک کے ثبوت کو بالکل نہیں جانتا نہ تو بطریقہ تعیین جانتا ہے اور نہ بطریقہ ابہام۔

قوله وتستعمل بثلثة شرائط الخ اور ام متصلہ کا استعمال تین شرطوں کے ساتھ ہے۔

اوّل: یہ کہ اُس سے پیشتر ہمزۂ استفہام واقع ہو (نہ ہل) خواہ ہمزہ استفہام لفظاً ہو جیسے ازیدٌ عندك ام عمروٌ (کیا تیرے پاس زید ہے یا عمر) خواہ تقدیراً جیسے ع۔ صدری بها افضی ام البیداء ای أصدری (کیا میرا سینہ اُس کے مقابلہ میں زیادہ چوڑا ہے یا جنگل)۔

دوم: یہ کہ ام متصلہ کے بعد وہ لفظ واقع ہو جو اُس لفظ کی مثل ہو جو ہمزۂ استفہام کے بعد واقع ہے یعنی اگر ہمزہ کے بعد اسم ہے تو ام کے بعد بھی اسم ہو جیسا کہ اُس کی مثال گزر چکی۔ اور اگر ہمزہ کے بعد فعل ہو تو ام کے بعد بھی فعل ہو۔ جیسے أقام زید ام قعد (کیا زید کھڑا ہے یا بیٹھا ہے)۔

قوله فلا یقال ارایت زیدا ام عمروا الخ یعنی شرط ثانی کی بناء پر ارایت زیدا ام عمروا نہیں کہا جاتا اس لئے کہ ہمزہ کے بعد فعل ہے اور ام کے بعد اسم لہٰذا اس میں دوسری شرط نہیں پائی گئی۔

---

والثالث ان یکون احد الا مرَیْنِ المستویَیْنِ محققا وانما یکون الاستفهام عن التعیین فلذلك یجب ان یکون جواب ام بالتعیین دون نعم اولا فاذا قیل ازیدٌ عندك ام عمروٌ فجوابه بتعیین احدهما امَّا اذا سئل باَوْ و اِمَّا فجوأبه نعم اولا ومنقطعةٌ وهی ماتکون بمعنی بل مع الهمزة کما اذا رأیتَ شِبْحًا مِنْ بعید قُلْتَ اِنها لَاِبلٌ علی سبیل القطع ثم حصل لك شكٌ انها شاة فقلتَ اَمْ هی شاةٌ تقصد الاعراضَ عن الِاخبَار الاَوَّلِ والاستینافَ بسوالٍ اخر معناه بل هی شاة.

ترجمہ: "اور تیسری شرط یہ ہے کہ دو متساوی امور میں سے ایک محقق ہو اور استفہام صرف تعیین کے لئے کیا گیا ہو پس اسی لئے واجب ہے کہ اَمْ کا جواب تعیین کے ساتھ دیا جائے نہ کہ نعم یا لا کے ساتھ پس جب کہا جائے أزیدٌ عندك أم عمروٌ تو اس کا جواب دونوں میں سے ایک کی تعین کے ساتھ ہوگا بہر حال جب أوْ یا اِمّا سے سوال کیا جائے تو اس کا جواب نعم یا لا کے ساتھ ہوگا اور دوسرا ام منقطعہ ہے، أم منقطعہ وہ حرف ہے جو بل کے معنی میں ہو ہمزہ کے ساتھ جیسے جب تو نے دور سے کوئی شبیہ (صورت) دیکھی تو تو نے کہا وہ یقینی طور پر اونٹ ہے پھر تجھے شک واقع ہوا کہ وہ بکری ہے تو تو نے کہا أمْ هِیَ شاةٌ کہ تو پہلی خبر سے اعراض کا ارادہ کر رہا ہے اور دوسرے سوال کے ساتھ استیناف کا ارادہ کر رہا ہے اس کے معنی ہیں، بَلْ هی شاةٌ۔"

سوم: یہ کہ امرین مستوین یعنی معطوف علیہ اور معطوف میں سے کوئی ایک متکلم کے نزدیک محقق اور ثابت ہو اور اب متکلم مخاطب سے امرین مستوین میں سے تعیین کا سوال کر رہا ہو۔

قولہ فلذلك یجب پس اسی وجہ سے کہ ہمزہ اور ام سے سوال طلب تعیین کے لئے ہوتا ہے (متکلم کے اس امر کے جاننے کے بعد کہ ان دونوں میں سے کوئی ایک ثابت ضرور ہے) ام متصلہ کا جواب احد الامرین کی تعیین سے ہوگا نہ نعم اور لا سے کیونکہ یہ دونوں تعیین کا فائدہ نہیں دیتے اور سائل تعیین چاہتا ہے پس جب ازید عندك ام عمرو کہا جائے تو اس کے جواب میں زید یا عمر کہنا صحیح ہے اور نعم یا لا نہیں کہہ سکتے لیکن جب لفظ او یا اما ہمزہ استفہام کے ساتھ ہوں اور ان سے سوال کیا جائے تو ان کے جواب میں نعم یا لا کہہ سکتے ہیں۔ مثلاً اجاء ك زید او عمرو او اجاء ك زید اما عمرو کے جواب میں نعم یا لا کہہ سکتے ہیں اس لئے کہ اس جگہ سوال سے مقصود یہ ہے کہ ان دونوں میں سے کوئی تیرے پاس آیا ہے یا نہیں۔ ان سے سوال تعیین کا نہیں ہوتا۔

قولہ ومنقطعة وهی تکون بمعنی بل مع الهمزه الخ دوسرے ام منقطعہ وہ ہے جو بمعنی بل اور ہمزہ ہوتا ہے یعنی جس جگہ منقطعہ ہوگا وہاں پہلے کلام سے اضراب اور اعراض ہوگا۔ اور وہ کلام جو ام کے بعد مذکور ہے اس سے سوال ہوگا جیسے انها لا بل ام شاة ای بل هی شاة یہ اس وقت ہے جب کہ تم نے دور سے کوئی صورت دیکھی اور یقین کر کے کہا کہ انها لابل (تحقیق وہ اونٹ ہے) اس لئے کہ جب تم نے صورت کو دیکھا تو تم نے بلاشک وشبہ جان لیا کہ وہ اونٹ ہیں۔ پھر جب تم اس صورت کے قریب پہنچے اور تم نے جانا کہ وہ اونٹ نہیں ہیں تو تم کو شک ہوا اور تم نے کہا کہ ام هی شاة (کیا وہ بکری ہے) پس تم نے پہلی خبر یعنی انها لابل سے اعراض کیا اور دوسرا سوال کیا کہ ام ہی شاة پس ام هی شاة کے معنی بل اہی شاة ہیں (بلکہ کیا وہ بکری ہے) اس جگہ ظاہر ہے کہ ام کے بعد والے کلام سے استفہام ہے اور اُس کے پہلے کلام سے اعراض۔

قوله تقصد الاعراض الخ یہ قلت کی ضمیر مخاطب ت سے حال ہے۔

واعْلَمْ اَنَّ ام المنقطعةَ لاتستعمل الا فی الخبر کما مَرَّ وفی الاستفهام نحو اَعِندكَ زیدٌ اَمْ عمرٌو وسَأَلْتَ اَوَّلاً عَن حصول زیدٍ ثم اَضْرَبْتَ عن السوال الْاَوّلِ واخذتَ فی السّوال عن حصولِ عمرٍو ولا وبل ولکن جمیعها لثبوت الحکم لاحدالا مرین معیّنا اما لا فلنفی ما وَجَبَ للاوّل عن الثانی نحو جاءنی زید لا عمرو وبل للاضراب عن الاوّل والاثبات للثانی نحو جاءنی زید بل عمرو معناه بل جاءَنیْ عمرٌو وجَاءَ بَکرٌ بل خالد معناه بل ماجاء خالد ولکنْ للاستدراك ویلزمها النفی قبلها نحو ماجاءنی زید لکن عمر وجاء او بعدها نحو قام بکرٌ لکن خالد لم یقم.

ترجمہ: ”اور تو جان لے کہ أم منقطعہ استعمال نہیں کیا جاتا مگر خبر میں جیسا کہ گزر گیا اور استفہام میں جیسے أعندكَ زیدٌ أم عمروٌ کہ تونے اوّلاً زید کے حصول کا سوال کیا پھر تو نے سوال اوّل سے اعراض کیا اور عمرو کے حصول کے بارے میں سوال اختیار کیا، اور حرف لا، بل اور لکن، دو امروں میں سے کسی ایک کے لئے معین طور پر حکم کو ثابت کرنے کے لئے ہیں، بہرحال لا، پس وہ ثانی سے اس چیز کی نفی کے لئے ہے جو اوّل کے لئے ثابت ہوا ہے جیسے جآء نی زیدٌ لا عمروٌ اور بل اوّل سے اضراب اور ثانی کے اثبات کے لئے ہے جیسے جآء نی زیدٌ بل عمروٌ اس کا معنی ہے بل جآء نی عمروٌ اور جآء بکرٌ بَلْ خالدٌ اس کے معنی ہیں بل ماجآء خالدٌ اور حرف لکن استدراک کے لئے آتا ہے اور اس کو اس سے پہلے نفی لازم ہے جیسے ما جآء نی زیدٌ لکن عمروٌ جآءَ، یا اس کے بعد جیسے قام بکرو لکن خالدٌ لَمْ یَقُمْ۔“

قوله واعلم ان ام المنقطة الخ یعنی ام منقطعہ کبھی خبر کے بعد آتا ہے جیسا کہ اس کی مثال گزر چکی اور وہ انها لابل ام شاة ہے اور کبھی استفہام کے بعد آتا ہے جب کہ متکلم کا ارادہ پہلے استفہام سے اعراض کا ہو اور ام کے بعد سے سوال کا جیسے اعندكَ زید ام عمرو اس میں پہلے استفہام سے اضراب اور اعراض ہے اور بعد ام سے سوال یعنی پہلے تم نے یہ خیال کیا کہ زید مثلاً خالد کے پاس ہے تو تم نے کہا کہ ازید عندک پھر جب تم کو یہ معلوم ہوا کہ زید خالد کے پاس نہیں ہے تو تم نے اعراض کیا اور کہا کہ ام عمرو عندک۔

قوله ولا وبل ولکن جمیعها لثبوت الحکم الخ یہ تینوں حروف دو امروں یعنی معطوف اور معطوف علیہ میں سے کسی ایک کے لئے معین طور پر ثبوت حکم کے لئے ہیں۔

قوله اما لا فلنفی ما وجب الخ لیکن کلمہ لا ثانی یعنی معطوف سے اُس حکم کی نفی کے لئے آتا ہے جو اوّل یعنی

معطوف علیہ کے لئے ثابت ہوگا۔ جیسے جاءنی زید لا عمرو (میرے پاس زید آیا نہ عمرو) اس میں حکم مجیئت معین طور پر معطوف علیہ کے لئے ہے نہ معطوف کے لئے اور بذریعہ لا عطف صرف کلام موجب میں ہوگا پس ما جاء نی زید ولا عمرو کہنا ناجائز ہے اور نیز اس کے ساتھ عامل کا اظہار مستحسن نہیں ہے جیسے جاء زید ولا جاء عمرو تا کہ دُعاء کے ساتھ مشتبہ نہ ہو جائے اور نیز لا کے ذریعہ سے اسم پر عطف ہوتا ہے۔ اور اس سے فعل مضارع پر عطف نادر ہے اور کلمہ غیر کے بعد لا تاکید نفی کے لئے آتا ہے۔ نہ عطف کے لئے جیسے غیر المغضوب علیھم ولا الضالین۔

قوله وبل للاضراب الخ اور کلمہ بل اوّل یعنی معطوف علیہ سے حکم پھیرنے اور ثانی یعنی معطوف کے لئے حکم ثابت کرنے کے لئے ہے خواہ کلام مثبت ہو خواہ کلام منفی اور معطوف علیہ مسکوت عنہ کے حکم میں ہوتا ہے۔ یعنی اس کے لئے نہ تو حکم کا ثبوت ہے اور نہ اُس سے حکم کی نفی ہے جیسے جاء نی زید بل عمرو ای بل جاء نی عمرو (میرے پاس زید آیا بلکہ عمر آیا) بل کے کلام مثبت میں واقع ہونے کی مثال ہے اور جیسے ماء جاء بکر بل خالد ای بل ماجاء خالد ( بکر نہیں آیا بلکہ خالد نہیں آیا) بل کے کلام منفی میں واقع ہونے کی مثال ہے۔ اور ان دونوں صورتوں میں مطوف علیہ مسکوت عنہ کے حکم میں ہے یعنی اُس پر نہ تو آنے کا حکم ہے اور نہ نہ آنے کا لیکن کلمہ بل میں جب وہ نفی کے بعد آئے اختلاف ہے بعض کا یہ مسلک ہے کہ کلمہ بل حکم منفی کو معطوف علیہ سے معطوف کی طرف پھیرنے کے لئے ہے جیسے ماجاء بکر بل خالد ای بل ماجاء خالد اور معطوف علیہ مسکوت عنہ کے حکم میں ہے۔ مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے اسی مسلک کو اختیار فرمایا ہے۔ اور بعض کے نزدیک کلمہ بل نفی کے بعد معطوف کے لئے اُس حکم کو ثابت کرنے کے لئے ہے جو حکم کہ معطوف علیہ سے منفی ہے۔ رہا معطوف علیہ وہ مسکوت عنہ کے حکم میں ہے یا یہ کہ حکم اُس سے منفی ہے اور یہ مسلک جمہور نحات کا ہے۔ جیسے ماجاء بکر بل خالد ای بل جاء خالد ( بکر نہیں آیا بلکہ خالد آیا) اور بکر یا تو مسکوت عنہ کے حکم میں ہے۔ یا یہ کہ حکم مذکور اس سے منفی ہے۔

قوله ولكن للاستدراك الخ اور کلمہ لکن استدراک کے لئے ہے اور استدراک کے معنی پہلے مذکور ہو چکے ہیں۔

قوله ويلزمها النفى الخ اور لکن کو نفی لازم ہے اور وہ بغیر نفی مستعمل نہیں ہوتا اس لئے کہ یہ معطوف اور معطوف علیہ میں معنی مغائرت کے لئے آتا ہے۔ پس اگر لکن سے مفرد کا مفرد پر عطف کیا جائے تو اس وقت اُس سے پیشتر نفی کا ہونا ضروری ہے اور معطوف کے لئے اُس حکم کو ثابت کرنے کے لئے ہوگا جو حکم کہ معطوف علیہ سے منفی ہے جیسے مَا قامَ زیدٌ لکن عمروٌ (زید نہیں کھڑا ہوا لیکن عمر کھڑا ہوا) اور اگر اس سے جملہ کا جملہ پر عطف کیا جائے تو اس وقت اس کے قبل یا اس کے بعد نفی کا ہونا ضروری ہے پس نفی کے بعد وہ اپنے مابعد کے اثبات کے لئے ہوگا جیسے مَا جَاءَ نِیْ زیدٌ لکن عمروٌ جاء (زید میرے پاس نہیں آیا لیکن عمر آیا) اور اثبات کے بعد اپنے مابعد کی نفی کے لئے جیسے قامَ بکرٌ لکن خالد لم یقم ( بکر کھڑا ہوا لیکن خالد نہیں کھڑا ہوا)۔

فصلٌ حروف التنبیه ثلٰثة الا واما وھا وضعتْ لتنبیه المخاطب لئلا یفوته شیء من الکلام فاَلَا واَمَا لایدخلان الاعلی الجملة اسمیةً کانتْ نحو قوله تعالی اَلَآ اِنَّھُمْ ھُمُ الْمُفْسِدُوْنَ وقول الشاعر شعر اما وَالَّذِیْ اَبْکیٰ واَضْحَکَ والَّذِی اَمَاتَ وَاَحییٰ وَالَّذِیْ اَمْرُہُ الْاَمْرُ اوفعلیةً نحو اَمَا لَاتَفْعَل واَلَا لَاتضرب والثالث ھاتدخل علی الجملة الاسمیة نحوھا زیدٌ قائمٌ والمفرد نحو ھذا وھؤلاء۔

ترجمہ: ''چوتھی فصل، حروفِ تنبیہ تین ہیں اَلَا ، اَمَا، اور ھَا جو مخاطب کو متنبہ کرنے کے لئے وضع کئے گئے ہیں تا کہ اس سے کلام میں سے کوئی بات فوت نہ ہو پس اَلَا اور اَمَا صرف جملہ داخل ہوتے ہیں اسمیہ ہو جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد اَلَا اِنّھم ھم المفسدون اور شاعر کا قول شعر، اَمَا والّذی اَبْکٰی واضحَک ÷ والّذی اماتَ واحیا والّذی اَمْرُہُ الاَمْرُ، یافعلیہ ہو جیسے اَمَا لا تفعل اور الا لا تضرب اور تیسرا ھا ہے جو جملہ اسمیہ پر داخل ہوتا ہے جیسے ھا زیدٌ قائمٌ اور مفرد پر بھی داخل ہوتا ہے جیسے ھٰذا اور ھٰؤلآء۔''

---

قوله حروف التنبیه ثلٰثة الا و اَماوھا الخ حروف تنبیہ تین ہیں الا (بفتح ہمزہ وتخفیف لام) اور اما (بفتح ہمزہ و تخفیف میم) اور ہا یہ ہمیشہ شروع جملہ میں آتے ہیں خواہ اسمیہ ہو خواہ فعلیہ اور یہ مخاطب کو تنبیہ اور آگاہ کرنے کے لئے وضع کئے گئے ہیں تا کہ کلام متکلم سے کوئی چیز مخاطب سے نہ جاتی رہے اور مخاطب کلام متکلم سے غافل نہ ہو اور کلام مخاطب کے ذہن میں متمکن ہو جائے اور اسی وجہ سے ان کا نام حروف تنبیہ رکھا گیا۔

قوله فالا واما لا یدخلان الخ پس الا اور اما صرف جملہ پر داخل ہوتے ہیں۔خواہ وہ اسمیہ ہو۔جیسے قول باری تعالیٰ ﴿اَلَا اِنَّھُمْ ھُمُ المفسدون﴾ (آگاہ تحقیق وہ ہی فساد کرنے والے ہیں) اس میں الا حرف تنبیہ جملہ اسمیہ پر داخل ہے اور جیسے قول شاعر ۔

اَمَا وَالَّذِیْ اَبْکیٰ وَاَضْحَکَ والّذی

اَمَاتَ واحیی والذی اَمْرُہُ الْاَمْرُ

(آگاہ قسم ہے اُس ذات کی جو رُلاتا ہے اور ہنساتا ہے اور قسم ہے اُس ذات کی جو مارتا ہے اور زندہ کرتا ہے اور قسم ہے اُس ذات کی جس کا حکم حکم ہے) اس میں اما حرف تنبیہ ہے جو جملہ اسمیہ پر داخل ہے اور واو قسم کی ہے اور باقی کلام موصولات کے صلات ہیں اور خواہ وہ فعلیہ ہو جیسے اَمَا لَا تَفْعَلْ (آگاہ تو مت کر) اور الا لا تضرب (آگاہ تو مت مار)۔

قوله والثالث ھا تدخل الخ اور حروف تنبیہ میں سے تیسرا حرف ہاء ہے جو جملہ اسمیہ پر داخل ہوتا ہے جیسے ھَا

زیدٌ قائمٌ (آگاہ زید کھڑا ہونے والا ہے) اور اسی طرح وہ جملہ فعلیہ پر بھی داخل ہوتا ہے جیسے ھَا اِفعَل (آگاہ تو کر)۔

قولہ والمفرد نحو ھذا وھؤلا اس کا عطف الجملیۃ الاسمیۃ پر ہے یعنی ھا مفرد پر جو اسم اشارہ ہوتا ہے داخل ہوتا ہے جیسے ھذا اور ھؤلاء اور ھذان اور ھاتان یہ تینوں حروف تمام جملوں پر داخل ہوتے ہیں لیکن صرف ھا مفرد پر بھی جو اسم اشارہ ہوتا ہے داخل ہوتا ہے۔

---

فصل حروف النداء خمسةٌ یاوایا وھیا وایْ والھمزةُ المفتوحةِ فایْ والھمزة للقریب وایا وھَیَا للبعید ویا لھما وللمتوسط وقدمر احکامُ المنادیٰ.

ترجمہ: ''پانچویں فصل، حروفِ نداء پانچ ہیں، یا، اَیَا ھَیَا، اَیْ اور ھمزہ مفتوحہ۔ ای اور ھمزہ قریب کے لئے آتے ہیں اور اَیَا اور ھَیَا بعید کے لئے آتے ہیں اور یا دونوں کے لئے اور متوسط کے لئے آتا ہے اور منادیٰ کے احکام سابق میں گزر چکے ہیں۔''

---

قولہ حروف النداء خمسة یا وایا الخ حروف ندا پانچ ہیں یا اور ایا اور ہیا اور ای (بفتح ہمزہ وسکون یا) اور ہمزہ مفتوحہ۔

قولہ فای والھمزة الخ یعنی ای اور ہمزہ مفتوحہ نداء قریب کے لئے آتے ہیں اور ایا اور ہیا نداء بعید کے لئے آتے ہیں اور یا تمام حروف نداء سے عام ہے نداء قریب اور نداء بعید اور نداء متوسط اور استغاثہ اور ندبہ سب کے لئے آتا ہے۔ اور نیز وہ باعتبار موارد استعمال کے عام ہے اس لئے کہ وہ محذوف بھی ہوتا ہے اور مذکور بھی۔

---

فصل حروف الایجاب سِتّةٌ نعم وبَلیٰ واَجَل وجَیْرِو اِنَّ وایْ اَمَّا نعم فلتقریر کلامٍ سابقٍ مُثبتًا کان اومنفیًا نحواً جاء زیدٌ قُلْتَ نَعَمْ واَمَا جاء زیدٌ قُلْتَ نَعَمْ وبَلیٰ تَخْتَصُّ بایجاب مانُفِیَ استفھامًا کقولہ تعالی اَلَسْتُ بِرَبّکُم قالُوْا بَلیٰ اوخبراً کما یقالُ لم یَقُمْ زیدٌ قُلْتَ بلیٰ ای قد قام وایْ للاثبات بعد الاستفھام ویلزَمُھا القَسم کما اذا قیل ھل کان کذا قلت ای واللّٰہ واجل وجَیْر و اِنَّ لتصدیق الخبر کما اذا قیل جاء زیدٌ قلتَ اَجلْ اوجَیْر اَوْ اِنَّ اَیْ اُصدِّقك فی ھذا الخبر.

ترجمہ: ''چھٹی فصل، حروفِ ایجاب چھ ہیں، نعم، بلیٰ، اَجلْ، جَیْر، اِنَّ اور اِیْ بہرحال نعم کلامِ سابق کو ثابت کرنے کے لئے آتا ہے خواہ مثبت ہو یا منفی ہو جیسے أجاءَ زیدٌ تو تو نے جواب میں کہا نعم اور أما جآءَ زیدٌ تو تو نے کہا نعم، اور بلیٰ اُس چیز کے ایجاب کے ساتھ خاص ہے جس کی نفی بطور استفہام کے کی گئی ہو جیسے اللہ تعالیٰ کا قول أَلستُ بربکم قالُوا بلیٰ، یا بصورۃِ خبر نفی کی گئی ہو جیسے کہا جائے لم یَقُمْ

زیدٌ، تو تو نے کہا بلٰی، یعنی قد قام، اور اَیْ استفہام کے بعد اثبات کے لئے آتا ہے اور اس کو قسم لازم ہے جیسے جب کہا جائے ھل کان کذا تو تو کہے اِیْ واللّٰہِ، اور اجل، جَیْرِ اور اِنَّ خبر کی تصدیق کے لئے آتے ہیں جیسے جب کہا جائے جآء زیدٌ تو تو کہے اَجَلْ یا جیر یا اِنَّ یعنی میں اس خبر میں تیری تصدیق کرتا ہوں۔"

---

قوله حروف الایجاب ستة نعم و بلی الخ حروف ایجاب چھ ہیں نعم (بفتح نون وعین) اور بلی اور اجل (بفتحتین وسکون لام) اور جیر (بفتح جیم وسکون یا) اور ان (بکسر ہمزہ وتشدید نون) اور ای بکسر ہمزہ وسکون یاء) اور ایجاب بمعنی اثبات ہے۔

قوله اما نعم فلتقریر الخ یعنی کلمہ نعم کلام سابق کی تثبیت کے لئے آتا ہے خواہ وہ کلام مثبت ہو خواہ منفی خواہ استفہام ہو خواہ خبر جیسے اجاء زید (کیا زید آیا) کے جواب میں تم نعم کہو معنی یہ ہوں گے کہ نعم جاء زید (ہاں زید آیا) اور جیسے اما جاء زید (کیا زید نہیں آیا) کے جواب میں تم نعم کہو ای نعم ماجاء زید (ہاں زید نہیں آیا) اور جیسے قام زید کے جواب میں نعم ای نعم قام زید اور ما قام زید کے جواب میں نعم ای نعم ما قام زید۔

قوله وبلٰی تختص بایجاب الخ یعنی کلمہ بلی اُس کام کے اثبات کے لئے آتا ہے جو پہلے منفی ہے یعنی وہ کلام منفی کے بعد آتا ہے اور اس کی نفی کو توڑ کر اس کو مثبت بنا دیتا ہے خواہ وہ نفی استفہام ہو جیسے قول باری تعالیٰ ﴿الست بربکم قالوا بلی﴾ (کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں انہوں نے کہا کہ ہاں آپ ہمارے رب ہیں) خواہ خبر جیسے لم یقم زید (زید نہیں کھڑا ہوا) کے جواب میں بلی معنی یہ ہوں گے کہ بلی قام زید۔

قوله ای للاثبات الخ اور کلمہ ای استفہام کے بعد اثبات کے لئے آتا ہے اور اس کو قسم لازم ہے لیکن بدون ذکر فعل قسم جیسے جب ھل کان کذا (کیا ایسا تھا) کہا جائے اور تم اُس کے جواب میں ای واللّٰہ کہو (ہاں اللہ کی قسم ایسا تھا) اور اقسمت ای واللّٰہ کہنا ناجائز ہے اور نیز اس کا مقسم بہ صرف رب اور اللہ اور عمر ہوتا ہے جیسے ای واللّٰہ اور ای وربی اور ای لعمری۔

قوله واجل وجیرو ان الخ یہ تینوں کلمات خبر کی تصدیق کے لئے آتے ہیں خواہ خبر مثبت ہو خواہ منفی اور یہ استفہام کے بعد نہیں آتے جیسے جب جاء زید کہا جائے اور تم اُس کے جواب میں اجل یا جیر یا ان کہو پس معنی یہ ہوں گے کہ اصدقك فی ھذا الخبر (میں تیری اس خبر میں تصدیق کرتا ہوں) اور لفظ ان کا اس باب میں استعمال قلیل ہے۔

---

فصل حروف الزیادة سبعة اِنْ وَاَنْ وَمَا ولا ومِنْ والباء واللام فاِنْ تزاد مع ماالنّافیة نحو ما اِنْ زیدٌ قائمٌ ومع ما المصدریة نحو انتظِرما اِنْ یجلس الا میُر ومع لَمَّا نحو لَمَّا اِنْ جلستَ

جلستُ واَنْ تزاد مع لمَّا كقوله تعالى فَلَمَّا اَنْ جآءَ الْبَشِيْرُ وبين لو والقسم المتقدّمِ عليها نحو واللّٰهِ اَنْ لوقُمْتَ قُمْتُ وما تزادمع اذا ومتى واَىٌّ وانّى واين و اِنْ شرطيات كما تقول اذا ماصمتَ صمتُ وكذا البواقى وبعد بعض حروف الجرّ نحو قوله تعالى فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَعَمَّا قَلِيْلٍ لَّيُصْبِحُنَّ نَادِمِيْنَ وِمِمَّا خَطِيْئٰتِهِمْ اُغْرِقُوْ افَاُدْخِلُوْا نَارًا وزيد صديقى كما اَنَّ عمراً اخى ولا تزادمع الواو بعد النفى نحو ما جاءنى زيدٌ ولا عمرٌو وبعد اَنْ المصدرية نحو قوله تعالى مَامَنَعَكَ ان لَّا تَسْجُدَ وقبل القسم كقوله تعالٰى لااُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ بمعنى اُقْسِمُ واَمَّا مِنْ والباءُ واللامُ فقد مَرَّ ذكرُهَا فى حروف الجرِّ فلا نُعِيْدُها.

**ترجمہ:** ''ساتویں فصل، حروف زیادت سات ہیں اِنْ، اَنْ، ما، لَا، مِنْ ، با اور لام، پس اِنْ مائے نافیہ کے ساتھ زائدہ ہوتی ہے جیسے ما اِنْ زیدٌ قائمٌ اور مائے مصدریہ کے ساتھ جیسے اِنْتَظِرْ ما اِنْ یجلس الامیر اور لما کے ساتھ جیسے لما اِنْ جلستَ جلستُ اور اَنْ، لمّا کے ساتھ زائدہ ہوتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا قول فَلمّا اَنْ جآء البشیر، اور لَوْ اور اس قسم کے درمیان جو اس لَوْ پر مقدم ہو اَنْ زائدہ ہوتا ہے جیسے واللّٰه اَنْ لَوْ قُمتَ قُمْتُ، اور ما زائدہ ہوتا ہے اذا متٰی، ایٌّ، اَنَّى، اَین اور اِنْ شرطیات کے ساتھ جیسے تو کہے اذا ما صُمتَ صُمتُ اور اسی طرح باقی ہیں، اور حروفِ جر کے بعد جیسے اللہ تعالیٰ کا قول فبما رحمة مِّنَ اللّٰه اور عمّا قلیل لَیُصْبِحُنَّ نادمین، اور مِمّا خطیئٰتهم اُغرقوا فاُدخِلُوا ناراً اور زیدٌ صدیقی کما اَنَّ عمراً اخی، اور لا واوَ کے ساتھ نفی کے بعد زائدہ ہوتا ہے جیسے ما جاءنی زیدٌ ولا عمرٌو، اور اَنْ مصدریہ کے بعد جیسے اللہ تعالیٰ کا قول ما منعك ان لّا تسجُدَ اور قسم سے پہلے جیسے اللہ تعالیٰ کا قول لا اُقسِمُ بِهٰذا البلد اُقْسِمُ کے معنی میں ہے اور بہر حال من با اور لام، ان کا ذکر حروف جر میں گزر چکا ہے پس ہم ان کا اعادہ نہیں کرتے۔''

---

قوله حروف الزیادت سبعة ان وان الخ حروف زیادت سات ہیں ان ( بکسر ہمزہ) اور ان (بفتح ہمزہ) اور ما اور لا اور من ( بکسر میم) اور باء اور لام اور زیادت کے یہ معنی ہیں کہ اگر ان کو کلام میں سے حذف کر دیا جائے تو اصل معنی میں کوئی خلل نہ آئے نہ یہ کہ وہ محض بے فائدہ ہوتے ہیں اس لئے کہ ان کے فوائد ہیں مثلاً کلام کی تزیین اور وزن کی استقامت اور تاکید وغیرہ اور نیز زیادت کے یہ معنی نہیں ہیں کہ وہ ہر جگہ زائد ہوتے ہیں بلکہ اُس کے یہ معنی ہیں کہ جب کلام میں زیادت حروف کا ارادہ کیا جائے تو یہ زائد واقع ہو سکتے ہیں۔

قوله فان تزاد مع ما الخ اس میں فا تفسیریہ ہے اور ان ( بکسرہ ہمزہ وسکون نون) اکثر ما نافیہ کے ساتھ زائد ہوتا

ہے اور تاکید نفی کے لئے آتا ہے اور وہ اسم اور فعل دونوں پر آتا ہے اسم کی مثال جیسے ما ان زید قائم ای ما زید قائم فعل کی مثال جیسے حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں۔

مَا اِنْ مَدَحْتُ محمداً بمقالتی

ولکن مَدَحْتُ مقالتی بمحمد

ای ما مدحت اور وہ ما مصدریہ کے ساتھ زائد ہوتا ہے لیکن ان کا ما مصدریہ کے ساتھ ہونا قلیل ہے جیسے انتظر ما ان یجلس الامیر ای انتظر مدت جلوس الامیر (تو امیر کے بیٹھنے تک انتظار کر) اور وہ لما کے ساتھ زائد ہوتا ہے جیسے لما ان جلستَ جلستُ ای لما جلستَ جلستُ (جس وقت تو بیٹھا میں بیٹھا) اور اس لما کو لما حینیہ کہتے ہیں۔

قولہ وان تزاد مع لما الخ اور کلمہ ان (بفتح ہمزہ وسکون نون) لما کے ساتھ زائد ہوتا ہے جیسے فلما ان جاء البشیر (جب خوش خبری دینے والا آیا) اور درمیان لفظ لو اور قسم کے جو اس سے پیشتر ہوتی ہے زائد ہوتا ہے جیسے واللّٰہ ان لو قمتَ قمتُ (اللہ کی قسم اگر تو کھڑا ہوتا تو میں کھڑا ہوتا)۔

قولہ وما تزاد الخ اور کلمہ ما ہمیشہ اذا اور متی اور ای اور انی اور این اور ان کے ساتھ جب کہ یہ شرطیہ ہوں زائد ہوتا ہے۔ لیکن اگر یہ کلمات شرطیہ نہ ہوں تو لفظ ما زائد نہیں ہوتا جیسے اذا ما صمت صمت ای اذا صمت صمت۔

قولہ وکذا البواقی اور اسی طرح باقی ہیں جیسے حتی ما تذھب اذھب اور جیسے ایا ما تدعو فلہ الاسماء الحسنی (جونسا بھی اُس کا نام تم پکارو اس کے لئے اچھے نام ہیں) اور جیسے اینما تجلس اجلس (جس جگہ تو بیٹھے گا میں بیٹھوں گا) اور جیسے قول باری تعالیٰ ﴿اما ترین من البشر احدا﴾ (اگر تم بشر میں سے کسی کو بھی دیکھو) اور کلمہ ما بعض حروف جر کے بعد زائد ہوتا ہے فبما رحمۃ من اللّٰہ لنت لھم ای فبرحمۃ من اللّٰہ (پس اللہ کی رحمت کے سبب سے آپ ان کے لئے نرم ہو گئے) یہاں پر حرف جار کے بعد ما زائدہ ہے اور جیسے قول باری تعالیٰ ﴿مما خطیئاتھم اغرقوا فادخلو نارا ای من خطیئاتھم﴾ (وہ اپنے گناہوں کے وجہ سے غرق کر دیئے پس وہ آگ میں داخل کئے گئے) یہاں من حرف جار کے بعد ما زائد ہے اور جیسے عما قلیل ای عن قلیل اور جیسے زید صدیقی کما ان عمروا اخی (زید میرا دوست ہے جیسا تحقیق عمر میرا بھائی ہے) مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے بعد بعض حروف الجر کہا اس لئے کہ وہ تمام حروف جر کے بعد زائد نہیں ہوتا۔ اور مضاف اور مضاف الیہ کے درمیان ما کا زائد ہونا قلیل ہے جیسے غضبت من غیر ماجزم ای من غیر جرم (تو بغیر کسی جرم کے غصہ ہوا)۔

قولہ ولا تزاد مع الواو الخ اور کلمہ لا اُس واو عاطفہ کے ساتھ جو نفی کے بعد ہو زائد ہوتا ہے خواہ وہ نفی لفظاً ہو جیسے ما

جاء نی زید ولا عمرو (میرے پاس زید نہیں آیا اور نہ عمرو) خواہ معنی جیسے قول باری تعالیٰ ﴿غیر المغضوب علیھم ولاالضالین﴾ اس میں لفظ غیر نفی نہیں ہے۔لیکن معنی نفی اس سے مستفاد ہوتے ہیں اور کلمہ لا ان مصدر یہ کے بعد زائد ہوتا ہے جیسے قول باری تعالیٰ ﴿ما منعك ان لا تسجد ای ان تسجد﴾ کس چیز نے تجھ کو سجدہ کرنے سے منع کیا) اور کلمہ لا فعل قسم سے پیشتر زائد ہوتا ہے لیکن یہ قلیل ہے۔ جیسے قول باری تعالیٰ ﴿لا اقسم بھذا البلد ای اقسم﴾ (میں اس شہر کی قسم کھاتا ہوں)۔

قولہ واما من والباء واللام الخ اور کلمہ من اور باء اور لام کا ذکر حروف جر کی بحث میں گزر چکا ہے۔ لہٰذا یہاں اس کو دوبارہ ہم نہیں لوٹائیں گے۔

---

فصل حرفا التفسير اَیْ واَنْ فاَیْ كقوله تعالى واسْئَلِ القَرْيَةَ اَیْ اَهْلَ القَرْيَةِ كانك تفسره اَهْل القرية واَنْ انّما يفسربها فعل بمعنى القول كقوله تعالى ونا دينهُ اَنْ يّاَاِبْرَاهِيْمُ فلا يقالُ قُلْتُ له اَنْ اكتبُ اذهو لفظ القول لامعناه.

**ترجمہ:** ''آٹھویں فصل، تفسیر کے دو حرف ہیں اَیْ اور اَنْ پس اَیْ جیسے اللہ تعالیٰ کا قول واسئل القرية ای اَهل القريةِ، گویا تو اس کی تفسیر اهل القریہ سے کررہا ہے، اور اَنْ بے شک اس کے ذریعہ اُس فعل کی تفسیر کی جاتی ہے جو قول کے معنی میں ہو جیسے اللہ تعالیٰ کا قول و نادینہ، اَنْ یآ ابراهیمُ، پس نہیں کہا جاتا قُلتُ لَهٗ اَنْ اُكتُبْ، اس وجہ سے کہ یہ لفظِ قول ہے نہ کہ معنی قول۔''

---

قولہ حرفا التفسیر ای وان الخ حرفا اصل میں حرفان تھا نون تثنیہ بوجہ اضافت گر گیا۔ جب کلام میں ابہام ہوتا ہے تو اُس کی تفسیر کی ضرورت ہوتی ہے لہٰذا تفسیر کے دو حرف ہیں ایک ای (بفتح ہمزہ وسکون یاء) دوسرے ان (بفتح ہمزہ و سکون نون) یاد رکھنا چاہئے کہ حرف تفسیر کے مابعد کا اعراب اُس کے ماقبل کے اعراب کے تابع ہوتا ہے۔

قولہ فای کقولہ تعالی الخ پس کلمہ ای ہر مبہم چیز کی تفسیر کے لئے آتا ہے خواہ وہ مبہم مفرد ہو جیسے قول باری تعالیٰ ﴿واسئل القرية ای اهل القرية﴾ (آپ اہل قریہ سے سوال کریں) اس میں کلمہ ای نے تفسیر کر دی ہے القریۃ سے مراد اہل القریۃ ہیں۔

قولہ کانك تفسرہ الخ تفسرہ کی ضمیر مفعول ہ القریۃ کی طرف لوٹ رہی ہے اور اس کی تذکیر یا تو باعتبار لفظ قریہ ہے یا باعتبار مفسر بہ ہے خواہ وہ مبہم جملہ ہو جیسے قطع رزقه ای مات (اُس کا رزق بند ہو گیا یعنی وہ مر گیا)۔

قولہ وان انما یفسر بھا الخ اور کلمہ ان سے اُس فعل کی تفسیر کی جاتی ہے جو بمعنی قول ہو جیسے امر اور ندا اور کتابت وغیرہ پس وہ نہ تو لفظ قول کے بعد واقع ہوگا اور نہ اُس کے بعد جو قول کے معنی میں نہ ہو اور وہ اکثر مفعول مقدر کی تفسیر کرتا ہے

جیسے قول باری تعالیٰ ﴿ ونادینه ان یا ابراهیم ﴾ اس میں ندا بمعنی قول ہے اس لئے کہ نداء قول کے بغیر نہیں ہوتی اور ان یا ابراہیم نادیناہ کے مفعول مقدر کی تفسیر ہے ای نادیناہ بشیء او نادیناہ بلفظ هو قولنا یا ابراهیم اور کبھی وہ مفعول بہ ظاہر کی تفسیر کرتا ہے جیسے اذ اوحینا الی امّك ما یوحی ان اقذفیه (جب کہ ہم نے وحی کی تمہاری والدہ کی طرف اُس چیز کی جو وحی گئی یہ کہ تم اس کو اُس میں ڈال دو) اس میں ان اقذفیه تفسیر ما یوحی کی ہے جو اَوحینا فعل کا مفعول ظاہر ہے اور جیسے کتبت الیه ان ایت اس میں کتبت بمعنی قول ہے۔ اس لئے کہ کتابت قول کے بغیر نہیں ہوتی اور اس میں ان ایت مفعول مقدر کی تفسیر کر رہا ہے کتب الیه شیئا هو ایت اور چونکہ ان اس قول کے بعد آتا ہے جو بمعنی قول ہو نہ لفظ قول ہو۔ لہٰذا قلت له ان اکتب نہیں کہا جا سکتا اس لئے کہ اس میں ان اکتب لفظ قول کے بعد واقع ہے اور وہ اُس فعل کے بعد نہیں ہے جو قول کے معنی میں ہو اور کلمہ ای ان سے عام ہے ہر فعل کے بعد واقع ہوتا ہے خواہ وہ لفظ قول ہو خواہ قول کے معنی میں ہو یا اس کے علاوہ کوئی اور فعل ہو۔

---

فصل حروف المصدر ثلثة مَاوَانْ واَنَّ فالأُولَيَانِ للجملة الفعلية كقوله تعالى وَضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ اى بُرحبها وقول الشاعر شعر يَسُرُّ المرءَ ماذَهَبَ الليالى وكان ذِهَا بُهُنَّ لهُ ذهابًا واَنْ نحو قوله تعالى فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖ اِلَّا اَنْ قالُوْا اى قولهم واَنَّ للجملة الاسميّة نحو عَلِمْتُ اَنَّكَ قائم اى قيامَك.

**ترجمہ:** "نویں فصل، حروف مصدر تین ہیں ما، اَنْ، اور اَنَّ پس پہلے دو جملہ فعلیہ کے لئے آتے ہیں جیسے اللہ تعالیٰ کا قول وضاقت علیهم الارض بما رَحُبت یعنی بِرُحْبِها اور شاعر کا قول شعر، یسُرُّ المرءَ ما ذهبَ اللّیالی ÷ وکان ذِهابُهنْ له ذِهَابًا، اور اَنْ کی مثال جیسے اللہ تعالیٰ کا قول فما کان جوابَ قومهٖ الا اَنْ قالُوا یعنی قولُهم، اور اَنَّ جملہ اسمیہ کے لئے آتا ہے جیسے علمتُ انك قائمٌ یعنی قِیامَك۔"

---

قوله حروف المصدر ثلثة ما وان وان الخ یعنی وہ حروف جو اپنے مدخول کو مصدر کے معنی میں کر دیتے ہیں تین ہیں ایک ما دوسرے ان (بفتح ہمزہ وسکون نون) تیسرے ان (بفتح ہمزہ وتشدید نون)۔

قوله فالاولیان للجملة الفعلیة الخ پس پہلے دو یعنی ما اور ان جملہ فعلیہ کے ساتھ خاص ہیں یعنی وہ صرف جملہ فعلیہ پر داخل ہوتے ہیں اور اس کو مصدر کی تاویل میں کر دیتے ہیں۔ جیسے قول باری تعالیٰ ﴿ وضاقت علیهم الارض بما رحبت ای برحبها ﴾ (ان پر زمین باوجود کشادہ ہونے کے تنگ ہوگئی) اور جیسے قول شاعر

يَسُرُّ الْمَرْءَ مَا ذَهَبَ اللیالی
وکان ذَهَابُهُنَّ لَهُ ذهابًا

قوله یسر فعل مضارع معروف ہے مصدر مسرت ہے بمعنی خوش کرنا باب نصر اور المرء اس کا مفعول ہے اور ما مصدریہ اپنے صلہ کے ساتھ حکم میں مصدر کے ہوکر یسر کا فاعل ہے ای یسر المرء ذهاب اللیالی۔ ترجمہ: (راتوں کا گزرنا مرد کو خوش کرتا ہے۔ حالانکہ راتوں کا گزرنا اس کے لئے گزرنا ہے یعنی وہ راتیں عیش وسرور میں گزارتا ہے اور وہ اس سے غافل ہے کہ ان راتوں کا گزرنا بعینہٖ اس کی عمر کا گزرنا ہے)۔

قوله وان نحو قوله تعالی الخ اور ان جیسے قول باری تعالیٰ میں ﴿فما کان جواب قومه الا ان قالوا ای قولهم﴾ (پس نہیں تھا قوم کا جواب مگر اُن کا قول)۔

قوله وان للجملة الاسمية الخ اور لفظ ان جملہ اسمیہ کے لئے ہے اور وہ اس کو مصدر کے حکم میں کر دیتا ہے مگر اُس وقت جب کہ اُس کو ما کافہ لاحق نہ ہو۔ اس لئے کہ ما کافہ لاحق ہونے کے بعد وہ عمل سے رُک جاتا ہے اور اس وقت اُس کا جملہ اسمیہ اور فعلیہ دونوں پر داخل ہونا جائز ہے۔ پس اگر اس کی خبر مشتق ہے تو اس وقت اس کی خبر مصدر کی تاویل میں ہوکر اسم کی طرف مضاف ہوگی جیسے علمت انك قائم ای علمت قیامك اور اگر اُس کی خبر مشتق نہ ہو بلکہ مشتق کے معنی میں ہو تو اس وقت اس کی خبر شبہ مصدر کی تاویل میں ہوکر اسم کی طرف مضاف ہوگی جیسے علمت ان زیدا اخوك ای علمت اخوة زید اور اگر اُس کی خبر ہر دو امور مذکورہ سے نہ ہو تو اس وقت لفظ کون مقدر مانا جائے گا جیسے علمت انك زید ای علمت کونك زیدا۔

---

فصل حروف التحضيض اربعة هَلَّا وَاَلَّا ولولا ولو مالها صدر الكلام ومعناها حضٌّ على الفعل اِنْ دَخَلَتْ على المضارعْ نحو هَلَّا تاكل ولومٌ اِنْ دَخَلَتْ على الماضى نحو هَلَّا ضربتَ زيداً وحينئذ لايكون تحضيضًا اِلَّا باعتبار مافات ولا تدخل الاّ على الفعل كما مرّ و اِنْ وقع بعدها اسمٌ فباضمارِ فعلٍ كما تقول لِمَنْ ضَرَبَ قومًا هَلَّا زيداً اى هَلَّا ضَرَبْتَ زيداً وجميعُهَا مركبةٌ جُزْؤُها الثانى حرفُ النفى والاوّل حرفُ الشرط او الاستفهام او حرف المصدرِ وللولا معنىً اخر هو امتناع الجملة الثانية لوجود الجملة الأُولیٰ نحو لَوْلَا عَلِیٌّ لَهَلَكَ عُمَرُو حِينَئِذٍ يحتاج اِلى جملَتَيْنِ اُوْلٰهما اسميةٌ ابَداً.

ترجمہ: ''دسویں فصل، حروفِ تحضیض چار ہیں، هلا، اَلاّ، لَولا، اور لَوما ان کے لئے صدرِ کلام ضروری ہے اور ان کا معنی فعل پر اُبھارنا ہے اگر یہ فعل مضارع پر داخل ہوں جیسے هَلّا تَأكُل، اور ملامت کرنا ہے اگر

ماضی پر داخل ہوں جیسے ھَلَّا ضربتَ زیداً اور اس وقت تحضیض نہیں ہوگی مگر مافات کے اعتبار سے اور ھَلَّا صرف فعل پر داخل ہوتا ہے جیسا کہ گزر چکا ہے اور اگر اس کے بعد اسم واقع ہو تو فعل کے اضمار کے ساتھ ہوتا ہے جیسے تو کہے اس شخص سے جس نے کسی قوم کو مارا، ھَلَّا زیداً یعنی ھَلَّا ضربتَ زیداً، اور تمام حروفِ تحضیض مرکب ہیں ان کا دوسرا جزو حرفِ نفی ہے اور پہلا جزو حرفِ شرط یا حرفِ استفہام یا حرفِ مصدر ہے اور لَولَا کے لئے ایک دوسرے معنی بھی آتے ہیں اور وہ پہلے جملہ کے پائے جانے کی وجہ سے دوسرے جملہ کا ممتنع ہونا ہے۔ جیسے لَولَا علِیٌّ لَھَلَكَ عُمَرُ، اس وقت وہ دو جملوں کا محتاج ہوتا ہے ان میں سے پہلا جملہ ہمیشہ اسمیہ ہوتا ہے۔"

---

**قولہ حروف التحضیض اربعة ھلا الخ** تحضیض لغت میں بمعنی برانگیختہ کرنا۔ اور ترغیب دینا یعنی حروف جو تحضیض اور تحریض فعل پر دلالت کرتے ہیں چار ہیں ہلا اور الا اور لولا اور لوما یہ ہمیشہ شروع کلام میں آتے ہیں اور ہمیشہ فعل پر داخل ہوتے ہیں خواہ فعل لفظاً ہو خواہ تقدیراً۔

**قولہ ومعناھا حض علی الفعل الخ** اور ان حروف کے معنی جب کہ یہ فعل مضارع پر داخل ہوتے ہیں ترک فعل پر ملامت کرنا ہیں۔ جیسے ھلا ضربت زیدا (تو نے زید کو کیوں نہیں مارا)۔

**قولہ وحینئذ لا یکون تحضیضا الخ** ای حین اذا دخلت علی الماضی لا یکون معناھا تحضیضا الا باعتبار مافات من الفعل.

**قولہ ولا تدخل الا علی الفعل کما مر الخ** یعنی یہ حروف صرف فعل پر داخل ہوتے ہیں اس لئے کہ ترغیب اور ملامت فعل پر ہوتی ہے پھر یہ فعل یا تو لفظاً ہوگا جیسا کہ اس کی مثال گزر چکی یا تقدیراً ہوگا جیسا کہ مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ وان وقع بعدھا اسم سے فرمار ہے ہیں یعنی اور اگر ان حروف کے بعد اسم واقع ہو تو وہ فعل مقدر کا معمول ہوگا جیسے تم اُس شخص سے جس نے زید کے سوا تمام قوم کو مارا ہو ھلّا زیدا کہو ای ھلا ضربت زیدا اس میں زیدا اسم ہے جو فعل ضربت کا جو ہلا کے بعد مقدر ہے مفعول بہ ہے۔

**قولہ وجمیعھا مرکبة الخ** تمام حروف تحضیض دو جزوں سے مرکب ہیں ان کا دوسرا جزء تمام حروف میں حرف نفی ہے اور پہلا جز بعض میں حرف شرط ہے اور وہ لولا اور لوما ہیں اور بعض میں حرف استفہام ہے اور وہ ہلا ہے اور بعض میں حرف مصدر ہے اور وہ الا ہے۔

**قولہ وللولا معنی آخر الخ** یعنی لولا کے تحضیض کے سوا دوسرے معنی ہیں اور وہ یہ ہیں کہ پہلے جملہ کے پائے جانے کی وجہ سے دوسرا جملہ منتفی ہو جیسے لولا علیٌّ لَھَلَكَ عمرُ (اگر علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہ ہوتے تو عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ہلاک ہو جاتے) چونکہ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ موجود تھے لہٰذا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہلاک نہیں ہوئے پس وجود علی سبب ہوا نہ ہلاک ہونے عمر کا۔

قولہ وحینئذ یحتاج الخ اور اس وقت جب کہ لولا کے دوسرے معنی لئے جائیں تو وہ دو جملوں کی طرف محتاج ہوگا۔ جن میں سے پہلا جملہ ہمیشہ اسمیہ ہوگا دوسرا جملہ خواہ اسمیہ ہو خواہ فعلیہ اور اس کو لولا امتناعیہ کہتے ہیں اور پہلے کو لولا تحضیضیہ اور ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ لولا تحضیضیہ ایک جملہ پر تمام ہو جاتا ہے اور لولا امتناعیہ دو جملوں کو چاہتا ہے۔

---

فصل حرف التوقع قد وھی فی الماضی لتقریب الماضی الی الحال نحو قد رکب الامیر ای قُبَیْلَ ھذا ولا جل ذلك سُمِّیَتْ حرف التقریب ایضًا ولھذا تلزم الماضِیَ لیصلح ان یقع حالا وقد تجئی للتاکید اذا کان جوابا لمن یسئل ھل قام زیدٌ تقول قد قام زیدٌ وفی المضارع للتقلیل نحو اِنَّ الکذوبَ قد یصدقُ وانّ الجواد قد یبخل وقد تجیٔ للتحقیق کقولہ تعالی قد یَعْلَمُ اللّٰہُ المُعَوِّقِیْنَ ویَجُوز الفصل بینھا وبین الفعلِ بالقسم نحو قدو اللّٰہِ احسنت وقد یحذف الفعلُ بعد قد عند القرینۃ کقول الشاعر شعر اَفِدَ التَّرَحُّلُ غیْرَ اَنَّ رِکَابَنَا لَمَّا تَزُلْ بِرِحَالِنَا وَکَأَنْ قَدَنْ ای وکَأَنْ قَدْ زالَتْ.

ترجمہ: ''گیارہویں فصل، حرف توقع قد ہے اور وہ ماضی میں داخل ہوتا ہے ماضی کو حال سے قریب کرنے کے لئے جیسے قد رَکِبَ الامیر یعنی قُبَیْلَ ھٰذا، اور اسی وجہ سے اس کا نام حرف تقریب بھی رکھا جاتا ہے اور اسی وجہ سے یہ فعل ماضی کو لازم ہوتا ہے تا کہ وہ حال واقع ہونے کے قابل بن سکے اور کبھی تاکید کے لئے بھی آتا ہے جب کہ اس شخص کے جواب میں واقع ہو جو سوال کرے ھَلْ قَامَ زیدٌ تو تو کہے قد قامَ زیدٌ، اور فعل مضارع میں تقلیل کے لئے آتا ہے جیسے انَّ الکَذوبَ قد یَصْدُقُ اور اِنَّ الجوادَ قد یبخُلُ، اور کبھی تحقیق کے لئے آتا ہے جیسے قد یعلمُ اللّٰہُ المعوقیْنَ اور قد اور فعل کے درمیان قسم کے ساتھ فصل لانا جائز ہے جیسے قد واللّٰہِ احسنتَ اور کبھی قد کے بعد قرینہ کے موجود ہونے کے وقت فعل کو حذف کر دیا جاتا ہے جیسے شاعر کا قول شعر اَفِدَ الترحُّلُ غیرَ اَنّ رِکابَنا؛ لَمَّا تَزُلْ بِرِحالِنَا وکان قَدَنْ، یعنی وَکَانَ قد زَالَتْ۔''

---

قولہ حرف التوقع قد الخ اور حرف توقع قد ہے اور اس کو حرف توقع اس لئے کہتے ہیں کہ اس سے اُس خبر کی جس کے وجود کی اُمید ہوتی ہے خبر دی جاتی ہے۔

قولہ وھی فی الماضی الخ اور قد جب ماضی پر داخل ہوتا ہے تو ماضی کو حال سے قریب کر دیتا ہے۔ مثلاً تم اُس

شخص سے جو امیر کے سوار ہونے کی اُمید رکھتا ہے کہو کہ قدر کب الامیر (تحقیق امیر سوار ہو گیا ہے)۔

قوله ای قبیل هذا یہ معنی تقریب کی تفسیر ہے اور قبیل (بضم قاف وبفتح باء وسکون یاء) تصغیر قبل کی ہے بمعنی اس سے ذرا پیشتر۔ اور اسی وجہ سے کہ یہ ماضی کو حال سے قریب کر دیتا ہے اس کو حرف التقریب بھی کہتے ہیں۔ مثال مذکور میں تین چیزیں پائی گئیں۔ تحقیق اور توقع اور تقریب اور کبھی قد صرف تحقیق اور تقریب کے لئے ہوتا ہے اور توقع کے لئے نہیں ہوتا جیسے تم اُس شخص سے جو امیر کے سوار ہونے کی اُمید نہیں رکھتا ہے۔ کہو کہ قدر کب الامیر۔

قوله ولهٰذا تلزم الماضی الخ اور اسی وجہ سے کہ قد ماضی کو حال سے قریب کر دیتا ہے۔ قد ماضی کو لازم ہے تاکہ ماضی میں حال واقع ہونے کی صلاحیت ہو جائے کیونکہ ماضی جو حال واقع ہوتی ہے زمانہ عامل پر مقدم ہوتی ہے مثلاً جب تم نے کہا کہ جاء نی زید قدر کب ابوہ (میرے پاس زید آیا اس حال میں کہ اُس کا باپ سوار ہو چکا ہے) اس میں رکوب اب مجیت زید پر مقدم ہے۔ اور حال اور اُس کے عامل کے زمانہ کو مختلف ہونے کو نحات نے ممنوع قرار دیا ہے لہٰذا قد کو ماضی کے لئے (جو ماضی کو حال سے قریب کر دیتا ہے) ضروری قرار دیا تاکہ وہ ماضی کو زمانہ عامل سے قریب کر دے اور حال اور اس کے عامل کا زمانہ حکماً متحد ہو جائے کیونکہ جو چیز جس چیز کے قریب ہوتی ہے وہ اُس کے حکم میں ہوتی ہے اور اسی وجہ سے وہ ماضی جو قد کے ساتھ نہ ہو حال واقع نہیں ہوتی۔ پس قدمات الشیخ وقد ولد فی یوم کذا کہنا ناجائز ہے اور اسی طرح قد قال فلان الیوم وقد قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم کذا کہنا ناجائز ہے۔ اس لئے کہ حال اور اس کے عامل کے زمانہ میں قرب نہیں ہے۔

قوله وقد تجئی للتاکید الخ اور کبھی قد محض تاکید کے لئے آتا ہے اور معنی تقریب سے خالی ہوتا ہے۔ جب کہ ماضی جس پر قد داخل ہوا ہے کسی سوال کے جواب میں واقع ہو رہی ہو مثلاً کوئی سوال کرے کہ هل قام زید اور تم اُس کے جواب میں کہو۔ قد قام زید (تحقیق زید کھڑا ہے)۔

قوله وفی المضارع للتقلیل الخ اس کا عطف فی الماضی پر ہے یعنی قد جب مضارع پر داخل ہوتا ہے تو تقلیل کا فائدہ دیتا ہے جیسے ان الکذوب قد یصدق (تحقیق جھوٹ بولنے والا کبھی سچ بولتا ہے) اور جیسے ان الجواد قد یبخل (تحقیق سخی کبھی بخل کرتا ہے) اور کبھی مقام مدح میں وہ تکثیر کے لئے بھی آتا ہے جیسے قول باری تعالیٰ ﴿قد یعلم الذین یتسللون منکم لواذا.﴾

قوله وقد یجیئی للتحقیق الخ اور کبھی قد مضارع پر تحقیق کے لئے آتا ہے اور معنی تقلیل سے خالی ہوتا ہے۔ جیسے قول باری تعالیٰ ﴿قد یعلم اللّٰه المعوقین﴾ (تحقیق اللہ تعالیٰ روکنے والوں کو جانتا ہے)۔

قوله ویجوز الفصل الخ یعنی قد اور اس کے فعل کے درمیان قسم سے فصل جائز ہے جیسے قد واللّٰه احسنت (اللہ کی قسم تحقیق تو نے اچھا کیا)۔

قوله وقد یحذف الفعل الخ اور کبھی لفظ قد کے فعل کو قرینہ پائے جانے کے وقت حذف کر دیا جاتا ہے جیسے قول شاعر میں ؎

اَفِدَ التَّرَحُّلُ غیر اَنَّ رِکَابَنَا
لَمَّا تَزُلْ بِرِحَالِنَا وکَأَنْ قَدَنْ

یہ شعر نابغہ ذبیانی کا ہے۔

قوله افد بروزن علم بمعنی نزدیک ہوا ترحل بروزن تفعل بمعنی کوچ کرنا۔ یہ افد کا فاعل ہے غیر بمعنی الا ہے رکاب بکسر راء مہملہ بمعنی اونٹ جن پر سفر کرتے ہیں۔ ما حرف نفی ہے اور جوازم فعل سے ہے تزل اصل میں تزول تھا واو بقاعدہ لم یقل گر گیا۔ اور رحال جمع رحل کی ہے بمعنی پالان شتر اور کان مخفف ہے اصل میں بتشدید نون تھا اس کا اسم ضمیر واحد مؤنث ہے جو محذوف ہے اور رکاب کی طرف لوٹ رہی ہے ای کانہا اور قدن میں نون ترنم کا ہے (ترجمہ:) کوچ قریب ہو گیا مگر تحقیق جائے سواری کو اونٹ ہمیشہ ہمارے کجاوروں کے ساتھ رہے یعنی انہوں نے کوچ نہیں کیا گویا شان یہ ہے کہ وہ سواریاں عنقریب زائل ہو جائیں گی۔ یعنی وہ کوچ کریں گی اس لئے کہ ہمارا کوچ کرنے کا پختہ ارادہ ہے۔ اس شعر میں قد کا فعل محذوف ہے ای کان قد زالت۔

---

فصل حرفا الاستفهام الهمزة وهل لهما صدر الكلام وتد خلان علی الجملة اسمية كانت نحوأ زيد قائم اوفعليَّة نحو هل قام زيد ودخولهما على الفعليَّة اكثر اذالا ستفهام بالفعل اولیٰ وقد تدخل الهمزة فی مواضع لايجوزُ دخولُ هل فيها نحو أزيداً ضربْتَ وأتضرب زيداً وهو اخوك وأزيد عندك ام عمرو واَوَمَنْ كانَ وافَمَنْ كَانَ واَثُمَّ اِذَا ماوَقَعَ ولا تستعمل هل فی هذه المواضع وهٰهنا بحث.

ترجمہ: "بارہویں فصل، استفہام کے دو حرف همزة اور هل ہیں ان دونوں کے لئے صدرِ کلام ضروری ہے اور دونوں جملہ پر داخل ہوتے ہیں اسمیہ ہو جیسے أزیدٌ قائمٌ یا فعلیہ ہو جیسے هَل قامَ زیدٌ اور ان دونوں کا جملہ فعلیہ پر داخل ہونا اکثر ہے اس لئے کہ فعل کے ذریعہ استفہام اولیٰ ہے اور کبھی ہمزہ اُن مقامات میں داخل ہوتا ہے جن میں هل کا داخل ہونا جائز نہیں ہے جیسے أزیدٌ ضربتَ اور أتضرِبُ زیداً وهو اخوك اور أزیدٌ عندك أم عمروٌ اور أوْ مَنْ كانَ اور أفمن كانَ اور أثُمَّ اذا ما وقع اور هل ان جگہوں میں استعمال نہیں ہوتا اور اس جگہ بحث ہے۔"

---

قوله حرفا الاستفهام الهمزة وهل الخ حرفا اصل میں حرفان تھا نون تثنیہ بوجہ اضافت گر گیا استفہام کے دو

حرف ہمزہ اور ہل ہیں۔

قولہ لھما صدر الکلام الخ یہ دونوں حرف شروع کلام میں آتے ہیں، اس لئے کہ یہ نوع کلام پر (جو استفہام ہے) پر دلالت کرتے ہیں۔ لہٰذا ان کا شروع کلام میں آنا ضروری ہوا تاکہ شروع ہی میں یہ معلوم ہو جائے کہ کلام اس قسم کا ہے۔

قولہ وتدخلان علی الجملۃ الخ یہ دونوں جملہ پر داخل ہوتے ہیں خواہ وہ اسمیہ ہو جیسے ازید قائم (کیا زید کھڑا ہونے والا ہے) اور جیسے ھل زید قائم (کیا زید کھڑا ہونے والا ہے) خواہ فعلیہ جیسے اقام زید (کیا زید کھڑا ہوا) اور جیسے ھل قام زید۔

قولہ و دخولھما علی الفعلیۃ الخ اور ان دونوں کا جملہ فعلیہ پر داخل ہونا جملہ اسمیہ سے اکثر ہے اس لئے کہ فعل سے استفہام بنسبت اسم کے اولی ہے۔

قولہ وقد تدخل الھمزۃ الخ یہاں سے مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ یہ بتلا رہے ہیں کہ ہمزہ کا استعمال ہل سے زیادہ ہے یعنی ہمزہ ایسی جگہوں پر آتا ہے جہاں ہل کا آنا ناجائز ہے اور وہ چار جگہ ہیں۔

اوّل یہ کہ فعل کے ہوتے ہوئے ہمزہ اسم پر داخل ہو جیسے ازیدا ضربت اور ھل زیدا ضربت کہنا ناجائز ہے۔

دوم یہ کہ ہمزہ کو انکار فعل کے لئے لانا جائز ہے نہ ہل کو جیسے اتضرب زیدا وھو اخوک (کیا تو زید کو مارتا ہے حالانکہ وہ تیرا بھائی ہے) اور ہل تضرب زیدا وھو اخوک کہنا ناجائز ہے۔ اس لئے کہ استفہام انکاری کے لئے ہمزہ ہے نہ ھل۔

سوم یہ کہ ہمزہ کو ام متصلہ کے ساتھ لانا جائز ہے نہ ہل کو جیسے ازید عندک ام عمرو اور ھل زید عندک ام عمرو کہنا ناجائز ہے کیونکہ ام متصلہ کے ساتھ ہمزہ آتا ہے۔ نہ ھل۔

چہارم یہ کہ ہمزہ حروف عطف پر داخل ہو سکتا ہے جیسے او من کان اور افمن کان اور اثم اذا ما وقع اور حروف عطف پر ھل نہیں آتا اس لئے کہ استفہام میں اصل ہمزہ ہے اور ہل اس کی فرع ہے لہٰذا ہمزہ کا سا تصرف ہل کا نہیں ہو سکتا۔ ورنہ فرع کی مزیت اصل پر لازم آئے گی۔

قولہ وھھنا بحث الخ اور اس جگہ بحث ہے وہ یہ کہ بعض مواضع ایسے ہیں کہ جہاں ہل آتا ہے اور ہمزہ کا اُس جگہ آنا ناجائز ہے۔

اوّل یہ کہ ھل پر حرف عطف آتا ہے نہ ہمزہ پر جیسے فَهَلْ أَنْتُمْ مُنْتَهُون۔

دوم یہ کہ ام کے بعد ہل آتا ہے نہ ہمزہ۔

سوم یہ کہ ھل مثبت میں تقریر کے لئے آتا ہے جیسے قول باری تعالیٰ ﴿ھل ثوب الکفار ای لم یثوب﴾

چہارم یہ کہ وہ نفی کا فائدہ دیتا ہے یہاں تک کہ الا کا اس کے بعد اثبات کے لئے لانا جائز ہے جیسے قول باری تعالیٰ ﴿هل جزاء الاحسان الا الاحسان﴾ (نہیں ہے بدلہ احسان کا مگر احسان)۔

پنجم یہ کہ اُس مبتداء کی خبر پر جو ہل کے بعد ہو باء موکدہ نفی آتی ہے جیسے هل زيد بقائم هل کے ان مواضع استعمال سے معلوم ہوتا ہے کہ ہل ہمزہ سے عام ہے پس ان دونوں کے درمیان عموم وخصوص من وجہ ہے۔

---

فصل حروف الشرط اِنْ ولَوْ واَمَّا لها صدر الكلام ويد خل كل واحدمنها على الجملتينِ اسميَّتينِ كانتا اوفعليَّتَيْن اومختلفتَيْنِ فاِنْ للاستقبال وان دخَلَتْ على الماضى نحو اِنْ زُرْتَنِىْ اَكْرَمْتُكُ ولوللماضى و اِنْ دخلتْ على المضارع نحو لوتزورنى اكرمتُك ويلزمهما الفعل لفظًا كما مرًّا وتقديراً نحو اِنْ اَنْتَ زائرى فانا اكرِمُكَ.

ترجمہ: ”تیرہویں فصل، حروفِ شرط اِنْ، لَو اور اَمَّا ہیں ان کے لئے صدرِ کلام ضروری ہے اور ان میں سے ہر ایک دو جملوں پر داخل ہوتا ہے خواہ دونوں اسمیہ ہوں یا دونوں فعلیہ ہوں یا دونوں مختلف ہوں پس اِنْ استقبال کے لئے آتا ہے اگرچہ ماضی پر داخل ہو جیسے اِنْ زُرْتَنی اَکرمتُك، اور لو ماضی کے لئے آتا ہے اگرچہ مضارع پر داخل ہو جیسے لَو تزورُنی اکرمتُك اور ان دونوں کو فعل لازم ہے لفظاً جیسا کہ گزر چکا یا تقدیراً جیسے اِنْ انتَ زائری فانا اُکرِمُك۔“

---

قوله حروف الشرط ان ولو واما الخ حروف شرط تین ہیں ایک ان (بکسر ہمزہ وسکون نون) دوسرے لو تیسرے اما (بفتح ہمزہ وتشدید میم)۔

قوله لها صدر الكلام الخ یہ ہمیشہ شروع کلام میں آتے ہیں اس لئے کہ وہ نوع کلام پر دلالت کرتے ہیں اور ان تینوں میں سے ہر ایک دو جملوں پر داخل ہوتا ہے خواہ وہ دونوں جملے اسمیہ ہوں خواہ فعلیہ خواہ ان میں سے ایک اسمیہ ہو اور دوسرا فعلیہ پہلے جملہ کو شرط کہتے ہیں اور دوسرے جملہ کو جزاء جاننا چاہئے کہ تعمیم مذکور لفظ ان اور لو میں صحیح نہیں ہے اس لئے کہ ان کا جملہ اسمیہ پر داخل ہونا جائز نہیں ہے۔ بلکہ یہ ہمیشہ جملہ فعلیہ پر داخل ہوتے ہیں اور نیز یہ تعمیم مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول آئندہ ویلزمهما الفعل لفظاً اور تقدیراً کے منافی ہے۔

قوله فان للاستقبال الخ کلمہ ان زمانہ استقبال کے لئے ہے اگرچہ ماضی پر داخل ہو یعنی اُس کا مدخول خواہ مضارع ہو خواہ ماضی دونوں صورتوں میں وہ زمانہ استقبال کا فائدہ دیتا ہے۔ جیسے ان زرتنى اكرمتك (اگر تو میری زیارت کرے گا تو میں تیرا اکرام کروں گا)۔

قوله ولو للماضى الخ اور کلمہ لو زمانہ ماضی کے لئے ہے اگرچہ مضارع پر داخل ہو جیسے لو تزورنى اكرمتك

(اگر تو میری زیارت کرتا تو میں تیرا اکرام کرتا)۔

قولہ ویلزمہما الفعل الخ اور ان اور لو کو فعل لازم ہے یعنی وہ ہمیشہ فعل پر داخل ہوتے ہیں خواہ فعل لفظا ہو جیسا کہ گزر چکا خواہ تقدیرا جیسے ان انت زائری فانا اکرمك ان کنت زائری فانا اکرمك جب فعل حذف کر دیا گیا تو ضمیر متصل ت ضمیر منفصل انت سے بدل گئی۔

---

واعلم اَنَّ اِنْ لاتستعمل الا فی الامور المشکوکة فلا یقال اٰتیك اِنْ طلعت الشمسُ بل یقال اٰتِیْكَ اذا طلعتِ الشَّمْسُ ولو تَدُلُّ علی نفی الجملة الثانیة بسبب نفی الجملة الأُولٰی کقوله تعالی لَوْ کَانَ فِیْهِمَا اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا واذا وقع القَسَمُ فیٖ اول الکلام وتقدم علی الشرط یجب ان یکون الفعل الَّذی تدخل علیه حرف الشرط ما اضیًا لفظًا نحو واللّٰهِ ان اَتَیْتَنِیْ لاکرمتُكَ او معنًی نحو واللّٰه ان لم تأتنی لاَهْجُوْتُكَ وحینئذٍ تکون الجملة الثانیة فی اللفظ جوابا للقَسَم لاجزاء للشرط فلذٰلك وجب فیها ماوجب فی جواب القَسَمِ من اللام ونحوهَا کما رایتَ فی المثالَیْن امَّا اِنْ وقع القَسَم فی وسط الکلام جازاَنْ یعتبر القَسَم بان یکون الجواب له نحو اِنْ اتیتنی واللّٰهِ لاٰتِیَنَّك وجازاَنْ یُلْغیٰ نحو اِنْ تَأْتِنِیْ واللّٰهِ اٰتِكَ.

ترجمہ: ''اور تو جان لے کہ اِنْ استعمال نہیں کیا جاتا مگر امورِ مشکوکہ میں پس نہیں کہا جاتا اٰتِیكَ اِن طلعتِ الشمس۔ بلکہ کہا جائے گا اٰتیك اذا طلعتِ الشمس اور لَو جملۂ اولیٰ کی نفی کی وجہ سے دوسرے جملہ کی نفی پر دلالت کرتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا قول لو کان فیهما اٰلِهَةٌ اَلا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا اور جب قسم اوّلِ کلام میں واقع ہو اور شرط پر مقدم ہو تو واجب ہے کہ وہ فعل جس پر حرف شرط داخل ہے ماضی ہو لفظاً جیسے واللّٰه اِنْ اتیتَنی لَاَکرمتُك یا معنیً جیسے واللّٰه اِنْ لَمْ تأتِنِی لَاَهْجَوْتُك اور اس وقت جملۂ ثانیہ لفظ میں قسم کا جواب ہوگا شرط کی جزاء نہیں ہوگا، پس اسی وجہ سے اُس میں وہ چیز واجب ہے جو جواب قسم میں واجب ہے یعنی لام اور اس کے مثل جیسا کہ تو نے مذکورہ دونوں مثالوں میں دیکھ لیا۔ بہرحال اگر قسم وسط کلام میں واقع ہو تو جائز ہے کہ قسم کا اعتبار کر لیا جائے اس طور پر کہ اس کا جواب واقع ہو جیسے اِنْ اتیتَنی واللّٰهِ لَاُعطِیَنَّكَ اور جائز ہے کہ لغو کر دیا جائے جیسے اِنْ تأتِینی واللّٰه اٰتِك۔''

---

قولہ واعلم ان ان لا تستعمل الخ یعنی کلمہ ان شرطیہ ہمیشہ امور مشکوکہ کے لئے آتا ہے۔ جیسا کہ اس کی مثال گزر چکی پس آتیك ان طلعت الشمس کہنا ناجائز ہے (میں تیرے پاس آؤں گا اگر سورج طلوع ہوگا) اس لئے کہ

سورج کا نکلنا ایک یقینی امر ہے امر مشکوک میں سے نہیں ہے بلکہ اس وقت آتیك اذا طلعت الشمس کہا جائے گا (میں تیرے پاس آ ؤں گا جب سورج نکلے گا) اس لئے کہ کلمہ اذا امور یقینیہ کے لئے آتا ہے اور سورج کا نکلنا امر یقینی ہے۔

قوله ولو تدل علی نفی الجملة الخ اور کلمہ لو دلالت کرتا ہے اس امر پر کہ جملہ ثانیہ منفی ہے بسبب منفی ہونے جملہ اولی کے جیسے قول باری تعالیٰ ﴿لو کان فیهما الهة الا الله لفسدتا﴾ (اگر زمین وآسمان میں اللہ کے سوا کئی معبود ہوتے تو وہ دونوں ضرور تباہ ہو جاتے) اس آیت میں لو نے اس امر پر دلالت کی کہ فساد عالم منفی ہے بسبب منفی ہونے تعدد آلہ کے اور کلمہ لو کا اس معنی میں استعمال کثیر اور متعارف ہے اور کلمہ لو اور معنی میں بھی مستعمل ہوتا ہے جو تم کو بڑی کتابوں سے معلوم ہو جائیں گے۔

قوله واذا وقع القسم فی اول الکلام الخ یعنی جب کہ قسم اوّل کلام میں واقع ہو اور پھر وہ شرط پر مقدم ہو تو اس وقت اُس فعل کا جس پر حرف شرط داخل ہے ماضی ہونا واجب ہے خواہ وہ ماضی لفظاً ہو جیسے والله ان اتیتنی لاکرمتك (قسم اللہ کی اگر تو میرے پاس آئے گا تو میں تیرا اکرام کروں گا) خواہ معنیً اِس طور کہ وہ مضارع نفی جحد بلم ہو جیسے والله ان لم تاتنی لا هجوتك (قسم اللہ کی اگر تو میرے پاس نہ آئے گا تو میں تجھ کو بیہودہ الفاظ کہوں گا) الاہجاء بمعنی بیہودہ کہنا اور صورت مذکورہ میں مدخول حرف شرط کا ماضی ہونا اس لئے واجب ہے کہ حرف شرط کا عمل جزاء میں اس کے جواب قسم ہونے کی وجہ سے باطل ہو گیا تو ضروری ہوا کہ حرف شرط کا مدخول بھی ماضی ہوتا کہ وہ شرط میں بھی عمل نہ کرے اور عدم عمل میں حرف قسم کے ساتھ موافق ہو جائے۔

قوله حینئذ تکون الجملة الثانیه الخ اور اس وقت جب کہ قسم اوّل کلام میں ہو۔ اور شرط پر مقدم ہو تو دوسرا جملہ یعنی وہ جملہ جو قسم اور شرط دونوں کے بعد مذکور ہے باعتبار لفظ قسم کا جواب ہوگا۔ نہ کہ قسم اور شرط دونوں کا اس لئے کہ دونوں کا جواب ہونے کی صورت میں اس کا اس اعتبار سے کہ وہ جواب شرط ہے مجزوم ہونا لازم آئے گا اور یہ محال ہے لیکن باعتبار معنی وہ جزاء بھی ہے اس لئے کہ وہ مشروط بالشرط ہے اور جواب قسم بھی اس لئے کہ اُس پر یمین واقع ہے۔

قوله فلذلك وجب فیها الخ اور اسی وجہ سے کہ دوسرا جملہ اس وقت باعتبار لفظ جواب قسم ہے نہ جزاء شرط دوسرے جملہ میں اُس چیز کا لانا واجب ہے جو جواب قسم میں لام اور اس کی مثل ان (جملہ موجبہ میں) اور ما اور لا (جملہ منفیہ میں) آتی ہیں جیسا کہ تم نے دونوں مثالوں میں دیکھا کہ ان میں دوسرا جملہ موجبہ فعلیہ ہے لہٰذا اس پر لام آیا ہے۔

قوله اما ان وقع القسم الخ یعنی اگر قسم شرط یا غیر شرط کے مقدم ہونے کی وجہ سے وسط کلام میں واقع ہو تو جائز ہے کہ قسم کا اعتبار کیا جائے اور جواب جواب قسم ہو اور اس وقت شرط کا ماضی ہونا ضروری ہے جیسے ان اتیتنی والله لاتینّك اور جائز ہے کہ قسم کو لغو کر دیا جائے اور اس کا اعتبار نہ کیا جائے اور جواب کو شرط کی جزاء قرار دی جائے اور اس پر جزاء کے احکام جاری کئے جائیں اور اس وقت شرط کا ماضی ہونا واجب نہیں ہے جیسے اِنْ تَأْتِنِیْ واللّٰهِ آتك۔

وأَمّا لتفصيل ماذكر مجملا نحو النَّاسُ سَعِيْدٌ وَّشقىٌّ أَمَّا الَّذِيْنَ سُعِدُوْا فَفِى الْجَنَّةِ وَأَمَّا الَّذِيْنَ شَقُوْا فَفِى النَّار ويجب فى جوابها الفاءو ان يكون الاوّل سببًا للثانى وان يحذف فعلها مع انَّ الشرط لابدله مِنْ فعلٍ وذٰلك ليكون تنبيها على انَّ المقصود بهاحكمُ الاسم الواقع بعدها نحو امّا زيدٌ فمنطلقٌ تقديره مَهْمَا يكن مِنْ شىء فزيدٌ منطلقٌ فحذف الفعل والجارو المجرور واقيم أَمَّا مقام مهما حتى بقى امَّا فزيد منطلق ولمّا لم يناسب دخول حرف الشرط على فاء الجزاء نقلوا الفاء الى الجزء الثانى ووضعوا الجزء الاوّل بين امّا والفاء عوضا عن الفعل المحذوف ثم ذلك الجزء الاوّل ان كان صالحاً للابتداء فهو مبتدأ كما مرَّ والا فعامله مايكون بعد الفاء كامَّا يومَ الجمعة فزيدٌ منطلق فمنطلق عامل فى يوم الجمعة على الظرفية.

ترجمہ: ''اور حرفِ اَمّا اس چیز کی تفصیل کے لئے آتا ہے جس کو مجملاً ذکر کیا گیا ہو جیسے النّاسُ سعیدٌ وشقیٌّ اَمَّا الّذین سُعِدُوا ففی الجنّة واَمّا الذین شقُوا ففی النّار اور اَمَّا کے جواب میں فا کا لانا واجب ہے اور یہ کہ پہلا دوسرے کے لئے سبب ہو اور یہ کہ اس کا فعل اَنَّ شرطیہ کے ساتھ حذف کر دیا جائے تو اس کے لئے ایک فعل کا ہونا ضروری ہے اور یہ اس لئے کہ اس بات پر تنبیہ ہو کہ مقصود اس کے ذریعہ اُس اسم کا حکم ہے جو اس کے بعد واقع ہے جیسے اَمّا زیدٌ فمُنطلق اس کی تقدیری عبارت مهما یکن مّن شیٔ فزیدٌ منطلقٌ ہے پس فعل اور جار مجرور سب کو حذف کر دیا گیا اور اَمّا کو مہما کی جگہ قائم کر دیا گیا یہاں تک کہ أمّا زیدٌ فمنطلق باقی رہ گیا۔ اور جب حرفِ شرط کا جزاء کی فاء پر داخل ہونا مناسب نہیں تھا تو فاء کو جزءِ ثانی کی طرف منتقل کر دیا اور جزءِ اوّل کو اَمّا اور فاء کے درمیان فعلِ محذوف کے عوض رکھ دیا پھر وہ جزءِ اوّل اگر ابتداء میں آنے کی صلاحیت رکھتا ہو تو پس وہ مبتداء ہوگا جیسا کہ گزر چکا ورنہ اُس کا عامل وہ ہوگا جو فاء کے بعد مذکور ہے جیسے أمّا یومَ الجُمُعةِ فزیدٌ منطلقٌ پس منطلقٌ یومَ الجُمعة میں ظرفیت کی بناء پر عامل ہے۔''

قوله واما لتفصيل ما ذكر الخ اور کلمہ اما اس چیز کی تفصیل کے لئے آتا ہے جس کو متکلم نے مجمل بیان کیا ہے خواہ وہ شئے مجمل ملفوظ ہو جیسے قول باری تعالیٰ ﴿الناس سعید وشقی اما الذین سعدوا ففی الحنة واما الذین شقوا ففی النار﴾ (انسان سعید ہیں اور شقی لیکن جو نیک بخت کئے گئے ہیں وہ جنت میں ہیں اور جو بد بخت کئے گئے ہیں وہ آگ میں ہیں) اس میں سعید اور شقی مجمل تھے سعید کی تفسیر اما الدین سعدوا ففی الجنة سے آئی ہے اور شقی کی تفسیر

اما الذین شقوا ففی النار سے آئی ہے خواہ مقدر لیکن مخاطب کو وہ شئے مجمل مقدر قرائن سے معلوم ہو مثلاً جب کہ مخاطب کو اپنے بھائیوں کے آنے کا علم ہو اور اس وقت تم کلام کی ابتداء صرف اما زید فاکرمتہ واما عمرو فاھنتہ سے کرو اس جگہ جاء نی اخواك مقدر ہے جو مجمل ہے اور ان دونوں صورتوں میں تکرار اما ضروری ہے اور کبھی قرینہ کی وجہ سے دوسرا اما مقدر ہوتا ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ دوسرا اما کا ہونا ضروری نہیں ہے اور اما استینا فیہ بھی آتا ہے یعنی اس سے پیشتر کوئی اجمال نہیں ہوتا جیسا کہ کتابوں کے شروع میں آتا ہے جیسے امابعد فہذہ اس میں اما استینا فیہ ہے کہ اس سے پیشتر کوئی اجمال نہیں ہے کہ جس کی یہ تفسیر واقع ہو رہا ہو۔

قولہ ویحب فی جوابھا الفاء الخ اور اما کے جواب میں فاء کا آنا اور اوّل کا دوسرے کے لئے سبب ہونا واجب ہے تا کہ فاء اور سبب مذکورہ کلمہ اما کے شرط ہونے پر دلالت کریں جیسے آیت مذکورہ میں ففی الجنۃ اور ففی النار پر جو جواب ہے فاء آئی ہے اور اوّل (یعنی سعادت) سبب ثانی (یعنی دخول جنت) کا ہے اور اسی طرح شقاوت سبب دخول نار کا ہے۔

قولہ وان یحذف فعلھا الخ ای ویحب ان یحذف فعلھا اور کلمہ اما کے فعل کا حذف واجب ہے باوجودیکہ شرط کے لئے فعل کا ہونا جس پر وہ داخل ہو ضروری ہے۔

قولہ ذلك لیکون الخ اور یہ یعنی اما کے فعل کا حذف اس لئے واجب ہے تا کہ حذف فعل سے اس امر پر تنبیہ ہو جائے کہ اما سے جو تفصیل ہوئی ہے اس سے مقصود اسم ہے جو اما کے بعد واقع ہے نہ فعل جیسے اما زید فمنطلق اس کلام کی تقدیر یہ ہے کہ مھما یکن من شیء فزید منطلق (جو کچھ بھی ہو زید چلنے والا ہے) اس سے فعل یکن جو شرط ہے اور جار و مجرور جو من شیء ہے حذف کردیئے گئے اور مھما کی جگہ اما کو قائم مقام کردیا گیا۔ اما فزید منطلق رہ گیا۔

قولہ ولما لم یناسب الخ چونکہ فاء جزائیہ پر اما حرف شرط کا داخل ہونا مناسب نہیں تھا لہٰذا نحات نے جزء اوّل یعنی فزید سے فاء کو نقل کر کے جزء ثانی یعنی منطلق کو دے دی اور پھر جزء اوّل یعنی زید کو اما اور فاء کے درمیان فعل محذوف کے عوض میں رکھ دیا ہے تا کہ حرف شرط اور حرف جزاء کے درمیان اتصال نہ ہو۔ اما زید فمنطلق ہوا۔

قولہ ثم ذلك الجزء الاول الخ اس کے بعد اگر یہ جزء اوّل یعنی وہ اسم جو اما کے بعد واقع ہے اگر مبتداء ہونے کی صلاحیت رکھتا ہے بایں طور کہ وہ اسم ظرف نہیں ہے تو یہ جزء اوّل مبتداء ہوگا جیسا کہ اس کی مثال گزر چکی کہ اس میں زید مبتداء ہے اور اگر یہ جزء اوّل مبتداء ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتا بایں طور کہ وہ اسم ظرف ہے تو اس جزء اوّل کا عامل وہ ہوگا جو فاء کے بعد ہے جیسے اما یوم الجمعۃ فزید منطلق اس میں جزء اوّل یعنی یوم الجمعۃ ظرف ہونے کی وجہ سے مبتدا ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتا لہٰذا اس میں عامل منطلق ہے اور وہ یوم الجمعۃ کو بنا بر ظرفیت نصب دے رہا ہے۔

فصل حرف الردع كَلَّا وُضِعَتْ لزجر المتكلم وردعه عما يتكلم به كقوله تعالى وَاَمَّا اِذامَا ابْتَلٰهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهٗ فَيَقُوْلُ رَبِّىٓ اَهَانَنِ كلَّا اى لايتكلم بهذا فانه ليس كذلك هذا بعد الخبر وقد تجئ بعد الامر ايضاً كما اذا قيل لك اِضْرِبْ زيداً فقلتَ كَلَّا اى لا اَفْعَلُ هذا قَطُّ وقد تجئُ بمعنى حقًّا كقوله تعالى كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ وحينئذٍ تكون اسما يبنى لكونه مشابها لكلا حرفاً وقيل تكون حرفا ايضا بمعنى انّ لتحقيق الجملة نحو كَلَّا اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰى بمعنى اِنَّ.

ترجمہ: ''چودھویں فصل، حرفِ ردع اور وہ کلاَّ ہے اُس کو وضع کیا گیا ہے متکلم کو زجر کرنے اور اس چیز سے روکنے کے لئے جس کا وہ تکلم کر رہا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا قول وأمّا اذا ما ابتلٰهُ فقدرَ عليه رِزقه فيقولُ ربّى اهانن كلاّ، یعنی متکلم کو ایسا کلام نہیں کرنا چاہئے کیونکہ واقعہ ایسا نہیں ہے یہ خبر کے بعد ہوگا اور کبھی امر کے بعد بھی آتا ہے جیسا کہ جب تجھ سے کہا جائے اِضرِبْ زيداً تو تو کہے كلاّ، یعنی میں یہ کام ہرگز نہ کروں گا اور کبھی حقّا کے معنی میں بھی آتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا قول، كلاّ سوف تعلمونَ، اور اس وقت وہ اسم مبنی ہوگا اس کے كلاّ حرف کے ساتھ مشابہ ہونے کی وجہ سے اور کہا گیا ہے کہ حرف بھی اِنَّ کے معنی میں ہوتا ہے جملہ کی تحقیق کے لئے جیسے كلاَّ اِنَّ الاِنسانَ لَيطغٰى اِنَّ کے معنی میں۔''

---

قوله حرف الردع كلا وضعت الخ ردع بمعنی جھڑکنا اور باز رکھنا یعنی حرف ردع کلا ہے (بفتح کاف وتشدید لام) وہ متکلم کو اُس چیز سے جس کا وہ تکلم کر رہا ہے جھڑکنے اور روکنے کے لئے وضع کیا گیا ہے جیسے قول باری تعالیٰ ﴿ اما اذا ماابتلاه فقدر عليه رزقه فيقول ربى اهانن كلا ﴾ (لیکن جب وہ اُس کی آزمائش کرتا ہے پس وہ اس پر اس کا رزق تنگ کر دیتا ہے تو وہ کہتا ہے میرے رب نے میری اہانت کی وہ ہرگز ایسا نہ کہے)۔

قوله اى لا يتكلم بهذا فانه ليس كذلك یہ کلا کے معنی کی تفسیر ہے یعنی وہ ہرگز ایسا نہ کہے تحقیق امر ایسا نہیں ہے اس لئے کہ حق سبحانہ وتعالیٰ اس دُنیا میں بہت سے ان لوگوں کو جو اس کے نزدیک ذلیل ہیں فراخی دیتا ہے اور بہت سے ان لوگوں کو جو اس کے نزدیک مکرم ہیں تنگی دیتا ہے۔

قوله هذا بعد الخبر الخ یعنی کلا کی خبر متکلم کے لئے وضع اُس وقت ہے جب کہ وہ خبر کے بعد آئے جیسا کہ اس کی مثال گزر چکی لیکن کبھی وہ امر کے بعد بھی آتا ہے جیسا کہ وہ خبر کے بعد آتا ہے اور اس وقت وہ نفی اجابت کے لئے آتا ہے جیسے تم سے کوئی کہے کہ اضرب زيدا اور تم اُس کے جواب میں کہو کہ کلا (ہرگز نہیں) ای لا افعل ہذا قط میں اس کو ہرگز نہیں کروں گا یعنی میں زید کو ہرگز نہیں ماروں گا)۔

قولہ وقد تجئی بمعنی حقا الخ اور کلا کبھی بمعنی حقا آیا ہے یعنی مضمون جملہ کی تحقیق کے لئے جیسے قول باری تعالیٰ ﴿کلا سوف تعلمون﴾ (یہ ثابت ہے کہ عنقریب تم جان لوگے)۔

قولہ وحینئذ تکون اسما الخ اور اس وقت یعنی جب کلا بمعنے حقا آتا ہے اسم ہوتا ہے نہ حرف اور وہ اس وقت کلا ردعی کے ساتھ لفظاً اور معنیٰ مشابہ ہونے کی وجہ سے مبنی ہوتا ہے لفظی مشابہت تو ظاہر ہے لیکن معنوی مشابہت یہ ہے کہ جیسے کلا حرفی زجر کے لئے آتا ہے اسی طرح کلا اسمی سے بھی اس چیز سے جھڑکا جاتا ہے جس کو وہ بول رہا ہے تاکہ اس کی ضد کو محقق اور ثابت کیا جائے۔

قولہ وقیل تکون حرفا ایضا بعض نحات نے کہا ہے کہ کلا بمعنی حقا حرف بھی ہوتا ہے بمعنی ان جو تحقیق جملہ کے لئے ہوتا ہے جیسے کلا ان الانسان لیطغی (تحقیق انسان البتہ سرکشی کرتا ہے)۔

---

فصل تاء التانیث الساکنۃُ تلحق الماضی لتدل علی تانیث ماasند الیہ الفعلُ نحو ضربتْ ھند وقد عرفت مَواضِعَ وجوب الحاقھا واذالقیھا ساکن بعدھا وجب تحریکھا بالکسر لاَنَّ السَّاکن اذا حُرِّكَ حُرِّكَ بالکسر نحو قد قامتِ الصَّلٰوۃُ وحرکتھا لاتوجب رَدَّ ماحُذِفَ لاجل سکونھا فلا یقال رمات المرأۃ لان حرکتھا عارضیۃ واقعۃ لرفع التقاء الساکنین فقولھم المرأتان رَمَاتا ضعیف وامّا الحاق علامۃ التثنیۃ وجمع المذکر وجمع المؤنث فضعیف فلا یقال قاما الزیدن وقاموا الزیدون وقمن النساء وبتقدیر الالحاق لاتکون الضمائر لئلا یلزم الاضمار قبل الذکر بل علامات دالّۃ علی احوال الفاعل کتاء التانیث.

ترجمہ: ''پندرہویں فصل۔ تاء تانیث ساکنہ ماضی میں لاحق ہوتی ہے تاکہ اس کی تانیث پر دلالت کرے جس کی طرف فعل کی اسناد کی گئی ہے۔ جیسے ضَرَبَتْ ھندٌ اور اس کے لاحق کرنے کے وجوب کی جگہوں کو تو نے پہچان لیا ہے اور جب تاء ساکنہ کے بعد کوئی ساکن حرف اس سے ملا ہوا ہو تو اس کو کسرہ کے ساتھ حرکت دینا واجب ہے اس لئے کہ ساکن کو جب حرکت دی جاتی ہے تو کسرہ کی حرکت دی جاتی ہے جیسے قد قامتِ الصلٰوۃ اور اس کی حرکت اس چیز کے لوٹانے کو واجب نہیں کرتی جس کو اس کے سکون کی وجہ سے حذف کیا گیا ہے پس نہیں کہا جائے گا۔ رماتِ المرأۃ کیونکہ اس کی حرکت عارضی ہے جو التقاء ساکنین کو دور کرنے کے لئے واقع ہوئی ہے پس ان کا قول المرأتان رماتا ضعیف ہے۔ اور بہرحال تثنیہ، جمع مذکر اور جمع مؤنث کی علامت کا لاحق کرنا پس وہ ضعیف ہے۔ پس نہیں کہا جائے گا قاما الزیدان، اور قاموا الزیدون

اور قمن النساء اور لاحق کرنے کی صورت میں یہ ضمیریں نہیں ہوں گی تا کہ اضمار قبل الذکر لازم نہ آئے بلکہ علامات ہوں گی جو فاعل کے احوال پر دلالت کرنے والی ہیں۔ جیسے تاء تانیث۔"

قوله تاء التانيث الساكنة تلحق الخ یعنی تاء تانیث ساکنہ (نہ متحرکہ اس لئے کہ وہ اسم کے ساتھ خاص ہے جیسے ضاربۃٌ میں) ماضی کے آخر میں لاحق ہوتی ہے تا کہ وہ اس پر دلالت کرے کہ فعل کا مسند الیہ مؤنث ہے خواہ مسند الیہ فاعل ہو جیسے ضَرَبَتْ هند (بصیغہ معروف) خواہ نائب فاعل ہو جیسے ضُرِبَت هند (بصیغہ مجہول) اور سکون تاء سے مراد یہ ہے کہ وہ اصل میں ساکنہ ہو گو وہ بعض مواضع میں عارض کی وجہ سے متحرک ہو جاتی ہے جیسے قامتا میں تاء اصل میں ساکن ہے لیکن عارض یعنی التقاء ساکنین کی وجہ سے وہ متحرک ہوگئی ہے۔ اور نیز یہ تاء ماضی کے ساتھ خاص ہے غیر ماضی کے ساتھ لاحق نہیں ہوتی۔

قوله وقد عرفت مواضع وحوب الحاقها اى الحاق التاء وجواز الحاقها فى فصل الفاعل فلا نعيدها.

قوله واذا لقيها ساكن الخ یعنی جب تاء ساکنہ کے بعد کوئی حرف ساکن لاحق ہو تو اس وقت اس تاء کو حرکت کسرہ دینا واجب ہے تا کہ التقاء ساکنین جاتا رہے اور پھر اس کو کسرہ اس لئے دیتے ہیں کہ حرف ساکن کو جب حرکت دی جاتی ہے تو کسرہ کی حرکت دی جاتی ہے کیونکہ تحریک ساکن میں کسرہ اصل ہے اس واسطے کہ وہ قلیل الوجود ہونے کی وجہ سے عدم کے جو سکون ہے مناسب ہے جیسے قد قامت الصلوٰۃ اس میں تاء کے ساتھ جب لام ساکن لاحق ہوا تو تاء کو کسرہ دے دیا۔

قوله ساكن بعدها اس سے اس طرف اشارہ ہے کہ اگر اس تاء ساکنہ سے پیشتر کوئی حرف ساکن آئے تو اس وقت اس کو حرکت نہیں دی جائے گی بلکہ اس سے پیشتر حرف کو حرکت دی جائے گی۔

قوله حركتها لا توجب رد ما حذف الخ یہ ایک سوال مقدر کا جواب ہے سوال یہ ہے کہ جب التقاء ساکنین کی وجہ سے دو ساکنوں میں سے ایک ساکن حذف ہو جاتا ہے تو تاء تانیث ساکنہ کے متحرک ہونے کے وقت محذوف کو آجانا چاہئے کیونکہ صفت کی علت جو التقاء ساکنین تھی تاء تانیث کے ساکنہ کے متحرک ہونے کی وجہ سے زائل ہوگئی پس رَمتِ المرأۃ میں تاء کے متحرک ہونے کی وجہ سے الف لوٹ آجانا چاہئے جب کہ وہ دو ساکن الف اور تاء کے پائے جانے کی وجہ سے حذف ہو گیا تھا۔ مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ جواب دیتے ہیں کہ تاء تانیث کے ساکنہ کی حرکت کی وجہ سے وہ حرف جو اس تاء کے سکون کی وجہ سے حذف ہو گیا ہے واپس نہیں آئے گا اور رمت المراۃ میں رمات المراۃ نہیں کہیں گے اس لئے کہ اس تاء کی حرکت عارضیہ ہے (نہ اصلیہ) جو التقاء ساکین کے دور کرنے کے لئے لائی گئی ہے اور حرکت عارضی بمنزلہ سکون کے ہوتی ہے پس وہ حکم میں سکون کے ہے۔

قوله فقولهم المرأتان رماتا ضعیف الخ اورعرب کاقول المراتان رماتا کہ جس میں الف جوالتقاء ساکنین کی وجہ سے حذف ہوگیا تھا۔لوٹ آیا ہے ضعیف ہے۔

قوله اما الحاق علامت التثنیة الخ یہ سوال مقدر کا جواب ہے سوال یہ ہے کہ علامت تثنیہ وجمع علامت تانیث کے مثل ہیں لہٰذا چاہئے کہ مسندالیہ کے مثنی اور مجموع پر دلالت کرنے کے لئے یہ فعل کے ساتھ لاحق ہوں جیسا کہ تاء تانیث مسندالیہ کے تانیث پر دلالت کرنے کے لئے لاحق ہوتی ہے۔مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ جواب دیتے ہیں کہ تثنیہ اور جمع مذکر اور جمع مؤنث کی علامت کا فعل کے ساتھ الحاق جب کہ اُس کا فاعل اسم ظاہر ہو ضعیف ہے پس قاما الزیدان بالحاق الف تثنیہ اور قاموا الزیدون بالحاق واو جمع مذکر اور قمن النساء بالحاق نون جمع مؤنث کہنا ضعیف ہے اس لئے کہ خود الزیدان اور الزیدون اور النساء فاعل کے تثنیہ اور جمع ہونے پر دلالت کرتے ہیں۔علاوہ ازیں الحاق کی صورت میں تکرار فاعل لازم آتا ہے بخلاف مؤنث مسندالیہ کے کہ اُس میں تانیث کبھی لفظی ہوتی ہے اور کبھی معنوی پس تمام صورتوں میں اس کی تانیث ظاہر نہ ہوتی لہٰذا اس کے لئے فعل کے ساتھ تاء تانیث کا الحاق ضروری ہوا۔لیکن اگر فاعل ضمیر ہو تو علامت تثنیہ اور جمع کا الحاق فعل کے ساتھ ضعیف نہیں ہے جیسے زیدان قاما اور زیدون قاموا اور النساء قمن۔

قوله وبتقدیر الا لحاق الخ اور علامت تثنیہ اور جمع فعل کے ساتھ لاحق ہونے کی صورت میں جب کہ اُس کا فاعل اسم ظاہر ہو ضمائر نہیں ہوں گی اس لئے کہ اضمار قبل الذکر لازم آتا ہے جو ناجائز ہے بلکہ صورۃ مذکورہ میں یہ علامات ہوں گی جو احوال فاعل پر دلالت کریں گی کہ فاعل مثنی ہے یا مجموع مذکر ہے یا مجموع مؤنث جیسا کہ تاء تانیث ساکنہ مسندالیہ کے مؤنث ہونے پر دلالت کرتی ہے اور اگر یہ تاء تانیث ضمیر ہوتی تو فاعل کے اسم ظاہر ہونے کی صورت میں اس کا حذف لازمی تھا اور لازم باطل ہے اس لئے کہ ضربت ہند جائز ہے لہٰذا ملزوم بھی باطل ہے۔

---

فصل التنوین نون ساکنة تتبع حرکة اٰخِرِ الکلمة لالتا کید الفعل وھی خمسة اِقسام الاوّل للتمکن وھوما یدل علی ان الاسم متمکن فی مقتضی الاسمّیة ای انه منصرف نحو زید۔ ورجل والثانی للتنکیر وھو مایدل علی ان الاسمَ نکرةٌ نحوصَهٍ ای اُسْکُتْ سکوتًا مَّافی وقتٍ مَّا وامَّا صَهْ بالسکون فمعناه اسکت السکوت الاٰن والثالث للعوض وھو مایکون عوضاً عن المضاف الیه نحو حینَئذٍ وساعتئِذٍ ویومئذٍ ای حین اذکان کذا والرابع للمقابلة وھو التنوین الذی فی جمع المؤنث السالم نحو مسلمات وھٰذه الاربعة تختصُّ بالاسم۔

ترجمہ: ''سولھویں فصل۔تنوین (اصطلاح میں) نون ساکنہ ہے جو کلمہ کے آخر کی حرکت کے تابع ہوتی ہے

اور فعل کی تاکید کے لئے نہیں ہوتی اور اس کی پانچ قسمیں ہیں۔ اوّل تمکن کے لئے اور تنوین تمکن وہ تنوین ہے جو اس بات پر دلالت کرے کہ اسم اسمیت کے تقاضے میں راسخ ہے یعنی وہ منصرف ہے جیسے زیدٌ اور رجلٌ اور دوسری قسم تنکیر کے لئے ہے اور تنوین تنکیر وہ تنوین ہے جو اس بات پر دلالت کرے کہ اسم نکرہ ہے جیسے صہٍ یعنی کسی نہ کسی وقت میں خاموش ہو جا۔ اور بہر صہْ سکون کے ساتھ تو اس کے معنی ہیں اس وقت خاموش ہو جا اور تیسری قسم عوض کے لئے ہے اور تنوین عوض وہ تنوین ہے جو مضاف الیہ کے عوض میں لائی جائے جیسے حینئذٍ، ساعتئذٍ اور یومئذٍ یعنی حین اذ کان کذا اور چوتھی قسم مقابلہ کے لئے ہے اور تنوین مقابلہ وہ تنوین ہے جو جمع مؤنث سالم میں ہوتی ہے جیسے مسلماتٍ اور یہ چاروں تنوین اسم کے ساتھ خاص ہیں۔“

---

قولہ التنوین نون ساکنہ الخ تنوین مصدر ہے بمعنی نون دینا اصطلاح میں تنوین نون ساکنہ ہے جو آخر کلمہ کی حرکت کے تابع ہو اور تاکید فعل کے لئے نہ ہو۔

قولہ نون ساکنۃ اس سے مراد یہ ہے کہ وہ اصل وضع میں ساکن ہو پس التقاء ساکنین کی وجہ سے متحرک ہونے سے اس پر اعتراض وارد نہیں ہوگا جیسے زیدٍ الفاضل۔

قولہ تتبع حرکت آخر الکلمۃ فصل ہے اس سے کلمہ من اور لدن اور لم یکن کا نون خارج ہو گیا اس واسطے کہ یہ آواخر کلمات ہیں نہ توابع حرکات۔

قولہ لا لتاکید الفعل فصل ہے اس سے نون خفیفہ خارج ہو گیا کیونکہ یہ تاکید فعل کے لئے آتا ہے۔ مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے تتبع حرکت آخر الکلمۃ کہا تتبع آخر الکلمۃ نہیں کہا تا کہ اس پر تنبیہ ہو کہ تنوین حالت وقف میں حرکت کے ساقط ہونے کی وجہ سے ساقط ہو جاتی ہے۔

قولہ وھی خمسۃ اقسام الاول للتمکن الخ یہ تنوین پانچ قسم پر ہے۔

اوّل تنوین تمکن وہ ہے جو اس پر دلالت کرے کہ اسم منصرف ہے جیسے زید اور رجل اور اس تنوین کو تنوین صرف بھی کہتے ہیں اس لئے کہ یہ منصرف اور غیر منصرف کے درمیان فصل کر دیتی ہے بعض نے خیال کیا ہے کہ رجل اور ثوب اور دار پر تنوین تنکیر ہے ان کا یہ خیال صحیح نہیں ہے اس لئے کہ اگر تم رجل یا ثوب یا دار کسی کا نام رکھ دو تو تنوین علی حالہ باقی رہتی ہے۔ پس اگر وہ تنکیر کی ہوتی تو وہ اس موضع میں جس میں اس کا مدلول بدل گیا ہے ثابت نہیں رہتی۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ یہ تنوین تمکن کی ہے تنکیر کی نہیں ہے۔

قولہ الثانی التنکیر وھو ما یدل الخ دوم تنوین تنکیر وہ ہے جو اسم کے نکرہ ہونے پر دلالت کرے پس یہ تنوین

نکرہ اور معرفہ میں فرق کر دیتی ہے جیسے صہٍ (بتنوین) ای اسکت سکوتا ما فی وقت ما (تو چپ رہ کوئی چپ رہنا کسی وقت میں) اور صہ (بسکون ہاء بغیر تنوین) بمعنی اسکت السکوت الان (تو چپ رہ خاص چپ رہنا اس وقت)

اعلم انه لا یمکن طلب الشیء فی زمان الحال والا لکان طلبا لما بمتنع امتناعه اذ لو لم یفرغ الآمر عن امر ولا یفهم المخاطب لا یمکن من المخاطب الا قدام به.

ففی قوله اسکت السکوت الآن مسامحة فمعناه اسکت السکوت متصلا بالآن. شارح رضی فرماتے ہیں کہ میں ایک تنوین کے تمکن اور تنکیر دونوں کے لئے ہونے میں کوئی حرج نہیں دیکھتا پس رجل میں تنوین تمکن کی بھی ہے اور تنکیر کی بھی لیکن جب تم رجل کسی کا نام رکھ دو تو اس وقت اس کی تنوین صرف تمکن کی ہوگی۔

قوله والثالث للعوض وهو ما یکون الخ سوم تنوین عوض وہ ہے جو مضاف الیہ کے عوض میں ہو جیسے حینئذ کہ اصل میں حین اذکان کذا تھا (جس وقت کہ ایسا ہو) اس میں حین مضاف اذ کی طرف ہے اور اذ مضاف جملہ کان کذا کی طرف ہے جب حصول تخفیف کی وجہ سے جملہ کو حذف کیا تو اُس کے بدلہ میں اذ پر تنوین لے آئے۔ اسی طرح ساعتئذٍ اور یومئذ ہیں۔ یہ اصل میں ساعت اذکان کذا اور یوم اذکان کذا تھے۔

قوله الرابع للمقابلة وهو التنوین الذی الخ چہارم تنوین مقابلہ وہ ہے جو جمع مؤنث سالم میں جمع مذکر سالم کے نون مسلمون کے مقابلہ میں آئے۔ جیسے مسلمات کہ اس میں الف علامت جمع ہے جیسے جمع مذکر مسلمون میں واو علامت جمع ہے اور تاء تانیث کی ہے پس جمع مؤنث سالم میں کوئی ایسی چیز نہیں پائی گئی جو نون کے مقابلہ میں ہو پس تنوین کو اُس کے آخر میں زیادہ کر دیا۔ اور یہ چاروں تنوین اسم کے ساتھ خاص ہیں فعل پر نہیں آتیں لیکن پانچویں تنوین ترنم اسم اور فعل دونوں پر آتی ہے۔

---

والخامس للترنُّم وهو الّذی یلحق اٰخر الابیات والمصاریع کقول الشاعر شعر اَقِلِّی اللَّوْم عَاذِلُ والعِتَابَنْ وقُوْلِیْ اِنْ اَصَبْتُ لَقَدْ اَصَابَنْ وکقوله یااَبَتا عَلَّكَ اوعَسَاكَنْ وقد یحذف من العلم اذا کان موصوفا بابن وابنة مضافا الی عَلَمٍ اٰخر نحو جاءنی زیدُ بنُ عمرو وهندابنة بکر.

**ترجمہ:** "اور پانچویں قسم ترنم کے لئے ہے۔ اور تنوین ترنم وہ تنوین ہے جو ابیات اور مصرعوں کے آخر میں آتی ہے جیسے شاعر کا قول شعر اَقِلِّی اللوم عاذل والعتابنْ ÷ وقولی ان اصبتُ لقد اصابنْ اور جیسے اس کا قول یا ابتاعلك او عساکن اور کبھی تنوین کو علم سے حذف کر دیا جاتا ہے جب کہ وہ ایسے ابن اور ابنة کا موصوف واقع ہو جو دوسرے علم کی طرف مضاف ہوں جیسے جاء نی زیدُ بنُ عمرٍو اور هندُ ابنةُ

بکرٍ"

قولہ والخامس للترنم وھو الذی الخ پنجم تنوین ترنم لغت میں بمعنی گانا۔ اصطلاح میں وہ ہے جوابیات اور مصاریع کے آخر میں تحسین صوت کے لئے آئے جیسے قول شاعر ؎

اَقِلِّی اللَّوْمَ عاذل والعتابن

وَقُوْلِیْ اِنْ اَصَبْتُ لقد اصابن

اس شعر میں تنوین ترنم عتابن اور اصابن میں ہے جو اصل میں عتاب اور اصاب تھے۔ اشباع فتح سے ان میں الف پیدا ہوا عتابا اور اصابا ہوئے۔ پھر گانے کے وقت الف کو نون سے بدل لیا عتابن اور اصابن ہوئے۔ ان میں عتاب اسم ہے اور اصاب فعل ماضی ہے عاذل اصل میں یاعاذلۃ تھا حرف ندا کو حذف کر کے منادی کو مرخم کر لیا یہ معشوقہ کا نام ہے (اے عاذلہ تو ملامت اور عتاب کو کم کر اگر میں صواب کو پہنچوں تو تو کہہ کہ وہ صواب کو پہنچا یعنی انصاف کر) اور جیسے شاعر کے قول یا ابتا علک اور عسا کن میں یا ابتا میں یا حرف ندا ہے اور ابتا اصل میں ابی تھا یعنی وہ مضاف بسوئے یائے متکلم تھا۔ اس میں تاء اور الف عوض میں یاء کے ہیں۔ اور علک اصل میں لعلک تھا اور عساک اس پر معطوف ہے اور لعل اور عسی کی خبر محذوف ہے ای لعلك تجد رزقا او عساك تجده اس میں عساک پر تنوین ترنم ہے پہلی مثال تنوین ترنم کے آخر بیت میں ہونے کی ہے اور دوسری مثال تنوین ترنم کے آخر مصرع میں ہونے کی ہے۔

قولہ قد يحذف من العلم الخ یعنی تنوین وجوبا اُس علم سے حذف کر دی جاتی ہے جو علم کہ اس ابن یا ابنت سے موصوف ہو جو دوسرے علم کی طرف مضاف ہے اس لئے کہ ابن اور ابنت کا استعمال دو علموں کے درمیان کثیر ہے لہٰذا تخفیف کی وجہ سے وہ علم اوّل سے حذف کر دی جاتی ہے جیسے جاء نی زيد بن عمرو اور جیسے جاء تنی هند ابنة بکر اور ابن کسی غیر علم کی صفت واقع ہو جیسے قام رجل ابن بکر یا ابن صفت نہ ہو جیسے زیدٌ ابن بکر (زید بکر کا بیٹا ہے) یا ابن کا مضاف الیہ علم نہ ہو جیسے قام زيد ابن اخی تو ان تینوں صورتوں میں تنوین ساقط نہیں ہوگی۔ جاننا چاہئے کہ جس جگہ تنوین موصوف ابن سے تلفظ میں ساقط ہوگی تو اس جگہ ابن کا الف بھی کتابت سے ساقط ہو جائے گا۔ تاکہ کتابت میں تخفیف ہو جائے اور جس جگہ کہ تنوین ساقط نہیں ہوگی اس جگہ الف بھی کتابت سے ساقط نہیں ہوگا اور امور مذکورہ میں ابنت کا حکم ابن جیسا ہے صرف فرق اس قدر ہے کہ ابنت کا ہمزہ حذف نہیں ہوتا تاکہ وہ نبت (گھاس سے ملتبس نہ ہو)۔

فصل نون التاكيد وهی وضعتْ لتاكيد الا مر والمضارع اذا كان فيه طلبٌ وهی بازاء قدلتاكيد الماضی وهی عَلی ضربیْنِ خفيفة ای ساكنة ابداً نحو اضْرِبَنْ وثقيلة ای مشددة مفتوحة ابداً ان لم يكن قبلها الف نحو اضربَنَّ ومكسورة ان كان قبلها الف نحو اِضْرِبَانِّ

واضربنانِّ وتدخل فی الامر والنھی والاستفھام والتمنی والعرض جوازاً لانَّ فی کل منھا طلبا نحو اضربنَّ ولا تضربنَّ وھل تضربنَّ ولیتك تضربنَّ والا تنزلنَّ بنا فَتُصِیْبَ خیراً وقد تدخل فی القسم وجوبالوقوعة علی مایکون مطلوبا للمتکلم غالبا فارادوا اَنْ لایکون آخر القسم خالیًا عن معنی التاکید کما لا یخلو اوّلُه منه نحو واللّٰهِ لَاَفْعَلَنَّ کذا.

ترجمہ: ''سترہویں فصل، نون تاکید اور نون تاکید وہ نون ہے جو امر اور مضارع کی تاکید کے لئے وضع کیا گیا ہے جب کہ اس میں طلب کے معنی ہوں اور وہ اس قد کے مقابلہ میں ہے جو ماضی کی تاکید کے لئے ہے۔ اور وہ دو قسم پر ہے اوّل خفیفہ یعنی ہمیشہ ساکن ہوتا ہے جیسے اِضْرِبْنْ اور دوم ثقیلہ یعنی ہمیشہ مشددہ مفتوحہ ہوتا ہے اگر اس سے پہلے الف نہ ہو جیسے اِضْرِبنَّ اور مکسور ہوتا ہے اگر اس سے پہلے الف ہو جیسے اِضْرِبَانِّ اور اِضْرِبْنَانِّ اور نون ثقیلہ امر، نہی، استفہام، تمنی اور عرض میں جوازاً داخل ہوتا ہے اس وجہ سے کہ ان میں سے ہر ایک میں طلب کے معنی ہیں۔ جیسے اضربنَّ، لا تضربنَّ، ھل تضربنَّ، لیتك تضربنَّ اور الا تنزلنَّ بنا فتصیب خیراً اور کبھی جواب قسم میں وجوباً داخل ہوتا ہے اس کے اس چیز پر واقع ہونے کی وجہ سے جو متکلم کا مطلوب ہوتا ہے۔ پس انہوں نے ارادہ کیا کہ قسم کا آخر بھی تاکید سے خالی نہ ہو جیسا کہ اس کا اوّل اس سے خالی نہیں جیسے واللّٰہ لا فعلن کذا۔''

---

قولہ نون التاکید الخ ای النون الذی یفید التاکید بتحصیلِ المطلوب.

قولہ وھی وضعت الخ یعنی نون تاکید امر کی تاکید کے لئے وضع کیا گیا ہے اور مضارع کی تاکید کے لئے جب کہ اس میں طلب کے معنی ہوں اس لئے کہ نون تاکید سے اُس چیز کی تاکید ہوتی ہے جس میں طلب ہو۔

قولہ وھی بازاء قد الخ اور نون تاکید لفظ قد کے مقابلہ میں ہے جو ماضی کی تاکید کے لئے ہے پس اسی طرح نون تاکید مضارع کی تاکید کے لئے ہے بشرطیکہ اس میں طلب کے معنی ہوں۔

قولہ علی ضربین خفیفة الخ اور نون تاکید دو قسم پر ہے ایک خفیفہ یعنی جو ہمیشہ ساکن ہوتا ہے جیسے اضربنْ بسکون نون (تو ضرور مار) اور یہ ساکن ہوتا ہے اس لئے کہ یہ مبنی ہوتا ہے اور بناء میں اصل سکون ہے دوسرے ثقیلہ یعنی مشددہ نون مشددہ خفیفہ سے تاکید میں ابلغ ہوتا ہے اور ہمیشہ مفتوح ہوتا ہے جب کہ اس سے پیشتر الف نہ ہو جیسے یضربنَّ اور اضربنَّ۔

قولہ مکسورة ان کان الخ اس کا عطف مفتوحہ پر ہے اور وہ مکسورة ہوتا ہے جب اس سے پیشتر الف ہو خواہ وہ الف ضمیر ہو جیسے اضربانِّ میں خواہ وہ الف زائدہ ہو جیسے جمع مؤنث میں جیسے اضربنانِّ اور یضربنانِّ میں۔

قوله وتدخل فی الامر الخ اورنون تاکید خواہ خفیفہ خواہ ثقیلہ جوازاً امر کے آخر میں آتا ہے خواہ وہ معلوم ہو خواہ مجہول اور خواہ حاضر ہو اور خواہ غائب اور نہی کے آخر میں آتا ہے اور استفہام اور تمنی اور عرض میں آتا ہے اس لئے کہ ان میں سے ہر ایک میں طلب ہے جو تاکید کے مناسب ہے لہٰذا نون تاکید ان پر طلب کی تاکید کے لئے آتا ہے اور نون تاکید نفی پر بھی آتا ہے گو اس میں معنی طلب نہیں ہیں اس لئے کہ وہ نفی فعل میں نہی کے ساتھ مشابہ ہے لیکن چونکہ نفی میں نون تاکید کا آنا قلیل ہے لہٰذا مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کو ذکر نہیں فرمایا جیسے اضْرِبَنَّ (تو ضرور مار) امر کی مثال ہے اور جیسے لاتضربن (تو ہرگز مت مار) نہی کی مثال ہے اور جیسے ہل تضربن (کیا تو البتہ مارے گا) استفہام کی مثال ہے اور جیسے لیتک تضربن (کاش کہ البتہ تو مارے) تمنی کی مثال ہے اور جیسے الا تنزلن بنا فتصیب خیرا (تم ہمارے پاس البتہ کیوں نہیں اترتے تا کہ تم بھلائی کو پہنچو) عرض کی مثال ہے۔

قوله وقد تدخل في القسم الخ یعنی نون تاکید جواب قسم پر جب کہ جواب قسم مثبت ہو وجوباً داخل ہوتا ہے۔ اور فی القسم میں قسم سے مراد جواب قسم ہے ورنہ نفس قسم پر نون تاکید داخل نہیں ہوتا۔

قوله لوقوعه ای القسم علی ما یکون مطلوبا وجوده وتحصیله للمتکلم غالبا الخ یعنی نون تاکید کا جواب قسم پر وجوباً داخل ہونا اس لئے ہے کہ قسم اکثر اس چیز پر واقع ہوتی ہے جس کا وجود متکلم کا مطلوب اور مقصود ہوتا ہے اور نیز جواب قسم محل تاکید ہوتا ہے۔ لہٰذا نحات نے ارادہ کیا کہ قسم کا آخر بھی تاکید سے خالی نہ ہو جیسا کہ اس کا اوّل تاکید سے خالی نہیں ہے جیسے واللّٰه لا فعلن كذا (اللہ کی قسم میں البتہ ضرور ایسا کروں گا)

---

واعْلَمْ اَنَّه يَجِبُ ضَمُّ ماقبلها فی جمع المذكر نحو اِضْرِبُنَّ لِيَدُلَّ على الواوالمحذوفة وكَسْرُ ماقبلها فی المخاطبة نحو اضربِنَّ ليدل على الياء المحذوفة وفَتْحُ ماقبلها فی ماعدا هما امَّا فی المفرد فلانّه لو ضُمَّ لالتبس بجمع المذكّر ولو كُسِرَ لالتبس بالمخاطبة.

**ترجمہ:** "اور تو جان لے کہ جمع مذکر میں نون تاکید کے ماقبل کا ضمہ واجب ہے۔ جیسے اضربُنَّ تاکہ واو محذوفہ پر دلالت کرے اور واحد مؤنث حاضر میں ماقبل کا کسرہ واجب ہے جیسے اضربِنَّ تاکہ یاء محذوفہ پر دلالت کرے اور ان کے علاوہ میں ماقبل کا فتحہ واجب ہے بہر حال مفرد میں اس وجہ سے کہ اگر ضمہ دیا جائے تو جمع مذکر کے ساتھ مشابہ ہو جائے گا اور اگر کسرہ دیا جائے تو واحد مؤنث حاضر کے ساتھ التباس ہو جائے گا۔"

---

واعلم انه يجب ضم ما قبلها الخ یہاں سے مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نون تاکید کے ماقبل کا حال بیان کرتے ہیں کہ جمع مذکر غائب اور حاضر میں نون تاکید ثقیلہ اور خفیفہ کے پیشتر حرف کو ہمیشہ ضمہ ہوگا تاکہ یہ ضمہ واو محذوفہ پر جو التقاء ساکنین کی وجہ سے حذف ہو گیا ہے دلالت کرے۔ جیسے اضربُنَّ (بضمہ باء وتشدید نون)۔ اور واحد مؤنث مخاطب میں نون ثقیلہ اور

خفیفہ کے پیشتر حرف کو ہمیشہ کسرہ ہوگا تا کہ یہ کسرہ یاء محذوفہ پر جو التقاء ساکنین کی وجہ سے حذف ہوگئی دلالت کرے جیسے اِضْرِبِنَّ (بکسر باء وتشدید نون)۔

قولہ وفتح ماقبلھا فی ماعداھما ای ماعدا جمع المذکر والمخاطبۃ اس کا عطف ضم ماقبلہا پر ہے یعنی جمع مذکر غائب وحاضر اور واحد مؤنث حاضر کے علاوہ صیغوں میں نون تاکید سے پیشتر کے حرف کو ہمیشہ فتح ہوگا اور وہ گیارہ صیغے ہیں ① واحد مذکر غائب ② واحد مؤنث غائب ③ واحد مذکر حاضر ④ اور واحد متکلم ⑤ اور واحد متکلم مع الغیر ⑥ تا ⑨ چاروں تثنیہ ⑩ اور جمع مؤنث غائب ⑪ اور جمع مؤنث حاضر۔

قولہ اما فی المفرد الخ یعنی واحد کے صیغوں میں نون تاکید کے پیشتر حرف کو فتحہ اس لئے واجب ہے کہ اگر اس کو ضمہ دیا جائے تو وہ جمع مذکر کے صیغے سے ملتبس ہو جائے گا اور اگر اس کو کسرہ دیا جائے تو وہ واحد مؤنث مخاطب کے صیغے سے ملتبس ہو جائے گا۔ اور اگر اس کو ساکن کیا جائے تو التقاء ساکنین لازم آئے گا لہٰذا فتح متعین ہوا۔

---

وَاَمَّا فی المثنیٰ وجمع المؤنث فلانَّ ماقبلها الف نحو اضرِبَانِّ واضربنانِّ وزِيْدَتْ الفٌ قبل النون فی جمع المؤنث لكراهة اجتماع ثلث نوناتٍ نون الضمير ونونا التاكيدُ نون الخفيفة لاتد خل فی التثنية اصلا ولا فی جمع المؤنث لانّه لوحَرَّكْتَ النون لم تبق خفيفةً فلم تكن على الاصل وإن أبقيتَها ساكنةً يلزم التقاء السّاكنين على غيرحده وهو غير حسنٍ.

ترجمہ: ''اور بہر حال مثنی اور جمع مؤنث میں اس لئے کہ ان کے ماقبل الف واقع ہے۔ جیسے اضربَانِّ اور اضربنانِّ اور جمع مؤنث میں نون سے پہلے الف زیادہ کیا گیا ہے تین نون کے اجتماع کی کراہت کی وجہ سے ایک ضمیر کا نون اور دو تاکید کے نون اور نون خفیفہ تثنیہ میں بالکل داخل نہیں ہوا اور نہ جمع مؤنث میں داخل ہوتا ہے اس لئے کہ اگر تو نے نون کو حرکت دی تو وہ خفیفہ باقی نہ رہے گا پس اپنی اصل پر نہ رہے گا اور اگر اس کو ساکن باقی رکھا تو التقاء ساکنین علی غیر حدہ لازم آئے ہے اور وہ اچھا نہیں ہے۔''

---

قولہ واما فی المثنی وجمع المونث الخ اور مثنی اور جمع مؤنث میں نون تاکید کے ماقبل کو فتحہ اس لئے واجب ہے کہ ان میں نون سے پیشتر الف ہے اور الف حکم میں فتحہ کے ہے جیسے اضربان اور اضربنان مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول ویجب الفتح فیما عداھما میں فتحہ عام ہے کہ حقیقۃً ہو جیسے اضربن میں یا حکما ہو جیسے اضربنان میں اس لئے کہ اس میں نون تاکید سے پیشتر الف ہے جو فتح کے حکم میں ہے کیونکہ الف دو فتحوں سے بنتا ہے۔ اور مثنی میں الف حذف نہیں کیا گیا تا کہ وہ مفرد سے ملتبس نہ ہو۔

قوله وزیدت الف قبل النون الخ اور جمع مؤنث میں نون تاکید سے پیشتر الف زیادہ کیا گیا تاکہ تین نونوں کا اجتماع جو مکروہ ہے نہ لازم آئے اور وہ ایک نون ضمیر ہے اور دو نون تاکید اس لئے کہ نون تاکید ثقیلہ بمنزلہ دو نون کے ہے اور الف کو اس لئے لایا گیا کہ وہ حروف زوائد میں سے سب سے ہلکا حرف ہے اور ان تینوں نونوں میں سے پہلے نون کو حذف نہیں کیا حالانکہ اُس کے حذف سے تین نون کا اجتماع دور ہو جاتا ہے اس لئے کہ وہ علامت رفع نہیں ہے بلکہ وہ جمع مؤنث کی ضمیر ہے۔

قوله ونون الخفيفة لا تدخل الخ اور نون خفیفہ تثنیہ کے صیغوں میں بالکل نہیں آتا خواہ وہ مذکر کے ہوں خواہ مؤنث کے اور نہ جمع مؤنث کے صیغوں میں آتا ہے اس لئے کہ اگر نون خفیفہ کو حرکت دی جائے تو وہ خفیفہ نہیں رہے گا۔ اور اپنی اصل پر باقی نہیں رہے گا۔ کیونکہ نون خفیفہ کی وضع سکون پر ہے اور اگر اس کو ساکن رکھیں جو اس کی اصل ہے تو الف اور نون میں التقاء ساکنین علی غیر حدہ لازم آئے گا جو غیر مستحسن ہے بلکہ ناجائز ہے لیکن اجتماع ساکنین علی حدہ جائز ہے جیسے دابۃ کہ اس میں التقاء ساکنین علی حدہ ہے۔ اور اگر الف کو حذف کرتے ہیں تو اگرچہ التقاء ساکنین دور ہو جاتا ہے لیکن اس وقت تثنیہ کا مفرد کے ساتھ التباس لازم آتا ہے۔

الحمد لله الذى وفقنى لا تمام هذا الشرح بفضله واعاننى على جمعه بكرمه والصّلوة والسلام على رسوله وعلى آله واصحابه اجمعين.

تمّت

النحو فی الکلام کالملح فی الطعام

شارح
حضرت مولانا محمد عبد التواب صاحب